ایک تاریخی علمی اور فکری کتاب

ازالۃ الضیق

بسیرۃ

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سیرت و سوانح علمی فکری اور مثبت پیرائے میں

تالیف:

حضرت مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب مدظلہ

مدیر ماہنامہ الہلال مانچسٹر

باہتمام: حضرت مولانا حافظ محمد بلال صاحب مظاہری

ناشر



ادارہ اشاعت الاسلام

IDARA ISHA'AT-UL-ISLAM

P. O. Box No. 36 Manchester M16 7AN (U.K.)

Tel : 0161 232 9851- 0771 315 5565

ایک تاریخی علمی اور فکری کتاب

ازالۃ الضیق

بسیرۃ

سیدنا ابی بکر الصدیق رض

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کی سیرت وسوانح علمی فکری اور مثبت پیرائے میں

تالیف

مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب مدظلہ العالی

ڈائریکٹر حکیم الامت اکیڈیمی مانچسٹر

ناشر

ادارہ اشاعت الاسلام

P.O.Box No: 36 Manchester M16 7AN (U,K)

☆......نام کتاب ازالة الضیق بسیرة سیدنا ابی بکر الصدیق

☆......مؤلف مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب
(مدیر ماہنامہ الہلال مانچسٹر)

☆......ناشر ادارہ اشاعت الاسلام مانچسٹر

☆......تعداد گیارہ سو(۱۱۰۰)

☆......صفحات ۵۱۲ صفحات

☆......کمپوزنگ حافظ محمد اقبال صاحب

☆......قیمت

برطانیہ میں ملنے کے پتے

Hakeemul Umaat Academy P.O.Box 36 Manchester M16 7AN U.K

Islamic Academy Manchester Upper Brook Street Manchester M13 9TD

Islamic Dawah Academy 120 Melbourne Road Leicester LE2

Masjid Khizra 85 Walmersley Road Bury (Lanca shaire)

As-Salaam Center 14A Moss Road Stretford Manchester

پاکستان میں ملنے کے پتے

(۱) صدیقی ٹرسٹ المنظر اپارٹمنٹ ۴۵۸ گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی ۷۴۸۰۰

(۲) حکیم الامت اکیڈمی ایف ۳...... ۲/۳...... ناظم آباد نمبر ۳...... کراچی ۱۸

ہندوستان میں ملنے کا پتہ

جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ ضلع بھروچ گجرات انڈیا

انتساب

راقم الحروف اپنی اس تالیف کو حضرت الاستاذ مفکر اسلام

مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب

دامت برکاتهم وعمت فیوضهم

اور والد گرامی

داعی اسلام جناب الحاج ابراهیم یوسف باوا صاحب رنگونی

رحمة الله تعالى رحمة واسعة

کے نام معنون کرتا ہے جن کے آغاز کو اللہ تعالی نے انتہا تک لانے کے لئے توفیق بخشی

اے اللہ تو ہماری اس محنت کو قبول فرما اور اس کا نفع عام اور تام فرما

محمد اقبال رنگونی عفا اللہ عنہ

منقبت سیدنا صدیق اکبرؓ

رسول اللہ کے' اصحاب میں سب کامل مکمل ہیں
مگر افضل تو بعد انبیاء صدیق اکبر ہیں

صدیق کا ثانی کوئی کس طرح دکھائے
کون ایسا ہے جو بار نبوت کو اٹھائے

اخلص واقرب کہا اور احسن واکرم کبھی
عظمت صدیق اکبر مرتضٰی سے پوچھیے

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

صدیق یار غار کی قسمت تو دیکھئے
پہلو میں آج تک ہیں پیمبرؐ لئے ہوئے

مقدمه

الحمد لله وسلام علی عباده الذين اصطفی ......اما بعد

ایک طویل مدت گزری جب والد گرامی جناب الحاج ابراہیم یوسف باوا صاحب رنگونی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۴۲۵ھ) نے اپنے قیام برما کے دوران حضرت ابوبکر صدیق پر ایک بیس صفحات کا مضمون لکھا تھا آپ کی خواہش تھی کہ ان کا یہ مضمون مفکر اسلام استاذی المحترم حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ ایک مرتبہ ملاحظہ کرلیں آپ پھر اسے ماہنامہ الاسلام میں شائع کریں گے انہوں نے یہ ذمہ داری راقم کے سپرد کردی راقم الحروف نے حسب حکم حضرت علامہ صاحب مدظلہ کی خدمت میں یہ مضمون اس گذراش کے ساتھ پیش کردیا کہ اگر ہو سکے تو یہ مضمون جلد دیکھ کر روانہ فرماویں اتفاق کی بات کہ انہی دنوں حضرت موصوف کو اچانک ایک غیر ملکی دورہ پیش آگیا اور آپ اسے نہ دیکھ سکے اور جب آپ واپس تشریف لائے تو والد محترم سفر آخرت پر روانہ ہو چکے تھے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت والد محترم مرحوم کے انتقال کے بعد راقم نے اس خیال کے پیش نظر کہ کہیں یہ صفحات فائل ہی کی زینت بن کر نہ رہ جائیں مناسب سمجھا کہ اسے خود ہی دیکھ لیا جائے اور ماہنامہ الاسلام کی قریبی اشاعت میں اسے شامل کردیا جائے اس غرض کے لئے جب راقم نے اس مضمون کو پڑھنا اور لکھنا شروع کیا تو اسے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کی کرامت سمجھئے یا حضرت والد مرحوم کا اخلاص کہ پندرہ سولہ صفحات پر مشتمل مضمون چار سو سے زائد صفحات پر پھیلتا چلا گیا جو اس

وقت آپ کے سامنے ایک مستقل کتاب کی صورت میں موجود ہے راقم الحروف کی کوشش رہی ہے کہ اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سب سے محبوب امتی اور عزیز ترین ساتھی سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کی حیات مبارکہ کے ہر اس پہلو پر دلائل کے ساتھ گفتگو کی جائے جس سے اہل سنت مسلمانوں کے عقائد نہ صرف یہ کہ محفوظ ہوں بلکہ ان میں اور پختگی آئے اور ان کی عظمت اور محبت مسلمانوں کے دلوں میں اور زیادہ مستحکم ہو اور ان کے خلاف کھلنے والی گستاخانہ زبان کم از کم اتنا سوچ لے کہ اللہ کے کلام اور پیغمبر آخر الزمان کے ارشادات نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کس مقام پر کھڑا کیا ہے اور ائمہ اہل بیت عظامؓ ان کا کس قدر ادب کرتے تھے اور دل کی گہرائیوں سے ان کا احترام کرتے تھے۔ میں نے اپنے والد مرحوم کی اس خواہش کی بھی تکمیل کی کہ یہ مضمون ایک دفعہ استاذی المکرّم حضرت علامہ صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی نظر سے گذر جائے

راقم الحروف حضرت الاستاذ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتھم کا انتہائی شکر گذار ہے کہ حضرت نے اپنی انتہائی مصروفیات کے باوجود ان اوراق پر نہ صرف یہ کہ نظر فرمائی بلکہ جابجا مفید اور نہایت ہی اہم افاضات اور مشوروں سے بھی نوازا اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے اور ان کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے آمین

☆...... خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح تمام انبیاء و مرسلین کے سردار اور سرتاج ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرات انبیاء و مرسلین کرام کے بعد سب مؤمنوں سے افضل و اعلیٰ ہیں آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے عظیم پشتیبان اور سرمایہ عزت و ناز ہیں آپ حضور ﷺ کے بچپن اور جوانی کے دوست پھر پورے زمانہ اسلام کے دوست اور آخری آرامگاہ تک آپ کے نہایت قریب کے ساتھی ہیں آپ حضور ﷺ کے سب سے بہتر اور بزرگ امتی ہیں قرآن کریم نے حضرت ابوبکر کے مقام رفیع کی گواہی دی

ہے خود لسان نبوت نے آپ کو بہت عزت واحترام سے ذکر کیا ہے اور اپنی امت کو آپ کو اسی احترام سے یاد کرنے کی تعلیم دی ہے پھر کیا صحابہ کرام اور کیا اہل بیت عظام اور کیا ائمہ اسلام سب ہی آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہے اور ہمیشہ آپ کی محبت و عقیدت اور عظمت و منقبت کے گن گاتے رہے ہیں

اس بات میں نہیں مجھے عابد کوئی کلام　　میرے نبی کے بعد ہے صدیق کا مقام
جس نے خدا کی راہ میں سب کچھ لٹادیا　　مولائے کائنات کو تھا جس کا احترام

آپ کا اسم گرامی عبداللہ ہے آپ کی کنیت ابو بکر ہے اور صدیق آپ کا لقب ہے اور آپ زیادہ اسی معزز نام سے اہل ایمان کے دلوں میں جگہ پائے ہوئے ہیں آپ صداقت کے اس اونچے مقام پر فائز ہوئے کہ صدیق کا لقب آپ کے نام کا جزء بن گیا یہ اسلئے کہ آپ کا ہر قدم نبوت کے ساتھ اٹھتا تھا اور ہر عمل نبوت کے ساتھ ملتا تھا نبوت کی زبان سے جو بات نکلتی آپ اسکی فورا تصدیق کرتے اور لسان نبوت جو فیصلہ کر دیتی آپ اس فیصلے کو پوری تندہی سے روبہ عمل لانے میں لگ جاتے اور اسے نافذ کرنے میں کسی طرح پیچھے نہ رہتے تھے۔ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے اپنے متعدد مکتوبات میں آپ کے مقام صدیقیت پر بحث کرتے ہوئے بتایا ہے کہ سلوک و معرفت کے بہت مدارج ہیں جیسے ولایت شہادت وغیرہ لیکن ان میں سب سے اعلی مقام صدیقیت کا ہے اور اس مقام میں اور نبوت میں کوئی اور درجہ نہیں ہے آپ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں

وفوق آں (صدیقیت) مقامے نیست الا النبوة علی اهلها الصلوات والتسلیمات ونشاید که میاں صدیقیت و نبوت مقامی بوده باشد بلکه محال ست وایں حکم به محالیت او بکشف صریح صحیح معلوم گشته (مکتوبات ح اول دفتر اول)

آپ لکھتے ہیں کہ سلوک کا مرتبہ جو ہدایت اور ضرورت کا ہے یہ سب سے اعلی مرتبہ ہے اور اسی کا نام صدیقیت ہے اسکے بعد جو مقام ہے وہ صرف نبوت کا ہے ایک پیغمبر کو وحی کے ذریعہ جن حقائق کا علم ہوتا ہے اور وہ اس کو دوسروں تک پہنچاتا ہے ایک صدیق اسکی تصدیق بے چوں وچرا کرتا ہے پیغمبر کی بیان کی ہوئی حقیقت کیسی ہی مابعد الطبیعی اور بالائے فہم وقیاس ہو بہر حال صدیق کیلئے وہ بدیہی سی چیز ہوتی ہے اور وہ اس کو سنتے ہی قبول کرلیتا ہے (مکتوبات مجدد الفت ثانی۔ ماخوذ از صدیق اکبر از مولانا سعید احمد اکبر آبادی ص ۴۳۶)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اللہ کے ہاں بہت قبولیت پائے ہوئے تھے اور صدیقیت کے سب سے اعلی ترین درجہ پر فائز ہو کر صدیق اکبر کے لقب سے ممتاز تھے۔

☆...... حضور اکرم ﷺ نے جب خدا کی توحید کا پرچم بلند فرمایا تو آپ پوری استقامت کے ساتھ اپنے محبوب آقا کے ساتھ کھڑے ہوئے اور اس راہ میں آنے والی پریشانیوں اور تکلیفوں کا نہایت خندہ پیشانی سے استقبال کیا حضور ﷺ کی تکلیف آپ کے لئے ناقابل برداشت تھی جہاں معلوم ہوتا کہ کوئی بدنصیب حضور ﷺ کو تکلیف دے رہا ہے آپ فورا دوڑے چلے آتے اور آپ کی حمایت ونصرت میں زبان کھولتے اور ہاتھوں سے اس تکلیف کو اور اس ظالم کو آپ سے دور رکھنے کی کوشش کرتے

☆...... اللہ تعالی اور اسکے رسول خاتم ﷺ کی محبت وعقیدت حضرت ابوبکر صدیق کے دل میں اس قدر رچی بسی تھی جس کی نظیر نہیں ملتی اس پر آپ کی پوری زندگی گواہ ہے اور دوست دشمن سب ہی اسکا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں پھر آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وہدایات اور مزاج وانداز کو اس شان سے اپنے اندر سمو لیا تھا کہ دشمنان اسلام بھی یہ جان چکے تھے کہ پیغمبر کے بعد اس امت کی قیادت کس نے کرنی ہے اور کس نے اسلام کی کشتی

کو ساحل مراد تک پہنچانا ہے۔

☆...... حضور اکرم ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد اہل اسلام جن حالات سے دوچار ہوئے تھے وہ تاریخ اسلام کا ایک نہایت ہی اہم باب ہے ان سخت تر حالات میں اسلام کی حفاظت اور حضور ﷺ کی شریعت کو ٹھیک ٹھیک اسی حالت پر قائم رکھنے کی سعادت کا شرف اگر کسی کے نصیب میں آیا تو وہ آپ ہی کی ذات گرامی تھی آپ نے جس جرات وہمت اور استقلال واستقامت کے ساتھ اسلام کے دفاع کا فریضہ سرانجام دیا اس پر بڑے بڑے صحابہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ اگر اس وقت حضرت ابوبکر صدیق جیسی شخصیت نہ ہوتی اور آپ اس وقت آہنی ہاتھوں سے کام نہ لیتے تو دشمنان اسلام اپنے مذموم عزائم میں بہت دور تک جا چکے ہوتے اور پھر نہ معلوم اسلام کو کس شکل میں پیش کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ بعد کے ادوار میں جب فتنوں کا عروج ہوا اور اہل اسلام مختلف آزمائشوں سے گزرے تو وہ کہہ اٹھے کہ ردة ولا ابا بکر لها۔ ہائے افسوس کہ فتنے تو ابھر رہے ہیں مگر ان فتنوں کا تعاقب کرنے والا ابوبکر نہیں ہے۔

☆......اللہ تعالیٰ نے آپ کو عجیب شان سے نوازا تھا اور کیوں نہ نوازتا انہیں جو اپنے محبوب رسول خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ساتھی اور ان کا نائب بنانا تھا حضور اکرم ﷺ جس مقام ومرتبہ اور عظمت ومنصب کے حامل ہیں اللہ نے چاہا کہ ان کا ساتھی اور ثانی ان کا دوست اور محبوب بھی ایسا ہو جو خدا کے انبیاء ورسل کے بعد سب سے بہتر شخصیت اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ فضیلت والا ہو سو اللہ رب العزت نے یہ سعادت حضرت ابوبکر صدیق کو عطا فرمائی قرآن کریم نے بھی اس کی خبر دی اور لسان نبوت نے بھی اس پر مہر تصدیق ثبت فرمائی اور پھر حضور ﷺ کے صحابہ نے آپ کی عظمت وافضیلت کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور واضح کر دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے برابر کا کوئی دوسرا نہیں ہے۔

اس امت میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کے بعد سب سے اونچا مقام حضرت عمر فاروق کا ہے

آپ کا فیصلہ ملاحظہ فرمایئے

خیر هذه الامة بعد نبيها ﷺ ابوبكر (المنتقی ص ۳۱۱ للعلامۃ اللالکائی ۴۱۸ھ)

حضور اکرم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے بہتر حضرت ابو بکر ہیں

یہ صرف حضرت عمر فاروق کی بات نہیں سب صحابہ اور تابعین اسی عقیدے پر رہے ہیں اور سب نے تسلیم کیا ہے کہ حضور ﷺ کے صحابہ میں سب سے اونچا مقام حضرت ابو بکر کا ہے پھر ان کے بعد عمر فاروق ہیں حضرت امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ حضرت امام شافعی (۲۰۴ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

لم يختلف احد من الصحابة والتابعين فی تفضيل ابی بكر وعمر رضی الله عنهما وتقديمهما على جميع الصحابة (منہاج السنۃ ج ۶ ص ۲۸۶)

اس بات پر صحابہ اور تابعین میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت ابو بکر سب سے افضل ہیں پھر ان کے بعد عمر ہیں اور اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ خلافت میں بھی سب سے پہلے حضرت ابو بکر ہیں پھر حضرت عمر ہیں

قرآن کریم حدیث نبوی اور حضرات صحابہ کے اس اجماعی فیصلے کے بعد اب کس کی مجال ہے کہ وہ اس معاملے میں رائے زنی کرے اور اس فیصلے سے اختلاف کرے اسلامی عقائد پر لکھی جانے والی سب سے پہلی کتاب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ (۱۵۰ھ) کی ہے آپ نے مسلمانوں کے اس عقیدہ کی اس طرح ترجمانی فرمائی ہے

افضل الناس بعد النبيين عليهم الصلوة والسلام ابوبكر الصديق (شرح الفقہ الاکبر ص ۹۷)

انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق ہیں

پھر امت کا ایک بڑا طبقہ حضرت امام مالک بن انس (۱۷۹ھ) کی پیروی کرتا ہے اس باب میں آپ کا کیا موقف ہے اسے دیکھئے حضرت علامہ حافظ ابن حجر مکی (۹۷۳ھ) مالکی مذہب کی مشہور کتاب مدونۃ سے نقل کرتے ہیں

فقد حکی ابوعبدالله المازری عن المدونة ان مالکا رحمه الله سئل ای الناس افضل بعد نبیهم ؟ فقال ابوبکر ثم عمر (صواعق محرقہ ص ۵۷)

ابو عبداللہ مازری نے مدونہ سے نقل کیا ہے کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل کون ہے آپ نے فرمایا ابو بکر پھر عمر ہیں

حضرت امام محمد بن ادریس الشافعی (۲۰۴ھ) کی ذات گرامی سے کون ناواقف ہوگا عرب و عجم میں ان کے پیروکاروں کی تعداد کچھ کم نہیں ہے آپ کا عقیدہ کیا تھا اسے بھی دیکھئے علامہ ھبۃ اللہ بن الحسن الطبری اللالکائی (۴۱۸ھ) لکھتے ہیں

محمد بن ادریس الشافعی یقول فی الخلافة والتفضیل ابوبکر وعمر وعثمان وعلی (المنتقی ص ۳۲۴)

خلافت اور فضیلت میں ترتیب اس طرح ہے ابو بکر...... پھر عمر ...... پھر عثمان...... پھر علی ...... رضی اللہ تعالی عنہم

پھر چوتھے امام حضرت امام احمد بن حنبل الشیبانی (۲۴۱ھ) اپنے زمانہ کے معروف محدث اور امام ہوئے ہیں عرب ممالک میں ان کے مقلدین کی بہت بڑی تعداد ہے جو آپ کو اپنا دینی رہنما اور پیشوا جانتے ہیں آپ کے ہاں تمام صحابہ کرام میں حضرت ابو بکر صدیق کس مقام پر کھڑے تھے اسے بھی دیکھ لیجئے آپ سے خلافت اور تفضیل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تفضیل و خلافت کی ترتیب وہی ہے جو واقع میں ہوئی ہے

سئل ابا عبداللہ احمد عن التفضیل قال حدیث عبداللہ بن عمر فی التفضیل ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وفی الخلافۃ ابوبکر وعمر وعثمان وعلی (المنتقی ص ۳۲۸)

ہم نے اہل سنت والجماعت کے چاروں مذاہب کے ائمہ عظام کا عقیدہ آپ کے سامنے پیش کردیا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ حضور علیہ ﷺ کے بعد پوری امت میں سب سے افضل اور بہتر حضرت ابوبکر صدیق کی ذات گرامی ہے۔ اور اس میں کسی امام اور دینی پیشوا کا کوئی اختلاف نہیں ہے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ حنبلی (۷۲۸ ھ) لکھتے ہیں

اما اھل السنۃ فمتفقون علی تفضیل ابی بکر وتقدیمہ (منہاج السنۃ ج۶ ص ۲۵)

اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر باقی سب سے افضل اور خلافت میں سب سے پہلے ہیں

حضرت علامہ ابن حجر مکی شافعی (۹۷۳ ھ) لکھتے ہیں

اعلم ان الذی اطبق علیہ عظماء الملۃ وعلماء الامۃ ان افضل ھذہ الامۃ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ثم عمر (صواعق محرقہ ص ۵۷)

اس بات کو اچھی طرح جان لے کہ جس بات پر ملت کے عظیم المرتبت لوگوں اور امت کے بڑے بڑے علماء کا اتفاق ہے وہ یہ کہ اس امت میں افضل ترین شخص حضرت ابوبکر صدیق ہیں

یہ نہ سمجھئے کہ یہ صرف ائمہ عظام کی بات ہے دیگر بزرگان دین شاید اس سے کچھ مختلف رائے رکھتے ہوں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ روحانیت کے چاروں سلاسل (چشتی قادری سہروردی نقشبندی) کے شیخ الشیوخ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی (۵۶۱ ھ) ہیں آپ اس باب میں ائمہ عظام کے

ساتھ ساتھ ہیں یہ حضرات ان سے مختلف رائے رکھنے کی کبھی جرات نہ کرتے تھے آپ کا عقیدہ کیا رہا اسے آپ کے اپنے الفاظ میں دیکھئے آپ لکھتے ہیں

وافضل هولاء العشرة الابرار الخلفاء الراشدون الاربعة الاخيار وافضل الاربعة ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم على رضى الله عنهم (غنیۃ الطالبین ص ۱۳۴)

ان دس نیک حضرات میں سب سے اچھے اور افضل چاروں خلفائے راشدین ہیں اور ان چاروں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی اللہ ان سب سے راضی ہوا۔

پھر ہر دور میں ائمہ و مشائخ علماء و فقہاء مفسرین و محدثین اور متکلمین اور صوفیہ عظام سب اسی ایک عقیدے پر رہے اور ہر زمانے میں حضرت ابوبکر صدیق کے مناقب و محامد کے ساتھ ساتھ ان کی افضلیت کے ترانے بھی بجتے رہے اور منبر و محراب میں ہمیشہ ان کا نام پہلے لیا جاتا رہا نیز ان کی عظمت و منقبت اور شمائل و خصائل کو بیان کرنا اور ان کے بارے میں اہل اسلام کے عقائد کو مضبوط رکھنا باعث برکت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دینی فریضہ بھی سمجھا گیا اور اس فریضہ کی ادائیگی میں علماء نے ہمیشہ بھرپور کردار ادا فرمایا ہے۔ فجزاهم الله احسن الجزاء

یقین مانیئے کہ ملت کے عظیم المرتبت ائمہ و فقہاء اور امت کے جلیل القدر علماء و صلحاء میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جس نے اس بات سے اختلاف کیا ہو۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ نے جلیل القدر ائمہ کے ساتھ ساتھ امت کے ان شیوخ اور صلحاء کا بھی نام لے لے کر بتایا ہے کہ وہ سب بھی اس موقف پر رہے ہیں لیجئے حافظ ابن تیمیہ کا بیان دیکھیں اور اس میں ان اکابر کے نام ملاحظہ کریں جن پر پوری امت مسلمہ فخر کرتی چلی آرہی ہے حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں

وكذلك لم يختلف علماء الاسلام فى ذلك كما هو قول مالك واصحابه

وابی حنیفة واصحابه واحمد واصحابه وداؤد واصحابه والثوری واصحابه واللیث واصحابه والاوزاعی واصحابه واسحاق واصحابه وابن جریر واصحابه وابی ثور واصحابه وکما هو قول سائر العلماء المشهورین (منهاج السنة ج ٦ص ٢٨٦)

شیخ الاسلام ایک اور جگہ لکھتے ہیں

ومالك یحکی الاجماع عمن لقیه انهم لم یختلفوا فی تقدیم ابی بکر وعمر وابن جریج وابن عیینه وسعد بن سالم ومسلم بن خالد وغیرهم من علماء مکة وابی حنیفة والثوری وشریك بن عبدالله وابن ابی لیلی وغیرهم من فقهاء الکوفة وهی دار الشیعة حتی کان الثوری یقول من قدم علیا علی ابی بکر ماأری ان یصعد له الی الله عمل رواه ابوداود فی سننه وحماد بن زید وحماد بن سلمة وسعید بن ابی عروبة وامثالهم من علماء البصرة والاوزاعی وسعید بن عبدالعزیز وغیرهم من علماء الشام واللیث وعمر بن الحارث وابن وهب وغیرهم من علماء مصر ثم مثل عبدالله بن المبارك ووکیع بن الجراح وعبدالرحمن بن مهدی وابی یوسف ومحمد بن الحسن ومثل الشافعی واحمد بن حنبل واسحاق بن ابراهیم وابی عبید ومثل البخاری وابی داؤد وابراهیم الحربی ومثل الفضیل بن عیاض وابی سلیمان الدارانی ومعروف الکرخی والسری والسقطی والجنید وسهل بن عبدالله التستری ومن لایحصی عدده الا الله ممن له فی الاسلام لسان صدق کلهم یجزمون بتقدیم ابی بکر وعمر

کما یجزمون بامامتهما مع فرط اجتهادهم فی متابعة النبی ﷺ ومولاته (منهاج ج ۷ ص ۲۸۸)

شیخ الاسلام ایک اور جگہ لکھتے ہیں

اما اهل المعرفة وحقائق الایمان المشهرین فی الامة بلسان الصدق فکلهم متفقون علی تقدیم ابی بکر وانه اعظم الامة فی الحقائق الایمانیة والاحوال العرفانیة (منہاج ج۸ ص ۴۳)

یہ صرف اہل سنت والجماعت کی بات نہیں ہے شیعہ حضرات جن بزرگوں کو اپنا ہنما اور رہبر مانتے اور ان سے بے پناہ عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں وہ سب بھی اسی عقیدہ پر رہے ہیں (آپ اس کی تفصیل ائمہ اہل بیت کے بیانات میں آپ ملاحظہ کریں گے) اور ان کے وہ نام لیوا حضرات جو واقعی ان سے محبت رکھتے رہے ہیں اور ان کی تعلیمات وہدایت کو حرز جان بنائے ہوئے تھے وہ بھی ان بزرگوں کی اقتداء میں اسی راہ پر چلے ہیں لیث بن ابی سلیم کہتے ہیں میں نے دور اول کے شیعہ کو اسی عقیدہ پر پایا ہے کہ وہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو سب سے افضل جانتے تھے

ادرکت الشیعة الاولی ومایفضلون علی ابی بکر وعمر احدا (منہاج ج۶ ص ۱۳۶)

شیخ ابو اسحاق السبیعی (۱۲۶ھ) کہتے ہیں کہ

خرجت من الکوفة ولیس احد یشك فی فضل ابی بکر وعمر وتقدیمهما وقدمت الان وهم یقولون ویقولون ولا والله مادری مایقولون (منہاج ج۶ ص ۱۳۶)

میں نے کوفہ شہر کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی فضیلت میں کوئی شک تھا اور نہ ہی خلافت کے معاملہ میں ان کو ان

کے آگے ہونے کا کوئی شبہ تھا جب میں کچھ عرصہ کے بعد واپس آیا تو میں نے لوگوں کو ادھر ادھر کی باتیں کرتے دیکھا بخدا میں نہیں جانتا کہ اب وہ کیا کہہ رہے ہیں۔(یعنی بالکل الٹ بات کرر ہے ہیں)

اس سے پتہ چلتا ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق کی فضیلت وخلافت اور ان کے مقام ومرتبہ کے بارے میں پہلے دور میں کبھی کوئی اختلاف نہیں پایا گیا اور ان کے بارے میں ہمیشہ کلمہ خیر ومحبت ہی بولا گیا تھا یہ وہ شیعہ بزرگ تھے جن کی زبان کبھی گندگی میں ملوث نہیں رہی اور نہ ہی انہوں نے کبھی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی تنقیص میں زبان کھولی۔ یہ بعد کے لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کے صف اول کے بزرگوں کو واغدار بتانے کی ناپاک کوشش کی اور امت میں ایک ایسی آگ لگائی جس نے کئی مسلمانوں کے ایمان ویقین کو جلا کر خاکستر کر دیا اور یہ آگ ہے کہ اب بھی برابر لگی ہوئی ہے اور یہ درحقیقت انہی لوگوں کی لگائی ہوئی ہے جو الحاد اور کجی کی راہ پر چل پڑے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں

كانت الشيعة القدماء الذين ادركوا عليا يقدمون ابابكر وعمر عليه الا من ألحد منهم (منهاج ج ۷ ص ۳۹۱)

وكان السلف متفقين يتقدمون على تقديمهما حتى شيعة على رضى الله عنه (منہاج ج۶ ص ۱۳۵)

شیخ الاسلام ایک اور جگہ لکھتے ہیں

وكل شيعة على (اى على المرتضىؓ) الذين صحبوه لايعرف عن احد منهم انه قدمه على ابى بكر وعمر لا فى فقه ولا فى علم ولا دين بل كل شيعته الذين قاتلوا معه كانوا مع سائر المسلمين متفقين على تقديم ابى بكر وعمر الا من كان ينكر عليه ويذمه مع قلتهم

وحقارتهم وخمولهم (ص : ۵۱)

حضرت علامہ موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

نحن نسلم ان الصديق افضل من عمر ولكن عمر افضل من سائرهم
(منہاج ج ۶ ص ۱۱۴)

پھر صرف یہ نہیں کہ اہل سنت نے حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت اور تقدیم کا عقیدہ رکھا اور اس عقیدہ پر قرآن وسنت کی رو سے دلائل پیش کیے حقائق اور واقعات سے اس عقیدہ کا حق اور درست ہونا واضح فرمایا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا کہ خلفائے راشدین کی محبت ومؤدت ضروری ہے اور ان کے بارے میں ایک مسلمان کی زبان سے سوائے خیر کے اور کوئی جملہ نہ نکلے یہ بیان کس کا ہے؟ اہل سنت والجماعت کے ان ائمہ کرام اور علماء اعلام کا ہے جن کے علم وفضل اور فقہ وفہم اور تقوی وبزرگی میں کبھی کسی مسلمان کو شک نہیں ہوا ہے شیخ الاسلام کا یہ بیان دیکھئے آپ لکھتے ہیں

وعلماء السنة كلهم مالك واصحابه ابو حنيفة واصحابه والاوزاعى واصحابه والشافعى واصحابه واحمد بن حنبل واصحابه وغير هولاء كلهم يحب الخلفاء ويتولاهم ويعتقد امامتهم وينكر على من يذكر احدا منهم بسوء فلا يستجيزون ذكر على ولا عثمان ولا غيرهما بما يقوله الرافضة والخوارج (منهاج السنة ج ٦ ص ٤٢٠)

اس تفصیل سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق کی افضلیت وخلافت ہر شک وشبہ سے بالا ہے اور امت کے تمام جلیل القدر اور عظیم المرتبت بزرگوں نے بالاتفاق نہ صرف یہ کہ اس کا عقیدہ رکھا بلکہ اسے مسلمانوں کے عقائد میں جگہ دی ہے اور اس پر ہر دور کے بزرگوں نے مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے البتہ جن لوگوں نے اہل سنت کے اس عقیدہ سے انحراف کیا اور اپنی غلط

روش پر اصرار و اقرار کرتے رہے یقیناوہ قرآن و سنت کی ان واضح تاکیدات و تعلیمات اور ہدایات وارشادات سے انحراف کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور انہیں اپنے اس عقیدہ سے توبہ کرنا چاہیئے۔
پیش نظر رہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کے جملہ کمالات اور مقامات ہمارے ہاں دلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہیں اس لئے ان کی تائید وحمایت میں ہمیں جو بھی روایات ملیں ہم نے ان کی سندوں سے بحث ضروری نہیں سمجھی جن علماء اعلام نے انہیں نقل کیا ان کی عظمت علم پر ہم نے انہیں نقل کر دیا ہے۔
راقم الحروف نے اس کتاب میں حضرت ابو بکر صدیق پر وارد کئے گئے شیعہ اعتراضات کو پوری طرح سامنے رکھا ہے اور ان میں دئے گئے مغالطوں اور غلط بیانیوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ کتاب شیعہ کے رد میں نہیں لکھی گئی بلکہ یہ پوری امت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم علمی رہنمائی اور طلبہ کے لئے ایک عظیم علمی ذخیرہ ہے

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق پر لگائے گئے الزامات کا ایک تاریخی جائزہ

قرآن کریم اور حضور اکرم ﷺ کی متعدد شہادتوں بالخصوص سیدنا حضرت علی مرتضٰی اور ائمہ اہل بیت کے عقیدت ومحبت سے بھرے بیانات کی رو سے اس میں شک نہیں رہتا کہ اللہ تعالی کی ساری مخلوق میں انبیاء ومرسلین کے بعد سب سے اونچا مرتبہ اور افضل مقام سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات گرامی قدر کا ہے ان کی اس افضلیت اور خیریت کی شہادت اس وقت کے لوگوں نے بھی دی جنہوں نے آپ کا دور پایا اور پندرہ سو سالوں سے مسلمان اس عقیدے پر چلے آرہے ہیں ان کی اس افضلیت اور قربت نبوی کا سب سے بڑا شاہد روضہ مطہرہ کی تین بالترتیب قبریں ہیں حضرت ابو بکر وہاں بھی بلا فصل حضور ﷺ کے ساتھی

ہیں
مگر افسوس کہ حضرت علی مرتضٰی اور ائمہ اہل بیت عظام کی جانب اپنے آپ کو منسوب کرنے والا ایک گروہ حضرت ابوبکر صدیق کے ایمان و عمل اور ان کے اخلاق و کردار پر نہایت ہی غیر تحقیقی انداز میں اعتراضات کر کے اپنے ایمان کو داؤ پر لگا دیتا ہے یہ گروہ اب حضرت علی مرتضٰی اور ائمہ اہل بیت سے اپنی محبت و عقیدت کی حقیقت و نوعیت سے پردہ اٹھا چکا ہے۔ یہ لوگ اتنا نہیں سوچتے کہ جن روایتوں اور واقعات کی رو سے وہ حضرت ابوبکر صدیق پر طرح طرح کے جملے کستے ہیں اور ان کے ایمان و عمل کا محاسبہ کرتے ہیں یہ حالات وواقعات حضرت علی مرتضٰی کے سامنے سے بھی ہو گزرے تھے اگر ان حالات وواقعات میں بات وہی ہوتی جو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو کیا سیدنا حضرت علی مرتضٰی نے کبھی اس پر کوئی آواز اٹھائی اور کبھی کوئی احتجاج کیا تھا؟ اگر اس وقت خدانخواستہ وہ بالکل کمزور اور تن تنہا تھے اور ان کا ساتھ دینے والا لاکھوں میں ایک بھی نہ تھا تو کم از کم وہ اپنے دور خلافت میں تو اس پر احتجاج کرتے ان واقعات کی چھان بین کرتے اس کا فیصلہ خود کرتے اور پھر اس فیصلے کو قیامت تک کیلئے محفوظ کر دیتے مگر انہوں نے نہ تو پہلے ادوار میں اور نہ اپنے دور خلافت میں کبھی اس پر کوئی آواز اٹھائی۔ اور نہ ان کے بعد ائمہ اہل بیت ہدیٰ نے کبھی حضرت ابوبکر صدیق کو نشانہ طعن بنایا ہو بلکہ خود ان کی کتابیں اس پر شاہد ہیں کہ ائمہ اہل بیت ہدیٰ ہمیشہ حضرت ابوبکر صدیق کا نام ادب و احترام سے لیتے رہے ان کے احسان مند رہے ان کی ہمدردیوں اور شفقتوں کا اعتراف و اقرار کرتے ہوئے ان کے لئے دعائے رحمت کرتے رہے اور ان کے بارے میں غلط زبان بولنے والوں سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ان سے برات کا اعلان کرتے رہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج کے شیعہ علماء جن واقعات کو بنیاد بنا کر ان پر طعن کے دروازے کھولتے ہیں کیا ان حالات سے ائمہ اہل بیت ہدیٰ بے خبر تھے؟ کیا انہیں پتہ نہ تھا کہ حضرت علی مرتضٰی

اور حضرت فاطمۃ الزھراء پر حضرت ابوبکر صدیق نے معاذ اللہ ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیئے تھے ان کے حقوق غصب کر لئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق نہ تو خلافت کے اہل ولائق تھے اور نہ وہ اس قابل تھے کہ وہ مسلمانوں کے امیر بنیں انہیں دین کا علم نہ تھا اور وہ مسائل تک سے بے خبر تھے اور خود ان کا کردار تک ٹھیک نہ تھا (معاذ اللہ استغفر اللہ) اگر ائمہ اہل بیت ھدیٰ ان واقعات سے باخبر تھے تو پھر انہوں نے حضرت ابوبکر کی مدح وشان کیوں بیان کی ہے اور کیوں انہیں سب سے افضل وبہتر سمجھتے اور کہتے رہے ہیں اور یہ صرف عوامی مجالس میں نہیں خواص کی محفلوں میں بھی حضرت ابوبکر صدیق کی منقبت کے ترانے گونجتے رہے کیا یہ حضرات اس قدر گئے گزرے تھے کہ ان حالات کا ان کے دلوں پر کوئی اثر تک نہ تھا اور لوگوں کے سامنے اپنے خاندان کے شدید ترین دشمنوں اور غاصبوں کے لئے بھی مدح کے ترانے گاتے رہے اور عملاً ثابت کرتے رہے کہ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمہ الزھراء رضی اللہ عنھا کے مقابلے میں حضرت صدیق اکبر زیادہ لائق اعتبار واعتماد تھے۔

ہمیں اس بات کے تسلیم کرنے میں کوئی شبہ نہیں کہ ائمہ اہل بیت ھدیٰ ان سارے حالات وواقعات سے اچھی طرح واقف تھے جو دور اول میں پیش آئے اور اس کی ایک ایک تفصیل ان کے سامنے موجود تھی ان سب کے باوجود ان کے دلوں میں حضرت ابوبکر صدیق کی عظمت وعقیدت اور محبت ومؤدت اور اس خاندان میں رشتہ داری وتعلق رکھنا بتاتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ حالات وواقعات ہرگز اس قسم کے نہ تھے کہ جس سے حضرت ابوبکر صدیق کے ایمان وعمل اور ان کے اخلاق وکردار کو مجروح کیا جا سکے۔ وہ جانتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے ان حالات میں جو قدم اٹھایا ہے اور ان معاملات میں جو فیصلے فرمائے ہیں وہ سب کے سب قرآن وسنت کی روشنی میں اٹھائے ہیں اور آپ نے کبھی وہ کام نہیں کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وہدایت اور مرضی ومنشاء کے خلاف ہو

ائمہ اہل بیت ہدیٰ جانتے تھے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق کبھی کوئی ایسا کام کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام بشمول سیدنا حضرت علی مرتضٰی کبھی اس پر خاموش نہ رہتے یہ وہ لوگ تھے جنہیں خدا کے سوا کسی سے ڈر نہ تھا وہ کبھی اس بات کو برداشت نہ کر سکتے تھے کہ کوئی شخص اللہ کے حکم اور اپنے محبوب رسول کی شریعت میں کوئی تبدیلی کرلے اور خدا کے آخری دین کا حلیہ بدل ڈالے یہ لوگ اپنی جان دینا تو گوارا کرلیتے مگر دین الٰہی پر کوئی حرف آنا انہیں ایک لمحے کے لئے قبول نہ تھا ان سب حضرات کا حضرت ابوبکر کے فیصلوں کو خوشی خوشی قبول کرنا اور ان کے فیصلوں میں ان کا ساتھ دینا اور ان کی تائید و حمایت کرنا اور ہر موقع پر ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کے ساتھ ساتھ رہنا بتاتا ہے کہ ان کے عقیدے میں حضرت ابوبکر صدیق ایمان و عمل اور اخلاص و للّٰہیت اور اخلاق و کردار کے اعلیٰ ترین مقام پر کھڑے تھے یہی وجہ ہے کہ کسی نے کبھی ان واقعات کی آڑ میں (جسے بعض متعصب اور کینہ پرور لوگ دن رات اچھالتے رہتے ہیں) حضرت ابوبکر کو طعن کا نشانہ نہیں بنایا اور نہ کسی کو کبھی بنانے دیا

جس طرح یہ کہنا کہ چونکہ حضور ﷺ دن رات میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے (رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۳) اسلئے آپ معاذ اللہ بہت گناہ کرتے تھے یہ بدترین کفر ہے یا حضرت علی مرتضٰی کے اس فرمان سے کہ

فلاتکفوا عن مقالة بحق او مشورة بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطئی ولا آمن ذلك من فعلی (نہج البلاغۃ ص ۲۳۵ خطبہ ۲۱۶)

مجھے حق بات اور صحیح مشورہ دیا کرو کیونکہ میں خطا کے صادر ہونے سے بالاتر نہیں ہوں اور نہ اپنی فعل میں خطا سے مامون ہوں (میں معصوم ہونے کا دعویدار نہیں)

اب اگر کوئی حضرت علی مرتضیٰؓ کو بس خطار کار ہی لکھتا جائے ...... یا اہل بیت کے معروف بزرگ حضرت امام زین العابدین سجاد کی اس مناجات و دعا سے کہ ......

قد ملك الشيطان عنانى فى سوء الظن وضعف اليقين فانا اشكوا سوء مجاورته لی وطاعة نفسی له (صحیفہ کاملہ سجادیہ ص ۲۲۴۔ دعا نمبر ۳۲)

سوئے ظن اور یقین کی کمزوری کے معاملہ میں شیطان مجھ پر قابض ہو گیا ہے اور میں اس کے برے پڑوس اور اپنے نفس کے اس پیچھے لگ جانے کی شکایت کرتا ہوں

سے حضرت امام زین العابدین کو یقین کا کمزور اور شیطان کے قابو میں آیا ہوا لکھتا اور کہتا چلا جائے تو آپ بتائیں کہ کیا یہ جائز ہو گا؟ کیا ایسے لوگوں کا یہ کہنا غلط در غلط اور ان بزرگوں کے ساتھ دلی عداوت کا مظاہرہ نہیں ہے؟ ٹھیک اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق کے کسی بیان اور دعا سے اس قسم کا نتیجہ نکال کر ان کو گنہ گار بتاتے رہنا اور پھر ان پر طعن کے تیر چلا دینا بھی بد ترین زیادتی اور قلبی عناد ہی سمجھا جائے گا

یقین مانئیے کہ شیعہ علماء اسی قسم کے چند ایک واقعات سے حضرت ابو بکر صدیق کے منہ آنے کی کوشش کرتے ہیں جو صرف ان کے دلوں میں لگی تعصب و کینہ کی ایک آگ ہے جو اندر ہی اندر بھڑک رہی ہے اور ان کے باطن کی دنیا برباد کر رہی ہے۔

اگر خدانخواستہ ان چند ایک واقعات سے اگر حضرت ابو بکر صدیق کو ایمان و عمل اور اخلاق و کردار سے خالی قرار دے دیا جائے تو اس سے صرف ان کی اپنی ایک ذات مجروح نہیں ہو گی بلکہ دور اول کے سب مسلمانوں (جن میں حضرت علی مرتضٰی اور دیگر ائمہ اہل بیت بھی شامل ہیں) کا ایمان و عمل زیر بحث آجائے گا اور ان سب کا کردار مشکوک ہو جائے گا اور کون نہیں جانتا کہ اسلام دشمن قوتیں عرصہ سے نہ صرف یہ کہ یہ خواہش دلوں میں لئے ہوئے ہیں بلکہ شروع سے آج تک اس کوشش میں بھی دن رات مصروف ہیں اور چاہتی ہیں کہ صحابہ کی آڑ میں پورے اسلام کو ہی موضوع بحث بنا دیا جائے اور شکوک و شبہات کے اتنے زہریلے کانٹے بکھیر دئے جائیں کہ اس سے قدم قدم پر مسلمانوں کا ایمان زخمی ہوتا رہے۔ تاہم انہیں یہ بات یاد رکھنی

چاہیئے کہ وہ ہرگز اپنی ان مذموم اور ناپاک خواہشوں اور کوششوں میں کامیاب نہ ہوسکیں گے ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھیں گے۔ اسلیئے کہ یہ (دین) کسی انسان کا جلایا ہوا چراغ نہیں کہ جو ایک ہلکی سی پھونک سے بجھ جائے گا۔ یہ خدا کا چراغ ہے جو جلتا رہے گا اور کائنات میں اپنی روشنی بھیرتا رہے گا اگرچہ کافروں اور مشرکوں کو اس کے جلنے اور اس کی روشنی سے دکھ اور تکلیف ہوتی رہے۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جو حضرات کسی نادانی میں یہ بات کہہ جاتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صرف صحابہ کے ہاں معزز سمجھے گئے اہل بیت کے ہاں نہیں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں حضرات اہل بیت کے بیانات ملاحظہ کریں جو انکی کتابوں میں موجود ہیں اور جنہیں ہم نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کتاب کے آخر میں نقل کیا ہے جس سے واضح ہوگا کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پورے عالم کیلیئے رسول ہیں اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق جماعت صحابہ اور اہل بیت سب کے ہاں صدیق اکبر اور سب سے افضل تسلیم کیئے گئے ہیں اور آپ کی عظمت و مرتبت میں نہ کسی صحابی رسول کو کلام ہے نہ کسی اہل بیت رسول کو اختلاف ہے۔ ہم یہاں صرف اس کا خلاصہ درج کیئے دیتے ہیں

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق شیعہ روایات کی روشنی میں

آپ کا پر افتخار لقب صدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ ہے آپ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر تو صدیق ہے (تفسیر قمی ص ۱۵۷ طبع ایران) امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق ہیں صدیق ہیں صدیق ہیں جو انہیں صدیق نہ کہے خدا تعالی اسکی کسی بات کو دنیا

وآخرت میں سچا نہ کرے (کشف الغمہ ص ۲۲۰ طبع ایران) آپ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق میرے نانا ہیں (احقاق الحق ص ۷) امام باقر کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا تو ارشاد ہوا کہ ابوبکر کو بھی اپنے ساتھ لے لے (تفسیر امام حسن عسکری ص ۱۹۴ ایران) حضرت امام تقی فرماتے ہیں کہ میں ابوبکر کی فضیلت کا منکر نہیں ہوں (احتجاج طبرسی ص ۲۲۹ ایران) حضرت ابوبکر نے شب ہجرت بار نبوت اپنے کندھوں پر اٹھایا (غزوات حیدری) انکے گھر سے حضور ﷺ کیلئے غار میں کھانا پہنچتا رہا (ایضا) حضرت ابوبکر نے تمام سوسائٹی اور متعلقین کے حشمت ورعب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضور کی رفاقت ومحبت کو سب پر ترجیح دی تھی (ایضا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں حضرت ابوبکر کو اپنی جگہ امام مقرر فرمایا تھا (ناسخ التواریخ ج ۱ ص ۵۴۷) حضرت علی مرتضیٰ کہتے ہیں کہ حضور نے مجھ سے فرمایا کہ اگر میری وفات ہو جائے تو لوگ ابوبکر کی بیعت کریں گے (فروع کافی کتاب الروضہ ص ۱۶۰) حضرت علی مرتضیٰ نے بھی آپ کی بیعت کرلی تھی (ایضاص ۱۲۶) حضرت علی مرتضیٰ حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے (احتجاج طبرسی ص ۶۰ ایران) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے حضرت علی کو حضرت فاطمہ سے نکاح پر آمادہ فرمایا (جلاء العیون ص ۱۱۱) حضرت فاطمہ کا جہیز آپ نے ہی خریدا تھا (بحار الانوار ج ۱۰ ص ۳۵ ایران) حضرت سیدہ فاطمہ کی وفات حضرت ابوبکر کے عہد میں ہوئی حضرت ابوبکر کی اہلیہ نے حضرت فاطمہ الزہراء کو غسل دیا تھا (ایضا ص ۵۵) حضرت علی کو حضرت ابوبکر صدیق سے اس قدر عقیدت تھی کہ آپ نے اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا تھا (جلاء العیون ص ۱۹۳) حضرت امام حسن نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا (ایضا) حضرت امام حسین کے ایک فرزند کا نام بھی ابوبکر تھا (تاریخ الائمہ ص ۸۳)

شیعہ کتب میں یہ روایات ایک ضمنی طور پر مذکور ہوئیں ان سے بس اتنا پتہ چل گیا کہ ان کی ایک اصل ہے اب اگر ان روایات کو وہ کسی اور پیرائے میں ذکر کریں تو اس پر ہمیں تعجب نہیں شیعہ

مصنفین سے ہم صحابہ کرام کے بارے میں کسی نیک گمانی کی توقع نہیں رکھ سکتے تاہم ان روایات کا ان کے ہاں پایا جانا اس بات کا پتہ ضرور دیتا ہے کہ ان کی ایک اصل ضرور ہے پھر ان کے ہاں تقیہ کی راہ سے غلط بیانی کی گنجائش ہے ہم اس راہ سے کبھی اس اندھیرے میں نہیں جاسکتے۔

ہمیں اس وقت اس تفصیل میں نہیں جانا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ اور دیگر اکابر اہل بیت رسالت کس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مودت و محبت رکھتے تھے اور انکے عقیدت مندوں میں تھے اور اپنی نسبت ان سے کرنا کس قدر باعث فخر جانتے تھے ہم تو اس وقت صرف اس غلط فہمی کو دور کرنا چاہتے ہیں جو اسلام دشمنوں نے پھیلا رکھی ہے کہ یہ لوگ ایک دوسرے سے دور دور رہے ہیں (معاذ اللہ) آپ ہی بتائیں کیا یہ حضرات کبھی بھی آپس میں دور دور رہے اور انکے دل کے کسی گوشے میں بھی ایک دوسرے کے خلاف کوئی بوجھ تھا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کے جو مناقب وفضائل بیان کئے ہیں یقین مانئے خاندان رسالت مآب ﷺ میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو اسکا قائل نہ تھا یا اس میں کسی طرح بھی تاویل کرتا ہو۔ کیا صحابہ کرام اور کیا اہل بیت عظام سب کے سب آپ کے اس بلند وبالا مقام کے قائل ومعترف رہے ہیں اور اس امت پر گزرنے والے ہر زمانے کے اکابر حضرت ابوبکر صدیق کی عزت وعظمت کے جھنڈے بلند کرنا اپنا فرض سمجھتے رہے اور ان سے محبت کو اہل سنت والجماعت کی علامت اور ان کے بارے میں ذرا سی بھی لب کشائی کو عاقبت کی خرابی بتاتے رہے حضرت ابوبکر صدیق اللہ تعالیٰ کے ان مقدس وبرگزیدہ جماعت (اصحاب الرسول ﷺ) کے سربراہ وسرخیل ہیں جس کی مثال اس چشم فلک نے نہ کبھی دیکھی اور نہ کبھی اب کوئی دیکھ پائے گا۔

؎ یہ رتبہ بلند جس کو مل گیا مل گیا

☆......یہ بات کس سے پوشیدہ ہوگی کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق نے اس وقت حضور اکرم

رحمت مجسم سرور دو عالم ﷺ کی جان و مال سے بغیر کسی طمع و لالچ اور دنیوی اغراض و مفادات کے مدد فرمائی اور آپ کا ساتھ دیا جب آپ کا ساتھ دینے والا کوئی نہ تھا آپ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے حضور اکرم ﷺ کی تائید و تعاون اور حمایت نصرت میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا آج دنیا بھر میں کروڑوں مسلمانوں پر ان کا یہ احسان عظیم ہے حضور اکرم ﷺ قصر نبوت کی آخری اینٹ ہیں تو آپ حضور کی امت کے قصر کی پہلی اینٹ ہیں جس کا ایمانی اور اخلاقی تقاضا ہے کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق سے دل کی گہرائیوں سے محبت کریں ان کی عظمت کے پرچم بلند کریں اور ان کے لئے دعائے رحمت کر کے خود اپنے لئے آخرت میں نیکیوں کا ذخیرہ جمع کریں

تو مرے ماں باپ سے بڑھ کہیں مجھ کو عزیز
تجھ پہ لکھنا بھی عبادت تجھ کو پڑھنا بھی ثواب

ولكني احب بكل قلبي ...... واعلم ان ذاك من الصواب
رسول الله والصديق حبا به ارجو غدا حسن الثواب

اللہ رب العزت راقم الحروف کی اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسے حضرت والد مرحوم جناب الحاج ابراہیم یوسف باوا صاحب رنگونی قدس سرہ کے باقیات صالحات میں جگہ دے اور اسے آخرت میں ان کے بلندی درجات کا سبب بنائے اور پھر اسے ہم سب کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے آمین۔

وصلى الله تعالى وسلم على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين برحمتك ارحم الراحمين

محمد اقبال رنگونی عفاالله عنه

(۹ ربيع الاول ١٤٢٦هـ)

اللہ کی تمام مخلوق میں انبیاء ومرسلین کے بعد سب سے افضل اشرف اکرم امجد شخصیت

☆...... خلیفہ اول ......عاشقِ رسول ......☆

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی اما بعد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سب سے آخری رسول اور محبوب پیغمبر ہیں آپ نے فاران کی وادیوں میں خدا کی توحید کا پرچم بلند کیا اور اپنی رسالت کا اعلان فرمایا آپ کے ساتھ شروع سے لے کر آخر تک چلنے والے اور قدم قدم پر ساتھ نبھانے والے آپ کے بچپن اور جوانی کے گہرے مخلص اور قابل اعتماد دوست سیدنا حضرت ابو بکر صدیق ہے. جن کے ایمان کے پختہ اور سچے ہونے اور عمل میں اخلاص کی رب العزت نے گواہی دی اور قرآن کریم میں جابجا ان کی تعریف فرمائی اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے مختلف موڑ پر آپ کے فضائل بیان فرمائے ان کو انبیاء ورسل کے بعد سب سے افضل و بہتر انسان قرار دیا ان کے جنتی ہونے کا اعلان کیا اور قیامت تک آنے والے مؤمنوں کو ان کا ادب واحترام کرنے اور ان سے محبت رکھنے کی ہدایت فرمائی

آیئے ہم اللہ کے ایک مقبول ومقدس بندے اور پیغمبر آخر الزمان ﷺ کے محبوب ساتھی کے ذکر خیر سے اپنے ایمان کو مضبوط اور دلوں کو روشن کریں اور ان کی اسلام کے لئے کی جانے والی خدمات کو صدق دل سے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اللہ کے ہاں ان کے خادموں میں جگہ پانے کی دعا اور درخواست کریں۔

☆...... حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نام و نسب :۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نام پہلے عبد الکعبہ تھا والد نے کعبہ کی حرمت و عظمت کے پیش یہ نام رکھا تھا جب آپ اسلام لے آئے تو آنحضرت ﷺ نے آپ کا نام بدل دیا اور اسلامی نام عبد اللہ تجویز فرمایا کہ اب آپ کعبہ کے بندے کی بجائے رب کعبہ کا بندہ کہلائیں۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ آپ کا نام پہلے بھی عبد اللہ ہی تھا (ریاض النضرة ج ۱ ص ۷۷)

آپ عرب کے معروف و مشہور خاندان قریش کے نہایت ممتاز فرد تھے اور نہ صرف پورے خاندان میں آپ کو عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا بلکہ پورے عرب میں آپ قابل احترام اور معزز شخصیت مانے جاتے تھے حضور اکرم ﷺ سے آپؓ کا نسب چھٹی پشت میں جا ملتا ہے۔

☆...... حضرت ابو بکر صدیقؓ کے والدین

آپ کے والد محترم حضرت عثمان بن عامر اپنی کنیت ابو قحافہ کے نام سے مشہور ہیں آپ کا نسب نامہ یہ ہے :

عبدالله بن عثمان بن عامر بن عمرو بن كعب بن سعد تيم بن مرة بن كعب بن لوى بن غالب بن فهر القرشى التيمى (الاصابہ ج ۲ ص ۲۴۳)

آپ کی والدہ محترمہ کا نام سلمی بنت صخر ہے جبکہ ان کی کنیت ام الخیر ہے آپ کے والدین شروع شروع اسلام نہ لائے تاہم بعد میں دونوں نے اسلام قبول کر لیا تھا آپ کی والدہ کے لئے حضور ﷺ نے خصوصی دعا بھی فرمائی تھی آپ کے والد ابو قحافہ نے ایک طویل عمر پائی تھی ان کا انتقال

حضرت ابوبکر صدیق کے انتقال کے تقریباً چھ ماہ بعد ہوا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق کے والد محترم حضرت ابو قحافہ (عثمان بن عامر) فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے آنحضرت ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ مسجد حرام میں تشریف لائے اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق کو دیکھا کہ وہ اپنے والد ابو قحافہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں لارہے ہیں جب آپ نے انہیں دیکھا اور وہ قریب آئے تو آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ تم اس بڑے میاں کو یہاں کیوں لے آئے گھر میں ہی رہنے دیتے میں خود ہی وہاں چلا جاتا ﴿هلا تركت الشيخ فى بيته حتى اكون انا آتيه فيه﴾ حضرت ابوبکر نے کہا کہ یارسول اللہ بہ نسبت اس کے کہ آپ چل کر ان کے پاس جائیں ان کے لئے چل کر آپ کے پاس زیادہ بہتر تھا اور یہ آپ کا حق ہے ﴿احق ان يمشى اليك من ان تمشى اليه﴾ چنانچہ آپ نے انہیں اپنے سامنے بٹھایا پھر ان کے سینہ اور سر پر ہاتھ پھیرا پھر فرمایا کہ مسلمان ہو جایئے آپ کی زبان مبارک سے یہ سنتے ہی انہوں نے کلمہ اسلام پڑھا اور مسلمان ہو گئے

ثم مسح على صدره ثم قال له اسلم فاسلم (الریاض النضرۃ ج ا ص ۴۷۔ تاریخ ابن کثیر ج ۴ ص ۱۴۷۔ ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۲۰)

جب مشرکین نے حضور ﷺ کو سخت ایذا پہنچائیں اور حضرت ابوبکر آپ کو بچانے کے لئے آئے تو انہوں نے حضرت ابوبکر کو بھی مار اپیٹا آپ بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو اپنی والدہ ام الخیر کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس آئے حضرت ابوبکر نے حضور ﷺ سے اپنی والدہ کے لئے قبول اسلام کی خصوصی طور پر دعا کی درخواست کی حضور ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور انہوں نے وہیں اسلام قبول کر لیا۔

هذه امى برة بوالديها وانت مبارك فادعها الى الله وادع الله عزوجل لها عسى ان يستنقذها بك من النار فدعاها رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم فاسلمت (الریاض ج ا ص ۷۶)

حضرت ابو بکر کی والدہ نے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت پائی تھی ان کے شوہر ابو قحافہ بعد میں مسلمان ہوئے اور ان کا انتقال بھی اپنے شوہر حضرت ابو قحافہ سے پہلے ہوا تھا

(تفصیل اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیے)

☆...... حضرت ابو بکر صدیق دور جاہلیت میں

حضرت ابو بکر صدیق قریش کے بڑے سرداروں اور شرفاء میں سے تھے، قریش کو آپ پر خاص اعتماد تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں رؤسائے عرب آپ سے اپنے معاملات میں مشورہ لیا کرتے تھے، اور کوئی کام آپؓ کے مشورہ کے بغیر طے نہ ہو پاتا تھا۔ دیات وغیرہ قسم کے معاملات آپ کے پاس آتے تھے آپ کا شمار نہایت پارسا اور صاحبِ دیانت لوگوں میں ہوتا تھا اور لوگوں کے دلوں میں آپ کی بڑی عزت تھی

زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ ابو بکر قریش میں کے ان دس آدمیوں میں سے ایک تھے جن کا شرف جاہلیت (یعنی شرف زمانہ قبل از اسلام) شرف اسلام سے متصل ہو گیا (یعنی دور جاہلیت سے دور اسلام تک ان کو برابر شرف وعزت حاصل رہی) (ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۲۶) آپ بڑے ذی اثر تھے اور رؤساء قریش میں سے ایک رئیس تھے وکان فی الجاھلیۃ وجیھا رئیسا من رؤساء قریش (الاستیعاب لابن عبد البر ج ۲ ص ۲۴۶)

علامہ محمد ابن اسحاق کا بیان ہے کہ

ابو بکر قوم کے محبوب تھے باوقار تھے نرم اخلاق والے اور قریش میں کے عالی نسب

اور قریش میں بھی سب سے زیادہ نسب کے جاننے والے تھے نیز وہ خوش مزاج تھے ہر ایک سے نیک سلوک کرتے تھے (سیرت ابن ہشام ج ا ص ۲۷۴)

حضرت علامہ عزالدین ابن اثیر جزری (۶۳۰ھ) لکھتے ہیں

كان ابوبكر من رؤساء قريش فى الجاهلية محببا فيهم مألفألهم (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۱۱)

حضرت ابو بکر صدیق مکہ مکرمہ کے سرداروں اور قریش کے لوگوں میں کس نظر سے دیکھے جاتے رہے اسے بھی دیکھئے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

كان له مال قبل الاسلام وكان معظما فى قريش محببا مؤلفا خبيرا بأنساب العرب وأيامهم وكانوا يأتونه لمقاصد التجارة ولعلمه واحسانه ولهذا لما خرج من مكة قال له ابن الدغنه مثلك لايخرج ولايخرج ولم يعلم احد من قريش وغيرهم عاب ابابكر يعيب ولا نقصه ولااسترذله كما كانوا يفعلون بضعفاء المؤمنين ولم يكن له عندهم عيب الا ايمانه بالله ورسوله كما ان رسول الله ﷺ لم يكن قط به عيب عند قريش ولانقص ولايذمونه بشئى قط بل كان معظما عندهم بيتا ونسبا معروفا بمكارم الاخلاق والصدق والامانة وكذلك صديقه الاكبر لم يكن له عيب عندهم من العيوب (منهاج السنۃ ج ۸ ص ۵۴۷)

حضرت ابو بکر صدیق اسلام سے پہلے بھی مالدار شخص تھے اور قریش کی نظروں میں بڑے محبوب اور قابل احترام تھے اور آپ انساب عرب اور ان کے حالات سے بہت واقفیت رکھتے تھے قریش کے لوگ آپ کے پاس مختلف معاملات کے سلسلے میں آیا

کرتے تھے اسی لئے جب آپ مکہ مکرمہ سے حبشہ کی جانب ہجرت کے ارادہ سے نکلے تو ابن دغنہ نے ان سے کہا تھا کہ آپ جیسی ہستی نہ تو نکلتی ہے نہ نکالی جاتی ہے اس زمانہ میں بھی قریش اور کسی دوسرے نے کبھی ان پر کوئی عیب نہیں لگایا اور نہ ان کی توہین و تنقیص کرتے تھے جیسے دوسرے کمزور مسلمانوں کے ساتھ کرتے تھے ہاں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی وجہ سے ان کو بہت کچھ کہا گیا یہ ایسا ہی ہے جیسے قریش نے کبھی رسول اللہ ﷺ پر کوئی عیب لگایا نہ آپ کی کوئی کمزوری بتائی اور کبھی آپ کو کسی برائی سے ملوث دکھایا بلکہ آپ ان سب کے ہاں خاندانی اور گھریلو اعتبار سے قابل احترام شخصیت تھے آپ عمدہ ترین اخلاق صدق اور امانت سے معروف و مشہور تھے اسی طرح حضرت ابوبکر حضور ﷺ کے سب سے اہم اور بڑے دوست تھے کہ قریش کے پاس ان کے عیب بتانے کے لئے کوئی چیز بھی نہ تھی۔

اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کو حضور ﷺ کی رفاقت اور دوستی کی سعادت پہلے ہی سے حاصل تھی لیکن اعلانِ نبوت سے پہلے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آنا جانا بہت بڑھ گیا تھا اور خود حضور ﷺ بھی آپ کے ہاں تقریبا روزانہ آتے تھے آپ کے ساتھ ان کا گہرا تعلق شروع سے رہا ہے وصحب النبی ﷺ قبل البعثة (الاصابہ ج ۲ ص ۳۴۱) وکان صدیقا له فی الجاهلية (البدایہ ج ۳ ص ۲۹)

جب حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ سے نکاح فرمایا تو اس نکاح میں نہ صرف یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق موجود تھے بلکہ آپ واسطہ بھی بنے تھے امام حافظ ابن کثیر (۷۷۴ ھ) لکھتے ہیں

واختلف بينه وبين خديجة حتى تزوجها ذلك قبل ان يولد على

(البدایہ ج ۵ ص ۳۱۶)

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) نقل کرتے ہیں

اختلف ابوبکر فیما بینه وبین خدیجة حتی انکحها ایاه (ازالۃ الخفاء فی خلافۃ الخلفاء ج ۳ ص ۳۰)

حضرت ابوبکر اور حضرت خدیجہ کے درمیان آنا جانا رہتا تھا یہاں تک کہ ان کا نکاح حضور ﷺ سے کرادیا۔ (اور یہ حضرت علی کی پیدائش سے بھی پہلے کی بات ہے)

قدیم رفاقت کا اثر کہئے کہ آپؓ نے دور جاہلیت میں بھی کبھی کسی طرح کا کوئی کفر نہیں کیا تھا امام ابن شہاب زہری کہتے ہیں

کان من فضائل ابی بکر انه لم یکفر بالله ساعة (ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۲۸ ۔ موسوعۃ آثار الصحابہ ج ۱ ص ۱۰۵)

حضرت علامہ تقی الدین سبکی الشافعیؒ (۷۷۷ھ) فرماتے ہیں

فالصواب ان الصدیق لم یثبت عنه فی حال کفر بالله

محدث شہیر حضرت ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) اس پر لکھتے ہیں

وهو الذی سمعناه من مشایخنا وممن یقتدی به وهو الصواب انشاء الله تعالی (مرقات شرح مشکوۃ ج ۱۱ ص ۲۹۱)

حضرت ابوبکر صدیق نے زمانہ اسلام سے قبل بھی کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا تھا آپ کی طبیعت اس سے اباء کرتی تھی ﴿ان ابابکر لم یسجد بصنم قط﴾ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۰۹) نہ کبھی شراب کو ہاتھ لگایا آپ نے اسے اپنے اوپر ہمیشہ سے حرام ہی جانا ﴿وانه کان قد حرم الخمر فی الجاهلیة﴾ کسی نے آپ سے جوانی میں شراب سے اجتناب کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے ان دنوں میں ہی مروت و اخلاق اور وصفا سے رشتہ جوڑ لیا تھا۔ شراب چونکہ ان اوصافِ جمیلہ کو تباہ و برباد کردینے والی شئے ہے میں اس کے دام فریب میں کبھی نہ آیا۔ حضور ﷺ کو جب

حضرت ابو بکر کی یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر نے سچ کہا ہے

فبلغ ذلك النبی ﷺ فقال صدق ابوبکر مرتین (ریاض ج ا ص ۲۰۱)

حضرت امام ابو نعیم الاصبہانی (۴۳۰ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں

انہ اول من جمع القرآن وتنزہ عن الشرب المسکر فی الجاھلیة قبل الاسلام واول من تقیا تنظفا وتحرجا عن المشتبھات (معرفة الصحابة ج ا ص ۵۸)

آپؓ کو تاریخ اور شعر و ادب سے بھی لگاؤ تھا لیکن قبولِ اسلام کے بعد آپ نے یہ شغل ترک کر دیا تھا مولانا سعید احمد اکبر آبادی مرحوم لکھتے ہیں

حضرت ابو بکر اس وقت بھی عقل و فہم اصابت رائے اور حلم و بردباری میں مشہور تھے اسلئے اشناق کی خدمت ان کے سپرد تھی یعنی اگر کوئی واقعہ قتل کا ہو جاتا تھا تو قاتل سے دیت یا خون بہا لینے کا معاملہ حضرت ابو بکر سے متعلق ہو تا تھا اگر آپ قاتل کی طرف ضامن ہو جاتے تو اس کا اعتبار ہو تا تھا کسی اور کی ضمانت معتبر نہیں تھی (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۳۱) آپ علم الانساب والاخبار کے بھی ماہر تھے (صدیق اکبر ص ۲۹)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں قریش میں تین آدمی ایسے ہیں جو اپنی شرافت و پاکدامنی حسن اخلاق اور شرم و حیاء میں بہت اعلیٰ مقام پائے ہوئے ہیں یہ نہ جھوٹ بولتے ہیں اور نہ ہی لوگ ان کے بارے میں جھوٹی بات کہتے ہیں یہ تین آدمی ابو بکر صدیق۔ ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت عثمان غنی ہیں۔ (معرفة الصحابة ج ا ص ۵۲ لابی نعیم)

اہل سنت علم کلام کے مقتدر امام شیخ ابو الحسن اشعری (۳۲۴ھ) ارشاد فرماتے ہیں

لم یزل ابوبکر بعین الرضا منہ (فیض القدیر ج ا ص ۱۱۷)

یعنی حضرت ابوبکر حضور ﷺ کی رضا سے ہمیشہ مالا مال رہے ہیں

شارح بخاری علامہ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں

فاختلف الناس فی مراده بهذا الكلام والصواب ان يقال ان الصديق لم يثبت عنه حالة الكفر بالله كما ثبت عن غيره ممن آمن وهو الذى سمعناه من اشياخنا ومن يقتدى به وهو الصواب انشاء الله تعالى (ارشاد الساری)

(ترجمہ) شیخ اشعری کے اس ارشاد کی مراد میں اہل علم کا اختلاف ہے لیکن اس کا درست مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق سے حالت کفر ایک لمحہ کے لئے بھی ثابت نہیں جیسا کہ دوسرے لوگوں سے (پہلے دور میں) ثابت ہے یہی فیصلہ ہم نے اپنے مشائخ اور ائمہ سے سنا ہے اور یہی صحیح ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

محدث شہیر حضرت ملا علی قاری قدس سرہ بھی لکھتے ہیں

لم يزل مؤمنا قبل البعثة وبعدها وهو الصحيح المرضى (مرقات ج۹ ص۲۹۱)

مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ اس پر لکھتے ہیں

جس طرح آنحضرت ﷺ اپنے اعلان نبوت سے پہلے ہر طرح کے کفر و شرک سے پاک تھے اسی طرح ان کے رضایافتہ حضرت صدیق اکبر بھی ہر طرح کے کفر اور اس کی آلائشوں سے بالکل پاک تھے ورنہ حضور ﷺ سے رضا بالکفر لازم آتی ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) (عبقات ص ۸۲)

سو حضرت ابوبکر صدیق دور جاہلیت میں بھی حضور ﷺ کے رفیق تھے اور آپ کے رنگ سے پوری طرح رنگے ہوئے تھے آپ ایک لمحہ کے لئے کفر کے قریب نہ آئے اور نہ کبھی مشتبہ امور

میں اپنے آپ کو گرایا ہمیشہ سے صاف دل اور پاک طینت رہے نہ اس دور میں حضور ﷺ سے دور رہے اور نہ ہی دور اسلام میں کبھی آپ سے جدا ہوئے محدث شہیر حضرت ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں

ولم يفارقه فى الجاهلية ولا فى الاسلام (مرقات ج۱۱ص ۲۸۸)

آپ حضور ﷺ سے نہ جاہلیت میں نہ اسلام میں کبھی جدا ہوئے

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کا لقب

جمہور علماء اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ آپؓ کی کنیت ابو بکر ہے اور لقب آپ کا صدیق ہے۔ آپ جب تک زندہ رہے سوائے صدق کے کوئی دوسرا کلمہ اپنی زبان سے نہ ادا فرمایا۔ کون نہیں جانتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت آپ کی دعوت اور معراج شریف کی سب سے پہلے آپؓ نے ہی تصدیق فرمائی ہے

حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ شبِ معراج کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ باہر جا کر قریش کو معراج کی خبر دوں۔ تو قریش نے آپؐ کی تکذیب کی۔ لیکن ابو بکرؓ نے تصدیق کی۔ نہ صرف تصدیق کی بلکہ فرمایا کہ میں تو ان کی تصدیق ایسی بات میں کر رہا ہوں جو اس سے بھی زیادہ بعید ہے میں ان کی تصدیق کرتا ہوں آسمان کی خبروں میں جو ایک صبح ایک شام میں ان کے پاس آجاتی ہیں۔ سو اس دن سے ان کا لقب صدیق ہو گیا

فلذلك سمى ابوبكر الصديق ۔(مستدرک ج ۳ ص ۶۴)

حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس تصدیق پر جب ان کو صدیق کا خطاب دیا تو پھر اسی دن سے آپ کا نام صدیق ہو گیا۔ وكنت یاابابکر

الصديق فسماه يومئذ الصديق (ریاض ج ۱ ص ۷۹) فأخبرت بذلك قومی فکذبونی غیر ابی بکر الصدیق (ایضا)

حضرت ابوہریرہ سے مروی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیل امین نے آپ کے صدیق ہونے کی بشارت دی تھی

فقال له جبرئیل یصدقك ابوبكر وهو الصديق (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۲۷ ۔ریاض ج ۱ ص ۸۰)

حضرت علی مرتضیٰ سے بعض لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ

ذاك امرء سماه الله تعالى صديقا على لسان جبرئيل محمد صلى الله عليهما وسلم (مستدرک ج ۳ ص ۶۵ ۔ ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۱۲۶)

وہ ایسے شخص ہیں جن کا نام اللہ نے صدیق رکھا حضرت جبرئیل اور حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک پر۔

حضرت ام ہانی سے مروی روایت میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا نام صدیق فرمایا ہے

یا ابابکر ان الله تعالى سماك الصديق (در السحابة للامام الشوکانی ص ۱۴۴)

مشہور شیعہ عالم اور مفسر علامہ قمی نے امام باقر سے نقل کیا ہے کہ

جب حضور ﷺ ہجرت کی رات غار ثور میں تھے تو آپ نے ابوبکر صدیق سے کہا کہ میں جعفر طیار اور ان کے ساتھیوں کو ایک کشتی میں بیٹھے دیکھ رہا ہوں جو دریا میں ہے اور میں انصار کو بھی اپنے گھروں کے صحن میں دیکھ رہا ہوں یہ سن کر ابوبکر نے عرض کیا کہ کیا آپ واقعی اس کا نظارہ فرمارہے ہیں ارشاد فرمایا کہ ہاں۔ عرض کیا کہ حضور

مجھے بھی یہ نظارہ دکھلا دیجئے تو آپ نے ابو بکر کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو ابو بکر نے بھی یہ سب کچھ دیکھ لیا اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو صدیق ہے۔

فمسح الله على عينه فراهم فقال له رسول الله ﷺ انت الصديق (تفسیر قمی ص ۲۶۶)

ابو یحیٰ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰ کی زبانی منبر پر یہ بات بارہا سنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کی زبان مبارک پر حضرت ابو بکر کا نام صدیق رکھا ہے (ریاض ج ۱ ص ۸۱) اور آپ یہ بات قسم اٹھا کر کہتے تھے

ان الله عزوجل سمى ابابكر على لسان نبيه ﷺ صديقا ....

عن على انه كان يحلف بالله ان الله تعالى انزل اسم ابى بكر من السماء الصديق .. (ریاض ج ۱۔ معرفۃ الصحابہ ج ۱ ص ۵۰)

ایک مرتبہ امام باقر نے سب کے سامنے حضرت ابو بکر کو صدیق کے لقب سے یاد فرمایا تو ایک شخص نے کہا کہ کیا آپ بھی انہیں صدیق کے نام سے پکارتے ہیں تو آپ اٹھ بیٹھے اور پورے جوش میں آکر کہا کہ

نعم الصديق نعم الصديق نعم الصديق فمن لم يقل له الصديق فلا صدق الله له قولا فى الدنيا والاخرة (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ ج ۲ ص ۱۴۷)

ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں جو آدمی حضرت ابو بکر کو صدیق نہیں کہتا اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی کسی بات کو سچا نہ کرے

حضرت ابو محجن الثقفی آپ کی شان میں یوں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں

وسميت صديقا وكل مهاجر سواك يسمى باسمه غير منكر

اور تمہارا نام صدیق رکھا گیا جبکہ تمہارے سوا جتنے بھی مہاجر ہیں اپنے اپنے نام سے بلائے جاتے تھے اس بات کا کوئی بھی منکر نہیں ہے (شذرات الذھب ج ا ص ۲۴)

(نوٹ) انشاء اللہ ائمہ اہلبیت کے بیانات دربارہ حضرت ابوبکر صدیق آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں گے

حضرت علامہ حافظ ابن حجر مکی (۹۷۳ھ) نے اس پر اجماع بتایا ہے آپ لکھتے ہیں کہ

امت نے بالاجماع آپ کا نام صدیق رکھا ہے کیونکہ آپ نے حضور ﷺ کی تصدیق میں سبقت فرمائی اور صدق کو اختیار کیئے رہے اور کسی حالت میں آپ سے اس معاملہ میں کوتاہی نہیں ہوئی (صواعق محرقہ ص ۳۰۴)

مفکر اسلام استاذنا المحترم حضرت العلامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی نے آپ کے صدیق ہونے پر نہایت نفیس ولطیف انداز میں گفتگو فرمائی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے اس جگہ نقل کیا جائے۔ آپ لکھتے ہیں

حضور اکرم ﷺ جو سب سے ارفع واعلیٰ اور افضل واکمل رسول تھے آپ کا کوئی مصدق کیوں نہ ہوا؟ جواب یہ ہے کہ ختم نبوت کی وجہ سے حالات بدل چکے تھے اب مصدق کی بجائے صدیق کا منصب تجویز ہوا حضور ﷺ کی تصدیق اب مصدق نہیں صدیق کرے گا صدیق نبی نہ ہوگا لیکن نبوت کے ساتھ اس طرح چلے گا جس طرح سایہ اصل کے ساتھ چلتا ہے نبی ہجرت کرے گا تو سایہ ساتھ ساتھ رہے گا نبی گنبد خضری میں ٹھہرے تو یہ پرتو کمالات نبوت ساتھ ہوگا یہ صدیق ہونے کا منصب کسے ملا۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کو...... اس پہلے مسلمان کو جس نے حضور ﷺ کی سب سے پہلے تصدیق کی۔

اس تفصیل میں اس سوال کا جواب بھی مل گیا کہ حضرت ابوبکر کو تصدیق رسالت

کے لئے کسی معجزہ کی ضرورت کیوں نہ پڑی وجہ یہ ہے کہ وہ تو پیدا ہی اس لئے ہوئے تھے کہ آپ کے لئے مصدق کا کام کریں ان کا تو مقصد وجود ہی حضور ﷺ کی تصدیق کرنا تھا جس طرح کوئی چیز اپنے جوہر ذات سے جدا نہیں ہو سکتی حضرت ابوبکر صدیق تصدیق رسالت کی ذمہ داری سے ایک لمحہ کے لئے بھی دور نہ رہ سکتے تھے ...... ادھر شمع رسالت چمکی ادھر سینہ صدیق میں اتری۔ نبوت اور صدیقیت اس طرح ساتھ ساتھ چلیں جیسے فاعل اور قابل ساتھ ساتھ چلتے ہیں سورج روشنی دینے میں فاعلی قوت رکھتا ہے تو چاند اس سے منور ہونے میں قابل کے درجہ میں ہے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق فاعل اور قابل کے اسی درجہ میں تھے دوسرے صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی تصدیق کی تو بہ تقاضائے علم کی اور حضرت ابوبکر نے آپ کی تصدیق کی بہ تقاضائے فطرت۔ کیونکہ آپ کی تخلیق ہی اسی کام کے لئے ہوئی تھی...... سورج پردے کے پیچھے چلا جائے تو دنیا چاند سے مستنیر ہوتی ہے اور وہ بھی حقیقت میں آفتاب کا ہی فیض ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ اس چاند کے گرد جمع ہوئے اور ایسے جمع ہوئے جیسے چاند کے گرد ستاروں کا ہالہ ہوتا ہے ۔چاند کبھی دن کو بھی نظر آتا ہے لیکن سورج کے اکرام میں وہ روشن نہیں ہوتا کیونکہ یہ دور آفتاب ہے اس میں چاندنی کیسے ہو جونہی سورج پردے کے پیچھے ہوا وہی چاند اب دمک اٹھتا ہے حضرت ابوبکر صدیق اس دور خلافت میں ایسے چمکے کہ علم و عزیمت میں دنیا نے ان کا مثل نہ دیکھا۔ جس طرح چاند سورج کے پیچھے چلتا ہے صدیق کا ہر قدم نبوت کے ساتھ ساتھ اٹھتا رہا یہ خلافت علی منهاج النبوة کا مظاہرہ تھا صدیق اتنا بھی گوارا نہیں کرتا کہ لشکر اسامہ کے سامان کی جو گرہیں حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے باندھیں انہیں وہ مدینہ

منورہ میں ہی کھول دے۔ نہیں۔وہ کھلیں گی تو اسی میدان جہاد میں جہاں ان کے کھلنے کا ارادہ نبوت نے کیا تھا۔ صدیق کا تو کام بس یہ ہے کہ اس کا ہر قدم نبوت کے ساتھ اٹھے اور وہ ہر بات میں نبی کی تصدیق کرتا چلا جائے۔۔۔(خلفائے راشدین ج۱ ص ۸۷)

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کی صداقت اور سچائی کی گواہی لسان نبوت نے دی ہے آپ نے جو کچھ کہا سچ کہا ہے حضرت علی مرتضٰی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی کوئی بات مجھے کوئی بتاتا تو میں اس سے قسم لے لیتا تھا مگر جب حضرت ابو بکر کوئی بات حضور ﷺ کی بتاتے تو مجھے اس کی ضرورت نہ تھی کیونکہ آپ خود سچے تھے حضرت علی مرتضٰی نے ایک مرتبہ ایک حدیث بیان کرنے سے پہلے یہ بات فرمائی تھی

کنت اذا سمعت من رسول الله ﷺ حدیثا نفعنی الله بماشاء منه واذا حدثنی عنه غیری استحلفته فاذا حلف لی صدقته وان ابابکر رضی الله عنه حدثنی وصدق ابوبکر (مسند احمد ج۱ ص ۵ سنن ابو داؤد ج۱ ص ۴۹۷)

سو حضرت ابو بکر کے صدیق ہونے میں کسی نے کبھی کوئی اختلاف نہیں کیا ہے۔ آپ صدیق ہیں اور اس پر قرآن وحدیث اور صحابہ واہل بیت شاہد عدل ہیں

☆......حضرت ابو بکر صدیق کا لقب عتیق بھی تھا

حضرت ابو بکر صدیق کا ایک لقب عتیق بھی ہے۔ماہر انساب علامہ زبیری کا بیان ہے کہ ابو بکر کو عتیق کا خطاب اس لئے دیا گیا ہے کہ ان کے نسب میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے ان پر کوئی

عیب لگایا جائے (الاستیعاب لابن عبدالبر ج ۲ ص ۲۴۳ تحت الاصابہ) امام لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ آپ کے حسن و جمال کی بناء پر آپ کو عتیق کے نام سے پکارا گیا (معرفۃ الصحابہ ج ۱ ص ۴۹ لابی نعیم) علامہ حسین بن علی مسعودی (۳۴۶ھ) اس کی ایک وجہ یہ لکھتے ہیں

آپ کی اپنی ماں اور سوتیلی ماؤں کی اور آپ کے والد محترم کی زندگی بھر اور بعد از موت بھی پاکدامنی اور عصمت مآبی ہے جس کا آپ نے بھی نہ صرف اعتراف کیا ہے بلکہ تائید کی ہے (مروج الذہب ج ۲ ص ۲۳۲)

تاہم سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ انہیں یہ لقب حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ایک بڑی بشارت کے طور پر نصیب ہوا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن حضرت ابوبکرؓ کی طرف نظر کی اور بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ :

فانت عتیق اللہ من النار (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۸ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۱۱۔ ریاض ج ۱ ص ۷۸)

"تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہنم سے آزاد ہو

چنانچہ اُسی دن سے اُن کا نام عتیق ہو گیا۔ امام ترمذی اور امام ابو یعلی حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

من سرہ ان ینظر الی عتیق من النار فلینظر الی ھذا (طبقات ج ۳ ص ۱۲۷ معرفۃ الصحابہ ج ۱ ص ۴۳۰ لابی نعیم)

"جو کوئی جہنم سے آزاد شدہ کو دیکھنا چاہے وہ ابوبکر کو دیکھ لے۔"

حضرت امام سہیلی فرماتے ہیں کہ آپ کا ایک لقب امیر الشاکرین تھا (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۷۲) حضرت علی کہا کرتے تھے کہ ابوبکر تو امیر الشاکرین ہیں فکان علی یقول ابوبکر امیر الشاکرین (ازالۃ ج ۲ ص ۳۳) اور پھر قرآن کریم کی یہ آیت پڑھتے تھے وسیجزی

اللہ الشاکرین (المنتقی ص ۳۱۳) اور اللہ ثواب دے گا شکر گذاروں کو۔

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کا آسمانی نام

حضور ﷺ کے اس جلیل القدر صحابی اور مخلص ساتھی کا زمینی لقب صدیق اور عتیق تھا اور آپ اہل زمین کے ہاں اسی نام اور لقب سے یاد کئے جاتے ہیں اور اھل ایمان کے دلوں میں جگہ پائے ہوئے ہیں مگر آسمان والوں میں آپ کو صدیق کے ساتھ ساتھ حلیم کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے آپ کی تواضع اور بردباری نے آسمان والوں کو بھی آپ کا گرویدہ بنا رکھا ہے

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ایک مرتبہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور میرے پاس کھڑے تھے کہ اتنے میں قریب سے حضرت ابو بکر صدیق کا گزر ہوا حضرت جبرئیل نے حضور ﷺ سے کہا کہ یہ تو ابو قحافہ کے بیٹے ہیں آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل سے کہا کہ اے جبرئیل تم لوگ اسے جانتے ہو حضرت جبرئیل نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے حضرت ابو بکر آسمانوں میں زمین سے زیادہ شہرت پائے ہوئے ہیں اور ان کا نام آسمان میں حلیم ہے

والذی بعثك بالحق لهو فی السماء اشهر منه فی الارض وان اسمه فی السماء الحلیم (ریاض النضرة ج ۱ ص ۸۲)

☆......ولادت باسعادت :۔

حضرت ابو بکر صدیق عام الفیل کے ڈھائی سال بعد اور ہجرت سے پچاس سال چھ ماہ پہلے پیدا

ہوئے ہیں آپؓ آنحضرت ﷺ سے دو ڈھائی برس عمر میں چھوٹے تھے اور حضور کے وصال کے وقت آپؓ اکسٹھ سال کے تھے آپ نے کبھی بھی اپنے دامن کو شرک سے آلودہ نہ ہونے دیا اور نہ کبھی کسی بت کے آگے جھکے۔ بلکہ مشرکین کے ان مصنوعی خداؤں سے آپ کھلے عام بیزاری کا اظہار کر دیتے تھے آپ چار پانچ سال کے تھے ایک مرتبہ ان کے والد ابو قحافہ ایک صنم خانہ میں لے گئے اور وہاں ایک بڑے بت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ سب سے بلند و بالا خدا ہے اس کے آگے جھک پڑو آپ نے بت کو مخاطب کر کے کہا کہ

انی جائع فاطعمنی فلم یجبنی انی عار فاکسنی فلم یجبنی انی ملق علیك الصخرة فان كنت الها فامنع نفسك فلم یجبنی

میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے دو میں ننگا ہوں مجھے کپڑا دے دو میں تم کو پتھر مارتا ہوں اگر تم معبود ہو تو تم اپنے آپ کو بچا لو۔

چنانچہ آپ نے ایک پتھر بت کو اس طرح مارا کہ وہ منہ کے بل گر پڑا والد یہ دیکھ کر آپے سے باہر ہو گئے اور ان کو مارتے ہوئے گھر لے آئے والدہ نے جب یہ منظر دیکھا تو شوہر سے کہا کہ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو جب یہ پیدا ہوا تھا تو مجھے اس کے متعلق غیب سے کئی اچھی باتیں بتائی گئیں تھیں (دیکھئے ارشاد الساری شرح بخاری از علامہ قسطلانی) اور ایک غیبی آواز کے ذریعہ مجھے بتایا کہ

یا امة الله علی التحقیق ابشری بالولد العتیق اسمه فی السماء الصدیق لمحمد صاحب ورفیق (مرقات شرح مشکوۃ ج ۱۱ ص ۲۹۱)

☆..... حضرت ابو بکر صدیق کا حلیہ مبارک :۔

آپ کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت عائشہؓ آپ کا حلیہ مبارک اس طرح بیان فرماتی ہیں

آپ کا حلیہ مبارک یہ تھا۔ رنگ گورا، بدن چھریرا، رخساروں پر گوشت کم تھا، انگلیوں کی جڑوں میں گوشت کم، پیشانی بلند تھی اور اکثر عرق آلود رہتی تھی۔ آپؓ مہندی اور تیل کا خضاب فرماتے۔ بڑے نرم دل اور نہایت بردبار تھے۔ ہجرت کے زمانہ میں آپ کی ریش مبارک کچھ سیاہ اور کچھ سفید تھی

آپ کا لباس بہت سادہ ہوتا تھا اور غذا بھی آپ کی سادہ سی تھی آپ کا ذریعہ معاش کپڑے کی تجارت تھی آپ جو کچھ کماتے تھے اسے راہ حق میں خرچ کر دیا کرتے تھے ہجرت کے بعد تو فاقہ کی نوبت بھی آتی تھی خلافت کا بار اٹھا لینے کے باوجود بھی تجارت ہی کے ذریعہ اپنے گھر کے اخراجات پورے کرتے تھے البتہ جب خلافت کے مشاغل بہت زیادہ ہو گئے تو پھر آپ نے بیت المال سے وظیفہ لینا منظور کر لیا۔ پھر آپ نے وفات سے پہلے اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ وہ تمام رقوم جو آپ نے اس مد میں وصول کی ہیں انہیں بیت المال میں واپس جمع کرا دیں۔ معروف غیر مسلم مصنف ڈاکٹر اندرے سر دیر نے اپنی کتاب ﴿ اسلام اینڈ دی سائیکولوجی آف مسلم ﴾ میں تسلیم کیا ہے کہ آپ ایک درویش منش انسان تھے اور بڑی سادہ زندگی گذارنے والے تھے مصنف مذکور لکھتے ہیں

ابوبکر کے مزاج میں انتہا درجہ کی سادگی تھی بڑے اونچے مرتبے پر پہنچنے کے باوجود انہوں نے فقیرانہ زندگی بسر کی جب وہ فوت ہوئے تو ورثے میں کپڑوں کا ایک جوڑا ایک غلام اور ایک اونٹ چھوڑا وہ صحیح معنوں میں ایک نیک سرشت صوفی تھے۔۔

☆...... حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پیشہ :۔

حضرت ابوبکرؓ کا پیشہ تجارت تھا ور آپ اپنے زمانے کے مشہور تاجر اور دولت مند آدمی تھے،

حضرت عثمانؓ غنی کا عروج بعد میں ہوا۔اُن کا اپنا قول ہے کہ قریش میں سب سے مالدار تاجر میں تھا۔ آپ نے تجارتی سفر بھی کیے ہیں اور بعض اسفار میں حضور ﷺ بھی آپ کے ساتھ رہے ہیں

کان ابوبکر معروفا بالتجارۃ وعندہ اربعون الف درھم

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۲۸)

آپؓ جس طرح حلقۂ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے بھی تجارت کرتے تھے قبول اسلام کے بعد بھی اس پیشے سے وابستہ رہے۔ مالِ تجارت لے کر دور دور تک جاتے تھے، چنانچہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے قریب اُنہوں نے بصریٰ کا سفر کیا تھا۔ بعد میں جب آپ مسلمانوں کے خلیفہ ہوئے اور خلافت کی ذمہ داریاں اور مصروفیتیں زیادہ ہوئیں تو آپ نے پھر تجارت ترک کردی تھی اور بیت المال سے آپ کے گذر بسر کا انتظام ہوتا رہا۔

☆......سعادت ایمان سے مشرف ہونا

علم الٰہی میں پہلے سے طے تھا کہ اللہ کے حبیب خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت ورفاقت اور آپ کی تائید واعانت کے لئے جس کو سب سے پہلے قبولیت کا شرف نصیب ہوگا وہ آپ کے عزیز ترین دوست حضرت ابوبکر صدیق ہوں گے

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے ایام جاہلیت میں کبھی کسی بت کے آگے سجدہ نہیں کیا اور نہ کسی غیر اللہ کی پرستش کی آپ کا دامن اس وقت بھی شرک کی غلاظتوں سے آلودہ نہ ہوا تھا آپ کی فطرت اور طبیعت سلیم تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا میں نے ہمیشہ اپنے والدین کو اسلام ہی کے دین پر پایا (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۲) اور جس دن سے آپ مسلمان ہوئے ہیں آپ

کو اللہ کے بارے میں کبھی کوئی شک وشبہ پیدا نہیں ہوا

وما ارتاب ابوبکر فی اللہ منذ اسلم (معرفۃ الصحابۃ ج۱ ص ۵۸)

حضور اکرم ﷺ کے ساتھ آپ کی دوستی بڑی گہری تھی اور ایک دوسرے سے میل ملاقات اکثر رہا کرتی تھی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ

حضور اکرم ﷺ روزانہ صبح شام ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے (صحیح بخاری ج۱ ص ۵۵۲)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سامنے اسلام کی تبلیغ فرمائی تو آپؓ نے قبول کرنے میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا اور نہ اس میں کوئی دیر لگائی آپ کی دعوت فوراً قبول فرمائی اور کہا "صدقت یا رسول اللہ" یعنی میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ آپؐ نبی برحق ہیں اور اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ علامہ بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ بلا چوں و چرا اسلام قبول کرنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ آپؓ اصول اسلام کی اچھی طرح تحقیق فرما چکے تھے۔ اسی لئے آپ نے نبوت کے پہلے ہی دن اسلام قبول کر کے کلمہ طیبہ پڑھ لیا تھا اس وقت آپ کی عمر اڑتیس سال کی تھی

پیش نظر رہے کہ ابھی حضور اکرم ﷺ کی جانب سے اعلان نبوت نہیں ہوا تھا مگر اس سے بہت پہلے حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے کچھ ایسے واقعات آئے جو نہایت ہی حیرت انگیز تھے۔ آپ خود کہتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں ایک دن ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ اس درخت کی شاخ میری طرف جھکنے لگی اور اس قدر قریب آگئی کہ میرے سر پر آگئی اور میں دیکھ رہا تھا میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے اس وقت ایک آواز اس درخت میں سے میرے کان میں آئی کہ ایک پیغمبر کا فلاں وقت ظہور ہونے والا ہے تجھے چاہیئے کہ تو سب لوگوں سے زیادہ (اس کا ساتھی بن کر) سعادت مند بن جانا۔ میں نے کہا کہ ذرا زیادہ وضاحت سے بتاؤ کہ وہ پیغمبر کون ہے اور اس کا نام کیا ہے تو درخت میں آواز آئی کہ محمد بن

عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم ﴾ میں نے کہا کہ وہ تو میرے دوست اور ساتھی اور حبیب ہیں پھر میں نے اس درخت سے عہد لیا کہ جس وقت وہ مبعوث ہو جائیں تو مجھ کو بشارت دے دینا جب آپ مبعوث ہو گئے تو اس درخت میں سے آواز آئی کہ کوشش میں لگ جا اور اہتمام کر اے ابو قحافہ کے بیٹے کہ اس پر وحی آگئی ہے قسم ہے حضرت موسیٰ کے رب کی کہ اسلام میں کوئی تجھ پر سبقت نہ کرے گا۔

جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اے ابو بکر میں تم کو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں میں نے کہا أشهد انك رسول الله بعثك بالحق سراجا منيرا اور میں آپ پر ایمان لے آیا۔ (ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۳۱)

☆...... آپ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ ایک عظیم نور آسمان سے اتر کر کعبہ کی چھت پر آپڑا اور مکہ میں کوئی گھر ایسا باقی نہ رہا کہ اس نور میں سے کچھ اس میں داخل نہ ہو گیا ہو پھر وہ انوار سب جمع ہو کر ان کا ایک نور بن گیا جیسا کہ پہلے تھا اور پھر وہ نور میری گود میں آگیا۔

صبح کو میں نے اس خواب کا ذکر ایک یہودی عالم کے سامنے کیا اور اس کی تعبیر پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ یہ خواب پریشان خیالات کی ایک قسم سے ہے اسکا کوئی اعتبار نہیں اس پر دھیان نہ دو۔ جب ایک زمانہ گزر گیا تو مجھے ایک تجارت کے ضمن میں دیر بحرا میں جو بحیرا راہب کا مسکن تھا میرا جانا ہوا تو میں نے اس خواب کی تعبیر اس سے پوچھی بحیرا راہب نے کہا تو کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں قریش میں سے ہوں اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ تم میں سے ایک پیغمبر مبعوث کرے گا اور تو اس کے ایام حیات تک اس کا وزیر رہے گا اور اس کی وفات کے بعد اس کا خلیفہ ہو گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ بحیرا راہب نے حضرت ابو بکر سے کہا تو اس پیغمبر کی تابعداری کرے گا جس کی انتظار کا زمانہ ہے اور ان کے ظہور کا زمانہ بہت قریب آگیا ہے اور تو اس نبی کے قرب کی

دیگر تمام لوگوں کی بہ نسبت زیادہ سعادت پائے گا

انه یتبع النبی المنتظر الذی قد اظل زمانه وانه یکون اسعد الناس

(سیرت حلبیہ ج ا ص ۳۱۰)

اسکے بعد جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ نے مجھے اسلام کی طرف بلایا تو میں نے کہا کہ ہر پیغمبر کے پاس اپنی نبوت کے لئے کوئی نہ کوئی دلیل ضرور ہوتی ہے آپ کیا فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری نبوت کی دلیل کیا وہ خواب نہیں جو تم نے دیکھا تھا اور ایک یہودی عالم سے اس کی تعبیر پوچھنے پر اس نے کہا تھا کہ اس کا اعتبار نہیں اور پھر بحیرا راہب نے اس کی تعبیر تم کو بتلائی تھی۔ میں نے کہا کہ حضور ﷺ آپ کو کس نے خبر دی ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جبرئیل نے۔ میں نے کہا

أشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له واشهد انك عبده ورسوله

اسکے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

میں نے کسی کو اسلام کی دعوت نہیں دی کہ اس نے اول توقف وتردد نہ کیا ہو سوائے ابو بکر کے کہ جب میں نے اس کو دعوت دی تو اس نے اس کو مان لیا اور کہا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں (ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۳۳)

ایک مرتبہ اسی طرح کی ایک اور بشارت کا ذکر ہوا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جب اس کا ذکر ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق نے مارے حیرت کے پوچھا کہ وہ بات آپ کو کیسے معلوم ہوئی آپ نے فرمایا کہ اس بزرگ فرشتے یہ بات بتلائی ہے جو مجھ سے پہلے پیغمبروں کے پاس آسمانی خبریں لایا کرتا تھا

الملك المعظم الذی یاتی الانبیاء قبلی (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۱۳)

سو جب حضور ﷺ نے آپ کو اپنی نبوت کی طرف بلایا اور اسلام کی دعوت دی تو آپ نے اس پر

فوراً لبیک کہا اور آپ کے ساتھ اس طرح اٹھے کہ پھر آخر تک آپ کو کبھی اکیلا نہ چھوڑا ہمیشہ ساتھ ساتھ رہے اور چلے اور جو عہد پہلے دن آپ نے کیا اس کو ہمیشہ اور آخر تک نبھایا۔

حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ

مادعوت أحداً الی الاسلام الا کانت فیہ عندہ کبوۃ ونظر وتردد الا ماکان من ابی بکر بن ابی قحافہ ما علم حین ذکرتہ لہ ماتردد فیہ (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۷۴)۔

میں نے جس کسی پر بھی اسلام پیش کیا اس نے قبول کرنے میں ایک طرح کی تاخیر سوچ بچار اور پس و پیش کیا سوائے ابوبکر بن ابی قحافہ کے کہ جب میں نے اس سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے اس میں کوئی دیر لگائی اور نہ پس و پیش کیا۔

اللہ تعالی نے آپ پر حقائق اس قدر روشن کردئے تھے کہ آپ کے دل میں دین اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں کبھی کوئی وسوسہ تک نہیں آیا بلاچوں وچرا دین اسلام کو قبول فرمالیا اور پھر اپنے آپ کو اس کے حوالہ کردیا تھا۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ارشاد فرماتے ہیں

جن لوگوں نے اپنے کو فدا کردیا اور بلا تفتیش اور بلاچوں وچرا کامل اطاعت اختیار کی ان کو حق تعالی اپنے اسرار پر مطلع کردیتے ہیں حسب استعداد میں یہ نہیں کہتا کہ تمام اسرار پر مطلع کردیتے ہیں لیکن اتنا ضرور کردیتے ہیں کہ ان کو اطمینان ہوجاتا ہے کوئی شبہ وشک نہیں رہتا اور اس مرتبہ کا نام صدیق ہے حضرت صدیق اکبر کا یہی مرتبہ تھا ایسا شخص نہ معجزہ کا طالب ہوتا ہے نہ کرامت کا۔ اسکا قلب گواہی دینے لگتا ہے کہ یہ حق ہے اسکو کبھی وسوسہ نہیں ہوتا حضرت صدیق اکبر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نبی ہوں آپ نے فوراً تصدیق کی اور پڑھا أشھد ان لاالہ الااللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ (وعظ۔ روح الارواح ص ۲۲)

حضور اکرم نے آپ کو دعوت دی حضرت ابوبکر نے آپ کی دعوت پر بغیر کسی تردد کے لبیک پڑھا اس سے حضور ﷺ کو کس قدر مسرت حاصل ہوئی ہو گی اسے خود حضرت ابوبکر صدیق سے سنئے آپ فرماتے ہیں کہ

ومابین لابتیھا اشد سرورا من رسول اللہ باسلامی (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۱۳۔ البدایہ والنھایہ ج ۳ ص ۳۰)

میرے اسلام لانے پر پوری وادی میں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی خوش نہ تھا

حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میرے والد اسلام لانے والوں میں اولیت کا شرف رکھتے ہیں أسلم أبي أول المسلمين (طبقات کبری ص ۱۲۸ ج ۳) آپ مردوں میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے پھر اس کے بعد دوسرے حضرات آتے گئے اور اسلام کا حلقہ پھیلتا گیا سیدنا حضرت علی مرتضیٰ بھی فرماتے ہیں

اول من اسلم من الرجال ابوبکر (ریاض ج ۱ ص ۸۵)

حضور اکرم ﷺ کے شاعر حضرت حسان بن ثابت نے اس حقیقت کو اس طرح بیان فرمایا ہے

والثانی التالی المحمود مشھدہ واول الناس منھم صدق الرسلا

حضرت ابوبکر ثانی ہیں حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے چلنے والے ہیں ان کی کارگذاری عمدہ ہے اور لوگوں میں سب سے پہلے انہوں نے ہی رسول کی تصدیق کی تھی

حضرت ابو محجن الثقفیؓ نے اسے اس طرح بیان کیا ہے

سبقت الی الاسلام واللہ شاھد وکنت جلیسا بالعریش المشھر

(شذرات الذھب ج ۱ ص ۲۴)

اور یہ آپ ہی ہیں کہ دوڑ کر اسلام کی جانب آئے اور اس بات پر اللہ گواہ ہے اور آپ ہی حضور ﷺ کے عریش بدر میں ہم نشین تھے

خود حضرت ابو بکر صدیق فرمایا کرتے تھے کہ کیا میں نے سب سے پہلے اسلام قبول نہیں کیا تھا؟

ألست اول من أسلم ؟أخرجه البغوی وأبو حاتم ۔(ریاض ج ۱ ص ۸۷)

شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

وهذا ظاهر فی انه صدقه قبل أن یصدقه أحد من الناس الذین بلغهم الرسالة وهذا حق فانه اول مابلغ الرسالة فآمن (منہاج السنۃ ج ۸ ص ۲۲۳)

اور یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ حضرت ابو بکر نے دوسروں کی تصدیق سے پہلے تصدیق رسالت کا شرف حاصل کر لیا تھا جونہی آپ کو حضور نے اپنی رسالت کی خبر دی آپ اس پر ایمان لے لائے

شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) نے اس پر جمہور کا اتفاق بیان کیا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر کو اسلام لانے کا شرف نصیب ہوا ہے (فتح الباری)

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) نے یہاں ایک عجیب اور نفیس نکتہ بیان فرمایا ہے اسے ملاحظہ فرمایئے آپ لکھتے ہیں

بعثت کے شروع میں ہی آپ مسلمان ہو گئے تھے اور اسلام میں آپ نے سب پر سبقت فرمائی تھی ...... فقیر یہاں ایک نکتہ رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اولیت اسلام کو اس وجہ سے محاسن میں شمار کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو اسلام پر ابھارنے والی ہوئی اور لوگوں کے دلوں میں اسلام کی طرف کشش پیدا کرنے والی ہوئی اور بحکم الدال علی الخیر کفاعله (کہ خیر کی طرف رہنمائی کرنے والا خیر پر عمل کرنے کی طرح ہوتا ہے) ان تمام لوگوں کا اجر جو اس کے بعد اسلام میں داخل ہونے والے تھے اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے اور یہ بات بجز ایسے شخص کے جو آزاد ہو بالغ ہو

لوگوں میں مشہور ہو اور ذی اثر ہو کہ لوگ اس کی اطاعت کرتے ہوں کہ وہ اپنے دین کا اظہار کرے اور پوری کوشش کے ساتھ لوگوں کو اس کے قبول کرنے پر آمادہ کرے کسی دوسرے کو میسر نہیں ہو سکتی تو اولیت سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کے مناقب خاصہ میں سے ہے (ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۳۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو کچھ سخت بات کہہ دی۔ پھر کہا بھائی مجھے معاف کر دو، اس پر حضرت عمرؓ کو غصہ آگیا، حضرت ابو بکرؓ نے بار بار معافی چاہی مگر حضرت عمرؓ کا غصہ کم نہ ہوا، رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس واقعہ کا ذکر ہوا جب سب لوگ مجلس نبوی میں حاضر ہوئے حضور اکرم ﷺ نے (حضرت عمرؓ) سے فرمایا، تمہارا بھائی تم سے معافی مانگتا ہے اور تم معاف نہیں کرتے؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو نبی بر حق بنا کر بھیجا ہے میں ہر دفعہ جب وہ معافی مانگتے تھے (دل دل میں) معاف کر دیتا تھا اور اللہ کی مخلوق میں آپؐ کے بعد ان سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بر حق بنا کر بھیجا ہے مجھے بھی آپؐ کے بعد عمرؓ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میرے صاحب اور رفیق کے بارے میں مجھے ایذاء نہ پہنچاؤ اللہ تعالیٰ نے مجھے دین حق اور ہدایت کے ساتھ بھیجا تو تم سب اس وقت اس کی تکذیب کرتے تھے صرف ابو بکرؓ تھے جس نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدقت وواسانی بنفسہ ومالہ فھل أنتم تارکوا لی صاحبی؟ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۷ مسند الامام الطحاوی ج ۷ ص ۱۴۰)

یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے طرف مبعوث فرمایا تو تم لوگوں نے مجھے کہا کہ تم

جھوٹ کہتے ہو ہاں صرف ابو بکر ہیں جنھوں نے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں یہ ابو بکر ہیں جنھوں نے اپنی جان اور مال کے ساتھ میری خدمت کی تو کیا تم میری خاطر میرے دوست کو ستانا چھوڑتے ہو یا نہیں۔

استاذنا المحترم حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتھم اس پر فرماتے ہیں کہ

حضور کے دعوی رسالت کے جواب میں حضرت ابو بکر نے صرف یہ نہیں کہا کہ میں ایمان لاتا ہوں بلکہ فرمایا وہ سچ کہہ رہے ہیں یہ ایک نہایت بلند پایہ شان علم ہے جس کے آئینہ میں اظہار ایمان جلوہ گر ہے اس ایک ہی حدیث میں حضرت صدیق اکبر کی شان ایمان شان علم اور جان و مال کا حضور ﷺ کے لئے وقف کر دینے کا نہایت واضح بیان ہے اور یہ سب امور خود لسان نبوت سے شرف قبولیت حاصل کر رہے ہیں ۔(ہفت روزہ دعوت ۲۱ دسمبر ۱۹۶۲ء)

معروف مؤرخ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق ایمان لے آئے اور اس کا اظہار بھی کر دیا تو انہوں نے اللہ تعالی سے اس بات پر استقامت کی دعا بھی فرمائی تھی (تاریخ ابن کثیر ج ۳ ص ۶۲)

☆...... حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صحابیت کی الٰہی شہادت

حضور اکرم ﷺ کی دعوت کو قبول کرتے ہی حضرت ابو بکر صدیق نہ صرف یہ کہ اہل ایمان کی صف میں داخل ہو کر سر خیل مؤمنین ہو گئے بلکہ حضور ﷺ کے صحابی ہونے کی دولت سے بھی مالا مال ہو گئے۔صحابیت کیا ہے اسے استاذنا المحترم حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ کی اس تحریر میں دیکھئے آپ لکھتے ہیں

اہل سنت والجماعت کے ہاں صحابیت خود ایک شرف عظیم ہے جو کسی علمی کمال یا عملی محنت پر مبنی نہیں حضرت امام ابو حنیفہ کا علم ہو یا حضرت جنید بغدادی اور بایزید بسطامی کا عمل۔ علم و عمل کا کوئی کمال صحابیت کی برابری نہیں کر سکتا اس کے لئے صرف ایمان اور حضور اکرم ﷺ کی صحبت شرط ہے جس نے ایمان کے ساتھ بحالت بیداری حضور اکرم ﷺ کو دیکھ لیا وہ یہ دولت پا گیا بشرطیکہ پھر اسلام پر ہی اس کی وفات ہوئی ہو (معیار صحابیت ص ۲۷)

پھر اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اہل سنت کے عقیدہ میں سیدنا حضرت ابو بکر صدیق صرف صحابی ہی نہیں بلکہ افضل الصحابۃ ہیں حضور اکرم ﷺ کے تمام صحابہ کرام میں (وہ حضرت عمر فاروق ہوں یا حضرت علی مرتضٰی ...... سید الشہداء حضرت حمزہ ہوں یا حضرت عثمان ذی النورین حضرت ابو بکر ان) سب سے بہر حال افضل ہیں اور اس افضلیت و فضیلت کی خبر نہ صرف لسان نبوت نے دی اور مختلف پیرائے میں دی ہے بلکہ خود قرآن کریم نے آپ کو حضور اکرم ﷺ کا صاحب بتا کر آپ کے اعلیٰ ترین صحابی ہونے کی الٰہی سند دے دی شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

فمعلوم أن الصديق فى ذروة سنام الصحبة وأعلى مراتبها فانه صحبه من حين بعثه الله الى أن مات ...... فلا ريب أن صحبة أبى بكر للنبى ﷺ كانت أكمل وأنفع له من صحبة على ونحوه فانه شاركه فى الدعوة ...... ولانزاع بين أهل العلم بحال النبى ﷺ وأصحابه أن مصاحبة أبى بكر له كانت أكمل من مصاحبة سائر الصحابة من وجوه (منہاج السنۃ ج ۸ ص ۳۹۰)

یہ بات معلوم ہی ہے کہ حضرت ابو بکر صحابیت کی بلند ترین چوٹی پر ہیں اور سب

سے اونچے مراتب والے ہیں آپ حضور علیہ السلام کے اس وقت سے صحابی ہیں جب سے حضور علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا پس اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابوبکر کی صحابیت دوسرے صحابہ کی بہ نسبت اکمل بھی ہے اور سب سے زیادہ نافع بھی۔ آپ دین کی دعوت و تبلیغ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہے ہیں ......اور اہل علم کے درمیان اس بات پر کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت ابوبکر کی حضور علیہ السلام کے ساتھ مصاحبت دوسرے صحابہ کی مصاحبت کی نسبت زیادہ کامل ہے اور اس کی بہت سی وجوہات ہیں

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کی مصاحبت نبوی کو متعدد واقعات اور حالات کی روشنی میں تفصیلا بیان فرمایا پھر لکھا کہ اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کے ہاں حضرت ابوبکر کو ایسے خصائص اور امتیازات حاصل ہیں جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہیں آپ کا یہ بیان دیکھیں

وهذه الاخبار الصحيحة هى باتفاق أهل العلم بالحديث فى عمرة الحديبية تبين اختصاص أبى بكر بمنزلة من الله ورسوله لم يشركه فيها أحد من الصحابة لا عمر ولا على ولا غيرهما وانه لم يكن فيهم أعظم ايمانا وموافقة وطاعة لله ورسوله منه ولاكان فيهم من يتكلم بالشورى قبله (منہاج ج۸ ص ۴۰۷)

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کی صحابیت دوسرے صحابہ کی بہ نسبت افضل واکمل ہے اور اس پر خود صحابہ کرام کے درمیان کبھی اختلاف نہیں رہا سو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن کریم میں یہ لفظ (صاحب) حضرت ابوبکر کی مدح میں استعمال ہوا ہے جس طرح حضور علیہ السلام کے لئے (ماضل صاحبكم وماغوى ...... ماصاحبكم بمجنون......

مابصاحبکم من جنة) فرمایا گیا ہے۔

جب حضور اکرم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق کے ہمراہ غار ثور میں تھے اور کفار ان کی تلاش میں بالکل قریب پہنچ چکے تھے حضرت ابوبکر صدیق کو حضور اکرم ﷺ کی فکر پیدا ہوئی تو اس وقت آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر سے کیا فرمایا اسے دیکھئے اللہ تعالی فرماتے ہیں

اذ یقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا (پ ١٠ التوبة)

اللہ تعالی نے یہاں صاحب کا ذکر حضرت ابوبکر کے لئے فرمایا ہے غور طلب بات یہ ہے کہ لفظ صاحب حضرت ابوبکر صدیق کی مدح میں بولا گیا یا معاذ اللہ ان کی مذمت میں ؟ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے یہاں لفظ صاحب سے ان کے سفری رفاقت کی خبر دی ہے ضروری نہیں کہ ان کا مؤمن ہونا بھی بتایا ہو وہ جھوٹ کہتے ہیں

یہ صحیح ہے کہ سفر ہجرت کے موقع پر حضور کے رفیق سفر حضرت ابوبکر تھے اور اس پورے سفر میں آپ کے سوا اور کوئی ساتھ نہ تھا تاہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضور ﷺ کو اپنی پوری جماعت میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ ملا تھا جس پر اعتماد و اعتبار ہو کہ اسے اپنے ساتھ لے کر جائیں اور کیا اللہ تعالی بھی نہیں جانتا کہ اس مقدس اور مبارک بلکہ نہایت ہی اہم اور نازک سفر میں ان کا ساتھی معاذ اللہ مؤمن نہیں ہے یہ صرف رفیق سفر ہے۔ سو یہاں صاحب کا معنی صرف رفیق سفر کرنا اور اس پر حضرت ابوبکر کی صحابیت تو در کنار ان کے مؤمن نہ ہونے کو زیر بحث لانا کسی مؤمن کا کام نہیں ہو سکتا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن کریم میں لفظ صاحب کافروں کے لئے بھی آیا ہے اور لغت میں صاحب ساتھی کو کہتے ہیں قطع نظر اس سے کہ وہ مسلمان ہو کہ کافر۔ تاہم یہ دیکھنا ضروری ہے کہ سورہ توبہ کی آیت میں یہ لفظ کس مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ اس آیت میں یہ لفظ حضرت ابوبکر صدیق کی مدح میں استعمال ہوا ہے اور اللہ کی مدد و تائید جس طرح اس

کے رسول کے لئے ہے حضرت ابوبکر بھی اس مدد و تائید کے مستحق ٹھہرے ہیں شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک بحث میں لکھتے ہیں

والقرآن يقول فيه اذ يقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا فاخبر الرسول ان الله معه ومع صاحبه وهذه المعية تتضمن النصر والتائيد وهو انما ينصره على عدوه وكل كافر عدوه فيمتنع ان يكون الله مؤيدا له ولعدوه معا لكان ذلك مما يوجب الحزن ويزيل السكينة فعلم ان لفظ صاحبه تضمن صحبة ولاية ومحبة وتستلزم الايمان له وبه وايضا فقوله لاتحزن دليل على انه وليه وانه حزن خوفا من عدوهما فقال له لاتحزن ان الله معنا ولوكان عدوه لكان لم يحزن الا حيث يتمكن من قهره فلا يقال له لاتحزن ان الله معنا لان كون الله مع نبيه مما يسر النبى وكونه مع عدوه مما يسوء ه فيمتنع ان يجمع بينهما ...... وقوله ثانى اثنين حال من الضمير فى اخرجه اى اخرجوه فى حال كونه نبيا ثانى اثنين فهو موصوف بانه احد الاثنين فيكون الاثنان مخرجين جميعا فانه يمتنع ان يخرج ثانى اثنين الا مع الاخر فانه لو اخرج دونه لم يكن قد اخرج ثانى اثنين فدل على ان الكفار اخرجوه ثانى اثنين فاخرجوه مصاحبا لقرينه فى حال كونه معه فلزم ان يكونوا اخرجوهما ...... فهذا يدل على ان صحبته صحبة موالاة وموافقة على الايمان لا صحبة مع الكفر (منہاج السنۃ ج۸ ص ۴۷۳)

آپ آگے چل کر لکھتے ہیں

عامة عقلاء بنى آدم اذا عاشر احدهم الاخر مدة يتبين له صداقته من عداوته فالرسول يصحب ابابكر بمكة بضع عشر سنة ولا يتبين له هل هو صديقه او عدوه وهو يجتمع معه فى دار الخوف؟ وهل هذا الا قدح فى الرسول؟ ثم يقال جميع الناس كانوا يعرفون انه اعظم اوليائه من حين المبعث الى الموت فانه اول من آمن به من الرجال الاحرار ودعا غيره الى الايمان به حتى آمنوا وبذل امواله فى تخليص من كان آمن به من المستضعفين مثل بلال وغيره وكان يخرج معه الى الموسم فيدعو القبائل الى الايمان به ويأتى النبى ﷺ كل يوم الى بيته اما غدوة واما عشية وقد اذاه الكفار على ايمانه حتى خرج من مكة فلقيه ابن الدغنة امير من امراء العرب سيد القارة وقال الى اين؟ وقد تقدم حديثه فهل يشك من له ادنى مسكة من عقل ان مثل هذا لايفعله الا من هو فى غاية الموالاة والمحبة للرسول ولما جاء به وان موالاته ومحبته بلغت به الى ان يعادى قومه ويصبر على آذاهم وينفق امواله على من يحتاج اليه من اخوانه المؤمنين ـ..... ولم يكن يحصل للنبى ﷺ اذى قط من ابى بكر مع خلوته به واجتماعه به ليلا ونهارا وتمكنه مما يريد المخادع من اطعام سم او قتل او غيرذلك ...... وابوبكر معه دائما ليلا ونهارا حضرا وسفرافى خلوته وظهوره ويوم بدر يكون معه وحده فى العريش ويكون فى قلبه ضمير سوء والنبى ﷺ لا يعلم ضمير ذلك قط وادنى من له نوع فطنة يعلم ذلك فى اقل من هذا

الاجتماع فهل يظن ذلك بالنبی ﷺ وصديقه الا من هو مع فرط جهله وكمال نقص عقله من اعظم الناس تنقصا للرسول وطعنا فيه وقدحا فی معرفته فان كان هذا الجاهل مع ذلك محبا للرسول فهو كما قيل عدو عاقل خير من صديق جاهل (منہاج ج۸ ص ۴۷۸)

شیخ الاسلام قدس سرہ کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر کو بتایا کہ اللہ اس کے اور اس کے ساتھی کے ساتھ ہے تو اس میں واضح کر دیا گیا کہ اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہے اور وہ اس کے دشمنوں کے مقابلے میں اس کی مدد فرمائے گا اور ہر کافر اس کا دشمن ہے تو پھر یہ بات کیسے تسلیم ہو سکتی ہے کہ اللہ بیک وقت اپنے نبی اور اس کے دشمن کی مدد فرمائے سو یہاں صاحب کا لفظ محبت و دوستی والے ساتھی کے معنی میں ہیں جس میں ایمان بھی لازم ٹھہرا نیز حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ غم نہ کر یہ حضرت ابوبکر کی محبت و ولایت کی دلیل ہے کہ انہیں جس بات کا ڈر تھا وہ ان دونوں کے دشمنوں سے تھا اسی لئے حضور نے ان سے فرمایا کہ غم نہ کر اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے اگر ابوبکر ہی آپ کے دشمن ہوتے تو انہیں غم کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی وہ تو خوش ہوتے مگر حضور ﷺ نے فرمایا کہ غم نہ کرو بتاؤ دشمن ایسے موقع پر غم کرتا ہے یا خوش ہوتا ہے ؟

آپ فرماتے ہیں کہ ایک معمولی عقل کا آدمی بھی جب کسی کے ساتھ کچھ وقت گذارتا ہے تو اس کے سامنے یہ بات کھل جاتی ہے کہ یہ کیسا آدمی ہے ؟ اچھا ہے یا برا ہے دوست ہے یا دوست کے پردے میں دشمن ہے حضور اکرم ﷺ نے تو حضرت ابوبکر کے ساتھ ایک اچھا خاصا وقت گذارا ہے اور آپ پر یہ بات ہی نہ کھل نہ سکی (اور نہ ہی خدا نے بتائی کہ) کہ ابوبکر آپ کے مخلص دوست ہیں یا دشمن ہیں ؟۔ حالانکہ یہ بات کسی سے بھی پوشیدہ نہ تھی کہ حضرت ابوبکر حضور ﷺ کے شروع سے آخر تک بہت اچھے دوست رہے آپ سب سے پہلے ایمان لائے اور دوسروں کو بھی

ایمان کی دعوت دی اور پھر انہیں صف اسلام میں لائے اور آپ نے اپنا مال کمزور مسلمانوں کو آزاد کرنے میں دل کھول کر خرچ کیا آپ حضور ﷺ کے ساتھ دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں لوگوں کے پاس جاتے رہے اور خود حضور ﷺ آپ کے گھر روزانہ آتے جاتے تھے حضرت ابو بکر جب ایمان لائے تو کافروں نے آپ کو تکلیف دی حتی کہ آپ مکہ سے ہجرت کر کے جانے پر مجبور ہو گئے

آپ فرماتے ہیں کہ اللہ نے جس کو ذرا سی بھی عقل عطا فرمائی ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ ایسا وہی کرے گا جس کو اسلام اور پیغمبر اسلام سے حد درجہ محبت ومؤدت اور دوستی و تعلق ہو...... حضور ﷺ نے کبھی بھی حضرت ابو بکر صدیق کی جانب سے کوئی تکلیف نہیں دیکھی حالانکہ آپ ان کے ساتھ دن رات خلوت و جلوت میں اکیلے رہے ہیں اگر آپ چاہتے تو آپ کو زہر دے سکتے تھے قتل کر سکتے تھے یا اور کوئی نقصان پہنچا سکتے تھے ...... حضرت ابو بکر آپ کے ساتھ سفر و حضر میں رہے اور اکیلے رہے خلوت و جلوت میں اکیلے رہے بدر کے دن عریش میں اکیلے رہے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ابو بکر کے دل میں تو حضور ﷺ کے بارے میں تو نہایت ہی غلط بات و خیال ہو اور حضور ﷺ کو اتنے عرصہ میں بھی معلوم نہ ہوا ہو کہ ابو بکر تو اپنے دل میں یہ خیال و منصوبہ لئے ہوئے ہے حالانکہ اتنی سی بات تو ایک عام آدمی اس سے بھی مختصر عرصہ میں معلوم کر لیتا ہے اب ایسا کہنے والے ہی بتائیں کہ وہ حضور ﷺ کی تعریف کر رہے ہیں یا آپ کی توہین و گستاخی کے مرتکب ہو رہے ہیں؟

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کے اس بیان سے واضح ہے کہ سورہ توبہ کی آیت میں لفظ صاحب سے مراد حضرت ابو بکر صدیق کی ذات گرامی ہے اور یہاں صرف رفیق سفر کی بات ہی نہیں ہو رہی ہے بلکہ آپ کے ایمان آپ کی صحابیت اور حضور ﷺ کے ساتھ محبت اور گہرے تعلق کی بھی خبر دی گئی ہے سو جو شخص حضرت ابو بکر صدیق کی صحابیت کا منکر ہو گا وہ گویا اس آیت کا

منکر ہو گا جو کفر ہے فقہاء کرام اور علماء عظام بالا جماع یہ بیان دے چکے ہیں۔ حضرت امام سفیان بن عیینہؒ (۱۹۸ھ) کا ایمان افروز بیان دیکھیں آپ دوسری صدی کے معروف محدث اور امام ہیں آپ کا یہ بیان حافظ ابن تیمیہؒ نے نقل کیا ہے

ان الله عاتب الخلق جميعهم فى نبيه الأابابكر وقال من أنكر صحبة ابى بكر فهو كافر لانه كذب القرآن (منہاج ج۸ ص ۳۸۱)

اللہ تعالی نے اپنے نبی کے بارے میں سب لوگوں پر عتاب فرمایا سوائے ابو بکر کے (اور امام سفیان نے فرمایا) جس نے حضرت ابو بکر کی صحابیت کا انکار کیا وہ کافر ہے اسلئے کہ اس نے قرآن (کی آیت) کی تکذیب کی ہے

حضرت علامہ علی بن محمد الجزریؒ (۶۳۰ھ) یہی فتویٰ دوسرے علماء سے نقل کرتے ہیں

ان قال قائل ......ان ابابكر لم يكن صاحب رسول الله ﷺ كفر فان القرآن العزيز قد نطق انه صاحبه (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۱۴)

شارح بخاری شیخ الاسلام حضرت علامہ بدر الدین العینیؒ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں

من أنكر صحبة أبى بكر فقد كفر لانكاره كلام الله وليس ذلك لسائر الصحابة (عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۱۷۳)

حضرت علامہ حافظ ابن حجر مکی شافعیؒ (۹۷۳ھ) لکھتے ہیں

أجمع المسلمون على ان المراد بالصاحب هنا ابوبكر ومن ثم من أنكر صحبته كفر اجماعا (صواعق محرقہ ص ۶۶)

مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہاں صاحب سے مراد حضرت ابو بکر کی ذات گرامی ہے اور جس نے بھی آپ کی صحبت نبوی کا انکار کیا تو اجماعی طور پر اس کی تکفیر کی جائے گی۔

شارح جامع صغیر حضرت علامہ عبد الرؤف مناویؒ (۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں

من أنكر صحبة الصديق كفر لانكاره النص الجلی (فیض القدیر شرح جامع صغیر ج ا ص ۱۱۹)

دسویں صدی کے مجدد اور محدث حضرت امام ملا علی قاریؒ (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں

اجمع المفسرون علی أن المراد بصاحبه فی الاية هو أبوبكر وقد قالوا من أنكر صحبة ابی بكر كفر لانه أنكر النص الجلی (مرقات شرح مشکوۃ ج ۱۱ ص ۲۸۶)

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ قرآن کی آیت لصاحبه میں حضرت ابوبکر مراد ہیں اور وہ سب فرماتے ہیں کہ جس نے بھی حضرت ابوبکر کے صحابی رسول ہونے کا انکار کیا وہ کافر ہوگا کیونکہ اس نے نص جلی (یعنی آیت قرآنی) کا انکار کیا ہے

محدثین عظام اور فقہاء کرام کے یہ فتاوی بتا رہے ہیں کہ اسلام میں حضرت ابوبکر کی صحابیت کا کیا مقام ہے۔ اگر یہاں مسئلہ صرف رفیق سفر کا ہوتا خواہ وہ مؤمن ہو یا نہ ہو تو آپ ہی بتائیں کیا فقہاء کے ہاں سے یہ بات بالاتفاق اٹھتی؟ یہاں رفیق سفر کے مؤمن ہونے نہ ہونے سے ایمانیات اور اعتقادیات کا اگر کوئی تعلق نہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اکابر ایسے لوگوں کو کیوں کافر بتا رہے ہیں جو ابوبکر کی صحابیت کا انکار کریں؟ معلوم ہوا کہ قرآن کی اس آیت میں صرف حضرت ابوبکر کا رفیق سفر ہونا ہی مراد نہیں بلکہ ان کی صحابیت (جس کے لئے ایمان وایقان لازمی ٹھہرا) کی الہی شہادت بھی ہے کہ اب جس کا انکار الہی شہادت کا انکار ہے اور یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے۔

سو یاد رکھئے کہ حضرت ابوبکر صدیق صرف اعلی درجہ کے مؤمن ہی نہیں بلکہ اعلی ترین درجہ کے صحابی بھی ہیں اس کی شہادت رب العزت نے دی ہے پھر لسان نبوت اس کی گواہ ہے اور خود صحابہ کرام نے بالاجماع آپ کی افضلیت کے آگے سر تسلیم خم کیا ہے حضرت امام حافظ ابو نعیم

احمد بن عبداللہ اصفہانی (۴۳۰ھ) نے آپ کا ذکر خیر کس عقیدت وعظمت اور محبت وعزت سے کیا ہے اسے دیکھئے آپ لکھتے ہیں

أبوبكر الصديق السابق الى التصديق الملقب بالعتيق المؤيد من الله بالتوفيق صاحب النبیﷺ فی الحضر والاسفار ورفيقه الشفيق فی جميع الأطوار وضجيعه بعد الموت فی الروضة المخفوفة بالأنوار المخصوص فی الذكر الحكيم بمفخر فاق به كافة الأخيار وعامة الأبرار وبقی له شرفه علی كرور الأعصار ولم يسم الی ذروته همم أولی الأيد والأبصار حيث قال عالم الأسرار ﴿ ثانی اثنين اذهما فی الغار﴾ الی غير ذلك من الأيات والأثار ومشهور النصوص الواردة فيه والأخبارالتی غدت كالشمس فی الانتشار وفضل كل فاضل وفاق كل من جادل وناضل ونزل فيه ﴿لايستوی منكم من أنفق من قبل الفتح وقاتل﴾ توحد الصديق فی الأحوال بالتحقيق واختيار الاختيار من الله حين دعاه الی الطريق فتجرد من الأموال والأعراض وانتصب فی قيام التوحيد للتهدف والأغراض صار للمحن هدفا وللبلاء غرضا وزهد فيما عزله جوهرا كان أوعرضا تفرد بالحق عن الالتفات الی الخلق (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۲)

حضرت ابوبکر صدیق سابق بالتصدیق ملقب بالعتیق اور منجانب اللہ مؤید بالتوفیق ہیں حضر وسفر میں حضور ﷺ کے رفیق ہیں زندگی کے ہر موڑ پر مہربان دوست ہیں بلکہ موت کے بعد بھی روضہ اطہر میں آپ ﷺ کے انیس ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے

مقدس کلام میں فخر کے ساتھ آپ کو یاد فرمایا جس کی وجہ سے آپ کو تمام لوگوں پر فوقیت حاصل ہوئی اور رہتی دنیا تک آپ کے شرف وبزرگی کا علم بلند رہے گا آپ کی بلندی تک کوئی صاحب طاقت وبصارت نظر نہیں اٹھا سکتا اللہ نے اپنے کلام میں فرمایا ہے (ابوبکر صدیق) دو میں سے دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے اسی طرح آپ کے بارے میں فرمایا تم میں سے کوئی اس کا ہمسر نہیں ہو سکتا جس نے فتح مکہ سے پہلے (راہ خدا) میں خرچ کیا اور قتال کیا اس طرح کی بہت سی آیات واحادیث ہیں جو روز روشن کی طرح عیاں ہیں اور آپ کی فضیلت ومنقبت پر دلالت کرتی ہیں ہر صاحب فضل سے آپ کی فضیلت بلند ہے ہر مقابل اور حریف پر آپ فائق ہیں تمام حالات میں آپ کی انفرادیت قائم رہی جب حضور ﷺ نے آپ کو حق کی جانب بلایا تو آپ لبیک کہتے ہوئے دوڑے چلے آئے اور سب کچھ اللہ کی راہ میں پروانہ وار لٹا کر مال ومتاع سے خالی ہو گئے توحید الٰہی کو قائم کرنا آپ کا ہدف اور نشان منزل تھا جس کی وجہ سے پریشانیوں اور مصائب نے آپ کو ہدف بنالیا دھن دولت سب کچھ چھوڑ کر زاہد بن گئے اور مخلوق سے منہ موڑ کر حق کی راہ پر چل پڑے

☆...... حضرت ابوبکر کی دعوت سے صف اسلام میں آنے والے اجلہ صحابہ کرام

حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے اسلام کو کبھی چھپایا نہیں ہمیشہ اس کا کھل کر اظہار فرماتے تھے آپ نے خدا کی عبادت کے لئے اپنے گھر کے ایک حصہ کو خاص کر دیا تھا جو آپ کی مسجد ہوتی تھی اس طرح آپ پہلے آدمی ہیں جنھوں نے مکہ مکرمہ میں مسجد بنانے کا شرف عظیم پایا۔

حضرت ابوبکر کا قریش میں اثر ورسوخ بھی بہت تھا اور ہر کوئی آپ کو عزت واحترام سے دیکھتا تھا

اسلام لانے کے بعد آپ کی کوشش رہی کہ اور لوگ بھی ایک خدا کی وحدانیت کا اقرار کریں اور حضور ﷺ کی نبوت کو تسلیم کرلیں آپ رات دن اس کوشش میں لگے رہے اور اسلام کی تبلیغ کرتے رہے آپ کی اس محنت وکوشش سے قریش کے بہت سے لوگ اسلام کے قریب آئے اور آپ کی ترغیب سے انہیں قبول اسلام کی دولت نصیب ہوئی مؤرخ محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ

جب حضرت ابوبکر اسلام لے آئے تو انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا اور خدا ورسول کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور ابوبکر ایک ایسے آدمی تھے جن پر ان کی قوم جمع ہوتی تھی آپ ہردل عزیز اور نرم خو تھے تو انہوں نے اپنی قوم کے ان لوگوں کو دعوت دینا شروع کردی جو ان سے پورے طور پر مرتبط تھے اور ان کے گرد وپیش رہنے والے اور ہم مجلس تھے ان کی دعوت سے جن لوگوں کے بارے میں مجھے روایت پہنچی ہے اسلام لائے حضرت عثمان بن عفان ...... زبیر بن العوام...... عبدالرحمٰن بن عوف...... حضرت سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ ہیں پھر جب ان لوگوں نے ان کی دعوت قبول کرلی تو آپ ان لوگوں کو ساتھ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور انہوں نے حضور کی خدمت میں اسلام قبول کیا اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر اس کے بعد عثمان بن مظعون...... ابو عبیدہ...... ابو سلمۃ اور ارقم وغیرہ بھی حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (سیرت ابن ہشام ج ا ص ۲۷۴)

علامہ علی بن محمد الجزری (۶۳۰ھ) لکھتے ہیں

أسلم على يده جماعة لمحبتهم له وميلهم اليه حتى انه .أسلم على يده خمسة من العشرة (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۱۱)

ان کے ہاتھ پر ایک جماعت جس کو ان کے ساتھ محبت تھی اسلام لائی یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ میں سے پانچ آدمی آپ کی دعوت سے اسلام لائے

آپ ایک اور جگہ لکھتے ہیں

کان رجال قریش یاتونه ویالفونه لغیر واحد من الامر لعلمه وتجاربه وحسن مجالسته فجعل یدعوالی الاسلام من وثق به من قومه ممن یغشاه ویجلس الیه فاسلم علی یدیه فیما بلغنی الزبیر بن العوام وعثمان بن عفان وطلحه بن عبید الله وذکر غیرهم (اسد الغابہ ج ۳ ص ۵۷۸)

تاریخ خمیس میں ان بزرگوں کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت عبد الرحمٰن بن عوف حضرت عثمان بن مظعون حضرت ابو عبیدہ بن جراح حضرت سلمہ بن عبد الاسد اور حضرت ارقم بن ابی ارقم کے نام بھی لئے گئے ہیں (تاریخ خمیس ص ۲۸۷)

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

هذا ابوبکر الصدیق أسلم علی یدیه ستة أوخمسة من العشرة عثمان وطلحه والزبیر وسعد وعبدالرحمن بن عوف وأبوعیبیده (منہاج السنہ ج ۷ ص ۲۵)

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) اس پر لکھتے ہیں

یہاں ایک نکتہ جان لینا چاہئے کہ یہ سب لوگ شرفاء قریش میں سے تھے اور ان میں سے ہر ایک خاندان قریش کی شاخوں میں سے کسی شاخ میں مرکزیت رکھنے والا اپنی شاخ میں پورے طور پر بااثر تھا ان کا اسلام قبول کر لینا در حقیقت کفر کے جوش کا توڑ اور شرک کی تیزی کا خاتمہ تھا اور اشاعت اسلام کی پہلی صورت تھی ان میں سے عثمان بنی امیہ کے مرکز تھے اور زبیر بنی اسد کے اور سعد اور عبد الرحمٰن بنی زہرہ کے اور طلحہ بنی تیم بن مرہ کے سربر آوردہ تھے محمد بن اسحاق نے تو صرف اس

جماعت کے ذکر پر اکتفا کیا ہے ورنہ دوسرے لوگ ایک بڑی جماعت کا ذکر کرتے ہیں (جو آپ کی تحریک وترغیب پر اسلام کے حلقہ میں آئے تھے)۔۔ (ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۳۴)

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کے ایمان کے اعلیٰ ترین ہونے کی نبوی شہادت

حضرت ابو بکر صدیق کے اسلام لانے اور اسلام کے لئے اپنی جانی اور مالی خدمات پیش کرنے اور حضور اکرم ﷺ کی محبت وعقیدت اور آپ کی صحبت بابرکت میں مخلصانہ حاضری میں وہ ہی شخص شک کر سکتا ہے جس کے دل میں صحابہ کرام بالخصوص حضرت ابو بکر سے کوئی بوجھ ہو ورنہ کون نہیں جانتا کہ خود سرور دو عالم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق کے ایمان وایقان اور ان کے اخلاص کی گواہی دی ہے اور ان پر مکمل اعتماد کا اعلان بھی فرمایا ہے اور آپ کے دل میں حضرت ابو بکرؓ (اور حضرت عمرؓ) کے لئے بڑی عزت بھی تھی جس طرح آپ نے اپنے ایمان کی خبر دی ہے اسی طرح حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ایمان ویقین کی شہادت بھی دی حالانکہ اس وقت حضرات شیخین وہاں ہوتے بھی نہ تھے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی اپنے ایک بیل پر سوار ہو کر جا رہا تھا (ایک روایت میں ہے کہ اس پر سامان کا بوجھ لدا ہوا تھا) بیل نے اس کی طرف دیکھ کے کہا میں اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہوں بلکہ میری تخلیق کاشتکاری کے لئے ہوئی ہے یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ سبحان اللہ بیل بھی باتیں کرتا ہے؟ ﴿سبحان الله بقرة تكلم﴾ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ

آمنت به انا وابوبكر وعمر

میں اس پر ایمان لایا اور ابو بکر اور عمر بھی اس پر ایمان لائے

حضور اکرم ﷺ نے پھر فرمایا کہ

ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا کہ بھیڑیے نے آکر اس کی ایک بکری پکڑ لی چرواہے نے پیچھا کرتے ہوئے اس سے اپنی بکری چھڑالی تو بھیڑیے نے کہا کہ اس دن کیا ہوگا جب میرے سوا بکریوں کو چرانے والا کوئی نہ ہوگا۔ لوگوں نے کہا تعجب سے کہا ﴿سبحان الله ذئب یتکلم﴾ بھیڑیا بھی باتیں کرتا ہے اس پر حضور ﷺ نے پھر فرمایا

آمنت به انا وابوبکر وعمر

میں اس پر ایمان لایا اور ابوبکر اور عمر بھی اس پر ایمان لائے

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ جس وقت حضور ﷺ نے یہ بات فرمائی ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں وہاں موجود نہ تھے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۱۲ مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۵ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۴)

اس روایت سے واضح ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے ایمان کی بر سر عام گواہی دی ہے اور کون نہیں جانتا کہ ایمان ایک فعل قلب ہے اس کی خبر یا تو صاحب وحی دیتا ہے یا پھر صاحب حال دیتا ہے حضور ﷺ نے جب ان دونوں کے ایمان کی شہادت دی ہے تو یہ ضرور اس ذات علیم وخبیر کے بتانے سے ہی دی ہے جو دلوں پر گذرنے والے وسوسوں کو بھی جانتا ہے (یعلم خائنة الاعین وماتخفی الصدور) اس سے ان دونوں بزرگوں کے ایمان کی سچائی اور عند اللہ ان کی قبولیت بہت واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ محدثین کرام نے اس روایت سے کیا نتیجہ اخذ فرمایا ہے اسے بھی دیکھئے حضرت علامہ حافظ ابن عبدالبر مالکی (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں

آمنت بهذا انا وابوبکر وعمر وماهما ثم علما منه بماکانا علیه من الیقین والایمان (استیعاب ج ۲ ص ۲۴۷)

حضرت علامہ محمد بن علی الجزری (۶۳۰ھ) لکھتے ہیں

وکان رسول الله کثیر الثقة الیه وبما عندہ من الایمان والیقین (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۱۹)۔

حضور ﷺ کو حضرت ابو بکر پر کامل اعتماد تھا اور آپ کو ان کے ایمان و یقین پر مکمل بھروسہ تھا

شارح مسلم حضرت امام نوویؒ علیہ (۶۷۶ھ) اس پر لکھتے ہیں

انما قال ذلک رسول الله ثقة بهما لعلمه بصدق ایمانهما وقوت یقینهما وکمال معرفتهما لعظیم سلطان الله وکمال قدرته (نووی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۴)

حضرت امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ

ای لم یکونا فی المجلس شهد لهما بالایمان بذلک لعلمه بکمال ایمانهما (تاریخ الخلفاء ص ۵۰)

اگرچہ یہ دونوں اس مجلس میں موجود نہ تھے تاہم حضور ﷺ نے ان دونوں کے مکمل ایمان کی وجہ سے ان کے مؤمن ہونے کی شہادت دی ہے

اور یہ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ کو پتہ تھا کہ ان دونوں بزرگوں کا ایمان عین الیقین کے درجہ کو جا پہنچا ہے محدث حضرت ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں

انما اراد بذلک تخصیصهما بالتصدیق الذی بلغ عین الیقین وکوشف صاحبه بالحقیقة التی لیس وراء ها للتعجب مجال (مرقات ج ۱۱ ص ۳۱۲)

سو آپ نے ہمیشہ ان دونوں بزرگوں کو اپنے ساتھ رکھا ہے یہ دونوں حضرات گرامی قدر جس طرح آپ کے دائیں بائیں چلتے رہے حضور ﷺ نے بھی انہیں اپنے نام کے ساتھ ساتھ

جوڑے رکھا ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ

جئت أنا وأبوبكر وعمر ودخلت أنا وأبوبكر وعمر وخرجت أنا أبوبكر وعمر (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۴ مستدرک ج ۳ ص ۷۱ سنن کبری ج ۵ ص ۳۹)

میں آیا اور ابو بکر اور عمر بھی آئے اور میں داخل ہوا اور ابو بکر و عمر بھی داخل ہوئے اور میں نکلا اور ابو بکر و عمر بھی نکلے (رضی اللہ عنہما).

یہ کیا ہے...... یہ حضور ﷺ کا ان دونوں سے بالکل قریب ہونے کا ایک عجیب پیرایہ بیان ہے اور یہ پوری امت کو بتاتا ہے کہ کوئی شخص ان دونوں کو حضور اکرم ﷺ سے علیحدہ نہ جانے جس طرح انسانی جسم سے اس کے کان اور اس کی آنکھ علیحدہ نہیں اس جسم کے ساتھ ساتھ ہی ہیں اسی طرح یہ دونوں بزرگ بھی حضور ﷺ کے بالکل ساتھ لگے ہوئے ہیں

حضرت حذیفہ بن یمان کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری تمنا ہے کہ میں دنیا کے مختلف علاقوں میں کچھ لوگوں کو بھیجوں کہ وہ وہاں کے لوگوں کو خدا کے احکامات اور میری تعلیمات سکھائیں جس طرح حضرت عیسی بن مریم نے اپنے حواریوں کو بھیجا تھا حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ کے پاس حضرت ابو بکر اور حضرت عمر تو ہیں آپ انہیں بھیج دیں ارشاد فرمایا کہ میں ان دونوں سے بے نیاز نہیں ہونا چاہتا مجھے یہاں ان دونوں کی ضرورت ہے یہ دونوں دین میں اس اہمیت کے حامل ہیں جس طرح انسانی جسم میں آنکھ اور کان ہوتے ہیں

انه لاغنی بی بهما عنهما انهما من الدين كالسمع والبصر (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۷۸۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۸)

البتہ شیعہ کتابوں میں سیدنا حضرت حسن بن علی سے حضور ﷺ کے اس بیان میں یہ تشریح بھی ہے کہ حضرت ابو بکر بمنزلہ کان کے ہیں اور حضرت عمر بمنزلہ آنکھ کے ہیں۔

ان ابابكر منى بمنزلة السمع وان عمر منى بمنزلة البصر (معانی الاخبار ص ۳۸۷ از شیخ صدوق)

تفسیر امام حسن عسکری سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح انسانی جسم میں سر کی اہمیت ہے حضرت ابوبکر اسی اہمیت کے حامل تھے اور یہ خود حضور ﷺ نے ان کو بتایا تھا

جعلك منى بمنزلة السمع والبصر والراس من الجسد (تفسیر حسن عسکری ص ۳۳۱)

سو اگر خدانخواستہ ان کے ایمان ویقین اور اخلاص میں ذرا سا شک تو کیا کوئی کمزوری بھی ہوتی تو آپ ہی بتائیں کیا حضور ﷺ انہیں اس قدر اپنے قریب ہونے کی بشارت دیتے اور اپنی امت کو اس کی خبر پہنچاتے۔ آپ کا کھلے طور پر ان کو اپنے ساتھ لگے بتانا ان کے ایمان وایقان اور اخلاص کے بے داغ ہونے کا اعلان ہے۔۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے ان دونوں بزرگوں کے قرب رسول کو جس طرح بیان فرمایا اور ان کے ناقدین کو جس سوال کی زد میں لائے ہیں اسے دیکھئے آپ لکھتے ہیں

وابوبكر وعمر كانا أقرب الناس عنده وأكرم الناس عليه وأحبهم اليه وأخصهم به وأكثر الناس له صحبة ليلا ونهارا وأعظمهم موافقة له ومحبة له وأحرص الناس على امتثال أمره واعلاء دينه فيكف يجوز عاقل ان يكون هولاء عند الرسول من جنس المنافقين الذين كان اصحابه قد عرفوا اعراضه عنهم واهانته لهم ولم يكن يقرب أحدا منهم بعد سورة براءة (منہاج السنۃ ج ۶ ص ۳۲۲)

اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ان پر اور ان کے ایمان ویقین پر کس قدر کامل اعتماد تھا اور ایمان ویقین کی دنیا میں یہ دونوں بزرگ کس بلندی پر کھڑے تھے پھر ان میں بھی سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کا مقام ومرتبہ حضرت عمر فاروقؓ سے بھی آگے ہے جس کی شہادت

خود حضور اکرم ﷺ نے دی اور اس کا اقرار واعتراف خود سیدنا حضرت عمر فاروق بھی فرماتے رہے ہیں۔ حضرت ابو بکرہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ نے حاضرین مجلس سے پوچھا کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بتاؤ تو ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے

کان میزانا نزل من السماء فوزنت أنت وابوبکر فرجحت أنت بابی بکر ووزن ابوبکر وعمر فرجح ابوبکر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فرائینا الکراهیة فی وجه رسول الله ﷺ۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۵۲ سنن ابی داود ج ۳ ص ۴۲۸)

میں نے دیکھا کہ گویا آسمان سے ایک میزان اترا ہے پھر اس میں آپ کا اور ابو بکر کا وزن کیا گیا تو آپ بھاری نکلے پھر ابو بکر اور عمر کو تولا گیا تو ابو بکر بھاری نکلے پھر عمر اور عثمان کو تولا گیا تو عمر کا وزن زیادہ نکلا پھر میزان اٹھالیا گیا (صحابی کہتے ہیں کہ) پس ہم نے حضور ﷺ کے چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔

مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواب آنحضرت ﷺ نے دیکھا تھا جس میں آپ کے تین اصحاب کے وزن کئے جانے کا بیان ہے۔

امام طبرانی نے حضرت معاذ سے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ خواب آپ نے دیکھا تھا اور ظاہر ہے کہ پیغمبر کا خواب صرف خواب ہی نہیں ہوتا یہ وحی اور سچائی ہوتی ہے حضرت معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

رایت انی وضعت فی کفة وامتی فی کفة فعدلتها ثم وضع ابوبکر فی کفة وامتی فی کفة فعد لها ثم وضع عمر فی کفة وامتی فی کفة فعدلها ...... الحدیث (صواعق محرقہ ص ۱۷)

میں نے دیکھا کہ مجھے ایک پلڑے میں ڈالا گیا اور میری امت دوسرے پلڑے میں ڈالی گئی تو میں برابر رہا ہوں پھر ابو بکر ایک پلڑے میں ڈالے گئے اور میری امت دوسرے پلڑے میں ڈالی گئی تو ابو بکر برابر رہے ......الحدیث

آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب کا یہ وزن کس چیز کا تھا؟ ظاہر ہے کہ اس سے مراد جسمانی وزن تو نہیں ہے سو یہاں وزن سے ان کے ایمان اور قوت یقین کا وزن مراد ہے آنحضرت ﷺ کا ایمان ساری کائنات کے ایمان ویقین سے اعلی افضل برتر و بہتر اور صاف اور شفاف ہے ساری کائنات اس ایمان کے نور سے منور ہے ہاں آپ کے بعد ایمان ویقین کے اس مقام پر اگر کوئی ہے کہ جہاں سارے مل کر بھی اس کے قریب نہیں ہو سکتے تو وہ حضرت ابو بکر صدیق کی ذات گرامی ہے آپ ایمان کے اس اعلی معیار پر ہیں جہاں حضور ﷺ کا کوئی امتی آپ کے مثل نہیں ہو سکتا آپ حضور کی ساری امت میں ایمان ویقین کی قوت میں سب سے آگے جا نکلے ہیں ان کے بعد اگر کوئی ہے تو وہ حضرت عمر فاروق ہیں خود حضرت عمر فاروق ارشاد فرماتے ہیں

لو وزن ایمان ابی بکر بایمان اھل الارض لرجح بھم (شعب الایمان ج ۱ ص ۶۹ از امام بیہقی)

اگر ابو بکر صدیق کا ایمان ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے میں ساری زمین والوں کا ایمان رکھا جائے تو حضرت ابو بکر کے ایمان کا پلڑا جھک جائے گا آپ باعتبار ایمان سب پر بھاری ہیں

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

ان ابابکر رضی اللہ عنه لن یکون احد مثله فان الیقین الایمان الذی کان فی قلبه لایساویه فیه احد قال ابوبکر بن عیاش ماسبقھم ابوبکر بکثرۃ صلاۃ ولا صیام ولکن بشئی وقر فی قلبه (منہاج السنۃ

ج٦ص ۲۲۳)

صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر جیسا کوئی بھی نہ تھا اسلئے کہ آپ کے دل میں ایمان ویقین کی جو خاص دولت تھی اس جیسی دولت کسی اور دل میں نہ تھی ابوبکر بن عیاشؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کے بارے میں یہ سمجھنا کہ وہ محض نماز روزے کی وجہ سے دوسرے صحابہ سے بلند مقام رکھتے تھے درست نہیں در حقیقت وہ ایک ایسی دولت تھی جو ان کے قلب میں سمودی گئی تھی اس کی بناء پر آپ سب پر بھاری ہو گئے

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی (۱۰۳۴ھ) سے پوچھا گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے ایمان کے روئے زمین والوں کے ایمان پر فضیلت اور ترجیح کا سبب کیا ہے؟ آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ

جاننا چاہئیے کہ ایمان کا رجحان مؤمن بہ کے رجحان کے باعث ہے چونکہ حضرت ابوبکر صدیق کے ایمان کے متعلقات تمام امت کے ایمان کے متعلقات سے برتر ہے اس لئے ان کا ایمان راجح اور غالب ہو گا

میرے مخدوم...... عروجات میں معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ اگر ایک نقطہ زیادہ بلند جائیں تو وہ کمال جو اس ایک نقطہ کے عروجات کے باعث حاصل ہوتے ہیں تمام گزشتہ کمالات سے بہت زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ وہ نقطہ اپنے تمام ماتحت والوں سے افزوں تر ہے یہی حال اس نقطہ کا ہے جو اس نقطہ کے ماتقدم کے اوپر ہے کیونکہ نقطہ ماتقدم بمع اپنے ماتحت کے نقطہ فوق کے مقابلہ میں حقیر و فقیر ہے پس اس قیاس پر جس کے ایمان کا متعلق کمال فوق ہو وہ بیشک اپنے تمام ماتحت سے راجح وغالب ہو گا اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ ایک لحظہ میں تمام ماتقدم کمالات کو حاصل کر لیتا ہے اور فقیر کی تحقیق کے اندازہ کے

موافق ایک لحہ میں تمام ماتقدم کمالات سے زیادہ تحصیل کرلیتا ہے......ذلك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم (مکتوبات امام ربانی ج ا ص ۴۵۰ مکتوب نمبر۲۵۶)

☆...... حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغی مساعی

حضور اکرم ﷺ دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں جہاں تشریف لے جاتے حضرت ابوبکر صدیق بھی آپ کے ساتھ ساتھ ہوتے تھے سیدنا حضرت علی مرتضٰی فرماتے ہیں کہ

جب اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو حکم دیا کہ اپنی ذات کو اب قبائل عرب کے سامنے پیش فرماویں تو آپ منی کی جانب تشریف لے گئے اور میں اور ابوبکر آپ کے ہمراہ تھے اور ابوبکر نسب کے بڑے جاننے والے تھے تو وہ وہاں ٹھہر گئے اور وہاں کے لوگوں کی منزلوں اور بیٹھکوں میں ان سے ملے پھر حضرت ابوبکر نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے جواب دیا اس قوم میں مفروق بن عمرو اور ہانی بن قبیصہ اور مثنی بن حارثہ اور نعمان بن شریک تھے اور قوم میں ابوبکر کے سب میں زیادہ قریب مفروق تھے۔ اس نے حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ آپ ہم کو کس چیز کی دعوت دے رہے ہیں اے قریشی بھائی۔ تو رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے پھر بیٹھ گئے اور ابوبکر کھڑے ہو گئے اور اپنے کپڑے سے حضور ﷺ پر سایہ کرنے لگے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا...... پھر آخر میں رسول اللہ ﷺ ابوبکر کا ہاتھ پکڑے ہوئے اٹھ گئے (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۷۲)

یہ صرف ایک وقت کی بات نہیں ہے اکثر وبیشتر دعوت و تبلیغ کے لئے آپ حضور ﷺ کے ہمراہ

جاتے رہے اور جہاں کہیں آپ کا ذرا سا اثر و رسوخ تھا آپ حضور ﷺ کے ہمراہ ادھر چلے جاتے تھے اور وہاں کے لوگوں کو دعوت اسلام دیتے۔

اسلام کے ابتدائی تین سالوں میں کفار مکہ کی طرف سے شدید مزاحمت رہی۔ ان ہی دنوں کا واقعہ ہے ایک دن آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبۃ اللہ میں تشریف لے گئے وہاں قریش کے کچھ لوگ بھی موجود تھے انہوں نے حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کے کلمات کہے۔ آپؓ تاب نہ لا سکے اور قریش سے خطاب فرمایا تم اس ذاتؐ سے کیوں آمادۂ پیکار ہو اور ایذائیں دیتے ہو جو تمہیں ایک اللہ وحدہ لاشریک کی طرف بلاتا ہے یہ سن کر وہ لوگ تشدد پر اتر آئے اور آپ کو مارا جس سے آپؓ کے سر میں شدید چوٹ آئی اور اس سے اتنا خون بہہ نکلا کہ آپ کی ریش مبارک خون سے رنگین ہو گئی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کفار قریش صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کر رہے تھے کہ وہ ہمارے معبودوں کی مذمت کیا کرتے ہیں۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے آئے سب نے آپ کو گھیر لیا اور چادر آپؐ کے گلے مبارک میں لپیٹ کر کھینچنا شروع کیا۔ کسی نے جا کر حضرت ابو بکر کو خبر دی کہ جاؤ اپنے دوست کی خبر تو لو وہ بے تاب ہو کر پہنچے اور کہنے لگے تمہارے لئے خرابی ہو کیا تم ایسے شخص کو محض اس بات پر قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس رب کی طرف سے کھلے کھلے دلائل اور معجزات لے کر آیا ہے؟

أتقتلون رجلا ان يقول ربی الله وقد جاء كم بالبينت من ربكم (صحیح بخاری ج ا ص ۵۲۰)

یہ سن کر کافروں نے رسول اللہ ﷺ کو تو چھوڑ دیا لیکن حضرت ابو بکرؓ پر جھپٹ پڑے اور اتنا مارا کہ آپ لہولہان ہو کر بے ہوش ہو گئے

جب اس قسم کے واقعات پیش آتے تھے تو جو لوگ آپ کو نہ جانتے وہ پوچھتے تھے کہ یہ کون ہے تو

اس کے جواب میں کہا جاتا تھا کہ یہ ابو قحافہ کا بیٹا ہے جو پاگل ہے ﴿ قال ابن ابی قحافة المجنون ﴾ (مستدرک ج ۳ ص ۷۰۔ ریاض ج ا ص ۹۵)

حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرت ابو بکر ہمارے پاس اس حالت میں واپس آئے کہ جب اپنے سر کے بالوں میں سے کسی حصہ کو بھی چھوتے تو وہ ہاتھ کے ساتھ ہی چلا آتا تھا اور آپ اس کو دیکھ کر اللہ کی حمد و ثناء کرتے اور کہتے تھے ﴿ تبارکت یا ذی الجلال والاکرام ﴾ (اے ذوالجلال والاکرام تو بڑی برکتوں والی ذات ہے)

فرجع الینا فجعل لایمس شیئا من غدائرہ الا جاء معه وھو یقول تبارکت یا ذاالجلال والاکرام (الاستیعاب لابن عبدالبرج ۲ص ۲۴۸ تحت الاصابہ)

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ہم اسلام کا کھل کر اعلان و اظہار کیوں نہ کریں آپ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر ابھی ہم لوگ بہت تھوڑے ہیں مگر آپ برابر عرض کرتے رہے یہاں تک کہ حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور پھر سب لوگ کعبہ کے اندر ادھر ادھر بیٹھ گئے اور حضرت ابو بکر صدیق وعظ کہنے کھڑے ہوئے رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے

وکان اول خطیب دعا الی اللہ عزوجل والی رسولہ ﷺ
آپ پہلے واعظ اور خطیب ہیں جنہوں نے اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوگوں کو دعوت دی

حضرت ابو بکر کا وعظ کہنا تھا کہ مشرکین چاروں طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑے اور وہاں موجود دوسرے مسلمانوں کو بھی بہت زدو کوب کیا حضرت ابو بکر کو تو پیروں تک سے روند ڈالا اور بہت سخت پیٹا عتبہ بن ربیعہ نے تو آپ کو جوتیوں سے مارنا شروع کیا آپ کے چہرہ پر بھی مارا اس سے

چہرہ پر اس قدر ورم آ گیا کہ ناک اور منھ معلوم نہ ہوتا تھا۔

اتنے میں آپ کے قبیلہ بنی تیم کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے حضرت ابوبکر کے پاس سے مشرکوں کو ہٹایا اور ان کو کپڑے میں لاد کر ان کے گھر لے گئے ان سب کو یقین تھا کہ اب یہ زندہ نہ رہیں گے پھر بنی تیم کے لوگ لوٹ کر کعبہ میں آئے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم اگر ابوبکر مر گئے تو ہم ضرور ضرور عتبہ کو مار ڈالیں گے اس کے بعد پھر وہ ابوبکر کے پاس گئے ابو قحافہ اور قبیلہ بنی تیم کے اور لوگ بھی ان کو برابر آواز دیتے رہے مگر آپ پر بے ہوشی طاری تھی جواب نہ دے سکتے تھے یہاں تک کہ شام ہو گئی جب انہیں ہوش آیا تو سب سے پہلے یہ بات پوچھی کہ حضور ﷺ کیسے ہیں قبیلہ کے لوگوں نے جب یہ سنا تو ان کو برا بھلا کہنے لگے کہ جس شخص کی وجہ سے تم کو یہ تکلیف پہنچی ہے تم اسی کا پوچھ رہے ہو پھر وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے ان کی والدہ ان کے پاس آئیں اور ان کو کھانے پینے پر اصرار کرتی رہیں مگر آپ کا ایک ہی سوال رہا کہ بتاؤ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ ماں نے کہا بیٹا مجھے معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کس حال میں ہیں آپ نے والدہ سے کہا کہ ام جمیل کے پاس جا کر معلوم کریں والدہ وہاں گئیں انہوں نے بھی بتانے سے انکار کر دیا تاہم وہ حضرت ابوبکر سے ملنے کے لئے آئیں تاکہ ان کو کھانے پینے پر راضی کر سکیں ام جمیل نے حضرت ابوبکر کو دیکھا تو ضبط نہ کر سکیں اور کہا کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ ایسا کیا ہے وہ بڑے نا ہنجار قسم کے لوگ ہیں مجھے یقین ہے کہ اللہ ان سے تمہارا انتقام ضرور لے گا حضرت ابوبکر نے کہا کہ یہ باتیں بعد میں کرنا پہلے یہ بتاؤ کہ حضور ﷺ کیسے ہیں؟ ام جمیل نے آہستہ سے کہا کہ تمہاری والدہ سن رہی ہیں تم ابھی نہ پوچھو حضرت ابوبکر نے کہا کہ میری والدہ سے کچھ فکر نہ کرو تو ام جمیل نے کہا کہ ابوبکر فکر کی بات نہیں ہے وہ صحیح سالم ہیں پوچھا کہ کہاں تشریف رکھتے ہیں ام جمیل نے کہا کہ وہ ارقم کے ہاں ہیں۔ اسکے بعد جب ان دونوں نے آپ کو کھانے پر پھر سے راضی کرنے کی کوشش کی تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں نے اللہ سے

عہد کیا ہے کہ جب تک حضور ﷺ کے حضور میں نہ پہنچوں گا اور آپ کو نہ دیکھ لوں گا وہاں تک کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا چنانچہ جب دن ڈھل گیا اور لوگ اپنے اپنے گھروں میں سو گئے تو آپ کی والدہ اور ام جمیل نے آپ کو ساتھ لیا اور آپ ان دونوں پر ٹیک لگاتے ہوئے چلے یہاں تک کہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں جا پہنچے جب آپ کو دیکھا تو حضرت ابو بکر آپ پر جھک پڑے اور آپ کی پیشانی مبارک کو چوم لیا اور سب مسلمان حضرت ابو بکر صدیق پر جھک پڑے خود حضور ﷺ نے جب اپنے دوست کا یہ حال دیکھا تو آپ بھی رو پڑے حضرت ابو بکر نے عرض کی کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان جو کچھ ان بدبخت لوگوں نے میرے ساتھ کیا ہے اب اس کا کوئی دکھ مجھے نہیں ہے (آپ کی زیارت ہوگئی اس سے سب تکلیفیں دور ہوگئیں) ہاں ایک عرض ضرور ہے کہ یہ میری والدہ ہیں اور بڑی خدمت گذار ہیں اور آپ مورد برکت ہیں حضور آپ انہیں اللہ کی جانب بلایئے اور ان کے بارے میں اللہ سے دعا کیجئے امید ہے کہ اللہ ان کو آپ کی برکت سے جہنم سے بچالے گا چنانچہ حضور ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی چنانچہ آپ کی دعوت و دعا کی برکت سے ان کو اسلام کی دولت وسعادت نصیب ہوگئی (ریاض النضرة ج ۱ ص ۴۷۔ ازالۃ ج ۱ ص ۱۸۶)

سو جب سے حضرت ابو بکرؓ نے حضور ﷺ کا دامن پکڑا اس دن سے بس آپ ہی کے ہو کر رہ گئے تھے آپ کی خوشی ان کی خوشی آپ کا دکھ ان کا دکھ ہو گیا تھا آپ ہمیشہ اپنے محبوب آقا کے ساتھ ساتھ رہتے اور اسلام کی خاطر ان تکلیفوں کو نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت فرماتے رہے شعب ابی طالب میں جب مسلمان محصور کر دئے گئے اس وقت بھی آپ حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے اس واقعہ کے گواہ خود خواجہ ابو طالب ہیں جس وقت خواجہ ابو طالب اس محاصرہ سے باہر آئے حضرت ابو بکر بھی اسی وقت نکلے تھے خواجہ ابو طالب نے ان دنوں کی یاد میں جو قصیدہ بیان کیا ہے اس میں خود کہتے ہیں

هم رجعوا سهل بن بیضاء راضیا وسرابوبکر بها ومحمد

قریشیوں نے بیضاء کے بیٹے سہل کو خوش کر کے واپس کر دیا اور ابو بکر اور محمد ﷺ دونوں اس پر خوش ہو گئے۔ (سیرت ابن ہشام ج ا ص ۴۱۶ ناسخ التواریخ ج ۲ از کتاب اول ص ۲۲۲)

شیعہ عالم علامہ علی بن عیسی اربلی (۶۸۷ھ) لکھتے ہیں کفار مکہ میں نوفل بن خویلد حضور ﷺ کی عداوت ودشمنی میں بہت سخت تھا اور یہ وہی ہے جس نے ہجرت سے پہلے مکہ میں حضرت ابو بکر اور حضرت طلحہ کو ایک رسی میں باندھ دیا تھا اور ایک پورا دن رات ان دونوں کو سخت ظلم کا نشانہ بناتا رہا یہاں تک کہ لوگوں کو پوچھنا پڑا کہ وہ کہاں ہیں

وهو الذی قرن ابابکر بطلحة قبل الهجرة بمكة واوثقهما بحبل وعذبهما يوما الى الليل حتى سئل عن امورهما (کشف الغمہ ص ۲۴۵)

ان تکلیفوں اور دشواریوں کے باوجود حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تبلیغ اسلام کو روز اول سے اپنا فرض جانا۔ یہ حقیقت کسی تشریح کی محتاج نہیں کہ کئی جلیل القدر اصحاب آپؓ ہی کی تلقین اور تبلیغ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضرت بلالؓ تو نہ صرف آپ کی تبلیغی مساعی سے ایمان ہی لائے بلکہ آپؓ نے انہیں امیہ بن خلف سے خرید کر آزاد بھی فرمایا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ اپنے خطبہ میں حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغی مساعی اور شجاعت کے واقعات بیان فرما کر حاضرین سے پوچھتے۔ ذرا بتاؤ رجل من آل فرعون بہتر تھے یا ابو بکرؓ؟ کسی نے کچھ جواب نہ دیا تو آپ نے ارشاد فرمایا، بخدا ابو بکرؓ کا ایک لمحہ مومن آل فرعون جیسے شخص کے ہزاروں لمحوں سے بہتر ہے اس لئے کہ وہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے اور حضرت ابو بکرؓ نے علی الاعلان اپنے ایمان کو ظاہر فرمایا،

ذاك رجل كتم ايمانه وهذا رجل اعلن ايمانه...... (در السحابة للامام

الشوکانی ص ۱۴۹ بحوالہ مسند بزار)

شارح بخاری حضرت علامہ احمد بن محمد قسطلانی (۹۲۳ھ) لکھتے ہیں

ان ابابکر رضی الله عنه افضل من مؤمن آل فرعون لان ذاك اقتصر حیث انتصر علی اللسان واما ابوبکر فأتبع اللسان یدا ونصر بالقول والفعل محمدا صلی اللہ علیہ وسلم (مواہب لدنیہ ج ا ص ۱۱۹)

علماء نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق آل فرعون کے اس مؤمن سے اسلئے افضل ہیں کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی حمایت ونصرت پر اکتفا کیا تھا جبکہ حضرت ابو بکر صدیق نے حضور علیہ السلام کی زبان اور ہاتھ دونوں سے مدد فرمائی اور آپ کی قولی اور فعلی دونوں طرح حمایت ونصرت کی ہے

یہ بات کون نہیں جانتا کہ بطحا کی وادی میں سب سے پہلی جو نماز پڑھی گئی اس میں آنحضرت کی اقتداء میں حضرت ابو بکرؓ بھی شریک تھے۔ ابتدائی زمانۂ اسلام میں کفار کی ایذا رسانیوں اور جذبۂ انتقام کی وجہ سے آپؓ اپنے گھر کے اندر عبادت فرماتے رہے۔ پھر وفور ایمان کی بدولت اپنے مکان کے برابر کھلے میدان میں ایک مسجد بنالی اور وہیں نماز اور تلاوت قرآن مجید فرمایا کرتے۔ یہ دنیائے اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ قرآن مجید اور پھر حضرت ابو بکرؓ کی زبان مبارک سے اس سے سننے والوں کا ہجوم ہو جاتا تھا اور ناممکن تھا کہ کسی نہ کسی پر اثر نہ ہو روز کا یہ مشغلہ دیکھ کر کفار سخت پریشان ہوتے اور غصہ میں آجاتے تھے اور پھر ایک وقت آیا کہ انہوں نے آپ کی مزاحمت کرنی شروع کر دی کہ اب یہ قرآن کریم نہ پڑھنے پائے۔

یہ بھی پیش نظر رہے کہ حضور اکرم علیہ السلام کی اس دنیا سے رحلت کے بعد آپ صرف دو سال حیات رہے تاہم اس دوران بھی آپ اسلام کی تبلیغ واشاعت میں پوری سرگرمی سے حصہ لیتے رہے آپ کسی جگہ کوئی فوج روانہ فرماتے تو ان کو یہ تاکید ہوتی کہ اس سفر کا مقصد اللہ کے کلمہ کی

سربلندی اور اسلام کی اشاعت ہونا چاہئیے چنانچہ بہت سے لوگ حلقہ اسلام میں آئے اور جو کسی وجہ سے اسلام سے دور ہو گئے تھے وہ بھی توبہ کر کے واپس آگئے بہت سے بت پرست اور عیسائی اسلام کے حلقہ میں داخل ہوئے اور اللہ نے انہیں راہ ہدایت پر گامزن فرمادیا۔۔

☆...... سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اسلام کے لئے مالی قربانیاں

حضرت ابو بکر صدیق شروع سے کاروبار اور تجارت کرتے تھے اس میں آپ جو کماتے تھے وہ سب کا سب اسلام کے لئے اللہ کی راہ میں خرچ کردیتے تھے۔کسے معلوم نہیں کہ اسلام کے ابتدائی دنوں میں مسلمان کن حالات میں مبتلا تھے اس وقت حضرت ابو بکر تھے جنہوں نے اپنا مال حضور ﷺ پر نثار کردیا یہ چالیس ہزار درہم سے زیادہ کی رقم تھی ہجرت کے موقع پر آپ نے اپنا سب مال اس نیت سے لے لیا کہ معلوم نہیں حضور ﷺ کو کب کہاں اور کتنی کی ضرورت پڑجائے ان کے والد ابو قحافہ نے جب ان کے بچوں سے پوچھا کہ ابو بکر تمہارے لئے کچھ چھوڑ کر بھی گئے ہیں نظر کی کمزوری کو پیش نظر رکھ کر ان سعادت مند بچوں نے ایک تھیلے میں کچھ پتھر وغیرہ باندھ کر دادا کے سامنے یہ کہہ کر رکھ دئے کہ ہمارے لئے رقم چھوڑ گئے ہیں حالانکہ وہاں کچھ بھی نہ تھا آپ حضور ﷺ کی خدمت کے لئے اپنے ساتھ سب کچھ لے کر نکل چکے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا کہ ان کا مال دین اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں ہی لگتا رہا اور ان کے مال سے مسلمانوں کو بہت نفع پہنچا آپ نے بڑی رقمیں دے دے کر ان کئی غلاموں اور باندیوں کو جو اللہ کا نام لینے پر ستائے جارہے تھے آزاد کرایا جن میں حضرت بلال حبشی عامر بن فہیرہ قبیلہ ازد کے حضرت ابو فکیہ حضرت عمر کے گھرانے کی باندی حضرت لبینہ اور حضرت زنیرہ ام عبیس نھدیہ وغیرہم تھیں اور انہیں آپ کی بدولت سکون کا سانس لینا نصیب

ہوا ایک دن ان کے والد ابو قحافہ نے ان سے کہا بھی کہ کمزوروں کو آزاد کرانے کے بجائے طاقت ور لوگوں کو آزاد کراؤ کہ وہ آگے چل کر تمہارے کام بھی آئیں اور دشمن کے مقابلہ میں تمہاری مدد بھی کریں تو آپ نے جوابا عرض کیا کہ اباجان میں یہ کام کسی دنیاوی غرض کے لئے نہیں کر رہا ہوں بلکہ اس کا مقصد رضائے الٰہی پانا ہے اور بس۔ (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۳۵۲)

حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت بلال کو پانچ اوقیہ سونا دے کر خریدا تھا جو لوگ فروخت کرنے والے تھے انہوں نے کہا کہ پانچ اوقیہ سونا تو بڑی رقم ہے اگر آپ ایک اوقیہ سونا پر ہی سودا کرتے تو ہم اسے اس معمولی قیمت پر بھی آپ کے ہاتھ فروخت کر دیتے حضرت ابو بکر صدیق نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا

لو أبيتم الا مائة أوقية لأخذته (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۷۲)

اگر تم لوگ بلال کا سودا سو اوقیہ سونے سے کم کرنے پر بھی تیار نہ ہوتے تب بھی میں اس کو اتنی بڑی رقم دے کر خرید لیتا

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ

ابتدائے اسلام میں اس کی غربت کے زمانہ میں تقویت اسلام اور مسلمانوں کے فائدہ رسانی اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت پر ابو بکر نے چالیس ہزار درہم تک خرچ کر دئے (ازالۃ الخفاء ص ۳۴)

حضرت ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق اسلام لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار سے زیادہ اشرفیاں تھیں وہ سب کی سب انہوں نے حضور ﷺ پر خرچ کر دیں (ازالۃ ج ۲ ص ۳۴۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۵)

سعید الامت رئیس التابعین حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق کے مال کو اپنا ہی مال سمجھا اور ان کے مال میں آپ اسی طرح تصرف فرماتے جس

طرح کوئی اپنے مال میں تصرف فرماتا ہے

کان رسول الله ﷺ یقضی فی مال ابی بکر کما کان یقضی فی مال نفسه (فیض القدیر ج ۴ ص ۲۵۔ منہاج السنۃ ج ۸ ص ۵۵۰)

حضرت امام ابو نعیم اصبہانی (۴۳۰ھ) نے حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق کی زبانی نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حج کے موقعہ پر بھی ایسا ہی کیا تھا۔

کانت یدالنبی ﷺ فی مال ابی بکر واحدة حین حجا (حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۶۸)

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت ابو بکر کے مال نے مجھے بہت فائدہ پہنچایا ہے تو اس پر حضرت ابو بکر صدیق کی آنکھوں میں آنسو آگئے آپ رو پڑے اور کہا کہ حضور میں اور میرا مال سب کچھ آپ ہی کے لئے تو ہے

فبکی ابوبکر وقال ماأنا ومالی الا لك (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۴)

شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کی اسلام اور پیغمبر اسلام کے لئے مالی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے اپنا سب مال اللہ اور اس کے رسول پر قربان کر دیا اور کئی مسلمانوں کو اپنے مال سے ظالموں کی قید سے آزاد کرایا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی تعریف فرمائی ہے بعض علماء تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ زاہد تھے مگر حضرت ابو بکر ان سے بھی آگے ازہد تھے کہ اتنا مال رکھنے کے باوجود سب کچھ اللہ کے راستے میں قربان کر دیا تھا شیخ الاسلام لکھتے ہیں

ومعلوم ان انفاق الصدیق امواله اعظم واحب الی الله ورسوله......

واما انفاق الصدیق ونحوه فانه کان فی اول الاسلام لتلخیص من آمن والکفار یؤذونه او یریدون قتله مثل اشترائه بماله سبعة کانوا یعذبون فی الله منهم بلال حتی قال عمر ابوبکر سیدنا واعتق

سیدنا یعنی بلالا (منہاج السنۃ ج ۵ ص ۱۸۷)

حضرت موصوف ایک اور جگہ لکھتے ہیں

وما عرف قط ان احدا كانت له يد على ابى بكر فى الدنيا لا قبل الاسلام ولابعده فهو احق الصحابة ومالاحد عنده من نعمة تجزى فكان احق الناس بالدخول فى الاية .... فابوبكر رضى الله عنه جاء بماله كله ومع هذا فلم يكن ياكل من احد لاصدقة ولاصلة ولانذرا بل كان يتجر وياكل من كسبه ولما ولى الناس واشتغل عن التجارة بعمل المسلمين اكل من مال الله ورسوله الذى جعله الله له لم ياكل من مال مخلوق (ایضا ص ۳۸۱)

آپ ایک اور جگہ لکھتے ہیں

قال بعض العلماء على كان زاهدا ولكن الصديق أزهد منه لأن أبابكر كان له المال الكثير فى أول الاسلام والتجارة الواسعة فانفقه فى سبيل الله (ایضا ص ۴۸۰)

آج سے پچیس سال قبل راقم الحروف نے استاذنا المحترم حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتھم کی زبانی یہ بات سنی کہ اللہ تعالیٰ نے جن گھرانوں سے ان کی اجازت کے بغیر ان کی چیزوں کو استعمال کرنے کی اجازت دی اور اسے گناہ نہیں بتایا ان میں صدیق (دوست) بھی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ليس على الاعمى حرج .... او صديقكم ليس عليكم ان تاكلوا جميعا او اشتاتا (پ۱۸ النور ۶۱)

(ترجمہ) نہ تو اندھے شخص کے لئے کوئی مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے کے لئے اور نہ

بیمار آدمی کے لئے اور نہ خود تمہارے لئے کہ تم اپنے گھروں سے (جن میں بی بی اور اولاد کے گھر بھی آگئے) کھانا کھالو یا اپنے باپ کے گھر سے .... یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔

اس آیت کی روشنی میں حضور اکرم ﷺ نے اگر اس حق کا کہیں استعمال فرمایا ہے تو وہ صرف حضرت ابو بکر صدیق کا گھرانہ تھا آپ اس طرح کے صدیق (دوست) تھے کہ یہاں اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ آپ صدیق (دوست) تو تھے ہی۔ اعلان نبوت پر تصدیق رسالت میں اولیت کا شرف حاصل کر کے صدیق اکبر بھی بن گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

محدث شہیر حضرت ملا علی قاری اسی ضمن میں لکھتے ہیں

وکانہ اشارۃ الی قولہ تعالی أو صدیقکم ھذا (مرقات ج ۱۱ ص ۲۸۶)

اسی طرح دیگر مواقع پر بھی حضرت ابو بکرؓ کا مال مسلمانوں کے بہت کام آتا رہا ہے۔ آپ کے مال سے صرف مکہ مکرمہ کے مسلمانوں کو ہی فائدہ نہیں پہونچا بلکہ ہجرت کے بعد بھی آپ کا مال مسلمانوں کی خدمت کے لئے ہوتا تھا اور آپ اللہ اور اس کے رسول خاتم کی خوشی کے لئے اپنا مال خرچ کر کے بہت خوش ہوتے تھے

فکان یعتق منھا ویقوی المسلمین حتی قدم المدینۃ بخمسۃ آلاف درھم ثم کان یفعل فیھا ماکان یفعل بمکۃ (طبقات کبری ص ۱۲۸)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ

میں ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت ابو بکر بھی اس وقت آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان کے بدن پر ایک کملی تھی جس کے دونوں کنارے انہوں نے اپنے سینہ کے پاس ایک کانٹے سے ٹانکے ہوئے تھے اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ

حضرت ابو بکر کی یہ حالت کیوں ہے اور اس کا سبب کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اپنا سارا مال میرے اوپر خرچ کر دیا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ابو بکر کو سلام کہئے اور ان سے پوچھئے کہ آپ اس فقر کی حالت میں مجھ سے خوش ہو یا ناخوش؟ پس حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو بکر اللہ تعالی نے تم کو سلام فرمایا ہے اور تم سے پوچھتا ہے کہ تم اس حالت میں اس سے خوش ہو یا ناخوش ہو؟ حضرت ابو بکر نے عرض کی کہ میری کیا ہستی ہے کہ میں اپنے پروردگار سے ناخوش ہوں میں تو اپنے رب سے خوش ہوں میں تو اپنے رب سے راضی ہوں أنا عن ربی راض أنا عن ربی راض (تاریخ الخلفاء ص ۳۹۔ ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۱۸۳)

حضرت ابو بکر صدیق پر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ آپ کے پاس کھانے کو بھی کچھ نہ تھا اور بھوک کی شدت نے آپ کو باہر آنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ گھر سے باہر تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے ملاقات ہو گئی حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا بات ہے تم اس وقت کہاں کے لئے نکلے ہو؟ حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ بھوک کی وجہ سے ہم گھر سے باہر نکلے ہیں حضور ﷺ نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میرے گھر کے نکلنے کا سبب بھی یہی ہے پھر رسول اللہ ﷺ ان دونوں کے ساتھ قریب ایک انصاری کے ہاں تشریف لے گئے انہوں نے گوشت اور کھجوروں سے آپ کی اور ان دونوں بزرگوں کی تواضع فرمائی (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۷۷)

ہاں جب آپ پر خلافت کی ذمہ داری آپڑی اور آپ کا سارا وقت اسی میں صرف ہوتا رہا تو پھر آپ نے تجارت ترک کر دی اس لئے آپ اور آپ کے اہل و عیال کا خرچ بیت المال سے ملتا تھا۔ آپ خود اس کا سبب یہ بیان کرتے تھے کہ

لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن مونة اهلی وشغلت بامر المسلمین فیاکل آل ابی بکر من هذا المال ویحترف للمسلمین فیه۔۔۔

اخرجه البخاری (ازالۃ ج ۳ ص ۱۴۰)

میری قوم اچھی طرح جانتی ہے کہ میرا پیشہ یعنی میری تجارت میرے اہل وعیال کے مصارف کو برداشت کرنے سے عاجز نہیں تھا اور میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہوگیا تو اب آل ابوبکر کو اس مال میں سے یعنی بیت المال سے کھانا ہوگا اور ابوبکر مسلمانوں کی خدمت کرے گا۔

نائب رسولؐ، خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکرؓ کے خرچ کا حال علامہ ابن سعدؒ نے اس طرح نقل کیا ہے کہ وہ دو چادریں لیتے تھے۔ جب وہ بالکل خستہ ہو جاتی تھیں تو انہیں واپس کر دیتے تھے اور دوسری دو چادریں لے لیتے تھے۔

ایک دفعہ دستر خوان پر حلوہ سامنے رکھا گیا تو آپؓ نے اہلیہ محترمہ سے پوچھا، یہ کہاں سے آیا۔ انہوں نے فرمایا۔ مہینہ بھر کفایت کرتی رہی اور جمع کرتی رہی آج اتنی رقم جمع ہوگئی کہ حلوہ بن سکے، آپؓ نے حکم دیا کہ ہمیں بیت المال سے ضرورت سے زیادہ خرچ ملتا ہے لہذا جتنی رقم ہمیں بیت المال سے ماہانہ دی جاتی ہے اس میں سے اتنی رقم کم کر دی جائے جتنے سے حلوہ بنانے میں خرچ ہوئے ہیں۔ حلوہ کھانا ہمیں زیب نہیں دیتا۔

وفات کے وقت آپؓ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ جس روز سے خلافت کا بوجھ اٹھایا ہے اس روز سے میری زندگی انتہا درجہ سادہ گذر رہی ہے یہ میرے پاس مسلمانوں کی امانت ہیں یہ سب مال واپس حضرت عمر کو پہنچا دینا تاکہ وہ بیت المال میں اسے جمع کرا دیں۔

حضرت ابوبکر صدیق کی اسلام اور مسلمانوں بالخصوص اپنے آقا اور محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت وعظمت میں اپنا سب مال خدا کی راہ میں قربان کر دینا اور اس طرح دنیا سے

رخصت ہو جانا بتاتا ہے کہ ان کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی کتنی محبت تھی اور مسلمانوں کے لئے ان کا دل کس قدر فراخ اور وسیع تھا۔ اب مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنے دلوں میں حضور اکرم ﷺ کے سب سے زیادہ محبوب ساتھی اور رفیق سے عقیدت و محبت رکھیں ان کے مشکور ہوں اور ان کے بارے میں ہمیشہ کلمہ خیر کہیں اس کی تاکید حضور ﷺ نے خود بھی فرمائی ہے حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

ان من امن الناس علی فی صحبته وذات یده ابوبكر الصديق فحبه وشكره وحفظه واجب علی أمتی (ریاض ج ا ص ۱۲۹۔ در السحابة ص ۱۴۴)

آپ ﷺ نے اللہ کے حضور دعا کی ہے کہ وہ آپ کی جانب سے حضرت ابوبکر صدیق کو اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے ظاہر ہے کہ جب خدا تعالی اپنے پیغمبر کی جانب سے بہترین بدلہ دے گا تو اس کی اہمیت و وقعت اور قدر و قیمت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے یہ حضرت ابوبکر صدیق کی کس قدر خوش قسمتی ہے کہ خدا کا آخری اور محبوب رسول اپنے ایک محبوب کے لئے خدا کے حضور درخواست دے رہا ہے حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

أبوبكر أخی فی الدنيا والآخرة رحم الله أبابكر وجزاه عن رسول الله ﷺ خيرا واسانی فی النفس والمال خرجه الحافظ السلفی (ریاض ج ا ص ۱۳۲)

حضرت علامہ شہاب الدین توربشتی فرماتے ہیں

ظاہر ہے کہ سوائے ابوبکر کے اس وقت کوئی بھی اس قابل نہ تھا کہ اپنے اسلام سے حضور ﷺ کو کچھ امداد و تقویت پہنچاتا ابوبکر ہی ایسے شخص تھے جو قوت و شوکت و مرتبت کی حالت میں اسلام لائے اور دعوت اسلام میں آپ کے دست و بازو ثابت

ہوئے اور کامل تیرہ سال تک ہر طرح کی تکالیف و مصیبت میں حضور ﷺ کا ساتھ دیا اور تبلیغ واشاعت میں سعی کامل بجالاتے رہے۔۔(ترجمہ عقائد توربشتی ص ۲۵۳)

حضرت علامہ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کا مال خرچ کرنا اور حضور ﷺ کی جانی اور مالی اعانت بجالانا باقی تمام صحابہ کرام کی اعانت ومدد سے افضل واکمل ہے

ان انفاق أبی بکر أفضل من انفاق غیره وان معاونته بنفسه وماله أکمل من معاونته غیره (منہاج السنۃ ج ۸ ص ۵۰۲)

مفسر شہیر علامہ حافظ ابن کثیر (۷۷۴ ھ) لکھتے ہیں۔

احرار میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق ہی تھے جن کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے اسلام کو بہت فائدہ پہنچا کیونکہ اس وقت قریش میں سب سے زیادہ صاحب تعظیم وتکریم اور دولت مند شخص وہی تھے انہوں نے لوگوں کو اسلام کی دعوت سب سے زیادہ دی اور وہی اطاعت رسول ﷺ اور آپ کی محبت میں سب سے پیش پیش تھے اور آپ ﷺ کے زیر فرمان اسلام کے لئے اپنا مال خرچ کرتے تھے۔ (تاریخ ابن کثیر۔ ترجمہ البدایہ والنہایۃ ج ۳ ص ۵۷)

حضرت ابوبکر صدیق کی اسلام کے لئے جانی اور مالی خدمات کا غیر مسلم مؤرخین نے بھی اعتراف کیا ہے اور بتایا ہے کہ پیغمبر اسلام اور اسلام کے لئے حضرت ابوبکر کی خدمات قابل تعریف ہیں مشہور مستشرق سر ولیم مور اپنی کتاب ﴿ محمد اور اسلام ﴾ میں لکھتا ہے

جو لوگ اول اول اسلام لائے وہ اکثر جوان ہی تھے مگر ان میں سے ایک شخص ابوبکر نامی جو محمد کا جانی یار اور عمر میں دو سال چھوٹا تھا پختہ عمر کا تھا یہ شخص نہایت سنجیدہ نرم مزاج صاحب تدبیر اور بڑا لائق تھا ابوبکر کی قسمت ازل سے پیغمبر صاحب کے

ساتھ ہی پڑی تھی اور زندگی کے تمام تغیرات میں اخیر تک آپ کی قوت کا مضبوط ستون بنا رہا اور ان کی صاحبزادی عائشہ جو محمدؐ کی گھر والی تھیں کہتی ہیں کہ مجھے وہ وقت یاد نہیں جب میرے ماں باپ مسلمان نہ تھے اور نہ یہ یاد ہے کہ کب پیغبر صاحب صبح و شام دو وقت ہمارے گھر نہ آتے تھے اور خود پیغمبر صاحب ہی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جس کسی کو اسلام کی طرف دعوت دی ہے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ ابتداء میں اس نے کچھ دیر اور تردد نہ کیا ہو سوائے ابوبکر کے جب میں نے اس پر اسلام پیش کیا تو اس نے قبول کرنے میں مطلقا کوئی تردد نہیں کیا ابوبکر اس وقت نہایت اقبال مند اور خوش حال تاجر تھا اور اپنا مال مسلمان غلاموں کے خریدنے اور آزاد کرنے میں خرچ کرتا تھا جو اپنے کافر مالکوں سے بوجہ مسلمان ہو جانے کے ستائے جاتے تھے۔ ﴿ Muhammed and Islam ﴾

جناب ایچ جی ویلز اپنی مشہور کتاب "تاریخ دنیا" میں لکھتا ہے کہ

تبلیغ اشاعت اسلام کے روح رواں حضرت محمدؐ نہیں ان کے جانثار اور حقیقی دوست حضرت ابوبکرؓ تھے اگر حضرت محمدؐ کو نئے مذہب اسلام کا ایمان و عزم تھے دونوں کی رفاقت اس طرح گذری تھی کہ حضرت محمدؐ نے جو کچھ کہا، حضرت ابوبکرؓ نے سر تسلیم کر کے اسے عملی جامہ پہنایا۔(History of the World)

معروف انگریز مصنف ٹی ڈبلیو آرنلڈ اپنی کتاب ﴿ دی پریچنگ آف اسلام ﴾ میں لکھتے ہیں

ابوبکر ایک امیر تاجر تھے ان کے اعلیٰ کردار اور قابلیت کی بناء پر لوگ ان کا بہت احترام کرتے تھے اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنے مال کا بیشتر حصہ ان غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے پر خرچ کر دیا جن کو کفار اسلام قبول کرنے پر اذیتیں دیتے تھے۔

ہم اس پر الفضل ماشھدت به اعلامهم کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔

☆...... معراج النبی ﷺ کا واقعہ اور تصدیق صدیق اکبرؓ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ المکرّمۃ سے بیت المقدس، ساتوں افلاک اور عرش اعظم کی سیر کے لئے تشریف لے گئے اور ایک مختصر وقت میں واپس آگئے جب دوسرا دن آیا تو آپ نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو اپنے اس مقدس اور مبارک سفر کے حالات اور واقعات سے آگاہ فرمایا حاضرین اپنی نوع کے انوکھے اور حیرت انگیز واقعات بڑی دلچسپی سے سن رہے تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ اس محفل میں موجود نہیں تھے۔ جب اس بات کی خبر کفار اور مشرکین تک پہونچی تو انہیں سرور کائنات کا مذاق اڑانے اور اسلام کو بدنام کرنے کا ایک اور موقع ہاتھ لگ گیا ابو جہل دوڑا دوڑا حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا اور طنزیہ انداز میں کہا۔ ابوبکر! تم نے کچھ سنا ہے تمہارا دوست کیسی باتیں کر رہا ہے...... ؟" وہ کہتا ہے کہ میں کل رات بیت المقدس روانہ ہوا اور وہاں سے آسمانوں کی سیر کر کے علی الصبح واپس مکہ پہنچا گیا، تمہارا ان باتوں کے متعلق کیا خیال ہے؟ آپؓ بڑے پروقار انداز میں جواب دیتے ہیں....... اگر تم یہ باتیں اپنی طرف سے کہہ رہے ہو تو سراسر غلط ہیں اگر فی الواقعہ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ نے فرمائے ہیں تو وہ بالکل سچ ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے آپؓ نے مزید فرمایا کہ یہ ایک چھوٹی سی بات ہے میں تو اس سے ایک بہت بڑی بات پر ایمان رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جبرئیل امینؑ ان کے پاس آسمانوں سے خدا کا پیغام لے کر خود آتے ہیں۔ پھر بھلا میں اس بات پر کیوں تعجب کروں؟ حضرت جبرئیل امین جب خادم ہو کر آپ کے پاس آسکتے ہیں تو پھر مخدوم کائنات اوپر کیوں نہیں جا سکتا۔ اس آسمانی سفر کو پرکھنے اور سمجھنے کے لئے اس عقل و شعور اور اس نظر کی ضرورت ہے جو اس فضا

کو سمجھتی ہو اور اس ماحول سے آشنا ہو۔ آپ کا ایمان ویقین سے بھرپور اور خوبصورت جواب ملاحظہ فرمایئے

انی لاصدقه فیما هو ابعد من ذلك فی خبر السماء غدوة وروحة

(ریاض ج ۱ ص ۷۹ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۸۱)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں

آپ نے ان سے کہا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب بات کی اس سے پیشتر تصدیق کر چکا ہوں کہ آسمان والے یعنی فرشتے خود ان کے پاس آتے ہیں تو یہ بات تو اس سے کم ہے کہ خود آسمان والوں نے ان کو اپنے پاس بلا لیا پھر اس میں تعجب ہی کی کونسی بات ہے؟ (حسن العزیز ج ۱ ص ۱۴)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور وعظ میں فرماتے ہیں

معراج شریف کے قصہ میں کفار حضرت صدیق اکبر کے پاس آئے اور انہیں اطلاع دی کہ تم نے سنا بھی ہے تمہارے دوست نے ایک اور بھی دعوی منکر کیا ہے کہ مجھے آسمان پر بلایا گیا تھا مجھے معراج ہوئی ہے میں سب آسمانوں بلکہ عرش تک کی سیر کر آیا ہوں تم نے سنا بھی ہے؟ یہ ایک اور نئی بات ہوئی ہے اب تک تو صرف نبوت ہی کا دعوی تھا یہ اس سے بھی بڑھ کر ہے

آپ نے ارشاد فرمایا کہ بڑھ کر تو نہیں بلکہ گھٹ کر ہے جب میں اسکی تصدیق کر چکا ہوں کہ آسمان والے یعنی فرشتے انکے پاس آتے ہیں تو یہ اگر آسمان والوں کے پاس پہنچا دیئے گئے تو عجب ہی کیا ہے جس کے یہاں بادشاہ آتا ہو اگر اس کو وہ اپنے دربار میں بلا لے تو واللہ کچھ بھی حیرت کی بات نہیں۔ میں جب جبرئیل کی نسبت جو کہ سدرۃ المنتہی کے بسنے والے ہیں اور عرش جنکا نشیمن ہے تصدیق کر چکا ہوں کہ وہ خود حضرت محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے دروازہ پر حاضر ہوتے ہیں تو اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کے نشیمن پر تشریف لے جانے کا دعوی فرمائیں تو کیا میں ان کی تکذیب کردوں گا۔ تم لوگ بے وقوف ہو کہ ایسی موٹی بات میں مجھ کو دھوکہ دینے آئے ہو اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں تو مجھے ایمان لانے اور انہیں سچا سمجھنے میں کوئی تامل نہیں ہوسکتا یہ وہ جواب ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار کے مقابلہ میں پیش کیا تھا......

(وعظ۔ و مضان فی رمضان ص ۲۶)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا اپنے آقا اور محبوب سے متعلق پائی جانے والی ہر بات کی صدق دل سے تصدیق کرنا اور بن دیکھے سنے اس پر ایمان لے آنا حضور ﷺ کے ساتھ آپ کے قلبی تعلق کے ساتھ ساتھ خود آپ کی اپنی عظمت کی بھی دلیل ہے آپ کا صدیق کے معزز لقب سے ملقب ہونا فرشتوں کے ہاں بھی معروف رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں حضرت جبرئیل امین سے پوچھا کہ میری قوم میں اس واقعہ کی تصدیق کون کرے گا حضرت جبرئیل نے جواب دیا ابو بکر آپ کی تصدیق کریں گے وہ صدیق ہیں (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۲۷۔ ریاض ص ۸۰)

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ قرآن کی رو سے اس امت میں بہت سے صدیق ہونگے لیکن صدیق اکبر اور اعظم الصدیقین کا تاج صرف حضرت ابو بکر صدیق کے سر ہی سجا ہے اور وہی اس کے لائق بھی تھے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں

جب تک سلسلہ ایمان کا جاری ہے صدیقیت کا بھی جاری ہے پس صدیقین کا اس امت میں بھی کثیر ہونا ثابت ہوا البتہ درجات میں تفاوت ہونا اور بات ہے حضرت خلیفہ اول (سیدنا ابو بکر صدیق) اعظم الصدیقین ہیں (حسن العزیز ج ۳ ص ۴۸)

آپ سے بہت پہلے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے آپ کو افضل الصدیقین کہا ہے

کان محمد ﷺ افضل النبیین فصدیقه افضل الصدیقین (منہاج السنۃ ج ا ص ۵۲۴)

یہ ہے وہ اہم ترین واقعہ، یہ ہے وہ عظیم ایمانی جذبہ، یہ ہے وہ عدیم المثال راسخ الاعتقادی، یہ ہے وہ اظہار حقیقت اور یہ ہے وہ اعلان کلمۃ الحق جس نے آپؓ کو مقام صدیقیت تک پہنچادیا اور آپ صدیق اکبر بن کر تمام صدیقوں کے سر خیل کہلائے۔

☆...... حضرت ابو بکر صدیقؓ کی پہلی ہجرت

مکہ مکرمہ میں جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ خداوند قدوس کی عبادت پر بھی روک ٹوک ہونے لگی اور خدا کا نام لینا بھی جرم ہو گیا تو آپؓ بہ اجازت نبوی حبشہ کی طرف ہجرت کی نیت سے روانہ ہو گئے (پیش نظر رہے کہ ملک حبش میں نجاشی بادشاہ کی حکومت تھی جو عیسائی تھا پھر ۶ ہجری میں انہوں نے اسلام قبول کیا اس وقت کے بادشاہوں میں قبول اسلام کی یہ عظیم سعادت صرف ان کے حصے میں آئی مگر اسلام سے پہلے بھی مسلمانوں کو ان کی حکومت میں بہت امن ملا تھا) ہجرت حبشہ کے وقت راستہ میں حضرت ابو بکر صدیق کی ملاقات قبیلہ قارہ کے رئیس ابن الدغنہ ہوئی اس نے آپؓ کی مکہ سے روانگی کا سبب معلوم کیا تو فرمایا کہ میری قوم مجھ کو اپنے وطن میں آرام سے رہنے نہیں دیتی مکہ کی اتنی بڑی زمین مجھ پر تنگ کر دی گئی ہے اسلئے جی چاہتا ہے کہ کہیں الگ جا کر اللہ کی عبادت میں لگ جاؤں۔ کہنے لگا "ابو بکر! آپ جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے۔ چلئے آپ میری امان اور ذمہ داری میں واپس چلئے اور آپ جو چاہتے ہیں آرام سے کریں پھر اس نے رؤسائے قریش سے کہا کہ تم ایک ایسے شخص کو نکال رہے ہو جو ناداروں کے لئے سامان مہیا کرتا ہے، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے، لوگوں کے قرضے ادا کرتا ہے، اور

ان کے تاوان اُٹھاتا ہے، مہمان نواز ہے، حق کا مددگار ہے، چنانچہ سب نے ابن الدغنہ کی امان منظور کر لی اور وہ آپ کو لے آئے یہاں جس جگہ آپ کا قیام ہوا آپ نے اس کے کنارے نماز کے لئے ایک جگہ بنالی اور اللہ کی عبادت کرنے لگے حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) نقل کرتے ہیں کہ

جب حضرت ابوبکر صدیق نماز میں قرآنی آیات تلاوت کرتے تو آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی ان کی یہ حالت دیکھ کر قریش کے مرد عورتیں اور بچے تک وہاں رک جاتے تھے اور ان کی تلاوت اور حالت دیکھ کر لوگوں کے دل پسیجنے لگے یہ دیکھ کر بہت سے قریش مل کر ابن الدغنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اگر ابوبکر اسی طرح اپنے مکان کے باہر نماز پڑھنے لگے تو خطرہ ہے کہ ان کے مرد وعورتیں بلکہ بچے تک کہیں بہک نہ جائیں اور اپنی تہذیب سے روگردانی نہ کرنے لگیں (تاریخ ابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۵)

سو قریش نے ابن الدغنہ پر سخت دباؤ ڈالا اور کہا کہ اگر ایسا ہوا تو وہ پھر ان کی ذمہ داری سے دست بردار ہو جائے چنانچہ اس نے حضرت ابوبکر صدیق کو جب قریش کی بات سنائی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ

فانی ارد الیك جوارك وارضی بجوار الله (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۳)

تمہیں تمہاری پناہ مبارک ہو میں اللہ کی پناہ پر راضی ہوں۔"

حضرت امام حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (۴۳۰ھ) نے حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں ایک بڑے پتہ کی بات اور فرمائی ہے آپ لکھتے ہیں

کان رضی الله عنه یتوصل بعز الوفاء الی اسنی مواقف الصفا وقد قیل ان التصوف تفرد العبد بالصمد الفرد (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۳)

حضرت ابوبکر صدیق عزت ووفا کے پیکر انسان تھے اور کہا گیا ہے کہ تصوف کی

حقیقت بندہ کا یکتا اور تنہا ذات کے ساتھ یکتا و تنہا رہ جانا ہے

☆...... خاتم النبیین ﷺ اور صدیق اکبرؓ کے اخلاق میں مماثلت کی ایک جھلک

ابن الدغنہ نے جو اوصاف حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بیان کئے ہیں۔ وہی اوصاف حضور اکرم ﷺ کے ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ نے بیان کئے ہیں یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ﷺ کے پاس پہلی مرتبہ غار حرا میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور خدا کا پیغام دیا آنحضرت ﷺ خوف و دہشت کے عالم میں گھر پہنچے اور ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ سے یہ ساری کیفیت بیان فرئی اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے اس پر حضرت خدیجہؓ الکبری نے عرض کیا کہ میرے آقا گھبرایئے نہیں :

کلا واللہ مایخزیك اللہ ابدا انك لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳)

ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا خدا کی قسم خداوند قدوس کبھی آپ کو رسوا نہ فرمائے گا بلا شبہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں آپ ناداروں کا خیال کرتے ہیں آپ مہمان نوازی کرتے ہیں اور آپ ان لوگوں کی ان حادثات پر مدد کرتے ہیں جو حق ہوتے ہیں۔

ابن الدغنہ نے حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں جو الفاظ استعمال کئے انہیں بھی دیکھئے

اتخرجون رجلا یکسب المعدوم ویصل الرحم ویحمل الکل ویقری الضیف ویعین علی نوائب الحق (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۲)

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ اس پر لکھتے ہیں

فهذه صفة النبی ﷺ افضل النبیین وصدیقه افضل الصدیقین (منہاج السنۃ ج ۸ ص ۵۴۹)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) ابن الدغنہ کے اس بیان پر لکھتے ہیں

ومن اعظم مناقبه ان ابن الدغنه سید القارة لما رد علیه جواره بمكة وصفه بنظیر ماوصفت به خدیجة النبی ﷺ لما بعث فتواردا فیهما نعت واحد من غیر ان یتواطأ علی ذلك وهذه غایة فی مدحه لان صفات النبی ﷺ منذ نشأ كانت أكمل الصفات (الاصابہ ج ۲ ص ۳۴۴)

حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی مرحوم لکھتے ہیں

واقعات کا تتبع کیا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضور اکرم ﷺ کا مزاج اور انداز طبیعت ایک ہی خمیر سے تیار ہوا تھا عادات و خصائل اور امیال و عواطف کے اعتبار سے ایک دوسرے سے جتنے قریب حضور پر نور اور صدیق اکبر تھے کوئی اور نہیں تھا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہاں بحث صرف مزاج کی ہم آہنگی اور ہم رنگی سے ہے نہ کہ شریعت کے اصل احکام و مسائل سے...... (صدیق اکبر ص ۱۳۵)

☆...... حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ہجرت مدینہ منورہ

حضور اکرم ﷺ تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں خدا کے بندوں کو خدا سے ملانے کے لئے دن رات کوششیں فرماتے رہے جو نیک بخت تھے انہوں نے آپ ﷺ کی بات مانی اور اپنے دلوں کو ایمان

کی روشنی سے منور کیا جبکہ بدنصیب لوگ واضح دلائل اور معجزات کو دیکھنے کے باوجود اپنے دل کی اندھیری دنیا کو روشن نہ کر سکے اور دن رات اس سازش و سعی میں لگے رہے کہ اللہ کے جلائے چراغ کو کس طرح بجھایا جا سکتا ہے اللہ کے گھر اللہ کا نام لینا جرم تھا ظالم اپنے ظلم میں بہت دور نکل گئے تھے حد تو یہ ہو گئی کہ اب ظلم کا نشانہ صرف عام مسلمان نہ رہے خود سرور دو عالم ﷺ کو شہید کرنے تک کا منصوبہ بن چکا تھا اور اس کی تیاری کی جا چکی تھی۔ ادھر یہ بدبخت تدبیروں میں مصروف و مگن تھے ادھر اللہ کا فیصلہ کچھ اور تھا اور اللہ کا فیصلہ اور حکم ہی ہمیشہ غالب آکر رہتا ہے۔

﴿ ومكروا ومكر الله والله خير الماكرين ﴾

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم فرمایا کہ آپ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کر جائیں حضور اکرم ﷺ نے اس مقدس سفر کے لئے اپنے تمام صحابہ میں جس شخصیت کو منتخب کیا وہ آپ کے پر اعتماد ساتھی حضرت ابو بکر صدیق کی ذات تھی اور بعد کے حالات و واقعات نے ثابت کر دیا کہ حضور ﷺ نے جن کا انتخاب فرمایا وہ انتخاب لاجواب تھا آپ نے اس سفر میں اپنے محبوب آقا کے لئے جو جانی اور مالی قربانیاں پیش کیں ہیں عشق و محبت کی بھری ہوئی داستانوں میں کوئی واقعہ اس سے زیادہ مافوق نہیں مل سکتا۔

اس سفر ہجرت کے لئے آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنی رفاقت کے لئے منتخب اور مخصوص کر کے یہ بات ہر خاص و عام پر ظاہر کر دی کہ ان کے ایمان و دیانت اور اخلاص و محبت پر آپ کو پورا پورا اعتماد تھا۔ آپؐ سب سے زیادہ عقلمند، تجربہ کار، شجاعت مند اور بہادر تھے اور اس خطرناک سفر کے لئے ایک رفیق میں جن اوصاف کا ہونا ضروری ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ذات میں وہ سب اوصاف بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت مل گئی تو حضرت ابو بکر نے حضور ﷺ سے ہجرت کی اجازت طلب فرمائی آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ

لاتعجل لعل الله يجعل لك صاحبا (سیرت ابن ہشام ج ا ص ۴۸۳)
جلدی نہ کر عنقریب اللہ تعالی تمہارے لئے کوئی ساتھی پیدا کر دے گا
پھر اللہ تعالی نے ان کے لئے ایسا ساتھی پیدا کر دیا جس کی نہ آسمانوں میں کوئی نظیر تھی نہ زمینوں میں۔ خدا کی ساری مخلوقات میں اس کے ساتھی کا مقام ورتبہ عزت وعظمت سب سے بلند وبالا اور برتر واعلی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)
علامہ حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ
حضرت ابوبکر یہ سوچ کر کہ وہ ساتھی آپ ہی ہو سکتے ہیں خوش ہو جایا کرتے تھے (تاریخ ابن کثیر ج ۳ ص ۲۸۱)
حضرت علی مرتضی فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ کو ہجرت کا حکم ملا تو آپ نے حضرت جبرئیل امین سے پوچھا کہ اس سفر میں میرے ساتھ اور کون ہو گا حضرت جبرئیل امین نے کہا کہ حضور (ﷺ)......اس سفر میں حضرت ابوبکر صدیق آپ کے ہمراہ ہونگے

عن علی کرم الله وجهه قال ان النبی ﷺ قال لجبرئیل من یهاجرمعی قال ابوبکر الصدیق (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶) فقال ابوبکر الصحبة یا رسول الله قال لك الصحبة (طبقات ج ۳ ص ۱۲۹)
شیعہ حضرات کی تفسیر امام حسن عسکری میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہجرت کی رات اللہ کی طرف سے حضرت جبرئیل کی معرفت آپ کو یہ پیغام دیا گیا

ان تستصحب ابابکر فانه ان آنسك وساعدك ووازرك وثبت علی تعاهدك وتعاقدك کان فی الجنة من رفقائك وفی غرفاتها من خلصائك (تفسیر حسن عسکری ص ۲۳۱)
آپ حضرت ابوبکر کو اپنے ساتھ لیں کیونکہ اس نے اگر آپ سے محبت کی آپ کی مدد

کی آپ کا بوجھ اٹھایا آپ کے ساتھ معاہدات اور دیگر کاموں میں ثابت قدم رہا تو یہ جنت میں آپ کے دوستوں میں سے ہوگا اور آپ کے مخلص دوستوں کے ساتھ جنت کے اونچے اونچے محلات میں ہوگا۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت اسلامی تاریخ کا بڑا اہم اور انقلاب انگیز واقعہ ہے۔ ذرا اس سفرِ عظیم پر ایک اجمالی نظر ڈالئے تو پتہ چلے گا کہ یہ سفر کس قدر اہم اور کٹھن تھا اور اس جانب اٹھنے والا ہر قدم اپنی جگہ ایک مستقل امتحان تھا۔

☆......ذرا سوچئے......ایک طرف کفارِ مکہ پوری تیاری کے ساتھ اس بات پر جمع ہو چکے تھے کہ آج حضور اکرم ﷺ کو معاذ اللہ شہید ہی کر ڈالیں گے پھر اس ناپاک ارادہ کے ساتھ آپ کے مکان تک کا محاصرہ کر لیا گیا۔ مگر اللہ کا فضل شامل ہوا اور آپ اپنے گھر سے خدا کی حفاظت کے سایہ میں اس طرح نکل کھڑے ہوئے کہ کفار کو پتہ تک نہ چل سکا اور ان کے سارے ناپاک عزائم دھرے کے دھرے رہ گئے

☆......سوچئے...... حضور ﷺ پر اس وقت کیا کیفیت ہوگی جب آپ اللہ کے مقدس گھر کو اور مکہ مکرمہ کی سرزمین کو خیرباد کہہ رہے ہیں اور ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر فرما رہے ہیں کہ

اما واللہ لاخرج منك وانی لاعلم انك احب بلاد اللہ الی واکرمہ علی اللہ ولولا ان اهلك اخرجونی ماخرجت (مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۱۳۹)

بخدا میں تجھ سے جا رہا ہوں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تو اللہ کی زمین میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت کی جگہ ہے اگر تیرے باسی مجھے یہاں سے نہ نکالتے تو میں کبھی تجھے چھوڑ کر نہ جاتا

پھر آپ نے یہ بھی دعا فرمائی کہ اے اللہ آپ نے مجھے میرے محبوب شہر سے نکلنے کا حکم دیا ہے اب آپ مجھے اس جگہ ٹھہرائیے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔

اللھم انك اخرجتنی من احب البلاد الی فاسکنی احب البلاد الیك۔
(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴)

سواللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو مدینہ منورہ کی سکونت عطا فرمائی ﴿ فاسکنه الله المدینة ﴾

☆...... سوچیے...... سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کس قدر خوش ہوئے ہونگے کہ جب ان کو بتایا گیا ہوگا کہ سفر ہجرت میں رفاقت کے لئے قرعہ فال صرف اور صرف ان کے نام نکلا ہے اور خاتم النبیین ﷺ کی نظر انتخاب صرف ان پر ہی پڑی ہے آپ کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر نے جب یہ خوشخبری سنی تو آپ خوشی کے مارے رو پڑے آپ کہتی ہیں کہ مجھے اس دن سے پہلے کبھی معلوم نہ ہوا تھا کہ کوئی شخص خوشی کے مارے بھی روتا ہے

فواللہ ماشعرت قط قبل ذلك الیوم ان احدا یبکی من الفرح حتی رایت ابابکر یومئذ یبکی (البدایہ ج ۳ ص ۱۷۸)

هجم السرور علی حتی انه من فرط ماقد سرنی ابکانی
یا عین قد سار البکالك عادة تبکین من فرح ومن احزان

☆...... سوچیے...... حضرت ابو بکر اور ان کا گھرانہ کس قدر خوش قسمت ہوگا کہ اس سفر کے لئے ان کی خدمتیں کام آرہی ہیں حضرت ابو بکر صدیق کی صاحبزادی ان سب کے لئے کھانے کا انتظام کر رہی ہیں ان کی اونٹنیاں اس سفر ہجرت کے لئے تیار ہو رہی ہیں اور جہاں قیام فرمایا ہے وہاں تک ان کی بیٹے اور صاحبزادی اور غلام کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا اہتمام کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو خطرات میں ڈالتے ہوئے ہر ممکن سہولتیں مہیا کرنے کی فکر میں ہیں

معروف شیعہ عالم علامہ علی بن عیسی اربلی (۶۸۷ھ) لکھتے ہیں

از عروہ روایت است کہ ابوبکر را گوسفندی چند بود نازشام عامر

بن فہیرہ آن گوسفنداں را بردر غار را ندی وایشاں از شیر گوسفنداں خوردندی وقتادہ گوید کہ عبدالرحمن در خفیہ بامداد وشبان گاہ آمدے وبرائے ایشان طعام آوردی (تفسیر منہج الصادقین ج ۴ ص ۲۷۰)

حضرت ابوبکر کی صاحبزادی حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ

حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر جب مکہ سے نکل پڑے تو اتنے میں ابوجہل اور اس کے دوسرے ساتھی ان کے گھر آگئے اور جب دروازہ کھولا تو ان لوگوں نے حضرت ابوبکر کے بارے میں معلوم کرنا چاہا جب میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو ابوجہل نے میرے منہ پر بہت زور کا ایک تھپڑ مارا اور غصہ میں کچھ کہتا ہوا واپس چلا گیا (تاریخ ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۶)

سوچئے...... حضرت ابوبکرؓ پر اس وقت کتنی مسرت کا عالم ہو گا جب حضور اکرم ﷺ زیادہ چلنے کی وجہ سے اپنے پیروں میں تکلیف پاتے ہیں اور پاؤں کسی وجہ سے زخمی ہو جاتے ہیں تو حضرت ابوبکر سرور کائنات فخر موجودات سر تاج نبوت کو اپنے کاندھے پر اٹھا لیتے ہیں اور بلند و بالا پہاڑ تک ان کا کندھا سر تاج نبوت کو اٹھانے کا ایسا شرف پاتا ہے کہ اس کی مثال اور کہیں نظر نہیں آتی

حتی حفیت رجلاه فلما راهما ابوبکر قد حفیتا حمله علی کاهله وجعل یشتد به حتی اتی فم الغار (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۶)

ایک شیعہ شاعر نے اسے اس طرح تسلیم کیا ہے

چوں رفتند چندیں بداماں دشت قدوم فلک سائے مجروح گشت
ابوبکر آنگہ بدوشش گرفت ولے زیں حدیث است جائے شگفت
کہ در کس چناں قوت آمد پدید کہ بار نبوت تواند کشید

(حملہ حیدری ص ۲۸ تہران)

☆...... سوچئے ...... حضرت ابوبکر صدیق کا ایمان واخلاص اور محبت وعشق کس قدر بے غبار تھا کہ غار ثور میں اپنے آقا کے داخل ہونے سے قبل خود داخل ہو جاتے ہیں کہ اگر کہیں سے کوئی تکلیف آئے بھی تو بیشک انہیں پہنچے اور محبوب آقا محفوظ رہیں۔ پھر غار کے اندر جتنے سوراخ ہیں ان کو بند کرنے کا انتظام کرنا کہیں سے کوئی موذی چیز نہ نکل آئے۔ اگر کسی سوراخ کے بند کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو اس میں اپنے انگوٹھا رکھ دینا کہ اپنی ذات پر تو تکلیف کا آنا منظور ہے مگر یہ بات کسی صورت منظور نہیں کہ میرے آقا و محبوب ﷺ کو کسی طرح کا کوئی گزند پہنچے

حضرت انس کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب صبح کے وقت حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق سے ان کی چادر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے سارا قصہ آپ کے گوش گزار کیا اس پر حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک اللہ کے حضور اٹھائے اور فرمایا

اللهم اجعل أبابكر فی درجتی یوم القیامة فاوحی الله سبحانه الیه ان الله قد استجاب لك (ریاض ج ۱ ص ۱۰۵۔ حلیہ الاولیاء ج ۱ ص ۶۷۔ در السحابة ص ۱۴۵ از امام شوکانی)

اے اللہ قیامت کے دن ابوبکر کو میرے ساتھ کر دے اللہ تعالی نے آپ پر وحی اتاری کہ آپ کی یہ درخواست ہمارے ہاں قبولیت پا گئی ہے۔

☆...... سوچئے ...... حضرت ابوبکر صدیق کے دل میں اپنے آقا کی محبت کس عروج پر تھی کہ اپنے لئے یہ پسند نہ کیا کہ خود آرام کر لیں بلکہ خود اس طرح بیٹھ گئے کہ ان کے آقا ان کی گود میں سر مبارک رکھ کر آرام فرمالیں تاکہ آپ کی تھکاوٹ دور ہو جائے اور پھر اس طرح بیٹھے رہنا کہ زہریلا جانور ڈستا بھی ہے تو پورے صبر اور تحمل سے بیٹھے رہیں ذرا سی حرکت سے بھی آقا کے آرام میں خلل نہ آنے پائے آپ کی حضور ﷺ کے ساتھ عشق ومحبت کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق کو خود بھی معلوم تھا کہ اللہ تعالی انہیں اس وقت جس نعمت سے سرفراز فرمانا

چاہتا ہے وہ ساری کائنات سے افضل و برتر ہے اور اس نعمت میں کوئی بھی ان کا شریک نہیں ہے وہ اکیلے ہی اس دولت اور نعمت کو لوٹ رہے ہیں آپ غار ثور میں بیٹھے اسی تصور میں فرماتے ہیں

اگر یہ رات گذر جائے تو تو گواہ رہنا کہ یہ رات مجھ پر اللہ کی راہ (اور اسکے رسول کی خدمت) میں کیسے گذری ہے۔ (تاریخ ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۸)

☆...... سوچئے...... حضرت ابو بکر صدیق اس وقت روحانی دنیا میں کس موج و مستی میں آئے ہونگے جب ان کے آقا نے زہریلے جانور کے ڈسے ہوئے جگہ پر اپنا لعاب مبارک لگایا ہوگا اور فوراً تکالیف دور ہو گئی ہوگی اور اپنے آقا کی فکر میں جب ان کا قلب مضطرب و بے قرار ہوا ہوگا تو رب کریم کے محبوب کریم کی زبانی ان کو پیغام ملا ہوگا کہ اے ابو بکر فکر نہ کر اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے میرا رب تمہارے ساتھ بھی ہے اس کی جانب سے سکینۃ وطمانیت کا نزول تم پر بھی ہوگا۔ کیونکہ تم اس کے محبوب کے محبوب اور چہیتے ہو۔

لاتحزن ان الله معنا (القرآن) اور...... ماظنك يا ابابكر باثنين الله ثالثهما

(صحیح بخاری ج ا ص ۵۶۱۔ مسند احمد ج ا ص ۹)

☆......سوچئے...... اللہ تعالی نے اس سفر میں حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق کی قدم قدم پر جس طرح مدد فرمائی ہے وہ سب آپ کے سامنے ہے پھر اس سفر میں حضرت ابو بکرؓ کا ایمان واخلاص قدم قدم پر جس طرح نکھر نکھر کر سامنے آتا رہا ہے اس نے حضرت ابو بکر صدیق کے ایمان واخلاص کی اور گواہی دے دی ...... سچ ہے آپ ہی حضور ﷺ کے اس سفر میں مصاحبت ورفاقت کے مستحق تھے کیونکہ اللہ ورسول کی محبت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور یہ خدا کا انتخاب تھا اور یہ انتخاب لاجواب تھا۔ حضرت ابو محجن الثقفی کہتے ہیں

وبالغار اذ سميت بالغار صاحبا　　وكنت رفيقا للنبي المطهر

معلوم ہوا کہ یہاں آپ کا صَاحِبِہ ہونا محض رفیق سفر ہونے کے معنی میں نہیں یہ ایک بڑی

منقبت کو ساتھ لئے ہوئے ہے اس منقبت کا انکار آپ کے صَاحِبِہ ہونے کا انکار ہے

شیخ الاسلام حضرت علامہ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ یہ بات ہر شک و شبہ سے بالا ہے کہ ہجرت کے موقع پر جو فضیلت حضرت ابو بکر صدیق کے نصیب رہی ہے اس میں کوئی دوسرا شریک ان کا نہیں ہوا ہے

لاریب ان الفضیلة التی حصلت لابی بکر فی الھجرة لم تحصل لغیره من الصحابة بالکتاب والسنة والاجماع (منہاج السنۃ ج ۷ ص ۱۲۱)

حضرت اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ جب حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق نکل کھڑے ہوئے تو راستے میں کچھ لوگوں نے غائبانہ طور پر عربوں کے اشعار گانے کی طرح ایک آواز سنی لیکن یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کون ہے لوگ اس آواز پر دھیان لگائے ہوئے تھے اور وہ یہ کہہ رہا تھا

جزاه الله رب الناس خير جزاء ه   رفيقين حلا خيمتى ام معبد

اللہ لوگوں کا پروردگار ان دونوں رفیقوں کو بہترین جزاء عطا فرمائے جو ام معبد کے دونوں خیموں میں اترے ہیں

هما نزلا بالبر ثم تروحا   فافلح من امسى رفيق محمد

وہ اترے تو نیکی کو ساتھ لئے ہوئے پھر شام ہوتے ہوتے چل دئے ترقی اسی نے پائی اور وہی پھلا پھولا جو محمد ﷺ کا رفیق ہو گیا

ليهن بنى كعب مكان فتاتهم   ومقعدها للمؤمنين بمرصد

بنی کعب کو اپنے زنان خانے اور دیوان خانے سے خوش ہونا چاہئیے کہ وہ ایمان داروں کے انتظار کرنے اور ٹھہرنے کے مقام ہیں (سیرت ابن ہشام ج ا ص ۴۸۷)

کون نہیں جانتا کہ خود ختمی مرتبت ﷺ سب کے سامنے حضرت ابو بکر صدیق کی ان مخلصانہ خدمات اور ان کی دیگر جانی و مالی قربانیوں اور تبلیغی مساعی کا تذکرہ فرماتے رہے ہیں حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

ان من امن الناس علی فی صحبته وماله ابابکر ولوکنت متخذا خلیلا غیر ربی لاتخذت أبابکر (صحیح بخاری ج ا ص ۵۱۶)

ابو بکر اپنی صحبت اور مال کے لحاظ سے میرا سب سے بڑا محسن ہے اگر میں خدا کے سوا کسی کو اپنا دوست بنا سکتا تو ابو بکر کو بناتا

کیا یہاں آپ کا محض رفیق سفر ہونا مراد ہے یا آپ ان کی مخلصانہ صحابیت کا ذکر کر رہے ہیں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا

انه لیس من الناس أحدا منَّ علیَّ فی نفسه وماله من أبی بکر (کنز العمال ج ۶ ص ۳۱۶)

یعنی جان و مال کے لحاظ سے مجھ پر ابو بکر سے زیادہ کسی کا احسان نہیں ہے

آپ ﷺ کا ارشاد ہے

مانفعنی مال قط مانفعنی مال أبی بکر (مسند احمد ج ۳ ص ۶۰۔ مسند الامام الطحاوی ج ۹ ص ۲۲۲) فبکی أبوبکر وقال یا رسول الله ﷺ وهل انا ومالی الا لك (سنن کبری ج ۵ ص ۳۷ ۔ سنن ابن ماجہ ص ۱۰)

مجھے کسی کے مال سے اتنا فائدہ نہیں پہونچا جتنا ابو بکر کے مال سے پہنچا ہے اس پر حضرت ابو بکر رو پڑے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اور میرا مال تو ہے ہی آپ کیلئے۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ

جب میں تمہاری طرف مبعوث کیا گیا تو تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا مگر ابو بکر نے میری

تصدیق کی اور اپنے جان ومال سے میرا ساتھ دیا

وواسانی بنفسه وماله (صحیح بخاری ج ۱ص ۵۱۷)

واسانی ......وہ خیر خواہی ہے جو دل وجان سے ہو۔ دیکھئے یہ روایات بات بات میں آپ کے اخلاص وایمان کا پتہ دے رہی ہیں۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ

مااحد عندی أعظم یدا من أبی بکر وأسانی بنفسه وماله وأنکحنی ابنته (تاریخ الخلفاء ص ۴۰)

ابوبکر کے مجھ پر بے انتہا احسانات ہیں سب سے زیادہ یہ کہ انہوں نے مال وجان سے میری غم خواری کی اور اپنی بیٹی کی مجھ سے شادی کرائی۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا

رحم الله أبوبکر زوجنی ابنته وحملنی الی دار الهجرة وصحبنی فی الغار وأعتق بلالا من ماله ومانفعنی مال فی الاسلام مانفعنی مال أبی بکر (مستدرک ج ۳ص ۷۶۔ جمع الفوائد ص ۲۷۶)

ابوبکر پر خدا کی رحمت ہو کہ اس نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیا اور مجھے سوار کر کے دار ہجرت لے گیا اور غار میں میرے ساتھ رہا اور اس نے بلال کو اپنے مال سے خرید کر آزاد کیا اور مجھے اسلام میں کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا

مالاحد عندنا یدالا وقد کافیناه ماخلا أبابکر فان له عندنا یدا یکافیه الله بها یوم القیامة ......الحدیث (جامع ترمذی ج ۲ص ۲۰۷)

جس نے کوئی احسان ہمارے ساتھ کیا ہم نے اس کا بدلہ کر دیا، سوا ابوبکر کے۔ ان کی خدمات کا جزا اللہ تعالی قیامت کے دن اسے دے گا۔

مفسر شہیر حضرت امام حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) نے حضرت ابوبکر صدیق کے انفاق فی سبیل اللہ پر نہایت ہی شاندار الفاظ میں آپ کو خراج عقیدت پیش فرمایا ہے لیجئے اسے دیکھئے

ولكنه مقدم الامةوسابقهم فى جميع هذه الاوصاف وسائر الاوصاف الحميدة فانه كان صديقا تقيا كريما جوادا بذالا لامواله فى طاعة مولاه ونصرة رسول الله فكم من دراهم ودنانير بذلها ابتغاء وجه ربه الكريم ولم يكن لاحد من الناس عنده منة يحتاج الى ان يكافئه بها ولكن كان فضله واحسانه على السادات والرؤساء من سائر القبائل ولهذا قال له عروه بن مسعود وهو سيد ثقيف يوم صلح الحديبية اما والله لولا يدى لك عندى لم اجزك بها لاجبتك وكان الصديق قد اغلظ له فى المقابلة فاذا كان هذا حاله مع سادات العرب ورؤساء القبائل فكيف بمن عداهم ولهذا قال تعالى ومالاحد عنده من نعمة تجزى الابتغاء وجه ربه الاعلى ولسوف يرضى (تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۵۲۱)

آپ سب سے پہلے اس آیت کے مصداق ہیں ان تمام اوصاف میں اور کل کی کل نیکیوں میں سب سے پہلے اور سب سے آگے اور سب سے بڑھے ہوئے آپ ہی تھے آپ صدیق تھے پرہیزگار تھے سخی تھے اپنے مالوں کو اپنے مولا کی اطاعت میں اور حضور اکرم ﷺ کی امداد میں دل کھول کر خرچ کرتے تھے ہر ایک کے ساتھ احسان وسلوک کرتے اور یہ سب کسی دنیوی لالچ پر نہیں کسی احسان کے بدلے نہیں بلکہ

صرف خدا کی مرضی کے لئے رسول کی فرمانبرداری کے لئے تھا۔ جتنے لوگ تھے خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے سب کے سب پر حضرت ابو بکر کے احسانات کے بار تھے یہاں تک کہ عروہ بن مسعود جو قبیلہ ثقیف کے سردار تھے صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت ابو بکر نے اسے ڈانٹا اور دو باتیں سنائیں تو اس نے کہا کہ اگر آپ کے احسان مجھ پر نہ ہوتے جس کا میں بدلہ نہیں دے سکا تو میں آپ کو اس کا جواب دیتا پس جبکہ عرب کے سردار اور قبائل عرب کے بادشاہ کے اوپر ان کے اس قدر احسانات تھے کہ وہ سر نہیں اٹھا سکتے تو بھلا اور تو کہاں ہیں ؟ (جو ان سے سر اٹھا کر بات کر سکیں)

حضور اکرم ﷺ کے ان ارشادات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ کے دل میں حضرت ابو بکر صدیق سے کس قدر محبت تھی اور نگاہ نبوت نے انہیں کس قدر پیار سے دیکھا ہے شاعر مشرق علامہ محمد اقبال مرحوم نے آپ کو اس طرح خراج عقیدت پیش کیا ہے

آن امن الناس بر مولائے ما — آن کلید اول سینائے ما

ہمت او کشت ملت راچوں ابر — ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکر صدیق سے کس قدر خوش تھے اور حضرت ابو بکر آپ کے کس درجہ کے خادم اور ساتھی تھے اسے آپ کے اس ارشاد میں دیکھئے آپ نے ایک خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

ایھا الناس اعرفوا لابی بکر حقه فانه لم یسؤنی یوما قط (منہاج السنۃ ج ۷ ص ۲۳۵)

اے لوگو...... ابو بکر کا مقام پہچانو اس نے مجھے کبھی بھی کوئی دکھ نہیں پہنچایا

علامہ حافظ ابن حجر مکی (۹۷۴ھ) نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

یا ایها الناس احفظونی فی ابی بکر فانه لم یسئنی منذ صحبنی (صواعق محرقہ ص ۷۰)

اے لوگو ابو بکر کے بارے میں (کوئی بات کہنے سے پہلے) میرا خیال رکھا کرو جب سے وہ میری مصاحبت میں آیا اس نے مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں دی

شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن تیمیہ اس قسم کی متعدد روایات نقل کر کے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ان ارشادات سے واضح ہے کہ حضرت ابو بکر آپ کو بہت محبوب تھے اور آپ کے ہاں حضرت ابو بکر کا درجہ سب سے اونچا تھا

فهذه الاحاديث التى اجمع اهل العلم على صحتها وتلقيها بالقبول ولم يقدح فيها احد من العلم تبين ان ابابكر كان أحب اليه وأعلى عنده من جميع الناس (منہاج السنۃ ج ۵ ص ۲۸۴)

☆...... حضرت ابو بکر صدیقؓ حضور اکرمؐ کے قابل اعتماد ساتھی کی حیثیت سے

حضور اکرم ﷺ کو نہ صرف یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق پر پورا اعتماد تھا بلکہ آپ کے سب گھر والوں کے بارے میں بھی آپ کو معلوم تھا کہ ان پر پورا اعتماد کیا جا سکتا ہے آپ ہی بتائیں کہ اگر آپ کو حضرت ابو بکر پر اعتماد نہ ہوتا تو کیا آپ انہیں اس راز (ہجرت) کی خبر کرتے ؟ کیا آپ انہیں اپنے ساتھ لے کر جاتے ؟ کیا ہجرت کی رات آپ ان کے گھر جاتے ؟ اور آپ کی دونوں بیٹیاں حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سامنے کبھی اپنے راز کی یہ باتیں کرتے ؟ نیز حضور ﷺ نے آپ کے صاحبزادے صاحبزادی اور غلام پر جس طرح اعتماد کیا تھا تو کیا یہ سب حضرات اس پر پورے اترے یا نہیں ؟ آپ بتائیں کہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر حضرت اسماء

بنت ابی بکر اور آپ کے غلام عامر بن فہیرہ پر اگر اعتماد نہ ہوتا تو کیا آپ ان کو وہ جگہ بتاتے جہاں آپ پناہ لئے ہوئے تھے ؟ کیا کبھی ان کو بتاتے کہ دن کے وقت مکہ میں جو پلان اور اسکیم تیار ہو رہی ہے وہ ہمیں یہاں شام کو آکر بتادینا ؟ حضرت عامر نے کس رازداری سے حضور اکرم ﷺ کے لئے دودھ کا انتظام کیا تھا اور حضرت اسماء کس احتیاط سے ان کے لئے کھانے پینے کا انتظام کیا کرتی تھیں ؟ خدانخواستہ حضور ﷺ کے قلب مبارک میں اگر ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال آتا کہ یہ لوگ قابل اعتبار نہیں تو آپ انہیں کبھی بھی ساتھ نہ لیتے نہ ان پر کبھی یہ راز کھولتے۔ حضور اکرم ﷺ کا اس گھر والوں پر یہ اعتبار در حقیقت اللہ تعالی کی جانب سے اس گھر پر ایک انعام تھا اور اس انعام الہی پر صدیقی گھرانہ جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

یہ صحیح ہے کہ عصمت صرف انبیاء کے خاص ہے انبیاء علیھم السلام کے علاوہ کسی کو یہ نعمت ودولت نہیں ملی تاہم اللہ تعالی نے اپنے بعض مقربین کو حفاظت کے دائرے میں ضرور لے لیا ہے اور وہ اللہ کی اس طرح کی خاص توجہ کے مستحق رہتے ہیں کہ ان سے پھر کبھی غلطی کا صدور نہیں ہوتا یہ اسلئے کہ اب ان پر اللہ کی حفاظت کا سایہ ہوتا ہے حضرت ابوبکر صدیق ان مقربین میں سے تھے اور اس بات کی خبر خود حضور اکرم ﷺ نے دی تھی آپ نے حضرت ابوبکر کو مخاطب کر کے فرمایا۔

ان اللہ یکرہ فوق سمائہ ان یخطأ ابوبکر (الاصابہ ج ۲ص ۲۴۳)

اللہ تعالی آسمان پر اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ ابوبکر کوئی خطا کر پائیں

حضرت ابوبکر نبی ہیں نہ ہی آپ معصوم ہیں اسکے باوجود حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بتاتا ہے کہ اللہ کے ہاں حضرت ابوبکر کس اونچے مقام پر ہیں یہ آپ کی عصمت نہیں حفاظت کا اعلان ہے یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کو حضرت ابوبکر پر پورا پورا اعتماد تھا اور اسی اعتماد کا نتیجہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کے دروازہ اور کھڑکی کے سوا سب کے دروازوں کو بند کرنے کا

حکم صادر فرمایا تھا آپ نے فرمایا

لایبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر (صحیح بخاری ج ا ص ۵۲۲)

مسجد میں جتنے بھی دروازے مختلف اطراف کے ہیں ان کو بند کردیا جائے سوائے ابوبکر کے دروازہ کے کہ وہ کھلا رہے

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا

لاتبقین فی المسجد خوخة الا خوخة ابابکر (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۲)

مسجد کی طرف کھلنے والی ساری کھڑکیاں بند کردی جائے سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے کہ وہ کھلی رہے (صحیح بخاری ج ا ص ۵۵۲)

شارح صحیح مسلم حضرت امام ابوزکریا یحی بن شرف نووی ؒ (۶۰۶ھ) اس پر لکھتے ہیں

فیه فضیلة خصیصة ظاهرة لابی بکر رضی الله عنه (ایضا)

کیا یہ حضور ﷺ کا اپنے سب سے بہتر دوست سب سے افضل امتی حضرت ابوبکر صدیق پر اعتماد کا کھلا اظہار واعلان نہیں ہے؟

☆......اہل مدینہ کا جوشِ مسرت اور سامان استقبال :۔

حضور اکرم ﷺ اپنے ایک عزیز ترین دوست اور ساتھی کے ساتھ غار ثور سے مدینہ منورہ کی طرف چلے ہجرت کا سفر جتنے دنوں کا رہا حضرت ابوبکر صدیق حضور ﷺ کی قربت و محبت کے بلاشرکت غیرے حامل رہے حضور ﷺ کی خدمت و نصرت میں اب یہاں ان کا کوئی شریک نہ تھا حضور ﷺ امام ہیں تو یہ اکیلے مقتدی ہوتے حضور ﷺ دعا فرماتے تو یہ اکیلے آمین کہتے

حضور ﷺ کو ذرا سی ضرورت ہوتی تو یہ حاضر ہو جاتے حضور ﷺ کو پیاس لگتی تو یہ آپ تھے جنہوں نے ایک چرواہے سے اجازت لے کر دودھ دوہا اور حضور ﷺ کو پلایا اور آپ اس پر بہت زیادہ محظوظ بھی ہوئے (دیکھئے صحیح بخاری ج ا ص ۵۵۷) حضور ﷺ کی سواری کے ساتھ ان کی سواری ہوتی حضور ﷺ کے کھانا کھاتے تو آپ ان کے ساتھ کھاتے حضور ﷺ آرام فرماتے تو یہ اپنے محبوب کی حفاظت میں ہمہ تن چوکنا رہتے اور دیدار محبوب میں ساری رات گذار دیتے تھے۔ وہ اکیلے تھے اور نگاہ نبوت کا فیض ان کے لئے ہمہ وقت جاری وساری تھا اور حضور ﷺ کا یہ غلام اپنے محبوب اور سرور کائنات کو دیکھ دیکھ کر اپنی آنکھوں کو روشن اور اپنے دل کو ٹھنڈا کرتا تھا۔ فرضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

آپ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کی تشریف آوری کی خبر مدینہ منورہ میں پہلے ہی پہنچ چکی تھی، تمام شہر ہمہ تن چشم انتظار میں تھا، معصوم بچے فخر اور جوش میں کہتے کہ پیغمبر ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ ایک یہودی نے دیکھا اور قرائن سے پہچان کر پکارا:

"اہل عرب! لو تم جس کا انتظار کرتے تھے آ گیا۔"

تو انصار ہر طرف سے جوش میں اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے اور جوق در جوق زیارت وملاقات کے لئے جوش وعقیدت سے آتے لیکن حضرت ابو بکرؓ کی محبت، جانبازی وجانثاری کہ حضور اکرم کو کثرتِ ملاقات کی وجہ سے تکلیف نہ ہو خود آگے رہتے اور لوگ ان کو پیغمبر اسلام سمجھتے اور ملاقات کرتے۔ اس طرح آپؓ نے حضور ﷺ کی ہر تکلیف وپریشانی سے حفاظت فرمائی لیکن جب لوگ شش وپنج میں پڑ گئے کہ دونوں میں کون آقا ہے تو آپؓ حضور ﷺ کو دھوپ سے بچانے کے لئے آپ کے سر مبارک پر چادر تان کر کھڑے ہو گئے۔ تب لوگوں کو پتہ چلا کہ آقا کون ہے اور غلام کون ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری ج ا ص ۵۵۹۔ تاریخ ابن کثیر ج ۳ ص ۲۳۶)

مدینہ منورہ کی آب وہوا ہجرت کر کے آنے والوں کے لئے کچھ ناموافق رہی حضرت عائشہ

صدیقہ سخت بیمار ہو گئیں حضرت ابو بکر اپنی بیٹی کی خیر خیریت دریافت کرتے اور ان کو پیار کرتے اور پوچھتے کہ بیٹی کیسی ہو (صحیح بخاری ج ا ص ۵۵۷)

پھر خود حضرت ابو بکر صدیق بھی سخت بخار کی لپیٹ میں آ گئے اور اس قدر بیمار ہوئے کہ زندگی کی بھی امید نہ رہی آپ پر بخار کی شدت کا یہ عالم تھا کہ آپ یہ کہہ پڑے

كل امرى مصبح فى أهله والموت أدنى من شراك نعله

ہر شخص اپنے گھر والوں میں دن گزار رہا ہے (اور ہم اپنے وطن سے دور پڑے ہیں) حالانکہ موت ہر شخص کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے (صحیح بخاری ج ا ص ۵۵۸۔ سیرت ابن ہشام ج ا ص ۶۷۷)

حضرت عائشہ صدیقہ نے باپ کی یہ حالت دیکھی تو بارگاہ رسالت میں آئیں اور ان کے لئے دعا کی درخواست کی حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کی محبت اور اس میں برکت نیز اس کو بیماریوں سے پاک رکھنے کی دعا فرمائی

اللهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة او أشد حبا وصححها وبارك لنا فى صاعها ومدها وأنقل حماها فاجعلها بالجحفة (صحیح بخاری ج ا ص ۵۵۹)

اے اللہ آپ مکہ مکرمہ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ مدینہ منورہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کر دے اس کو بیماریوں سے پاک فرما دے اس کے صاع اور مد میں برکت اتار دے اور اس کے بخار (وبائی امراض وغیرہ) کو جحفہ میں منتقل کر دے

اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دعا فوراً شرف قبولیت پا گئی حضرت ابو بکر صدیق صحت یاب ہو گئے پھر آنحضرت ﷺ کی دعا کا یہ صدقہ ہے کہ آج مدینہ منورہ پورے حجاز میں آب و ہوا کے اعتبار سے سب سے اچھی جگہ بن گیا ہے

پھر کچھ دنوں بعد آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ کی رخصتی کرائی اور مہر کی رقم بھی آپ نے حضور ﷺ کو عطا فرمائی۔ (دیکھئے مستدرک حاکم۔ شیعہ کی کتاب تاریخ ائمہ ص ۱۴۷ میں ہے کہ یہ رقم ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی تھی جو ابوبکر نے آپ کو دی تھی)

مسجد نبوی کے لئے جو زمین خریدی گئی تھی حافظ ابن حجر علامہ ابن سعد اور بلاذری وغیرہم کے بقول ان کی قیمت بھی حضرت ابوبکر صدیق نے ادا کی تھی اور پھر اس کی تعمیر میں بھی آپ برابر حصہ لیتے رہے۔ امام زہری کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خود حضرت ابوبکر صدیق کو اس بات کا حکم فرمایا کہ اس مسجد نبوی کے لئے لی جانے والی زمین کی قیمت تم ادا کرو۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر ابابکر ان یعطیھما ثمنہ

(وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۳۱ ۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۵)

پھر آپ نے دس دینار دے کر یہ زمین خریدی اور اسے حضور ﷺ کے حضور پیش کر دیا۔ شارح مسلم امام نووی لکھتے ہیں

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشتراہ منھم بعشرۃ دنانیر دفعھا عنہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ (شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۰)

اب اس زمین (مسجد نبوی) پر پندرہ سو سالوں سے جتنے لوگ بھی اللہ کی عبادت کرتے رہے اور اب کر رہے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے ان سب کا ثواب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کے حصہ میں بھی آیا اور یہ آپ کے لئے قیامت تک صدقہ جاریہ ہو گیا ہے۔۔

☆...... حضرت ابوبکر صدیقؓ کی غزوات میں شرکت :۔

حضور اکرم ﷺ کو اپنی عمر مبارک میں جتنے بھی غزوات پیش آئے اور اسلام کی سربلندی کے

لئے جس جس میدان میں اترنا پڑا حضرت ابوبکر صدیق ہمیشہ آپ کے ساتھ ساتھ رہے اور ہر میدان میں پیش پیش رہے ہیں اسلام اور مسلمانوں کے لئے جن قربانیوں کی ضرورت پڑی آپ نے پورے خلوص سے وہ قربانیاں پیش فرمائیں اس میں مال و متاع تو کیا اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کی اور اس راہ میں اگر کبھی کوئی عزیز چیز سامنے آئی بھی تو آپ کے نزدیک اس کی حیثیت ہمیشہ ثانوی رہی اولیت ہمیشہ سے اللہ اور اس کے رسول مقبول کو حاصل رہی ہے اور اس کے لئے کسی چھوٹے بڑے اپنے اور غیر کی تمیز نہ تھی۔ آیئے چند غزوات میں آپ کی عظیم الشان مالی اور جانی خدمات پر ایک سرسری نظر ڈالیں۔

☆☆☆......غزوہ بدر (سن ۲......ھجری)

کون نہیں جانتا کہ اسلام میں غزوہ بدر کتنا اہم اور تاریخی معرکہ تھا یہ اسلام کی پہلی فتح تھی اور اس کی فضیلت بھی تمام غزوات سے بڑھی ہوئی تھی حضرت ابوبکر صدیق اس غزوہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے ہیں اور آپ نے جب جنگ بدر کے متعلق مشورہ کیا تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق ہی نے جانثاری کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تھا (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۲) حضرت ابوبکر صدیق کو اس غزوہ میں دوسرے صحابہ کی بہ نسبت کچھ خصوصی فضیلتیں بھی نصیب ہوئی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے قیام کے لئے جو خیمہ نما کمرہ بنایا گیا اس میں حضور اکرم ﷺ کی معیت اور قربت کا شرف صرف حضرت ابوبکر کو نصیب ہوا وہاں اور کوئی دوسرا نہیں تھا یہ ایسا ہی ہے جیسے ہجرت کی رات حضور اکرم ﷺ کے ساتھ صرف آپ تھے کوئی اور ساتھ نہ تھا۔

اس غزوہ میں جب حضور ﷺ عریش سے نکل کر جنگ کی جانب متوجہ ہوئے تو آپ نے لشکر کا

میمنہ حضرت صدیق اکبر کے حوالہ کیا اس طرح کہ حضرت میکائیل علیہ السلام ان کے ساتھ تھے اور لشکر کا میسرہ حضرت علی مرتضٰی کو عطا فرمایا اس طرح کہ ان کو حضرت اسرافیل کی معیت نصیب تھی

اللہ تعالی نے اس غزوہ کے موقع پر حضرت ابوبکر کو بذریعہ الہام ایک بشارت دی تھی اور آنحضرت ﷺ نے اس کی تصویب بھی فرمائی تھی حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بدر میں یہ دعا کی تھی کہ

اللهم انشدك عهدك ووعدك اللهم تشاء ان لاتعبد بعد هذا اليوم(

ریاض ج ا ص ۱۳۹)

اے اللہ آپ نے جو وعدہ مجھ سے فرمایا ہے اسے پورا فرمایئے اے اللہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آج کے بعد آپ کی عبادت نہ کی جائے ؟

آپ اللہ کے حضور ہاتھ پھیلا کر یہ دعا کر رہے تھے اور فرط بے قراری میں آپ کی چادر آپ کے کندھے سے اتر جاتی تھی حضرت ابوبکر نے وہ چادر اٹھائی اور آپ کے کندھے پر ڈالی اور آپ کی پشت مبارک سے لپٹ گئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول بس کافی ہے آپ بہت منت والحاح سے دعا فرما چکے ہیں بیشک جو وعدہ اللہ نے آپ سے فرمایا ہے وہ اسے ضرور پورا کرے گا (صحیح بخاری ج ا ص ۴۰۹ صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۳)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ لیا اور کہا بس کافی ہے اور آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے باہر نکلے ﴿ سیهزم الجمع ویولون الدبر ﴾ عنقریب کافروں کی یہ جماعت شکست سے دوچار ہونے والی ہے اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے (دیکھئے صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۴)

چنانچہ ابھی بات پوری طرح ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کو

خوشخبری دی اور فرمایا کہ اے ابوبکر تمہارے لئے اللہ کی مدد آچکی ہے اور یہ دیکھو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاچکے ہیں

ابشر یا ابابکر اتاك نصر الله هذا جبرئیل آخذ بعنان فرسه یقوده علی ثنایاه النقع یعنی الغبار (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۰۷۔ ریاض ج ۱ ص ۱۴۰)

اے ابوبکر خوش ہو جاؤ کہ تمہارے پاس اللہ کی مدد آگئی ہے یہ (دیکھو) جبرئیل ہیں گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے اسے کھینچ رہے ہیں اور اس کے سامنے کے دانتوں پر غبار ہے

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ

اس کلام کے معنی فقیر کے نزدیک یہ ہیں کہ ابوبکر صدیق کو یہ الہام ہو گیا کہ آپ کی دعا مقرون باجابت ہو چکی ہے اور یہ ان واقعات میں سے ہے جن میں کہ صحابہ کا الہام کسی واقعہ میں وحی پر سبقت کر گیا اور پھر ان کے الہام کے مطابق وحی نازل ہوئی بلکہ در حقیقت وہی الہام وحی ہے آنحضرت ﷺ کی طرف۔ اس وجہ سے کہ جب وہ ملہم ہوئے تو حضور ﷺ نے اپنی فراست صادقہ سے سمجھ لیا کہ (ان کے قلب پر) یہ اترنے والا خیال مدبر السموات والارض کی جانب سے ہے اور یہ فراست وحی باطنی ہے جیسا کہ اذان کے واقعہ میں عبداللہ بن زید کے خواب اور عمر فاروق کے قیاس کی تصویب فرمائی اور لیلۃ القدر میں صحابہ کی ایک جماعت کے خواب پر اعتماد فرمایا اور ایسے بہت سے واقعات ہوئے ہیں (ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۴۵)

حضرت علی مرتضیٰ کہتے ہیں کہ بدر والے دن حضرت ابوبکر اپنی تلوار نیام سے باہر نکالے حضور ﷺ کا پہرہ دے رہے تھے جب کوئی حضور ﷺ کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتا حضرت ابوبکر

تلوار اٹھا کر اس پر پل پڑتے تھے حضرت علی اس منظر کو دیکھ کر اتنے متاثر ہوئے ہیں کہ آپ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ حضرت ابو بکر تو سب سے زیادہ بہادر انسان ہیں

فھو اشجع الناس (ریاض ج ۱ ص ۱۳۸۔ کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۳۵)

حضرت علی مرتضیٰ نے ایک مرتبہ واقعہ بدر کے سلسلہ میں فرمایا

غزوہ بدر میں جب تک آنحضرت ﷺ عریش میں تشریف فرما رہے ابو بکر ہی آپ کے پیچھے شمشیر برہنہ لے کر بطور محافظ کھڑے رہتے تھے اور جب میدان جنگ میں قریش نے یہ کہتے ہوئے کہ تم ہی اللہ کی وحدانیت اور اس کی طرف سے خود کو نبی کہتے ہو آپ ﷺ کے گرد گھیرا ڈالنے کی کوشش کی تو وہاں بھی ابو بکر نے ہی انہیں للکار کر کہا کہ کیا تم اس شخص کو جو خدا کو اکیلا اور تنہا کہتا ہے قتل کرنے کی جرات کر سکتے ہو اور یہ کہہ کر دشمنوں سے لڑنے میں لگ گئے اور رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کا بطور آپ کے ذاتی محافظ کے پورا پورا حق ادا کر دیا (تاریخ ابن کثیر ج ۳ ص ۳۵۱)

حضرت علی مرتضیٰ جب یہ واقعہ بیان فرما رہے تھے اس وقت حضرت علی مرتضیٰ کی داڑھی مبارک اور وہ چادر جو آپ کے بدن پر تھی آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی (ایضا)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ حضرت ابو بکر صدیق کی شجاعت کے بارے میں لکھتے ہیں

لاریب ان ابابکر کان اشجع من عمر وعمر اشجع من عثمان وعلی وطلحه والزبیر وھذا یعرفه من یعرف سیرھم واخبارھم فان ابابکر رضی الله عنه باشر الاھوال التی کان یباشرھا النبی ﷺ من اول الاسلام الی آخره ولم یجبن.ولم یحرج ولم یفشل وکان یقدم علی المخاوف یقی النبی ﷺ بنفسه یجاھد المشرکین تارة بیده وتارة

بلسانه وتارة بماله (منہاج السنۃ ج ۸ ص ۷۹)

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر سے زیادہ بہادر تھے اور حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی حضرت زبیر اور حضرت طلحہ سے زیادہ شجاع تھے جو لوگ ان حضرات کی سیرت و حالات سے واقف ہیں وہ اس کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شروع سے آخر تک ہر مشکل حالات کا مقابلہ کیا ہے اور ان حالات میں آپ نے کبھی کوئی کم ہمتی کمزوری نہیں دکھائی ہمیشہ آگے بڑھ کر ان حالات کا مقابلہ کیا حضور ﷺ کی ہر موڑ پر حفاظت فرمائی اسلام دشمنوں کے خلاف مالی جانی اور زبانی ہر پہلو سے داد شجاعت دی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق کی یہ شجاعت صرف جسمانی طاقت کا مظاہرہ نہ تھا یوں تو آپ جسمانی طور پر کمزور تھے مگر ایمانی اور روحانی طاقت میں آپ باقی سب سے ممتاز تھے اور یہ دولت ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو ایمان و یقین کی قوت میں بہت بلندی پر پرواز کرتے ہیں شیخ الاسلام رحمہ اللہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں

كان ابى بكر مع الشجاعة الطبيعية شجاعة دينية وهى قوة يقينية بالله عزوجل وثقة بأن الله ينصره والمؤمنين وهذه الشجاعة لاتحصل لكل من كان قوى القلب لكن هذه تزيد بزيادة الايمان واليقين وتنقص بنقص ذلك (ایضاً ص ۸۴)

پھر جب بدر کے کفار قیدی لائے گئے تو حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے ان کے بارے میں مشورہ طلب کیا سب نے مشورہ دیا مگر آخر کار حضرت ابو بکر صدیق کے مشورہ پر عمل فرمایا (دیکھئے صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۳)

یہ جنگ بدر ہی ہے جس میں آپؓ کے صاحبزادہ عبدالرحمٰن (جو اس وقت دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے بعد میں مشرف باسلام ہوئے اور دین کی بے لوث خدمات انجام دیں) مشرکین کی طرف سے لڑ رہے تھے اور بڑے زوروں پر مبارزت کر رہے تھے اس وقت ان کی مبارزت قبول کرنے اور عملی طور پر میدان میں اترنے میں پہل کرنے والے کوئی اور نہیں حضرت ابوبکر صدیق تھے آپ آگے بڑھنا چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں روک دیا کہ تم میرے پاس رہو۔ اسے علامہ ابن سعد سے سنئے آپ لکھتے ہیں

فقام اليه ابوبكر ليبارزه فقال رسول الله ﷺ متعني بنفسك (اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۶۳)

جنگ کے ایک مرحلے پر حضرت ابوبکرؓ ان کی تلوار کی زد میں آگئے لیکن حضرت عبدالرحمٰن نے باپ کا پاس اور ادب رکھتے ہوئے ہاتھ ہٹا لیا تھا۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد جب اس بات کا ذکر ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:

"خدا کی قسم! اگر تم میری تلوار کی زد میں آجاتے تو دینِ اسلام کی خاطر تم کو قتل کر ڈالتا۔"

حضرت امام حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) سورہ مجادلہ کی آیت نمبر ۲۲ کے الفاظ أو أبناء هم کے ذیل میں لکھتے ہیں

أوأبناء هم فى الصديق هو يومئذ بقتل ابنه غبدالرحمن (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۲۹)

حافظ اسلم جیراج پوری نے اس واقعہ کو اس طرح منظوم کیا ہے

بزم اصحاب رسول عربی میں اک روز غزوہ بدر کا کچھ تذکرہ آیا جو نکل
بولے یہ حضرت صدیق سے عبدالرحمٰن حملہ آور جو ہوئی بدر میں صف اول
اک بار آپ وہاں آگئے میری زد پر سخت موقع تھا جو نیت میں کہیں آئے خلل
پاس ناموس حقوق پدری نے روکا دوسری سمت کو رخ اپنا لیا میں نے بدل

سن کے یہ حضرت صدیق نے ارشاد کیا   راہ حق میں نہیں رشتہ کی رعایت کا محل
تو مری زد پر جو آتا تو نہ بچ کر جاتا   یہ مری تیغ تھی تیرے لئے پیغام اجل
دشمن حق سے مسلمان کی قرابت کیسی   اس کا رشتہ ہے فقط حب خدا عزوجل

یہ تھی دین کی سچی محبت کہ اولاد تک دین کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتی تھی۔

☆☆☆......غزوہ احد (شوال سن ۳ ہجری)

غزوہ احد کے موقع پر بھی حضرت ابو بکر صدیق نے پورے جوش وجذبے کے ساتھ شرکت فرمائی ہے اور حضور ﷺ کی حفاظت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی خود فرماتے ہیں کہ جب لوگ افراتفری کے عالم میں حضور ﷺ سے ذرا دور ہو گئے تو میں پہلا آدمی تھا جو لوٹ کر آیا اور حضور ﷺ کے قریب آگیا اتنے میں کسی نے پیچھے سے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھا میں نے مڑکر دیکھا تو وہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح تھے (مستدرک ج ۳ ص ۲۹۸)

یہ وہی معرکہ ہے جس میں کافروں کی جانب سے حضور ﷺ کا نام لے کر آپ کو آواز دی گئی حضور ﷺ نے منع فرمادیا تھا کہ کوئی جواب نہ دے ابو سفیان نے تین مرتبہ آواز لگائی مگر ادھر سے خاموشی تھی تو اس نے پوچھا کہ کیا تم میں ابو قحافہ کا بیٹا ہے حضور ﷺ نے فرمایا اس کا بھی جواب نہ دو پھر اس نے عمر فاروق کے بارے میں آواز لگائی......الخ

اس سے پتہ چلتا ہے کہ کفار کے ہاں حضور ﷺ کے بعد اگر کسی کو اس لائق سمجھا جاتا تھا کہ وہ مسلمانوں کی قیادت کر سکتا ہے اور خدا کے دین کی سربلندی کے لئے آگے بڑھ سکتا ہے اور اس دین پر ایک حرف آجانے پر اس کی غیرت برداشت نہیں کرے گی وہ حضرت ابو بکر صدیق تھے جبھی تو اس نے حضور ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کا نام لے کر پکارا تھا۔

اس غزوہ میں کفار کے تعاقب میں جو لوگ نکلے ان میں حضرت ابوبکر پیش پیش رہے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ

الذین استجابوا للہ والرسول من بعد مااصابھم القرح للذین حسنوا منھم واتقوا اجر عظیم (پ ۴ آل عمران ۱۷۲)

(ترجمہ) جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا بعد اس کے کہ ان کو پہنچ چکے تھے زخم جو ان میں نیک ہیں اور پرہیزگار ان کو بڑا ثواب ہے

حضرت عائشہ نے حضرت عروہ سے کہا کہ اے میرے بھانجے تیرے ابوین یعنی حضرت زبیر اور حضرت ابوبکر ان میں سے تھے

قالت لعروۃ یابن اختی کان ابوک منھم الزبیر وابوبکر ...... الحدیث

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۴۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۲)

(نوٹ) شیعہ حضرات کی معروف کتاب کشف الغمہ میں بھی حضرت ابوبکر صدیق کی اس استقامت کا ذکر موجود ہے (کشف الغمہ ج ۱ ص ۱۸۸ نیز دیکھئے مجمع البیان ج ۱ ص ۵۲۴۔ روضۃ الصفاج ۲ ص ۳۳۲۔ شرح نہج البلاغۃ ج ۳ ص ۳۹۶ لابن الحدید) بلکہ یہاں تک تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے احد کے دن اسلام کی خاطر اپنے باپ کو قتل کرنے تک کا ارادہ کر لیا تھا سابق شیعہ مبلغ محسن الملک نواب سید محمد مہدی علی خان اپنی معروف کتاب آیات بینات میں لکھتے ہیں

شیعہ کے امام اعظم شیخ حلی تذکرۃ الفقہاء کی چھٹی فصل میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے احد کے دن اپنے باپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر حضرت ﷺ نے انہیں روک دیا اور فرمایا کہ تو جانے دے اور کوئی یہ کام کر لے گا۔

پس اے بھائیو خدا کے واسطے ذرا اپنے امام اعظم شیخ حلی کی تصدیق کو دیکھو کہ وہ صدیقیت صدیق اکبر کی کیسی تصدیق کرتے ہیں اور جو کچھ تورات میں کفار پر

شدت کرنے کا ذکر ہے اس کو شان میں حضرت صدیق کی کیسا تسلیم کرتے ہیں۔
کیوں یارو أشداء علی الکفار کا مصداق کیا سوائے اس کے کوئی دوسرا ہوگا جو اپنے باپ کے قتل پر آمادہ ہو۔ (آیات بینات ج ۱ ص ۲۰)

☆☆☆...... **غزوہ خندق** (شوال سن ۵ ہجری)

غزوہ خندق کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیق حضور ﷺ کے ساتھ رہے ہیں اور آپ ﷺ نے ایک لشکر کی قیادت کی ذمہ داری بھی آپ پر ڈالی تھی اور یہ لشکر خندق کے ایک حصہ کی حفاظت پر مامور تھا کفار نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح وہ شہر کے اندر داخل ہو جائیں مگر حضور ﷺ کے جانثاروں نے ان کی کوشش کو ناکام بنادیا یہیں حضرت ابو بکر صدیق کا ایک خیمہ لگایا گیا تھا جہاں آپ قیام فرماتے تھے اور یہیں اور اللہ کی عبادت بجالاتے تھے اور اللہ کی یاد میں لگے رہتے تھے بعد میں یہ جگہ مسجد صدیق کے نام سے معروف ہوئی اور آج بھی حرمین کے زائرین ان مقامات کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں اور وہاں دوگانہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کر کے حضرت ابو بکر صدیق کی اسلامی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور اللہ کے حضور ان کے لئے دعا گو رہتے ہیں

☆...... **معرکہ حدیبیہ** (ذی القعدہ سن ۶ ہجری)

صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی آپ نہ صرف یہ کہ حضور کے قریب قریب رہے بلکہ آپ ان میں بہت نمایاں بھی رہے ہیں یہاں طائف کے قبیلہ ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود کے ساتھ آپ

کا ایک مکالمہ ہوا تھا جس میں آپ نے انہیں ہر پہلو سے لاجواب کر دیا تھا اور انہیں وہاں دوٹوک اور کھری کھری باتیں سنائی تھیں ان کی اور دیگر صحابہ کرام کی اسلام پر استقامت اور حضور ﷺ کے ساتھ وابستگی اور شدید محبت کو دیکھتے ہوئے عروہ بن مسعود نے قریش کے سامنے حضور ﷺ کے صحابہ کرام کا اس طرح ذکر کیا کہ قریش کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی پھر وہی صلح کا سبب بھی بنا تھا اور پھر حضرت عروہ بن مسعود ثقفی کو قبول اسلام کی سعادت بھی نصیب ہوئی تھی نیز اس موقعہ پر آپ کا جو جواب تھا وہ وہی تھا جو رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ تھا حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس بارے میں بہت خوب لکھا ہے کہ

درجواب سوال او قدم بر قدم آنحضرت ﷺ رفت ازیں جا دانستہ شد کہ حضرت صدیق را با پیغام بر چہ نسبت بود و علوم پیغبمر در نفس وے رضی اللہ عنہ چہ گونہ منطبع می شد

حضرت صدیق اکبر ان کے سوال کے جواب میں آنحضرت ﷺ کے قدم بقدم چلے اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کو پیغمبر ﷺ کے ساتھ کیا نسبت تھی اور پیغمبر کے علوم صدیق کے (آئینہ) نفس میں کیونکر جلوہ گر ہوتے تھے (ازالۃ ج ۳ ص ۵۳)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ واقعہ حدیبیہ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ

اس واقعہ میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کا دو طرح فضل و کمال ظاہر ہوا اول تو اس طرح سے کہ اس صلح سے تمام صحابہ حتی کہ فاروق اعظم بھی مغموم و رنجیدہ تھے مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی طرح مطمئن تھے (۲) دوم یہ کہ جب حضرت عمر نے اپنا اضطراب حضرت ابو بکر سے جا کر بیان کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے حرف بحرف لفظ بلفظ وہی جواب دیا جو رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے

نکلا تھا (سیرۃ المصطفیٰ ج ۲ ص ۳۶۹)

☆☆☆......فتح مکہ (رمضان المبارک سن ۸ ہجری)

فتح مکہ کے موقع پر بھی حضرت ابو بکر صدیق کو نمایاں طور پر کچھ خصوصیات نصیب ہوئیں ہیں جن میں سے ایک ابو سفیان کا صلح کے لئے آپ کے پاس آکر درخواست کرنا ہے اور یہ بات آپ سے اس لئے کہی گئی کہ اسے معلوم تھا کہ حضرت ابو بکر کو مسلمانوں میں ایک خاص مقام و مرتبہ حاصل تھا اور وہ حضور اکرم ﷺ کے بہت قریب تھے تاہم حضرت ابو بکر نے اس کی درخواست منظور نہ کی اور پھر اسے مایوس ہو کر جانا پڑا

جب حضور اکرم ﷺ فتح کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے تھے تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ابو بکر بتاؤ کہ حسان بن ثابت نے کس طرح کہا تھا؟ حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت حسان کی بات دہرائی تو آپ نے فرمایا کہ جدھر سے حضرت حسان نے کہا ہے ادھر سے ہی مکہ مکرمہ میں داخل ہو جاؤ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۷۶)

فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیق کو یہ سعادت بھی نصیب ہوئی کہ آپ اپنے والد کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے آپ ﷺ نے ان کے سینہ پر دست مبارک پھیرا اور اسلام کی تلقین فرمائی اور انہوں نے اسلام قبول فرمایا۔ یہ حضور اکرم ﷺ کا ان کے سینہ پر تصرف تھا علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ

> جب ابو قحافہ اسلام لے آئے تو حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق کو مبارک باد بھی دی حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ابو طالب اگر اسلام لے آتے تو میری آنکھیں

زیادہ ٹھنڈی ہوتیں (سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۱۲)

☆☆☆......غزوہ طائف (شوال سن ۸ ہجری)

غزوہ طائف کے موقع پر بھی حضرت ابو بکر صدیق کے حصہ میں بہت شاندار فضیلتیں آئی ہیں ان میں سے طائف کے قلعہ سے محاصرہ اٹھا کر بغیر فتح کیے واپس ہو جانا در حقیقت حضرت ابو بکر کے مشورہ اور ایک خواب میں ان کی تعبیر بتلانے پر ہوا تھا اور حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر کے اس بیان کی تائید فرمائی تھی

اس غزوہ میں آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ بھی آپ کے ساتھ شریک تھے ان کو دشمن کا ایک تیر لگا مگر چند دنوں میں ان کا وہ زخم مندمل ہو گیا تاہم حضرت ابو بکر کی خلافت کے زمانہ میں ان کا یہی زخم دوبارہ لوٹ کر آیا اور اسی سے حضرت عبداللہ کی وفات ہوئی چونکہ یہ زخم آپ کو طائف کے غزوہ میں پیش آیا تھا اور اسی زخم اور اس کی تکلیف میں ان کا انتقال بھی ہوا تھا اسلئے ان کا شمار شہدائے طائف میں ہوتا ہے۔

☆☆☆......غزوہ تبوک (رجب المرجب سن ۹ ہجری)

غزوہ تبوک کے موقع پر جب حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو آواز دی اور جانی و مالی معاونت کی اپیل کی تو آپ جان اور پورے مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں حاضر ہو گئے آپ نے اس سفر میں سب سے بڑھ چڑھ کر مالی خدمت کا مظاہرہ فرمایا اس پر سیدنا حضرت عمر فاروق بھی حیران رہ گئے...... ابقیت لھم اللہ ورسولہ (گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ کر آیا ہوں) آپ کا یہ

وہ ایمانی اور تاریخی جملہ ہے جس پر آسمان کے فرشتے بھی محو حیرت ہونگے

آنحضرت ﷺ نے جب صحابہ کرام کو اس موقع پر مالی معاونت کا حکم دیا تو صحابہ کرام حسب توفیق اپنا اپنا حصہ لے آئے حضرت عمر فاروق نے یہ سوچ کر کہ آج موقع ہے میں ابوبکر سے سبقت کر جاؤں اپنا آدھا مال لے کر حضور ﷺ کے پاس آگئے آپ نے ان سے پوچھا کہ تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے عرض کیا حضور اتنا ہی گھر چھوڑ کر آیا ہوں ادھر حضرت ابوبکر صدیق بھی اپنا حصہ لے آئے آپ ﷺ نے جب ان سے پوچھا کہ گھر میں اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا ہے عرض کیا ان کے لئے تو اللہ اور اس کا رسول ہے۔ اس پر حضرت عمر فاروق حیرت میں آگئے ان کی آنکھیں کھلیں اور فرمایا کہ میں کبھی بھی ابوبکر سے آگے نہیں بڑھ سکتا

لا اسبقه الى شئى ابدا (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۷)

امام حافظ ابو نعیم اصفہانی (۴۳۰ھ) اس پر لکھتے ہیں

كان رضى الله عنه يقدم الحقير مفتادا للخطيروقد قيل ان التصوف وقف الهمم على مولى النعم (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۶)

حضرت ابوبکر صدیق بڑی چیز (یعنی آخرت) کے بدلے حقیر چیز (یعنی دنیا) کو قربان کردیا کرتے تھے کہا گیا ہے کہ تصوف اپنی تمام کوششوں کو نعمتوں کے مالک کے لئے وقف کردینا ہے۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صاحبؒ اس پر لکھتے ہیں

حضرت عمر کا نصف مال صدقہ اگرچہ مقدار میں ابوبکر کے کل مال سے زیادہ تھا مگر اللہ ورسول کی یہ محبت جس نے پیغمبر کے ایک اشارہ پر گھر کی ساری پونجی لارکھوائی حضرت صدیق ہی کے لئے مخصوص تھی اور اس کا مقابلہ حضرت عمر بھی نہ کرسکے پھر دوسروں کا کیا پوچھنا (درر فرائد شرح جمع الفوائد ص ۲۸۶)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے اس واقعہ سے حضرت ابوبکر صدیق کے شان توکل اور قوت توکل کے کامل ہونے پر استدلال فرمایا ہے حضرت قدس سرہ ایک وعظ میں فرماتے ہیں

جن پر حضور ﷺ کو پورا اطمینان تھا کہ ان کی قوت توکل کی کامل ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق۔ حضور ﷺ نے ان کا کل سرمایہ قبول فرمالیا۔ (وعظ۔ تجارت آخرت ص ۲۸)

نیز غزوہ تبوک کے لئے لشکر کی تشکیل و تنظیم بھی حضرت ابوبکر صدیق کے سپرد کی گئی تھی اور مسلمانوں کے اس لشکر کی امامت بھی آپ کے ذمہ ڈالی گئی آپ ﷺ نے سیاہ رنگ کا جھنڈا بھی آپ کے ہاتھ دیا تھا۔

غزوہ خیبر سے لوٹتے ہوئے حضور ﷺ اپنے لشکر سے دور رہ گئے اور آپ کے ساتھ چھ سات صحابہ تھے جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے لوگوں نے کیا کیا ہوگا پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ جب لوگوں نے صبح کی تو اپنے نبی ﷺ کو نہ پایا اس وقت ابوبکر اور عمر نے کہا رسول اللہ تمہارے پیچھے ہوں گے آپ ﷺ ایسے نہیں کہ تمہیں پیچھے چھوڑ کر چلے جائیں اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تم سے آگے ہیں پھر ارشاد فرمایا کہ اگر لشکر کے لوگ صدیق و فاروق کی بات مانتے تو سیدھی راہ پا جاتے۔

فان یطیعو أبابکر وعمر رضی اللہ عنهما یرشدوا (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۹)

مسند احمد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی تھی

وان یطع الناس أبابکر وعمر یرشدوا قالها ثلاثا (منہاج السنۃ ج ۵ ص ۲۹۸ حاشیہ)

اس کے سوا اور بھی بہت سے غزوات اور معرکے ایسے پیش آئے جس کے لئے حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق کو نہ صرف یہ کہ ان کے مقابلے کے لئے بھیجا بلکہ آپ کو لشکر کا امیر بھی مقرر فرمایا تھا خاتم المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ) ایک بحث میں لکھتے ہیں کہ

احد کی شکست کے بعد جب یہ خبر ملی کہ ابو سفیان پسپائی پر بہت نادم ہے اور مدینۃ النبی ﷺ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق کو متعین کر کے آپ کو روانہ فرمایا...... ہجرت کے چوتھے سال غزوہ بنی نضیر میں حضرت ابو بکر صدیق کو امیر لشکر مقرر فرمایا تھا...... چھٹے سال جب حضور ﷺ غزوہ بنی لحیان کے لئے نکلے تو وہاں کے لوگ آپ کی خبر پا کر چھپ گئے آپ وہاں دو روز ٹھہرے اور پھر آپ نے مختلف اطراف میں فوجی دستے بھیجے ان میں سب سے اچھا دستہ حضرت صدیق اکبر کے زیر کمان تھا جو کراع الغمیم کی جانب روانہ ہوا تھا...... غزوہ تبوک کے وقت حضور ﷺ نے اعلان فرمایا کہ لشکر کے لوگ مدینہ منورہ سے نکل کر ثنیۃ الوداع میں جمع ہو جائیں اور ان کے امیر حضرت ابو بکر صدیق ہوں پھر آپ ﷺ کی صواب دید پر ہی سارے کام سر انجام پائے...... غزوہ خیبر کے موقع پر حضور کو درد شقیقہ لاحق ہوا وہاں قلعہ کا محاصرہ درپیش تھا اس وقت حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر کو اپنا نائب بنایا اور قلعہ پر حملہ کا حکم دیا اس دن حضرت صدیق اکبر نے بڑے جوہر دکھائے تھے...... حضور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر کو بنی کلاب کی سرکوبی کے لئے ہجرت کے ساتویں سال روانہ فرمایا تھا...... بنو فرازہ کے ساتھ جنگ کے موقع پر بھی حضرت صدیق اکبر ہی امیر لشکر تھے...... غزوہ تبوک کے بعد ایک دیہاتی نے جب کہا کہ مخالفین وادی الرمل میں جمع ہیں اور شب خون مارنے کا

ارادہ رکھتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے حضرت ابو بکر کو امیر لشکر بنایا اور اپنا نشان دے کر ان سے جنگ کے لئے بھیجا تھا...... (تحفہ اثنا عشریہ ص ۵۲۴)

اس سے واضح ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق جہاد و غزوات اور دیگر معرکوں میں ہمیشہ نمایاں رہے ہیں اور اسلام کی سربلندی کے لئے آپ نے کسی قسم کی قربانی سے کبھی دریغ نہیں کیا، دشمنوں کے مقابلے میں آپ ہمیشہ سینہ تان کر میدان میں نکلے اور ہر موقعہ پر آپ نے شجاعت کے بے نظیر جوہر دکھائے ہیں اسلامی تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ آپؓ نے کبھی کمزوری نہیں دکھائی اور نہ کبھی آپ کے پائے استقلال میں کوئی لغزش آئی حافظ جمال الدین ابی الفرج ابن الجوزی (۵۹۷ھ) لکھتے ہیں

ذکر اهل العلم بالتواریخ والسیر ان ابابکر شهد مع رسول الله بدرا وجمیع المشاهد و لم یفته منهامشهد وثبت مع رسول الله صلی الله علیہ وسلم یوم احد حین انهزم الناس ودفع الیه رسول الله رایته العظمی یوم تبوک (صفوۃ الصفوۃ ج۱ ص۱۲۶)

حضرت علامہ علی بن محمد جزری (۶۳۰ھ) نے سچ کہا ہے

ولم یختلف اهل السیر فی ان ابابکر الصدیق رضی الله عنه لم یتخلف عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم فی مشهد من مشاهده کلها (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۱۸)

حضرت علامہ محمود بن عمر زمخشری (۵۲۸ھ) کا بیان ملاحظہ کیجئے

انه (یعنی ابابکر) کان مضافا لرسول الله صلی الله علیہ وسلم الی الابد فانه صحب صغیرا وانفق ماله کبیرا وحمله الی المدینة براحلته وزاده ولم یزل ینفق علیه ماله فی حیاته وزوجه ابنته ولم یزل ملازما له سفرا

وحضرا فلما توفی دفنه فی حجرة عائشة احب النساء الیه ﷺ

(خصائص العشرۃ البررۃ ص ۴۱)

حضرت ابو بکر صدیق حضور ﷺ کے ساتھ ہمیشہ رہے ہیں آپ نے ان کے ساتھ وقت گذارا بڑے ہوئے تو اپنا سارا مال ان پر خرچ کیا اور انہیں اپنی سواری پر مدینہ منورہ لے گئے اور ہمیشہ ان پر اپنا مال لٹاتے رہے اپنی صاحبزادی سے رسول اللہ ﷺ کی شادی کرائی حضرت ابو بکر سفر و حضر میں حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ کی تدفین حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں ہوئی جنہیں حضور ﷺ بہت چاہتے تھے۔

نیز حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر کو کئی غزوات میں فوج کا امیر اور سپہ سالار بنا کر بھی روانہ فرمایا ہے (دیکھئے صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۲)

☆...... حضور ﷺ کی زندگی میں قیادت وامامت کا شرف پانا

حضرت ابو بکر صدیق کی عمر کا بیشتر حصہ رسول مقبول ﷺ کی محبت و عقیدت اور صحبت و خدمت میں گزرا ہے آپ نے جب سے حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے اس دن سے لے کر آخر تک آپ کے ساتھ ساتھ رہے اور آپ کو کبھی اکیلا نہ چھوڑا اس دوران آپ نے ہادی برحق حضور ﷺ سے بہترین اور سب سے زیادہ استفادہ حاصل کیا، ایمان وایقان کی بہترین دولت پائی عقل ودانش کے موتی چنے، علم کی باتیں سیکھیں، دینی نکتے سمجھے، شریعت کے دقیق مسائل حل کے لئے دریافت فرمائے، قرآن کے معارف پر غور و تدبر کیا، اس سے بڑھ کر آپ کی شرافت وفضیلت اور کیا ہوگی کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی علالت کے دوران آپ کو مسلمانوں کی

امامت کرنے کی ذمہ داری عطا فرمائی اور اس امامت پر آپ ﷺ نے بعد فرحت وخوشی محسوس کی تھی ﴿ ثم تبسم یضحک ﴾ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۰)۔ یہ تمام واقعات صاف بتا رہے ہیں کہ قدرت کاملہ اپنی لطیف حکمتوں کے تحت آپ کو عظیم امانت کی ذمہ داری اٹھانے کی تیاری کرا رہی تھی۔

کون نہیں جانتا کہ حضور ﷺ نے ہجرت کے نویں سال تین سو کے قریب مسلمانوں کا ایک قافلہ حج کے لئے بھیجا اس قافلے کی امارت کے لئے جس شخصیت کا انتخاب ہوا وہ حضرت ابوبکر صدیق تھے اور آپ اسلام میں سب سے پہلے امیر الحج ہوئے ہیں (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۰) آپ نے لوگوں کو حج کے طریقے بتائے اور سکھائے اور سب مسلمانوں نے آپ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق حج کا فریضہ ادا کیا آپ نے ہی امیر الحج ہونے کی حیثیت سے وہاں خطبات بھی دئے تھے۔

اس کے اگلے سال جب حضور ﷺ حج کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر نے آپ کی ہمراہی میں پھر سے حج کی سعادت پائی ہے۔ آپ اپنے ساتھ قربانی (ھدی) کا جانور بھی لے کر گئے تھے (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۸۹)

پھر یہ بات کس پر مخفی ہوگی کہ آنحضرت ﷺ نے مرض وصال میں حضرت ابوبکرؓ ہی کو نماز کے لئے امام مقرر فرمایا اور آپؓ کے اس حکم کے مطابق وصال نبوی تک سترہ نمازیں آپؓ نے پڑھائی تھیں۔ ان ابابکر صلی بھم سبع عشرۃ صلاۃ (البدایہ والنھایہ ج ۵ ص ۲۳۵ عن ابی بکر بن ابی سبرۃ) اور تمام صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق کو امامت کے لئے آگے کرنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ نگاہ نبوت میں آپ تمام صحابہ میں علم وفضل کے اعتبار سے سب سے آگے تھے

خود حضور ﷺ نے بھی آپ کے پیچھے نماز ادا کی تھی سو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپؓ نے

جناب صدیقؓ کے پیچھے نماز ادا فرمائی تھی

ثبت انه صلی الله علیه وسلم صلی خلف ابی بکر مقتدیا به فی مرضه الذی مات فیه ثلاث مرات ولم ینکر هذا الا رجل لا علم به بالروایة (سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۳۸۷)

بلکہ ایک نماز میں تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر کی پڑھی سورت فاتحہ پر اپنی اگلی قرات مرتب فرمائی یہ ایک نماز میں اشتراک حضرت ابو بکر صدیق کے ایمان واخلاص کی ایک بڑی شہادت ہے

قال ابن عباس واخذ رسول الله ﷺ من القرأة من حیث کان بلغ ابوبکر (سنن ابن ماجہ ص ۸۸ مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۲)

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں

فاستفتح رسول الله ﷺ من حیث انتهی ابوبکر من القرأة (التمہید لابن عبدالبر ج ۲۲ ص ۳۲۲)

علامہ ابن سعد نے طبقات کبری میں نقل کیا ہے کہ آپ نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے بھی ایک نماز ادا کی ہے

وقال النبی ﷺ حین صلی خلف عبد الرحمن بن عوف ما قبض نبی قط حین یصلی خلف رجل صالح من امته (طبقات کبری ج ۳ ص ۹۵)

شیعہ کی کتاب شرح نہج البلاغہ درہ نجفیہ میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کو نماز کی امامت کرانے کا حکم بذات خود حضور ﷺ نے دیا تھا

فلما اشتد به المرض امر ابابکر ان یصلی بالناس...... وان ابابکر صلی بالناس بعد ذلك یومین (درہ نجفیہ ص ۲۲۵ طبع ایران)

☆...... حضور خاتم النبیین ﷺ کا سفر آخرت اور حضرت صدیق اکبر کی استقامت

حضرت ابو بکرؓ سے بڑھ کر قرب نبوت کسی کو حاصل نہ تھا نہ آپ سے بڑھ کر کوئی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج شناس تھا۔ حضرت ابو سعیدؓ خدری بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے کہا۔

اللہ تعالیٰ نے (اپنے ایک) بندے کو دنیا اور جو اللہ کے پاس ہے دونوں میں سے (ایک کو) پسند کر لینے کا اختیار دیا۔ اس میں سے بندے نے اس چیز کو پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ رونے لگے، ہمیں ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تو (ایک) بندے کی خبر دے رہے ہیں کہ اس نے پسند یہ کر لیا (مگر) یہ پسند کرنے والے رسول اللہ ﷺ ہی تھے (یعنی) آپ نے بجائے دنیا کے اللہ کو قبول فرمالیا۔

حضرت ابو بکرؓ ہم میں سب سے بڑے (اسرار نبوی کے) جاننے والے تھے اس لئے وہ سمجھ گئے کہ اب حضور ﷺ ہم میں زیادہ دن نہیں رہیں گے آپ ہم سے اب رخصت ہونے والے ہیں حضرت ابو سعید اس پر فرماتے ہیں۔

وکان ابوبکر اعلمنا (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۶)

بعض علماء نے حضرت ابو بکر صدیق کے اس بیان سے ان کے اعلم الامت ہونے پر استدلال فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ آپ حضور ﷺ کی امت میں سب سے زیادہ علم کی دولت پائے ہوئے تھے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

ان اهل السنة...... يقولون ما اتفق عليه علماؤهم ان اعلم الناس بعد رسول الله ﷺ ابوبكر ثم عمر وقد ذكر غير واحد الاجماع على ان

ابابکر اعلم الصحابۃ کلھم ودلائل ذلک مبسوطۃ فی موضعھا(منہاج السنۃ ج ۷ ص ۵۰۰)

اہل سنت کے علماء کا بالاتفاق موقف یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد سب سے زیادہ عالم حضرت ابوبکر تھے پھر عمر فاروق ہیں اور بہت سے علماء نے اس بات پر اجماع بھی نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر تمام صحابہ سے زیادہ علم والے تھے۔

شیخ الاسلام نے ایک اور بحث میں اس کی تفصیل بھی بیان کی ہے کہ بہت سے ایسے معاملات پیش آئے جن میں حضرت ابوبکر کا تمام صحابہ کرام سے زیادہ عالم ہونا بہت کھل کر سامنے آیا جن میں آنحضرت ﷺ کی رحلت کے مسئلہ اور آپ ﷺ کی تدفین کا مسئلہ پھر مانعین زکوۃ کے خلاف قتال کا مسئلہ اٹھا پھر آپ کا یہ بیان کہ خلیفہ قریش میں ہو وغیرہ (کسے معلوم نہیں کہ) حضور ﷺ نے مدینہ منورہ سے سب سے پہلے آپ کو ہی امیر حج بنایا اور یہ بھی معلوم ہے کہ حج کے مسائل اور اس کا علم بہت دقیق ہوتا ہے اگر آپ علمی طور پر دیگر صحابہ پر فائق نہ ہوتے تو آپ کو حج کا امیر نہ بنایا جاتا اسی طرح اگر آپ نماز کے مسائل میں سب سے اعلم نہ ہوتے تو نماز کی امامت آپ کے سپرد نہ کی جاتی زکوۃ وصدقات کے مسائل حضرت انس نے حضرت ابوبکر سے ہی حاصل کیے ہیں اور فقہاء امت ان کی روشنی میں یہ مسائل طے کرتے ہیں شیخ الاسلام کا بیان ملاحظہ فرمائیں

وقد ذکر غیر واحد مثل منصور بن عبدالجبار السمعانی وغیرہ اجماع اهل العلم علی ان الصدیق اعلم الامة وهذا بین فان الامة لم تختلف فی ولایته فی مسالة الا فصلها هو بعلم یبینه لهم وحجة یذکرها لهم من الکتاب والسنة کما بین لهم موت النبی ﷺ وتثبیتهم علی الایمان وقراته علیهم الایة ثم بین لهم موضع دفنه

وبین لهم قتال مانعی الزکوة وبین لهم ان الخلافة فی قریش فی سقیفة بنی ساعدة لما ظن من ظن انها تکون فی غیر قریش ۔وقد استعمله النبی ﷺ علی اول حجة حجت من مدینة النبی ﷺ وعلم المناسك ادق ما فی العبادات ولولاسعة علمه بها لم یستعمله وکذلك الصلاة استخلفه فیها ولولا علمه بها لم یستخلفه ولم یستخلف غیره لافی حج ولا فی صلاة وکتاب الصدقة التی فرضها رسول الله ﷺ اخذه انس من ابی بکر وهو اصح ماروی فیها وعلیه اعتمد الفقهاء (منہاج ج ۵ ص ۴۹۷)

بہرحال حضور اکرم جب بیمار ہوئے اور یہ بیماری جب بڑھی تو آپ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا

مروا ابابکر فلیصل بالناس (صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۱)

کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں

حضرت عائشہ صدیقہ نے اپنے والد کی رقت قلبی بیان کی تاہم حضور ﷺ نے فرمایا کہ انہی سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں چنانچہ حضرت ابوبکر حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں نمازیں پڑھاتے رہے اور سب صحابہ آپ کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے رہے پھر آپ نے خود بھی حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز ادا فرمائی ہے اور لوگوں کو آپ کے پیچھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ کر آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا آخری نماز جو آپ نے پڑھائی وہ نماز فجر تھی نماز پڑھا کر آپ حضور ﷺ کے حجرہ میں آئے چونکہ آپ کو قدرے افاقہ تھا اسلئے آپ اجازت لے کر مقام السنح روانہ ہوئے جہاں آپ کی اہلیہ حضرت حبیبہ رہتی تھیں وہاں آپ چاشت کی نماز ادا کر رہے تھے کہ اطلاع ملی کہ حضور اکرم ﷺ رفیق اعلیٰ سے جا ملے ہیں۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعلى آله واصحابه اجمعين

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ آپ کو جیسے ہی اس حادثہ جانکاہ کی اطلاع پہونچی اپنی سواری پر سوار ہوئے اور سیدھے مسجد نبوی تشریف لے آئے یہاں صحابہ کرام ایک عجب حال سے دوچار تھے مسلمانوں میں سخت اضطراب تھا ان میں سے بہت سے لوگ مدہوش تھے جو بیٹھے تھے اب ان میں اٹھنے تک کی سکت نہ تھی کچھ حضرات بالکل گم سم ہو گئے تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جنہیں ابھی تک یہ یقین نہیں آرہا تھا کہ ان کے محبوب آقا ان سے رخصت ہو چکے ہیں حضرت ابوبکر صدیق حضور ﷺ کے مکان کی طرف نہایت غمزدہ اور رنجیدہ حالت میں پہونچے۔ دروازہ پر پہنچ کر اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت عائشہ نے آپؓ کو داخلہ کی اجازت دے دی، آپ اندر تشریف لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تھی اور آپؐ اپنے بستر پر تھے، آپؐ کی ازواج مطہرات آپؐ کے اردگرد تھیں۔ حضرت ابوبکر کو دیکھ کر سب ازواج مطہرات نے اپنی چادروں میں اپنا منہ چھپالیا۔ مگر حضرت عائشہ نے نہیں ۔اس لئے کہ وہ آپ کی صاحبزادی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضور انور کے چہرۂ منور سے چادر ہٹائی اور دوزانو بیٹھ کر آپ کی پیشانی مبارک کا بوسہ لیا اور آپ ﷺ کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا

وانبیاہ ...... واصفیاہ ...... واخلیلاہ (شمائل ترمذی ص ۲۸)

حضرت امام احمد بن حنبل نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور ﷺ کے سر اقدس کی طرف سے تشریف لائے اور چہرہ انور پر سر جھکایا اور پیشانی مبارک کو چوما پھر فرمایا وانبیاہ ...... اسکے بعد سر اٹھایا اور پھر روئے مبارک پر پھر سر جھکایا اور پیشانی مبارک پر بوسہ دیا پھر فرمایا واصفیاہ...... پھر سر اٹھایا اور پھر روئے انور پر سر جھکایا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور پھر فرمایا واخلیلاہ۔ (جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۶۲)

ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جس وقت آپ یہ فرما رہے تھے آپ کی آنکھ سے آنسوؤں کی ایک قطار لگی ہوئی تھی (ایضا)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضور علیہ السلام کا جو بوسہ لیا ہے وہ الوداعی بوسہ تھا کہ محبوب کی (ڈھائی سال کے لئے) دائمی مفارقت ہو رہی تھی (خصائل نبوی شرح شمائل نبوی ص ۴۲۴)

پھر حضرت ابوبکر صدیق نے حضور اکرم علیہ السلام کے چہرہ انور کو دیکھ دیکھ کر فرمایا۔

بابی أنت وامی طبت حیاً ومیتا والذی نفسی بیدہ لایذیقك الله الموتتین أبدا أما الموتة التی کتب الله علیك فقد متها (صحیح بخاری ج۱ص ۵۱۷)

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ زندگی میں بھی پاک صاف رہے اور اب موت کے بعد بھی پاک صاف ہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ آپ کو کبھی دو موتوں کا مزہ نہیں چکھائے گا وہ موت جو اللہ نے آپ کے لئے مقدر کی تھی وہ تو آپ کو آگئی ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ (۱۵۰ھ) نے حضرت انس سے مروی روایت میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا آپ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ باکرامت ہیں

ماکان الله لیذیقك الموت مرتین انت اکرم علی الله من ذلك (مسند امام اعظم ابو حنیفہ ص ۳۱۶)

اس کے بعد آپ کو چادر سے دوبارہ ڈھانپ دیا اور پھر مسجد کی طرف آئے، اور ممبر پر تشریف لے گئے۔ حضرت عمر فاروق نے جب آپؓ کو دیکھا تو سامنے آکر بیٹھ گئے پھر دوسرے لوگ بھی خاموشی سے ممبر کے قریب آگئے۔ آپؓ نے سب سے پہلے اللہ تعالی کی حمد و ثناء بیان کیا اور اس

کے بعد ارشاد فرمایا۔

بے شک اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کو وفات کی خبر اس وقت دے دی تھی جب کہ آپ تم لوگوں کے درمیان زندہ تھے، اور تم لوگوں کو وفات کی اطلاع دے دی تھی یعنی موت کی (اس طرح خبر دے دی تھی)

ومامحمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل أفان مات أوقتل انقلبتم على أعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزى الله الشاكرين (پ ٤ آل عمران)

"اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک رسول ہیں، آپ سے قبل بہت سے رسول گذر گئے۔ اگر آپ کی وفات ہو جائے یا آپ شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم لوگ اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پھر جاؤ گے؟ اور جو بھی اپنی ایڑیوں کے بل الٹا پھر جائے گا کچھ بھی اللہ پاک کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور بہت جلد اللہ پاک شکر ادا کرنے والوں کو جزا دے گا"

پھر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیتیں پڑھیں

انك ميت وانهم ميتون (پ ۲۳ الزمر)

(ترجمہ)......(اے محمد ﷺ) آپ کو بھی موت آنی ہے اور بلا شبہ وہ بھی مرنے والے ہیں (دیکھئے تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۴۴)

حضرت ابو بکر صدیق کے درد بھرے لہجے میں قرآن کریم کی آیتیں سن کر لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے مگر انہیں ساتھ ہی ایسا لگا کہ یہ آیت انہیں معلوم ہی نہیں تھی جب حضرت ابو بکر نے تلاوت کیں تو اب ان کی آنکھوں سے پردہ اٹھ گیا اور اب ہر شخص کی زبان پر یہ آیت تھی

لقد بصر أبوبكر الناس الهدى وعرفهم الحق الذى عليهم وخرجوا

به يتلون (صحیح بخاری ج ا ص ۵۱۸)

حضرت امام حافظ ابو نعیم الاصفہانی (۴۳۰ھ) نے اس واقعہ سے حضرت ابو بکر صدیق کی انتظامی قابلیت اور مستقل مزاجی پر استدلال کیا ہے آپ فرماتے ہیں

ان التصوف الاعتصام بالحقائق عند اختلاف الطرائق (حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۶۲)

یعنی تصوف یہ ہے کہ لوگ جب اختلاف کے راستوں پر پڑ جائیں تو صوفی ان کی راہ نہ اپنا لے بلکہ اس کے بر عکس وہ حقیقت کی راہ چلے اور صحیح راستہ اپنائے ہمت اور دلیری کے ساتھ ان کو صحیح راستہ پر لانے کی کوشش کرے یعنی عوام و خواص کی صحیح رہنمائی کرے۔ نہ یہ کہ عوام کی خواہشات کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کرے

کسی نے حضرت ابو العباس بن عطاء سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کونوا ربانيين (ربانی بن جاؤ) کا کیا مطلب ہے انہوں نے کہا کہ

اس کا معنی یہ ہے کہ ابو بکر کی طرح ہو جاؤ کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو تمام مسلمانوں کے دل لرز گئے لیکن حضرت ابو بکر کے دل کو جنبش نہ ہوئی اور انہوں نے بڑے حوصلہ سے خطبہ دیا........... اور ربانی کا امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ حوادث عالم بھی جو مشرق و مغرب میں انقلاب پیدا کر سکتے ہیں ان سے اس کے دل پر کوئی اثر نہیں پڑتا (کتاب اللمع فی التصوف ص ۱۹۴۔ اسوہ صحابہ ص ۲۷۲)

حضرت امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی (۶۷۱ھ) نے آپ کے اس بیان سے آپ کی شجاعت و جرات اور آپ کے علم و فہم پر استدلال فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں

هذه الاية أدل دليل على شجاعة الصديق وجرأته فان الشجاعة والجرأة حدهما ثبوت القلب عند حلول المصائب ولامصيبة أعظم

من موت النبی ﷺ فظهرت شجاعته وعلمه (تفسیر القرطبی ج ۴ ص ۲۲۲)

یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق کی جرات وشجاعت کی سب سے مضبوط دلیل ہے اسلئے کہ شجاعت اور جرات در حقیقت مصائب کے وقت دل کی استقامت کا نام ہے اور حضور ﷺ کی وفات سے بڑھ کر اور کونسی مصیبت ہو سکتی ہے سو اس وقت حضرت ابو بکر صدیق کی نہ صرف یہ کہ شجاعت واضح ہوئی بلکہ ان کے علم کی وسعت بھی سب نے دیکھی ہے۔

حضرت امام محمد بن علی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے اس خطبہ کے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

ان الله عزوجل عمر محمدا وابقاه حتی اقام دین الله واظهر امر الله وبلغ رسالة الله وجاهد اعداء الله حتی توفاه الله وهو علی ذلك وترککم علی الطریقه فلایهلك هالك الامن بعد البینة والشفاء والنور فمن کان الله ربه فان الله حی لا یموت فلیعبده ومن کان ربه محمدا ویراه الها فقد هلك الهه فاقبلوا ایها الناس واعتصموا بدینکم وتوکلوا علی ربکم فان دین الله قائم وکلمته باقیة وان الله ناصر دینه ومعز اهله وان کتاب الله عزوجل بین اظهرنا هو النور والشفاء به هدی الله محمدا ﷺ وفیه حلال الله وحرامه ولا والله مانبالی من اجلب علینامن خلق الله ان سیوفنالمسلولة ماوضعناها بعد ولنجاهدن من خالفنا کما جاهدنا مع رسول الله ﷺ فلا ینعین احد الا نفسه (ریاض ج ۱ ص ۱۴۶)

اے لوگو..... اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ایک عمر عطا فرمائی اور آپ کو ہم میں اتنی دیر تک باقی رکھا کہ آپ نے اللہ کے دین کو قائم اور اللہ کے حکم کے ظاہر و واضح کر دیا اور آپ نے اللہ کے پیغام کو ہم تک پہنچادیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلالیا۔ حضور ﷺ نے تمہیں ایک سیدھے اور صاف رستہ پر چھوڑا ہے اب اس کے بعد جو ہلاک و گمراہ ہو گا وہ حق وہدایت کے کھل جانے کے بعد گمراہ ہو گا پس اللہ جس کا رب ہے اسے جان لینا چاہئیے کہ اس کا رب زندہ سلامت ہے اس کو کبھی موت نہیں آسکتی اور جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا اور ان کو معبود سمجھتا تھا تو اسے بھی معلوم ہو جانا چاہئیے کہ اس کا معبود مر چکا ہے۔

اے لوگو اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھو تحقیق اللہ کا دین قائم و دائم رہے گا اور اللہ کا کلمہ باقی رہے گا (اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا) اور اللہ اپنے دین کی مدد کرے گا اور اپنے اہل دین کو عزت دے گا اور اللہ کی کتاب ہمارے درمیان موجود ہے اور وہی نور اور دل کی شفاء ہے اسی کے ذریعہ اللہ نے حضور ﷺ کو راستہ بتلایا اور اس میں اللہ کے حلال و حرام کردہ چیزوں کا ذکر ہے اللہ کی قسم ہمیں اس آدمی کی کوئی پرواہ نہیں جو ہم پر حملہ کریں (مراد اس سے اسلام دشمن قوتیں ہیں) تحقیق ہماری تلواریں ہمارے ہاتھوں میں ہیں اور وہ اس کے دشمنوں پر تیار ہیں ہم نے اسے ابھی تک ہاتھوں سے نہیں چھوڑا اور ہم اب بھی اپنے مخالفوں سے اسی طرح لڑیں گے جیسا کہ حضور ﷺ کے ساتھ ہو کر ہم جہاد کرتے رہے پس مخالفوں کو خوب سمجھ لینا چاہئیے اور انہیں اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا چاہئیے (کہ ہم نے ان کے خلاف کاروائی کی تو اس میں خود ان کا قصور ہو گا)

حضور ﷺ کی وفات شریف کے بعد مہاجرین و انصار کے درمیان حضور اکرم ﷺ کی جانشینی کی

بحث شروع ہو گئی کہ اب حضور کی جانشینی کون کرے دونوں جماعتیں اپنے اپنے دلائل کی رو سے حضور ﷺ کی جانشینی کے دعویدار تھے جب حضرت ابو بکر صدیق کو یہ خبر ملی کہ لوگ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر اس بحث میں الجھے ہوئے ہیں تو آپ حضرت عمر فاروق اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو اپنے ساتھ لے کر وہاں پہونچے تو دیکھا کہ انصار کا ایک مقرر تقریر کر رہا ہے اور یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ خدانخواستہ مہاجرین ان کے حق کا خیال نہیں رکھتے جب اس مقرر نے تقریر ختم کی تو حضرت عمر نے چاہا کہ اٹھ کر کچھ بولیں مگر حضرت ابو بکر نے انہیں روک دیا اور خود کھڑے گئے اور ایسی جامع تقریر کی کہ حضرت عمر دیکھتے رہ گئے تاہم تھوڑی دیر میں یہ معاملہ نہایت خوش فہمی سے حل ہو گیا اور یہاں موجود سب نے حضرت ابو بکر صدیق کو حضور اکرم ﷺ کا جانشین دل وجان سے تسلیم کر لیا اور پھر جب دوسرے دن بیعت عامہ ہوئی تو آپ کے ہاتھ پر کیا مہاجرین اور کیا انصار سب نے بیعت کر لی اور آپ کو حضور اکرم ﷺ کا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ علامہ حافظ ابن عبد البر (۴۳۶ھ) الاستیعاب میں قیس بن عبادہ سے نقل کرتے ہیں کہ

مجھ سے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کئی شب و روز بیمار رہے ان دنوں میں جب نماز کے لئے اذان ہوتی تھی تو آپؐ فرماتے کہ ابو بکرؓ کو حکم پہنچا دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ نماز اسلام کا جھنڈا ہے اور دین کا رکن ہے لہذا میں نے اپنی دنیا کی پیشوائی کے لئے اس شخص کو پسند کر لیا جس کو رسول خداؐ نے ہمارے دین کی پیشوائی کے لئے پسند فرمایا۔ پس آپؓ نے ابو بکرؓ سے بیعت کر لی۔ (الاستیعاب ج ۲ص ۲۵۱)

علامہ محمد ابن سعد (۲۳۰ھ) نے بھی اسے نقل کیا ہے

قال علی لما قبض النبی ﷺ نظرنا فی امرنا فوجدنا النبی ﷺ قد

قدم ابابکر فی الصلوۃ فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ ﷺ لدیننا فقدمنا ابابکر (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۸۳)

(ترجمہ) حضرت علی مرتضٰی کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی روح مبارک قبض کر لی گئی تو ہم نے امر خلافت کے بارے میں غور کیا پس آپ ﷺ نے ابوبکر کو نماز کے لئے آگے کیا تھا وہ ہمیں اس مسئلہ میں رہنمائی کا ذریعہ بن گیا پس رسول ﷺ نے جس کو ہمارے دین کا پیشوا (نماز کا امام) بنایا تھا ہم نے اس کو اپنی دنیا کا پیشوا بنالیا اور ابوبکر کو ہم نے اس باب میں آگے کر لیا۔

حضرت علی مرتضٰی نے یہ بھی فرمایا کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کو نماز پڑھانے کا حکم دیا میں اس وقت کہیں غائب نہ تھا وہیں موجود تھا اور میں تندرست تھا بیمار نہ تھا اگر آپ چاہتے تو مجھے آگے کر سکتے تھے مگر آپ نے حضرت ابوبکر کو آگے کر دیا

قدم رسول اللہ ﷺ ابابکر فصلی بالناس وانی لشاھد غیر غائب وانی لصحیح غیر مریض ولوشاء ان یقدمنی لقدمنی فرضینا لدنیانا من رضیہ اللہ ورسولہ لدیننا (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۲۸ ۔ کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۳۰)

حضرت علی مرتضٰی اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں

أترانی أکذب علی رسول اللہ ﷺ واللہ لانا أول من صدقه فلاکون أول من کذب علیه فنظرت فی أمری فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی واذاالمیثاق فی عنقی (نہج البلاغۃ ص ۸۱ خطبہ ۳۷)

کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں حضور ﷺ پر کوئی غلط بات منسوب کر دوں گا قسم خدا کی جب میں آپ کی تصدیق کرنے والوں میں پہلا ہوں تو میں کس طرح پہلا جھٹلانے

والا بن جاؤں میں نے اپنے معاملہ پر اچھی طرح غور و فکر کیا تو میں نے جانا کہ میرا ابو بکر کی اطاعت کرنا اور ان کی بیعت کرنا اپنے لئے بیعت لینے سے بہتر ہے اور میری گردن میں دوسرے کی بیعت کرنے کا عہد بندھا ہوا ہے۔

معروف شیعہ عالم علامہ محمد بن مرتضیٰ المعروف فیض کاشانی اپنی تفسیر میں حضرت امام باقرؒ کے حوالہ سے حضرت علی مرتضیٰ کا بر سر عام یہ بیان نقل فرماتے ہیں کہ

انه استخلف فنشهد على رسول الله ﷺ انه استخلف ابابكر (تفسیر صافی ج ۲ ص ۵۶۲۔ تفسیر قمی ص ۶۲۴)

سو جب یہ بات خود حضرت علی مرتضیٰ کی زبانی بیان ہو چکی ہے تو اب خوامخواہ اس میں شک و شبہ پیدا کرنا کہاں کی شرافت ہے۔ علاوہ ازیں خود حضرت ابو بکر صدیق نے بھی سب لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اس میں ارشاد فرمایا کہ

والله ماكنت حريصا على الامارة يوما ولاليلة قط ولاكنت فيها راغبا ولا سألتها الله عزوجل فى سر وعلانية ولكنى أشفقت من الفتنة ومالى فى الامارة من راحة ولكن قلدت أمرا عظيما مالى به من طاقة ولايد الا بتقوية الله عزوجل ولوددت ان أقوى الناس عليها مكانى اليوم (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۷۰)

خدا کی قسم میں امارت کا کبھی لالچی نہیں ہوا کسی دن میں اور نہ رات میں کبھی اور میں کبھی بھی اس کی طرف راغب نہیں ہوا اور نہ میں نے اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ اور ظاہر میں اس کا سوال کیا لیکن میں فتنے کے پیدا ہونے سے ڈرا اور حال یہ ہے کہ مجھے امارت میں کوئی راحت نہیں لیکن مجھے ایک امر عظیم کا مکلّف کیا گیا جس کی مجھ میں قوت اور طاقت نہیں ہے مگر اللہ کے قوت بخشنے سے اور میں تو اس کو پسند کر رہا تھا کہ

میرے آج کے مقام پر سب لوگوں سے زیادہ قوی شخص ہو (یعنی عمرؓ اس ذمہ داری کو اٹھالیتے تو اچھا تھا)

آپ کی یہ بات سن کر مہاجرین نے آپ کی تائید کی اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت علی مرتضیٰ نے کہا کہ حضرت ہم ناراض نہیں ہیں البتہ اچھا ہوتا کہ آپ ہمیں بھی مشاورت میں شامل کرلیتے

وانا نری أبابکر أحق الناس بهابعد رسول الله ﷺ انه لصاحب الغار وثانی اثنین وانا لنعلم بشرفه وکبره ولقد أمره رسول الله ﷺ بالصلاة بالناس وهو حی (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۷۰)

بیشک ہم کو معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر بلاشبہ خلافت کے حقدار ہیں اسلئے کہ آپ حضور ﷺ کے غار کے ساتھی ہیں آپ ثانی اثنین ہیں اور ہم آپ کے شرف اور بزرگی کو جانتے ہیں بیشک حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں آپ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا ہے۔

جن روایات سے حضرت علی کا دیر میں بیعت کرنے کا ذکر ہے اولا تو وہ روایت منقطع ہے (دیکھئے سنن کبری للبیھقی ج ٦ ص ۳۰۰) اس لئے درست بات یہی ہے کہ اس وقت جن لوگوں نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بالاتفاق بیعت فرمائی ان میں حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زبیر بھی موجود تھے (البدایہ ج ۵ ص ۲۴۹) اور اگر چھ ماہ تاخیر والی روایت کو تسلیم کیا جائے تو وہ درحقیقت تاکید بیعت تھی اور یہ بیعت اسلئے کی گئی تاکہ ان لوگوں کی غلط فہمی دور ہو جائے جو سمجھتے تھے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے ابھی تک بیعت نہیں کی ہے یا ان کے دل میں کوئی بوجھ اور تکدر ہے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں

انه بایعه بیعة ثانیة مؤکدة للاولی (فتح الباری ج ۷ ص ۳۷۹)

آپ ہی بتائیں کہ اگر حضرت علی مرتضیٰؓ شروع دن سے ہی آپ سے ناراض ہوتے اور اپنے دل میں کسی قسم کا کوئی بوجھ لئے ہوتے تو کیا وہ آپ کے پیچھے کبھی نماز ادا کرتے آپ کے بہت سے معاملات میں کیا کبھی مشاورت کرتے ؟ نہیں۔ جبکہ یہ بات مسلم ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ ہمیشہ آپ کے ساتھ ساتھ رہے اور آپ کے مشیر و وزیر کی حیثیت سے آپ کی معاونت فرماتے رہے اور ہمیشہ آپ کا ادب واحترام فرماتے رہے ہیں حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں

وهذا حق فان على ابن أبى طالب لم يفارق الصديق فى وقت من الاوقات ولم ينقطع فى صلوة من الصلوات خلفه (البدایہ والنھایہ ج ۵ ص ۲۴۹)

اور یہ حق ہے بیشک حضرت علی مرتضیٰ نے حضرت ابو بکر کو کسی وقت بھی نہیں چھوڑا ہمیشہ ساتھ رہے اور آپ نے حضرت ابو بکر کے پیچھے نمازوں میں کبھی علیحدگی اختیار نہیں کی۔

یہ صحیح ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سب صحابہ آسمان ہدایت کے ستارے ہیں ہر صحابی اپنے اندر روشنی لئے ہوئے ہے ان میں سے کسی کے پاس اندھیرا نہیں مگر ان سب نے حضرت ابو بکر صدیق کو بالاتفاق اس لئے خلافت کے لئے آگے کیا کہ ان کے نزدیک آپ سے بڑھ کر اور کوئی نہ تھا اگر ان کے ہاں آپ سے بڑھ کر کوئی بھی ہوتا تو وہ ضرور انہیں ہی آگے کرتے اور انہیں حضور ﷺ کا نائب اور جانشین بنا دیتے حضرت امام شافعی (۲۰۴ھ) نے بڑے پتہ کی بات کہی ہے آپ فرماتے ہیں

اجمع الناس على خلافة ابى بكر رضى الله عنه لانهم لم يجدوا تحت اديم السماء خيرا من أبى بكر (سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۳۹۱)

تمام صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت پر اسلئے اتفاق واجماع کر لیا تھا

کہ آسمان کے نیچے حضرت ابو بکر صدیق سے بہتر اور کوئی آدمی نہ تھا جسے وہ خلیفہ بناتے۔

☆...... حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت پر قرآن کے اشارات

معلوم ہونا چاہئیے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کے لئے قرآن کریم کی بعض آیات میں اشارے پائے گئے ہیں اور وہ واقعات بعد میں پیش آئے جس نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ یہ آیات حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کا واضح اشارہ دے رہی تھیں شیخ بخاری حضرت امام ابو بکر بن عیاش (۱۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ

ابوبکر الصدیق خلیفة رسول الله فی القرآن لان الله تعالی یقول للفقراء المهاجرین الذین ...... الی قوله...... أولئك هم الصادقون فمن سماه الله صادقا فلیس یکذب وهم قالوا یا خلیفة رسول الله قال ابن کثیر استنباط حسن (تاریخ الخلفاء ص ٦٦)

حضرت ابو بکر صدیق رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا (پ ۲۸ الحشر آیت ۸) اس میں اللہ نے صحابہ کی جماعت کو صادقون فرمایا ہے سو جن کو اللہ سچے کہیں وہ جھوٹے نہیں ہو سکتے اور صحابہ سب کے سب حضرت ابو بکر صدیق کو اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کہہ کر بلاتے تھے امام حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ استنباط خلافت نہایت ہی عمدہ ہے۔

علاوہ ازیں دیگر علماء نے بھی واضح کیا ہے کہ حضرت ابو بکر کی خلافت کے قرآن کریم میں اشارے پائے جاتے ہیں نیز قرآن کریم کی روشنی میں آپ کی خلافت بالکل برحق اور صحیح ہے

امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ

علامہ جویبر نے قرآن کریم کی سورہ فتح کی آیت (قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید...... پ۲۶ الفتح آیت نمبر۱۶) میں مخلفین سے قبیلہ بنو حنیفہ مراد لیا ہے جبکہ امام ابن ابی حاتم اور امام قتیبہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کی واضح دلیل ہے اسلئے کہ آپ ہی نے مرتدین سے جنگ کی ہے

هذه الاية حجة على خلافة الصديق لانه الذى دعا الى قتالهم(تاریخ الخلفاء ص ۶۵)

حضرت امام ابوالحسن الاشعری (۳۲۴ھ) فرماتے ہیں میں نے شیخ ابو العباس بن شریح کو فرماتے سنا ہے کہ

خلافة الصديق فى القرآن فى هذه الاية قال لان أهل العلم أجمعوا على انه لم يكن بعد نزولها قتال دعوا اليه الا دعاء أبى بكر لهم وللناس الى قتال أهل الردة ومن منع الزكوة قال فدل ذلك على وجوب خلافة أبى بكر وافتراض طاعته اذ أخبر الله ان المتولى عن ذلك يعذب عذابا اليما قال ابن كثير ومن فسر القوم بانهم فارس والروم فالصديق هو الذى جهز الجيوش اليهم وتمام أمرهم كان على يد عمر وعثمان وهما فرع الصديق .(تاریخ الخلفاء ص ۶۶)

حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کا ثبوت قرآن کی اس آیت سے بالکل واضح ہے کیونکہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کے دور کے علاوہ کوئی وقت ایسا نہ آیا کہ جہاں لوگوں کو قتال کے لئے آواز دی جائے کہ وہ مرتدین اور ان لوگوں کے خلاف

جنگ کریں جنھوں نے زکوۃ دینے سے اپنے آپ کو روک رکھا ہے نیز اس آیت سے حضرت ابو بکر کی خلافت کے واجب ہونے اور ان کی اطاعت کے ضروری ہونے کی دلیل واضح ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ بھی بتادیا کہ جو اس سے منہ موڑے گا اسے دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا حافظ ابن کثیر نے لکھتے ہیں کہ بعض حضرات نے اس سے روم اور فارس کے لوگ مراد لئے ہیں جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق وہ پہلے آدمی ہیں جنھوں نے ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے لشکر تیار کیا اور فوج کشی کی اور اس کی فتح کا سہرا حضرت عمر اور حضرت عثمان کے سر رہا اور یہ دونوں حضرت صدیق کی خلافت اول ہی کے پر تو ہی تو تھے۔﴿ فجزاه الله تعالى عنا وعن سائر المسلمين احسن الجزاء ﴾

☆...... حضور اکرم ﷺ کی جانب سے خلافت صدیقی کے اشارات

یہ صحیح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں کسی کا نام لے کر یہ نہیں بتایا کہ میرے بعد میرا جانشین فلاں اور فلاں ہوگا۔ اگر آپ اپنی حیات میں یہ بات فرمادیتے اور کسی کو متعین کردیتے تو ظاہر ہے کہ آپ کے وصال پر کسی قسم کے مشورہ کی ضرورت نہ پڑتی اور نہ ہی خلافت کے لئے صحابہ کرام کا کہیں اجتماع ہوتا۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات میں کچھ ایسے اشارات ضرور دئے ہیں جن سے پتہ چل رہا تھا کہ آپ اپنے بعد کس کے بارے میں زیادہ خواہش رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میرے بعد میری امت کی قیادت وہی کرے۔ حضور اکرم ﷺ کی احادیث اور آپ کے عملی پیغامات بتاتے ہیں کہ آپ اپنے بعد جس کے بارے میں تمنا رکھتے تھے وہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کی ذات والا صفات ہے جو شروع سے لے کر آخر تک حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ چلے ہیں اور کوئی ایسا موقع نہیں آیا جہاں آپ حضور

ﷺ سے کبھی علیحدہ رہے ہوں یہی وجہ ہے خود حضور ﷺ کو بھی ان پر کامل اعتماد رہا ہے علامہ حافظ ابن عبدالبر مالکی (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں

واستخلفه رسول الله ﷺ على امته من بعده بما اظهر من الدلائل البينة على محبته فی ذلك وبالتعريض الذی يقوم مقام التصريح لم يصرح بذلك لانه لم يؤمر فيه بشئى وكان لايصنع شيئا فی دين الله الا بوحی والخلافة ركن من اركان الدين ومن الدلائل الواضحة على ماقلنا......الخ (استیعاب ج۲ص ۲۴۹)

حضرت امام حافظ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں قرآن کریم کی سورہ المائدہ کی آیت (۵۴) کی رو سے بتایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت اپنے وقت پر بالکل برحق ہے اور قرآن کی یہ آیت اس پر پہلے ہی اشارہ دے چکی ہے۔ پھر آپ نے چند احادیث اور ائمہ کے اقوال سے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے (دیکھئے تاریخ الخلفاء ص ۶۱)

آیئے ہم یہاں حضور اکرم ﷺ کی احادیث سے یہ معلوم کریں کہ آپ نے اپنے بعد کس کی خلافت کے اشارے دیئے ہیں

☆...... حضرت ابوبکر صدیق کو نماز کی امامت کا حکم دینا

اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ آنحضرت ﷺ جب بیمار ہوئے تو آپ نے مسلمانوں کی امامت کے لئے حضرت ابوبکر صدیق کو منتخب فرمایا اور آپ حضور ﷺ کے حکم اور حسب خواہش مسلمانوں کی امامت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے آپ نے سترہ نمازوں کی امامت فرمائی ہے (البدایہ ج ۵ ص ۲۳۵) ایک مرتبہ آپ کے آنے میں کچھ دیر ہوگئی تو لوگوں نے حضرت عمر

فاروق سے نماز پڑھانے کی گذارش کی حضرت عمر آگے بڑھنے لگے حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا کہ نہیں۔ ابوبکر ہی نماز پڑھائیں گے اللہ تعالی اور اہل اسلام کو ابوبکر کے سوا کسی کی امامت منظور نہیں وہی نماز پڑھائیں۔

لا لا لایابی اللہ والمسلمون الا ابابکر یصلی بالناس ابوبکر (تاریخ الخلفاء ص ۶۳)

علامہ مجد الدین مبارک بن محمد الجزری (۶۰۶ھ) اس قسم کی روایات پر لکھتے ہیں کہ یہاں مسئلہ حضرت عمر فاروق کے نماز پڑھنے پڑھانے کا نہیں کہ ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ نے اس ارشاد میں در حقیقت حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت اور آپ کی نیابت وجانشینی کی طرف اشارہ فرمایا ہے یا پھر آنحضرت ﷺ یہ بھی بتانا چاہتے ہوں کہ حضرت ابوبکر تمام لوگوں میں قدر و منزلت اور علم و عمل کے اعتبار سے سب سے اونچا مقام رکھتے ہیں اس لئے ان کے ہوتے ہوئے اللہ تعالی اور مسلمان نہیں چاہیں گے کہ کوئی دوسرا نماز کی امامت کرائے۔ آپ لکھتے ہیں

فیہ نوع دلالۃ علی خلافۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ لان ھذا القول یعلم منہ۔ ان المراد بہ لیس نفی جواز الصلوۃ خلف عمر کیف وھی جائزۃ خلف غیرہ منْ احاد المسلمین ممن ھو دون عمر؟ وانما اراد بہ الامامۃ التی ھی الخلافۃ والنیابۃ عن النبی ﷺ فلذلك قال فیہ یابی اللہ والمسلمون وعلی انہ یجوز ان یکون اراد بھذا القول ان اللہ یابی والمسلمون ان یتقدم فی الصلوۃ احد علی جماعۃ فیھم ابوبکر حیث ھو اکبرھم قدرا ومنزلۃ وعلما فان التقدم علیہ فی مثل الصلاۃ التی ھی اکبر اعمال الاسلام واشرفھا. مما یاباہ اللہ

والمسلمون وهذا صريح الدلالة والاول مفهوم من اللفظ (جامع الاصول فی احادیث الرسول ج ۸ ص ۵۹۴)

حضرت امام ابو جعفر احمد محب الطبری (۶۹۴ھ) ان روایات پر لکھتے ہیں

وهذا ممايؤدی ماذكرناه من الاستدلال بتقديمه اما ما فی الصلوة على الاشارة الى الخلافة وان رضاهم به خليفة انما كان لكونه ﷺ رضيه لامامة الصلاة (ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۲۱۹)

حضرت علامہ امیر علاء الدین علی بن بلبان (۷۳۹ھ) نے ارشاد نبوی ﴿مروا أبابكر فليصل بالناس﴾ پر یہ باب باندھا ہے۔

ذكر خبر فيه دليل على أن الخليفة بعد رسول الله ﷺ كان ابوبكر رضى الله عنه دون غيره من أصحابه (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۱۳)

حضرت امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) اس پر لکھتے ہیں

قال العلماء فی هذ الحديث اوضح دلالة على ان الصديق افضل الصحابة على الاطلاق واحقهم بالخلافة واولاهم بالامامة (تاریخ الخلفاء ص ۶۳)

علماء کرام فرماتے ہیں یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق تمام صحابہ میں افضل ترین اور خلافت کے زیادہ مستحق اور امامت کے لئے سزاوار ہیں

خود حضرت علی مرتضٰی فرماتے ہیں کہ جن دنوں حضرت ابو بکر نماز کی امامت فرمایا کرتے تھے ان دنوں میں وہیں حاضر تھا بیمار بھی نہ تھا تاہم رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر کو مسلمانوں کی امامت کے لئے حکم فرمایا سو جب آپ نے انہیں ہمارے دین کی امامت کے لئے منتخب وپسند

فرمالیا تو ہم نے بھی اپنی دنیا یعنی خلافت و حکومت کے لئے آپ کو پسند کر لیا (دیکھئے اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۲۸۔ تاریخ الخلفاء ص ۶۴)

حضور ﷺ کی جانشینی کے اس نازک موقع پر جب حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سے کہا گیا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں تو انہوں نے بھی حضور ﷺ کی زندگی میں حضرت ابو بکر کی امامت سے استدلال کیا اور کہا کہ ان کے ہوتے ہوئے میں کس طرح آگے بڑھ سکتا ہوں۔

ماكنت لأتقدم بينه يدى رجل امره رسول الله ﷺ ان يومنا فأمنا حتى مات (ریاض ج ۱ ص ۲۱۹)

آپ نے کہا کہ یہ بات کرنے سے پہلے کچھ سوچ تو لیا ہوتا کیا تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرو گے حالانکہ تم میں ابو بکر صدیق ہیں جو ثانی اثنین ہیں

أتبايعني وفيكم الصديق وثاني اثنين (صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۳۳)

پھر ایک مرتبہ حضرت علی نے یہ فرما کر حضرت ابو بکر کے مقام کو سب پر واضح فرما دیا کہ

لاينبغى لقوم فيهم ابوبكر ان يؤمهم غيره (جامع ترمذی ج ۲ ۲۰۷)

جس قوم میں ابو بکر جیسی شخصیت موجود ہو اس کے لئے یہ مناسب نہیں کہ ابو بکر کے علاوہ کوئی اور شخص امامت کرے۔

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق یوں تو اولیت ایمان قوت و ثقاہت اور بصیرت و فراست کے اعلی مقام پر تو تھے ہی آپ علم میں بھی بہت اونچے مقام پر کھڑے تھے اور یہ علم قرآن و سنت کا ہی علم تھا امام شیخ ابو الحسن اشعری (۳۳۴ھ) لکھتے ہیں

تقديمه له دليل على انه أعلم الصحابة وأقراهم (البدایہ والنهاية ج ۵ ص ۲۳۶)

حضور ﷺ کا ابو بکر کو نماز میں آگے کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے اور قرآن کے ساتھ سب سے زیادہ مشتغل تھے

غور کیجئے کہ حضور اکرم وحی الٰہی کی رو سے اپنے تمام احکام مرتب اور صادر فرماتے تھے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ابو بکر کو امامت کے شرف سے مشرف کریں اور اللہ تعالیٰ کی اس میں مرضی ورضاء شامل نہ ہو۔ ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ اپنی جگہ پر نماز کے لئے اگر کسی کو مقرر فرمائیں تو وہ ابو بکر صدیق ہی ہوں۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ...... آپ نے اپنی بیماری میں ابو بکر کو امام (کس لئے) بنایا ہے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرے اللہ کا حکم تھا کہ اس کو آگے کیا جائے

انت اذا مرضت قدمت ابابکر قال لست انا اقدمه ولکن الله یقدمه (تاریخ الخلفاء ص ۶۴)

پھر یہ صرف ایک دو نماز کی بات نہیں ہے جتنے دن آپ ﷺ بیمار رہے آپ کے حکم سے حضرت ابو بکر صدیق نماز پڑھاتے رہے یہاں تک حضور ﷺ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

یہ بات کس سے پوشیدہ ہوگی کہ دینی کاموں میں سب سے اہم نماز کا مقام ہے آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے حضرت ابو بکر صدیق کو منتخب فرمایا کہ اس اہم ذمہ داری کو وہ نبھائیں اور آپ کے دوسرے صحابہ ان کے پیچھے رہیں اور نماز ادا کریں کیا آپ تھوڑی دیر کے لئے بھی یہ سوچ سکتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق نماز کی امامت فرماتے ہوں گے حضرت علی مرتضیٰ ان نمازوں میں آتے ہی نہ ہوں گے؟ یقین مانئے کہ حضرت علی مرتضیٰ اسی طرح آپ کے پیچھے نماز ادا فرماتے تھے جس طرح دوسرے صحابہ ادا کرتے تھے اور ان سب کو یہ بات معلوم تھی کہ حضرت ابو بکر صدیق کو امامت کا حکم حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ہے۔ سو اس سے صاف

ظاہر ہے کہ آپ چاہتے تھے کہ دوسرے امور (دینی ہو یا دنیوی) میں بھی حضرت ابوبکر صدیق اس امت کی قیادت کریں اور دوسرے سب لوگ ان کے پیچھے چلیں آپ کا کہنا اللہ ہی کا کہنا ہے اور اللہ ہی نے آپ کی اس دلی خواہش کو عملا پورا فرمادیا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا

ماقدمت ابابکر وعمر ولکن اللہ قدمھما (جامع صغیر ص ۴۸۶)

میں نے ابوبکر اور عمر کو آگے نہیں رکھا بلکہ اللہ تعالی نے ان کو آگے رکھا ہے

جامع صغیر کے شارح حضرت علامہ عبدالروف مناوی اس پر لکھتے ہیں

ای ماأشرت بتقدیھما للخلافة او مااخبرکم بانھما افضل من غیرھما او ماقدمتھما علی غیرھما فی المشورة او فی صدور المحافل او نحو ذلك ولکن اللہ قدمھما (فیض القدیر ج ۵ ص ۵۸۸ ۔ سراج المنیر ج ۴ ص ۲۰۶)

یعنی یہ صرف میں نے ان دونوں کی خلافت کا اشارہ نہیں دیا یا میں نے صرف نہیں بتلایا کہ یہ دونوں سب سے افضل ہیں یا میں نے ان دونوں کو مشورہ لینے اسی طرح دوسری مجالس و محافل وغیرہ میں سب پر مقدم نہیں کیا بلکہ یہ اللہ تعالی کا حکم تھا اور اسی کے حکم سے میں نے ان دونوں کو ہر معاملے میں سب سے آگے رکھا ہے

☆...... حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لئے وصیت تحریر فرمانے کی خواہش

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جن دنوں بیمار تھے تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ

ادعی لی اباك واخاك حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمنی ویقول قائل انا اولی ویابی الله والمؤمنون الا ابابکر (صحیح مسلم ج۲ ص ۲۷۳)

اے عائشہ جاؤ اپنے والد اور اپنے بھائی کو بلا لاؤ تاکہ میں ان کو ایک تحریر لکھ دوں میں ڈرتا ہوں کہ کوئی آرزو کرنے والا (خلافت کی) آرزو نہ کرے اور کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں (خلافت کا) زیادہ حقدار ہوں اور اللہ تعالی انکار کرتا ہے اور اہل ایمان بھی انکار کرتے ہیں سوا ابوبکر کے (اور کسی کی خلافت کے)

کنز العمال کی روایت میں حضرت ابوبکر صدیق کے نام کی صراحت بھی ملتی ہے آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے فرمایا

ایتنی بکتف حتی أکتب لابی بکر کتابا لایختلف علیه من بعدی فلما قام عبدالرحمن قال رسول الله ﷺ أبی الله والمؤمنون أن یختلف علی أبی بکر الصدیق (کنز العمال ج۱۲ ص۲۲۹)

اس سے واضح ہے کہ حضور ﷺ اس بات کی خواہش رکھتے تھے کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر آپ کے نائب ہوں اسی خواہش کے پیش نظر آپ نے ایک تحریر لکھنے کا بھی ارادہ فرمالیا تھا مگر جب آپ کو اللہ تعالی کی طرف سے اطلاع مل گئی کہ اللہ تعالی کا منشاء بھی یہی ہے اور اہل ایمان بھی ان کی خلافت کے سوا اور کسی کی خلافت قبول نہ کریں گے تو آپ مطمئن ہو گئے اور اب کسی تحریر کی ضرورت باقی نہ رہی شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

وعلم ان الله یجمعهم علی ماعزم علیه کما قال ویابی الله والمومنون الا ابابکر (منهاج السنۃ ج٦ ص ۲۵)

آپ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

والتحقيق أن النبی ﷺ دل المسلمين على استخلاف أبی بكر وأرشدهم اليه بأمور متعددة من أقواله وأفعاله وأخبر بخلافته اخبار راض بذلك حامد له وعزم على أن يكتب بذلك عهدا ثم علم من المسلمين يجتمعون عليه فترك الكتاب اكتفاء بذلك ثم عزم على ذلك فی مرضه يوم الخميس ثم لما حصل لبعضهم شك هل ذلك القول من جهة المرض أوهو قول يجب اتباعه ؟ ترك الكتابة اكتفاء بما علم ان الله يختاره والمؤمنون من خلافة أبی بكرؓ (منهاج ج ۱ ص ۵۱۷)

ایک اور روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ لکھوانے کا ارادہ فرما چکے تھے پھر آپ نے فرمایا کہ رہنے دو خدا نہ کرے کہ ابو بکر کی خلافت کے بارے میں کسی کو اعتراض و اختلاف ہو

دعه معاذ الله ان يختلف المؤمنون فی ابی بكر (رواہ احمد تاریخ الخلفاء ص ۶۲)

معروف حنفی عالم حضرت علامہ صدر الدین علی بن علی (۷۹۲ھ) نے حضور ﷺ کے مذکورہ ارشاد کی رو سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت نص خفی سے ثابت ہے اور یہ حدیث ان میں سے ایک ہے۔ (دیکھئے شرح عقیدہ طحاویہ ص ۴۰۳)

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ ربہ الباری (۱۰۱۴ھ) بھی لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد اور آپ کی عملی تعلیم سے صحابہ کرام نے آپ کو خلیفہ قبول فرمایا ان کو معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ آپ کی خلافت پر راضی ہیں اور آپ نے عزم کیا تھا کہ اس بات پر تحریر بھی لکھ دی جائے لیکن جب آپ ﷺ کو پتہ چلا کہ اہل اسلام حضرت ابو بکر کی خلافت پر متفق ہو جائیں گے اور اللہ کی منشاء بھی یہی ہے تو پھر آپ نے تحریر نہ لکھی

فانه دل المسلمين على استخلاف ابی بكر بالفعل والقول واختاره

لخلافته اختيار راض بذلك وعزم على أن يكتب بذلك عهدا هنالك ثم علم أن المسلمون يجتمعون عليه فترك الكتابة اكتفاء بارادة الله تعالى ......(شرح الفقہ الاکبر ص ۹۷)

حضرت امام سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ) نے یہی بات بہت سے اہل علم سے بھی نقل فرمائی ہے حضرت ملا علی قاری شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں

وقد حكى سفيان بن عيينه عن اهل العلم قبله انه ﷺ اراد ان يكتب استخلاف ابى بكر رضى الله عنه ثم ترك ذلك اعتمادا على علمه من تقدير الله تعالى ذلك كما هم بالكتابة فى أول مرضه حين قال واراساه ثم ترك الكتابة وقال يابى الله والمؤمنون الا ابابكر وذلك بسبب استخلافه ابابكر فى الصلوة (مرقات شرح مشکوۃ ج۹ ص ۳۸۵۱)

سو آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک کہ میں حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کے لئے ایک تحریر لکھ دوں بتاتا ہے کہ آپ حضرت ابو بکر کی خلافت بلا فصل چاہتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس پر مختلف پیرائے میں اشارے دیئے ہیں۔

☆......سائلین کو اپنے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آنے کی اطلاع دینا

حضرت جبیر بن معطم کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ بیمار تھے ان دنوں ایک عورت آپ کے پاس آئی اور کوئی بات کرنا چاہی آپ نے اسے پھر آنے کے لئے فرمایا وہ کہنے لگی کہ اگر میں پھر آؤں اور آپ نہ ملیں تو میں کیا کروں آپ ﷺ نے اس پر فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو پھر حضرت ابو بکر کے

پاس چلی آنا

ان لم تجدینی فاتی ابابکر (صحیح بخاری ج ا ص ۵۱۶ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۳)

(نوٹ) شیعہ حضرات کی کتاب تلخیص الشافی کے ج ۳ ص ۳۹ میں بھی یہ واقعہ منقول ہے

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہے کہ وہ خاتون حضور ﷺ سے کوئی دینی مسئلہ پوچھنے کے لئے نہ آئی تھی گر مسئلہ دینی ہوتا تو آپ اسے اسی وقت مسئلہ بتادیتے اور اس کی مشکل کا حل نکل آتا یہ اس طرح کا یک معاملہ تھا کہ جس میں سربراہ کے پاس آنے کی ضرورت ہوتی ہے اس وقت حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کی طرف آنے کا حکم دے کر کیا یہ اشارہ نہیں دے دیا تھا کہ میرے بعد جانشین ابوبکر ہوں گے ؟ اگر آپ کے ذہن مبارک میں کسی اور کا نام ہوتا تو آپ کبھی یہ نہ فرماتے کہ اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس چلی آنا۔ آپ کا یہ ارشاد حضرت ابوبکر کی خلافت بلکہ خلافت بلافصل کی خبر دے رہا ہے۔ حضرت امام شافعی (۲۰۴ھ) اس حدیث پر فرماتے ہیں

فی هذاالحدیث دلیل علی ان الخلیفة بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم أبوبکر (الاستیعاب ج ۲ ص ۲۴۹ لابن عبدالبر)

علامہ امیر الدین علی بن بلبان (۷۹۳ھ) نے اس حدیث پر درج ذیل باب باندھا ہے اور بتایا ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر کی خلافت کی طرف اشارہ فرمایا ہے

ذکر الخبر الدال علی أن الخلیفة بعد رسول الله کاں ابوبکر الصدیق رضی الله عنه (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۱۰)

علامہ ابو جعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری (۶۹۴ھ) نے بھی اس روایت پر یہ باب باندھا ہے اور انہوں نے بھی اس سے ابوبکر صدیق کی خلافت مراد لی ہے۔

ذکر اختصاصه بالحوالة علیه بعد وفاته تنبیها علی خلافته وانه

القائم بعده (ریاض النضرۃ ج۱ص ۱۷۲)
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں
اس میں حضرت صدیق اکبر کی خلافت پر اشارہ ہے (بلکہ قریب بصراحت ہے) (وعظ۔ اجر الصیام من غیر انصرام ص ۱۶)

امام ابن حزم (۴۵۸ھ) نے تو اس بیان سے حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کو نص جلی سے ثابت کہا ہے

وهذا نص جلى على استخلاف أبى بكر (الفصل فی الملل والاھواء والنحل ج۴ص ۱۷۶۔ منہاج السنۃ ج۱ص ۴۹۶)

حضرت امام حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ حضور ﷺ کے مرض الوفات یعنی آخری دنوں کا ہے

والظاهر والله اعلم انها انما قالت ذلك له عليه السلام فى مرضه الذى مات فيه صلوات الله وسلامه عليه (البدایہ والنھایہ ج۵ص ۲۲۸)

سو آنحضرت ﷺ نے بتادیا تھا کہ آپ کے بعد لوگ کس کی طرف رجوع کریں اور اپنے مسائل کے سلسلے میں وہ کن کے پاس آیا کریں حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ مجھے قبیلہ بنو مصطلق کے لوگوں نے حضور ﷺ کے پاس بھیجا کہ پوچھو ہم اپنی زکوۃ آپ کے بعد کس کو بھیجا کریں آپ کے بعد اس کا ذمہ دار پھر کون ہوگا حضرت انس کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ وہ اپنی زکوۃ حضرت ابو بکر کو بھیجیں

فقالو سل لنا رسول الله ﷺ الى من ندفع صدقاتنا بعدك؟ قال فاتيته فسالته فقال الى ابى بكر فاتيتهم فاخبرتهم فقالوا ارجع اليه فسئله فان حدث بأبى بكر حدث فإلى من ؟ فاتيته فسالته فقال الى

عمر فاتیتهم فاخبرتهم فقالوا ارجع الیه فسله فان حدث بعمر حدث فالی من ؟فاتیته فسالته فقال الی عثمان فقالوا ارجع الیه فسله فان حدث بعثمان حدث فالی من فاتیته فسالته فقال ان حدث بعثمان حدث فتبا لکم الدھر تبا (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۸۲) ۔

میرے بعد اپنی زکوۃ ابوبکر کو بھیجنا میں نے جاکر ان کو خبر کر دی انہوں نے کہا کہ حضور سے پوچھیں کہ اگر ابوبکر نہ رہیں تو پھر کس کو ہم بھیجا کریں انس بن مالک نے حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ عمر کے پاس بھیجنا......الحدیث

امام اسماعیلی نے معجم میں سہل بن ابی حثمہ سے نقل کیا ہے کہ ایک اعرابی حضور علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے آپ سے بیعت کی بعد ازاں اس نے پوچھا کہ اب اگر میں کسی کام کے لئے آؤں تو میرا کام کون پورا کرے گا آپ نے فرمایا ابوبکر۔اس نے پھر پوچھا کہ اگر ابوبکر نہ ہوں تو ان کے بعد کس کے پاس جاؤں آپ نے فرمایا عمر کے پاس آنا۔

فساله إن اتی علیه أجله من یقضیه فقال أبوبکر ثم ساله من یقضیه بعده قال عمر رضی الله عنه ...... الحدیث (عمدۃ القاری بشرح البخاری ج ۱۶ ص ۱۷۹)

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں

شواہد النبوت میں ایک شخص کا واقعہ مذکور ہے کہ جس کو حضور علیہ السلام نے چند اونٹوں کے بوجھ کی مقدار کھجوریں عطا فرمائیں اور فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر اور ابوبکر کے بعد عمر اور عمر کے بعد عثمان تجھے دیتے رہیں گے

اسی طرح ایک اور واقعہ ہے کہ کسی نے چند اونٹ حضور علیہ السلام کے ہاتھ فروخت کئے اور حضور علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اگر مجھ پر کوئی حادثہ واقع ہو جائے تو ابوبکر ان کی

قیمت دے گا اور اگر ابو بکر پر حادثہ پڑ جائے تو عمر دے گا (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۴۰۵)

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ حضرت جبیر بن مطعم سے مروی حدیث پر لکھتے ہیں

یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے خلافت حضرت صدیق کی طرف راجع ہوگی کیونکہ بیت المال میں تصرف اور پیغمبر کے وعدوں کو پورا کرنا خلیفہ کے خواص میں سے ہے (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۴۰۳)

اس سے واضح ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے بعد حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کو مختلف پیرائے میں بیان فرمایا ہے اور سوال کرنے والوں کو بھی آپ نے اپنے بعد حضرت ابو بکر صدیق کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا تھا کیا اس میں حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت بلکہ خلافت بلا فصل کا واضح بیان نہیں ہے؟

☆...... حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کی اقتداء کا نبوی حکم

☆...... حضرت حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں تم لوگوں میں کب تک (زندہ) رہوں سو تم ان کی (آپ نے ایک جانب اشارہ کیا) پیروی کرنا جو میرے بعد ہوں گے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۵۵۳)

یہ کون ہیں؟ جن کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں

واشار إلی أبی بکر وعمر (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۷ مسند احمد ج ۶ ص ۵۵۸)

آپ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی جانب اشارہ کیا

آپ ﷺ نے فرمایا

اقتدوا بالذین بعدی أبوبکر وعمر (مسند الامام الطحاوی ج ۲ ص ۲۴۳)

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا

فانهما حبل الله الممدود فمن تمسك بهما تمسك بالعروة الوثقى لانفصام لها (مرقات ج ۱۱ ص ۳۱۶)

اسلئے کہ یہ دونوں اللہ کی لمبی (پھیلائی ہوئی مضبوط) رسی ہیں سو جس نے ان دونوں سے تمسک کیا اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں

شیخ الاسلام حضرت علامہ حافظ ابن تیمیہؒ اس پر لکھتے ہیں

اخبر انهمامن بعده وأمر بالاقتداء بهما فلوكانا ظالمين أوكافرين فى كونهما بعده لم يأمر الاقتداء بهما فانه لايامر بالاقتداء بالظالم فان الظالم لايكون قدوة يؤتم به بدليل قوله تعالى لاينال عهدى الظالمين فدل على ان الظالم لايؤتم به والائتمام هو الاقتداء فلما أمربالاقتداء بمن بعده والاقتداء هوالائتمام مع اخباره انهما يكونان بعده دل على أنهما إمامان بعده (منهاج السنۃ ج ۸ ص ۳۶۲)

جامع صغیر کے شارح حضرت علامہ علی بن احمد عزیزی (۱۰۷۰ھ) اس حدیث پر لکھتے ہیں

اى اقتدوا بالخليفتين الذين يقومان من بعدى لحسن سيرتهما وفيه إشارة الى الخلافة وان أبابكر مقدم على عمر (السراج المنیر ج ۱ ص ۲۶۷)

ان دونوں خلفاء کی پیروی کرنا جو میرے بعد ہوں گے ان کی اچھی سیرتوں کی وجہ سے اور اس میں خلافت کا اشارہ کیا گیا اور حضرت ابوبکر کو حضرت عمر پر مقدم کرکے بتایا گیا کہ حضرت ابوبکر پہلے خلیفہ ہوں گے

جامع صغیر کے شارح علامہ عبدالرؤف مناوی (۱۰۳۱ھ) بھی لکھتے ہیں

وإيماء لكونهما الخليفتين بعده (فیض القدیر ج ۲ ص ۷۲)

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) نے یہاں ایک بڑے گہرے نکتے کی جانب اشارہ فرمایا ہے اور بتایا کہ حضور ﷺ کے ارشاد اقتدوا میں خلافت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت حکیم الامت لکھتے ہیں۔

مراد یہ ہے کہ ان دونوں کی جو میرے بعد میرے قائم مقام ہوں گے اس لئے کہ صلہ تخصیص اور تعیین کیا کرتا ہے موصول کی۔ اور حضور ﷺ کے قائم مقام ہوئے بغیر صرف ان دو حضرات کا وجود ان دونوں کا مخصص اور معین نہیں ہوسکتا اور صلہ کو ایسا ہونا چاہئیے کہ اس کے ذریعہ سے مخاطبین موصول کو پہچان لیں تو معلوم ہوگیا کہ (اقتدوا کا حکم سننے سے پہلے) مخاطبین رویای قلیب اور اس جیسی باتیں سن چکے تھے اور (امر اقتدوا میں) اقتداء سے مراد امور حلافت میں اقتداء ہے کیونکہ اقتداء کو متعلق کرنا ایسے لفظ کے ساتھ جو خلافت کی جانب اشارہ کرتا ہو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہاں اقتداء سے وہ اقتداء مراد ہے جو رعیت خلیفہ کی کرتی ہے اسی حدیث میں تعلیم قرآن وغیرہ کو دوسروں کے حوالہ کیا گیا ہے پس ان کی اقتداء سے جو مراد ہے وہ تعلیم اور فتوی کی اقتداء سے الگ ہے اور وہ استخلاف کے سوا اور کچھ نہیں اس لئے یہ حدیث اس پر دلالت کررہی ہے کہ قوم پر ان کی انقیاد واطاعت بجہت خلافت واجب ہے (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۴۰)

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے آپ کی اس خواہش کا پتہ چلتا ہے کہ حضور اپنے بعد کس کو اور کس ترتیب سے اپنا جانشین دیکھنا چاہتے ہیں چنانچہ حضو ﷺ نے جس بات کی تمنا فرمائی اللہ تعالی نے اسی طرح آپ کی تمنا پوری کی پہلے حضرت ابوبکر آپ کے جانشین ہوئے پھر حضرت عمر نے خلافت کی اور اس کا حق ادا کردیا فجزاهما الله احسن الجزاء

☆...... حضرت ابو بکر صدیقؓ کا حضور ﷺ کے بعد کنویں سے ڈول کھینچنا

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اپنا ایک خواب بیان فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ میں ایک کنویں پر تھا پانی نکال رہا تھا اتنے میں ابو بکر اور عمر آئے اور ابو بکر نے ڈول لیا ایک دو ڈول کھینچے وہ بھی کمزوری کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ ان کو بخشے۔ اس کے بعد عمر بن خطاب نے ابو بکر کے ہاتھ سے ڈول لے لیا وہ ڈول ان کے ہاتھ میں بڑا ہو کر چرسہ سا بن گیا پھر میں نے تو ایسا طاقت ور آدمی لوگوں میں نہیں دیکھا جو ان کا سا کام کرے (یعنی اتنا پانی کھینچا اور لوگوں کو پلایا) کہ لوگ اپنے اپنے اونٹوں کو خوب پلا کر بٹھلانے کی جگہ میں لے گئے (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۹)

اس حدیث میں حضور ﷺ کے ہاتھوں حضرت ابو بکر صدیق کا ڈول لینے اور ان کے ہاتھوں پھر حضرت عمر فاروق کا ڈول لینا اور اس سے ایک بڑی مخلوق خدا کا نفع پانا میں بھی اس جانب اشارہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق حضور اکرم ﷺ کے پہلے جانشین ہوں گے اور ان کے بعد حضرت عمر مسلمانوں کے خلیفہ ہوں گے۔ حضور ﷺ نے صراحتا تو حضرت ابو بکر کے بارے میں نہیں فرمایا لیکن حضرت عمر کا حضرت ابو بکر کے ہاتھوں ڈول لینا ضرور بتایا ہے ظاہر ہے کہ اس میں حضرت عمر کی خلافت کا ہی اشارہ نہیں بلکہ حضرت ابو بکر کی خلافت بلاور خلافت بلا فصل کا بھی اشارہ پایا جاتا ہے نیز اس میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق سے افضل ہیں محدث حضرت علامہ بدر الدین عینی (۸۵۵ھ) اس پر لکھتے ہیں

فیہ اشارۃ الی ان الخلافۃ بعدہ ﷺ لابی بکر رضی اللہ عنہ وتقدیمہ علی عمر وغیرہ یدل علی انہ افضل منہ (عمدۃ القاری بشرح

البخاری ج۱۶ص۱۹۱)

آپ ایک اور جگہ لکھتے ہیں

فیه اشارۃ الی ان عمر ولی الخلافه بعهد من ابی بکر بخلاف ابی بکر فان خلافته لم تکن بعهد صریح من النبی ﷺ ولکن وقعت عدت اشارات الی ذلك فیها مایقرب من الصریح قوله فاستحالت ای تحولت فی ید عمر رضی الله عنه (عمدۃ القاری ج۲۴ص۱۵۶)

حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی قدس سرہ اس پر لکھتے ہیں

اس حدیث میں صریح اشارہ شیخین کے خلافت کی طرف ہے اور حضرت عمر کی خلافت کی قوت اور کثرت فتوحات کا بھی بیان ہے (تفسیر آیت استخلاف ص ۱۷)

☆...... حضور ﷺ کے نزدیک سب سے محبوب شخصیت حضرت ابوبکرؓ تھے

حضرت عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ آپ کو مردوں میں سب سے زیادہ کس سے محبت ہے ؟ آپ نے فرمایا ابوبکرؓ سے۔ پوچھا پھر کس سے۔ ارشاد فرمایا کہ عمرؓ سے۔ پھر آپ نے اس کے بعد اور بھی نام لئے۔

ای الناس احب الیك قال عائشه فقلت من الرجال قال ابوها قلت ثم من قال ثم عمر بن الخطاب فعد رجالا (صحیح بخاری ج۱ص ۵۱۶)

شارح مسلم حضرت امام نووی (۶۷۶ھ) اس پر لکھتے ہیں

هذا التصریح بعظیم فضائل ابی بکر وعمر وعائشة رضی الله عنهم وفیه دلالة بینة لاهل السنة فی تفضیل ابی بکر ثم عمر علی جمیع

الصحابة (نووی ج۲ص ۲۷۳)

یعنی اس میں حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عائشہ صدیقہ کے بڑے فضائل کی تصریح تو ہے ہی ساتھ ہی اہل سنت والجماعت کے اس عقیدے کی کھلی دلیل موجود ہے کہ حضرت ابو بکر تمام صحابہ میں سب سے افضل ہیں ان کے بعد پھر عمر فاروق ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ہم لوگ زمانہ نبوی میں یہ بات عام طور پر کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ لوگوں میں سب سے بہتر حضرت ابو بکر ہیں پھر حضرت عمر ہیں

کنا نتحدث فی زمن رسول اللہ ﷺ ان رسول اللہ ﷺ قال خیر الناس ابوبکر ثم عمر (مسند الامام الطحاوی ج ۵ ص ۲۱۱)

خود سیدنا حضرت علی مرتضیٰ نے بھی یہ بات برسر منبر فرمائی ہے عبد خیر ہمدانی کہتے ہیں

سمعت علیا یقول علی المنبر ألاأخبرکم بخیر ھذہ الامة بعد نبیھا ﷺ قال فذکر ابابکر ...... الحدیث (الفتح الربانی ج ۲۲ ص ۱۸۰)

ایک مرتبہ حضرت علی نے خطبہ میں پوچھا کہ حضور ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے بہتر کون ہے؟ وھب شوائی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ ہیں آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ابو بکر ہیں پھر ان کے بعد عمر ہیں۔

من خیر ھذہ الامة بعد نبیھا فقلت انت یا امیر المؤمنین قال لا خیر ھذہ بعد نبیھا ابوبکر ثم عمر رضی اللہ عنھما (الفتح الربانی ج ۲۲ ص ۱۸۱)

بلکہ آپ نے فرمایا کہ یہ تو عطائے الہی ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اس کو بہتر بنا دیتا ہے۔

قال یجعل اللہ تعالی الخیر حیث احب (ایضا ص ۱۸۲)

آپ کے صاحبزادے امام محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ

میں نے حضرت علی مرتضٰی سے پوچھا کہ سب لوگوں میں حضور ﷺ کے نزدیک کون بہتر ہے آپ فرمایا کہ ابو بکر۔ میں نے پوچھا کہ پھر کون۔ فرمایا کہ عمر۔ میں ڈرا کہ اب اگر میں پوچھوں گا تو وہ عثمان کا نام لیں گے اسلئے خود ہی کہہ دیا کہ ان کے بعد پھر آپ۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ میں تو مسلمانوں کا ایک فرد ہوں ﴿ ما انا الا رجل من المسلمین ﴾ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۸)

حضرت علی مرتضٰی کے اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بھی اس بات کو جانتے تھے کہ حضرت ابو بکر سب صحابہ میں سب سے زیادہ حضور ﷺ کے منظور نظر تھے ان کے بعد پھر حضرت عمر کو چاہتے تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ آپ حضرت عثمان اور حضرت علی کو نہ چاہتے ہوں۔ نہیں۔ ہر گز نہیں۔ حضور ﷺ سب کو چاہتے تھے اور آپ نے ان سب پر اپنی خوشی اور محبت کی خبر بھی دی ہے تاہم ان میں اولیت کا شرف حضرت ابو بکر کا ہی نصیب رہا اور وہی یہ نعمت عظمیٰ پائے ہوئے تھے۔

حضرت علی مرتضٰیؓ نے یہ بات اپنے بیٹے سے کہی ہے اب آپ ہی بتائیں کہ کیا اس میں ذرا بھی شک کیا جا سکتا ہے کہ آپ یہ بات دل سے نہیں کہہ رہے تھے یہ صرف زبانی خرچ تھا آپ اپنے بیٹے سے بھی خوف محسوس کرتے تھے کہ کہیں یہ جا کر لوگوں کو نہ بتا دے اسلئے آپ نے ان کے سامنے بھی یہ بات تقیہ کے طور پر کہی تھی؟ نہیں ہر گز نہیں ...... آپ کا کھل کر اپنے بیٹے کو حضرت ابو بکر کا خیر الامت بتانا واضح کرتا ہے کہ حضرت ابو بکر حضور ﷺ کے ہاں سب سے اونچا مقام رکھتے تھے اور آپ کی ساری امت سے آپ بہتر و بر تر تھے جب حضرت ابو بکر صدیق نے خلافت کے لئے حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ کو آگے کرنے کی کوشش کی تو حضرت عمر نے کہا کہ آپ کے ہوتے ہوئے کون آگے ہو سکتا ہے اس وقت وہاں موجود سب حاضرین پکار اٹھے کہ اے ابو بکر آپ ہم میں سب سے بہتر سب سے افضل اور حضور ﷺ کے سب سے محبوب تھے کسی ایک نے بھی حضرت عمر فاروق کے اس بیان سے اختلاف نہ فرمایا

انت خيرنا وافضلنا واحبنا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم
ولم ينكر ذلك احد (منہاج ج ۲ ص ۵۱ وج ۶ ص ۴۵۵)

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالی نے علماء عظام سے یہ بات بالکل درست نقل کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کو فضائل میں کچھ ایسے خصوصی امتیازات حاصل ہیں جن میں کوئی دوسرا ان کا ہم پلہ نہیں ہے

ان فضائل الصديق خصائص لم يشركه فيها غيره (منہاج ج ۸ ص ۴۱۷)

☆...... حضور ﷺ کی امت میں سب سے زیادہ رحم دل والے حضرت ابو بکرؓ تھے

حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق کی ایک خصوصی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابو بکر ہیں

أرحم امتي بامتي ابوبكر (مسند الامام الطحاوی ج ۱ ص ۲۴۵۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۲۰)

حضور اکرم ﷺ نے اپنے تمام صحابہ میں حضرت ابو بکر صدیق کے لئے أرحم کی امتیازی صفت بیان فرمائی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں یہ آپ کی امتیازی صفت تھی اور آپ کی أرحم کی شان سب نے دیکھی بھی ہے تاہم اس میں آپ کی خلافت کا اشارہ بھی ملتا ہے آپ کی شان رافت ورحم سے خلافت کا کیا تعلق ہے؟ اسے استاذنا المحترم حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی درج ذیل تحریر میں دیکھئے آپ لکھتے ہیں

حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر کو سب سے زیادہ رحم کرنے والا فرمایا۔ رحم کون کرتا ہے؟ بڑا چھوٹے پر یا چھوٹا بڑے پر؟ راعی رعایا پر یا رعایا راعی پر؟ باپ بچوں پر یا بچے باپ پر؟ ظاہر ہے کہ بڑا ہی چھوٹوں پر رحم کرے گا جسے کوئی قوت اور اختیار حاصل

نہ ہو وہ کیا کسی پر رحم کرے گا بالادست ہی زیر دستوں کے لئے راحم یا ظالم ہوتے ہیں احادیث سے یہی پتہ چلتا ہے کہ رحم کی محنت چھوٹوں پر کی جاتی ہے۔ حضرت انس بن مالک نے حضور ﷺ کا ارشاد بیان فرمایا

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا (جامع ترمذی ج ۲ ص ۳۴)
جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے جو بڑے ہیں ان کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں

حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (ایضاص ۳۲)
تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا

پھر یہ دعا بھی کسی سے بھولی نہیں ﴿ اللھم لاتسلط علینا من لا یرحمنا ﴾
اے اللہ ہم پر وہ حکمران مسلط نہ کرنا جو ہم پر رحم نہ کر سکیں

ان روایات کی روشنی میں جب ہم سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں یہ بیان پڑھتے ہیں ﴿ أرحم امتی بامتی ابوبکر ﴾ تو کسی کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی کہ حضور ﷺ حضرت ابو بکر صدیق کے اس مقام کی خبر دے رہے ہیں جب حضور ﷺ کی امت ان کے ہاتھ میں ہو گی ان کا نظام ان کے سپرد ہو گا آپ اپنے زیر دستوں پر رحم کا معاملہ کریں گے کیا یہ آپ کی خلافت کی خبر نہیں؟ حضور ﷺ نے اس حدیث میں حضرت ابو بکر کی خلافت کی خبر دی ہے امت کا اگر ایک فرد بھی حضرت ابو بکر صدیق کی رعیت سے باہر ہو تو آپ حضور ﷺ کی ساری امت (ایک ایک فرد) کے لئے راحم نہیں ٹھہرے سو ﴿ ارحم امتی بامتی ابوبکر ﴾ میں صرف آپ کی خلافت کی خبر نہیں خلافت بلا فصل کا پتہ دیا گیا ہے۔۔ (خلفائے راشدین ج ۱ ص ۱۶۲)

☆...... حضرت ابو بکر کے گھر کے سوسب کے دروازے بند کرنے کا حکم نبوی

حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ

لایبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر (صحیح بخاری ج ا ص ۵۲۲)

ابو بکر کے دروازہ کے سواسب کے دروازے بند کر دیئے جائیں

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مسجد کے راستہ میں کھلنے والی سب کی کھڑ کیاں بند کر دی جائے سوائے ابو بکر کی کھڑ کی کے۔

حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں مسجد صرف نماز باجماعت کے لئے نہ تھی اس میں بہت سے دیگر دینی معاملات بھی حل کے لئے لائے جاتے اور یہاں ان مشکل معاملات اور دینی سوالات کا حل پیش کیا جاتا تھا ظاہر ہے کہ جس آدمی کی ان کاموں کے سلسلے میں بار بار ضرورت رہتی ہو اور اسے بار بار آنا پڑتا ہو اس کو یہ حق ملنا چاہئیے کہ اس کے گھر کا دروازہ مسجد میں کھلتا ہو حضرت ابو بکر صدیق کو چونکہ اس سلسلے میں اکثر آنے جانے کی ضرورت پیش آتی تھی اسلئے آپ ﷺ نے صرف ان کے گھر کے دروازے کھلے رکھنے کی اجازت مرحمت فرمادی تا کہ انہیں تکلیف نہ ہو۔

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس حدیث پر لکھتے ہیں

یہ حدیث دلالت کرتی ہے صدیق کی خلافت پر اور علماء نے اس دلالت کی دو وجہ بیان کی ہیں کہا گیا ہے کہ اس وجہ سے کہ خلیفہ کو بکثرت مسجد میں داخل ہونے کی ضرورت واقع ہوتی ہے تا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور ان میں امر و نہی کرے اور ان میں فیصلے کرے اور پہلے زمانہ میں لوگوں کی عادت تھی کہ مقدمات کے فیصلے مسجد کی سوا اور کسی جگہ نہیں کرتے تھے اور کہا گیا کہ اس لئے یہ حکم دیا تھا کہ اس سے خلافت کی طرف لوگوں کی رغبتوں کا انسداد مقصود تھا (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۴۰۴)

حضرت امام محمد بن ادریس المعروف ابو حاتم الرازی (۲۷۷ھ) اس حدیث پر لکھتے ہیں

فیه دلیل علی ان الخلیفة بعد رسول الله ﷺ کان ابوبکر اذ المصطفی ﷺ حسم عن الناس کلهم اطماعهم فی ان یکونوا خلفاء بعده غیر ابی بکر بقوله سدو عنی کل خوخة فی المسجد غیر خوخة ابوبکرؓ ۔ الحدیث۔(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۵)

حضرت علامہ علی بن احمد العزیزی (۱۰۷۰ھ) بھی لکھتے ہیں

استثناها تکریما له واظهار الفضله وفیه ایماء بانه الخلیفة بعده (السراج المنیر ج ۱ ص ۲۵)

حضرت ابو بکر کے دروازے کو کھلا رکھنا آپ کی عزت و تکریم اور فضیلت کے اظہار کے لئے ہے اور اس میں اس بات کا بھی اشارہ دیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر آپ کے بعد خلیفہ ہیں۔

حضور ﷺ نے اپنے ارشاد میں یہ بات کھول دی کہ حضور ﷺ کی نگاہ میں حضرت ابو بکر کس بلند مرتبہ پر فائز ہیں حضرت ابو بکر کے دروازہ اور ان کی کھڑکی کھلے رکھنے میں کیا اس طرف اشارہ نہیں کہ حضور ﷺ کے ہاں ان کو کس قدر تقرب حاصل ہے اور آپ ان سے کتنے مانوس ہیں اور خود ان پر کس قدر اعتماد رکھتے ہیں۔اور یہ بات ایک روایت میں موجود ہے آپ نے فرمایا

فسدوها الا ماکان من بیت (فی الاصل باب) ابی بکر فانی لااعلم أحدا کان أفضل عندی فی الصحبة منه (المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی الموصلی ج ۳ ص ۱۶۸)

حافظ ابن کثیر نے البدایہ میں یہ روایت نقل کی ہے اور لکھا ہے

هذا مرسل له شواهد کثیرة (البدایہ ج ۵ ص ۲۲۹)

حضور علیہ السلام ﷺ کے ارشادات واشارات ہی تھے جس کی وجہ سے صحابہ کرام کے ہاں یہ بات عام تھی کہ حضور ﷺ کے بعد سب سے افضل و محترم شخصیت سوائے صدیق کے اور کوئی نہیں ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ

کنا نقول فی زمن النبی ﷺ لانعدل بابی بکر احدا ثم عمر ثم عثمان . الحدیث (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۶)

ہم حضور ﷺ کے زمانہ میں ہی یہ کہتے تھے کہ ہم حضرت ابو بکر کے برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے اور ان کے بعد اگر کسی کا درجہ تھا تو وہ عمرؓ تھے

آپ فرماتے ہیں

کنا نقول ورسول اللہ ﷺ حی افضل امة النبی ﷺ بعده ابوبکر ثم عمر ثم عثمان (ایضا)

طبرانی کی روایت میں ہے کہ یہ بات حضور ﷺ کے کانوں میں بھی پڑتی تھی مگر کبھی آپ نے ہم لوگوں کو ایسا کہنے سے نہیں ٹوکا تھا

یسمع ذلك رسول اللہ فلا ینکره (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۷۷)

یعنی یہ بات حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی عام تھی ظاہر ہے کہ حضور ﷺ اس سے واقف ہی ہوں گے آپ کا اس پر نہ ٹوکنا کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ اس میں خود حضور ﷺ کی رضا بھی شامل تھی۔ یہ بات صرف حضرت عبداللہ بن عمر ہی نہیں کہتے حضرت ابو ہریرہ بھی اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں

کنا معشر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن متوافرون نقول افضل هذه الامة بعد نبیها ابوبکر ثم عمر ثم عثمان...... (صواعق محرقہ ص ۶۸)

اگر کسی دوست کو حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ کی اس بات سے اتفاق نہ ہو تو اسے پھر حضرت علی مرتضٰی کے اس ارشاد سے اختلاف نہ کرنا چاہیئے آپ کا ارشاد ہے

کان أفضلهم فی الاسلام (شرح نہج البلاغۃ ج ا ص ۴۸۶)

حضرت ابو بکر اسلام میں تمام صحابہ سے افضل تھے

ابن مزاحم نے اپنی کتاب وقعۃ الصفین میں حضرت علی مرتضٰی کا ایک ارشاد گرامی نقل کیا ہے جو آپ نے حضرت امیر معاویہ کو لکھا تھا اس میں حضرت ابو بکر کے بارے میں آپ کا عقیدہ آپ کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے

فكان أفضلهم فی اسلامه وأنصحهم لله ولرسوله الخليفة من بعده ......الخ (واقعۃ الصفین ص ۶۲ بیروت)

اسلام میں سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر سب سے زیادہ دھیان رکھنے والے حضور ﷺ کے خلیفہ (حضرت ابو بکرؓ) تھے۔

حضور ﷺ کے مذکورہ ارشاد سے امت کے جلیل القدر علماء نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے اسے دیکھئے

حضرت امام حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں

سدوا عنى كل خوخة...... إشارة إلى الخلافة اى ليخرج منها إلى الصلوة المسلمين (البدایہ ج ۵ ص ۲۳۰)

علامہ حافظ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) اس حدیث پر لکھتے ہیں

قال العلماء هذا إشارة إلى الخلافة لانه يخرج منها الى الصلاة بالمسلمين وقد ورد هذااللفظ من حديث انس ولفظه سدوا هذه الابواب الشارعة فى المسجد الا باب أبى بكر (تاریخ ص ۶۱)

علماء کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت ابو بکر کی خلافت کا واضح اشارہ پایا جاتا ہے

کیونکہ آپ نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں کھڑکی کی راہ سے آتے تھے حضرت انس کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ابوبکر کے دروازہ کے سوا مسجد میں کھلنے والے سب دروازے بند کردو۔

حضرت علامہ حافظ محب الدین الطبری (۶۹۴ھ) لکھتے ہیں

فی قوله علیه السلام سدو عنی کل خوخة الا خوخة ابی بکر دلیل علی حسم اطماع الناس کلهم من الخلافة الا ابابکر وهذا القول وحده لاینهض فی الدلالة وانما بانهضام القرائن الحالیة الیه حصلت وذلك بارتقائه المنبر فی حال المرض وموجهة الناس بذلك وتعریفهم بحق ابی بکر وبفضله بذکر الخلة وذلك تنبیه علی انه الخلیفة من بعده وکان هذاالقول کالتوصیة لهم به لانه قرب الموت ولذلك فهمه الصحابة من القال والحال (ریاض النضرة ج۱ص۱۲۸)

حضور علیہ السلام کے اس ارشاد مبارک میں تمام لوگوں کے لئے خلافت کے متعلق ان کی خواہش وطمع کو ختم کرنے کی واضح دلیل ہے سوائے حضرت ابوبکر کے۔ اور پھر صرف یہ ارشاد ہی مقصد پر دلالت نہیں کرتا بلکہ دوسرے قرائن بھی موجود ہیں کہ حضور علیہ السلام نے بیماری کی حالت میں منبر پر تشریف لاکر لوگوں کو حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت وشرف کو بیان فرمایا اور ان کے احسانات کو ذکر فرمایا یہ سب باتیں اس بات پر تنبیہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد حضرت ابوبکر ہی خلیفہ ہیں اور یہ حضور علیہ السلام کے وصال کے قریب ہونے کی وجہ سے صحابہ کے لئے بطور وصیت کے ہیں اسی لئے انہوں نے حضور علیہ السلام قال وحال سے اس بات کو سمجھ لیا۔

شارح بخاری حضرت علامہ بدر الدین العینی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ بعض محدثین نے

دروازہ سے خلافت مراد لی ہے اور اس کی بندش کا معنی اس کے حاصل اور طلب کرنے سے روک دیا جاتا ہے گویا آپ ﷺ بتانا چاہتے ہیں کہ تم میں سے سوائے ابوبکر کے کوئی بھی خلافت کو حاصل نہ کرے ان کے لئے خلافت کا حصول اور طلب میں کوئی مضائقہ نہیں ہے نیز محدث ابن حبان نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث میں حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر کی خلافت کے لئے دلیل موجود ہے۔

وادعی بعضهم ان الباب كناية عن الخلافة والامر بالسد كناية عن طلبها كانه قال لايطلبن احد الخلافة الا ابابكر فانه لاحرج عليه فی طلبها والى هذا مال ابن حبان فقال بعد ان اخرج هذا الحديث فيه دليل على ان الخلافة له بعد النبی عليه الصلوة والسلام لانه حسم بقوله سدوا عنی كل خوخة فی المسجد اطماع الناس كلهم عن ان يكونوا خلفاء بعده (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۷۶۔ فتح الباری بشرح البخاری ج ۷ ص ۱۷)

☆......ایک شبہ اور اسکا ازالہ

روایات سے یہ بھی تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت علی مرتضٰی کے دروازے کو بھی کھلا رکھنے کا حکم دیا تھا تو پھر اس سے صرف حضرت ابوبکر کی خصوصیت تو نہیں رہی؟
اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کے لئے دروازہ اور کھڑکی کے کھلا رکھنے کا حکم دینے اور حضرت علی مرتضٰی کیلئے دروازہ کھلا رکھنے رہنے میں ایک بدیہی فرق پایا جاتا ہے۔ معلوم ہونا چاہئیے کہ حضرت ابوبکر کے گھر کا دروازہ مسجد سے باہر تھا جبکہ آپ کے گھر کی کھڑکی کا

راستہ مسجد سے بالکل لگا ہوا تھا بلکہ اس کے اندر تھا اس کے برعکس حضرت علی مرتضٰی کے گھر میں آنے جانے کے لئے مسجد میں سے آنے کے علاوہ اور کوئی دروازہ نہیں تھا اگر اسے بند کر دیا جاتا تو ان کا گھر میں داخل ہونا ہی مشکل ہو جاتا یہی وجہ تھی کہ حضور ﷺ نے ہر ایک کو جنبی ہونے کی حالت میں مسجد سے گزرنے سے منع فرمادیا تھا مگر حضرت علی مرتضٰی کو اس حکم سے مستثنیٰ رکھا گیا کیونکہ آپ کا وہاں سے گزرے بغیر گھر جانا مشکل تھا

اس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق کے لئے ایسا کوئی مسئلہ نہ تھا اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان کے دروازہ اور کھڑکی کو کھلا رکھنے کا حکم دیا اور ان کے سوا سب کے دروازوں کو بند کرادیا تھا

شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں

وقال الطحاوی فی مشکل الاثار بیت ابی بکر کان له باب من خارج المسجد وخوخة الی داخله وبیت علی لم یکن له باب الا من داخل المسجد قلت فلذلك لم یاذن النبی ﷺ لاحد ان یمر من المسجد وهو جنب الا لعلی بن ابی طالب رضی الله عنه لان بیته کان فی المسجد رواه اسماعیل القاضی فی احکام القرآن وقال الخطابی وابن بطال وغیرهما فی هذا الحدیث اختصاص ظاهر لابی بکر رضی الله عنه وفیه اشارة قویة الی استحقاقه للخلافة ۔(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۷۶)

شیخ الاسلام شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ

حقیقت میں ان دونوں روایتوں میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ دوسرے صحابہ کے دروازوں کو بند کرنے کا حکم اور حضرت علی مرتضٰی کے دروازے کو کھلا رکھنے کی اجازت اس ابتدائی دور کا واقعہ ہے جب مسجد نبوی نئی نئی

تعمیر ہوئی تھی حضرت علی کا مکان بھی اس مسجد سے ملحق تھا اور اس مکان کا دروازہ مسجد کی طرف اس طرح کا تھا کہ حضرت علی مسجد میں سے گزر کر اپنے مکان میں آتے جاتے تھے اور بطریق صحت منقول ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی کے سامنے فرمایا کہ اس مسجد میں کوئی جنبی نہ آئے البتہ مجھے اور تمہیں اس مسجد سے گزر کر اپنے گھر میں آنے کی اجازت ہے

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں

فکان یدخل فی المسجد وهو جنب وهو طریقه لیس له طریق غیره (مسند الامام الطحاوی ج ۴ ص ۲۸۳)

حضرت علی کے لئے دیئے گئے حکم کا ابتدائی دور کا ہونا اس سے واضح ہے کہ اس پر حضرت حمزہ نے آنحضرت ﷺ سے اپنے لئے اجازت چاہی تھی تو آپ کی جانب سے انہیں اس کی اجازت نہ مل سکی تھی اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت حمزہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے جو ۳ ہجری میں ہوا تھا

رہی وہ حدیث جس میں حضرت ابو بکر کے علاوہ اور گھر کی کھڑکیوں اور روشن دانوں کو بند کرنے کا حکم منقول ہے تو آپ کا یہ ارشاد اس آخری زمانہ کا ہے جب آنحضرت ﷺ مرض وفات میں تھے اور انتقال سے دو یا تین دن پہلے آپ نے یہ حکم صادر فرمایا تھا (مظاہر حق ترتیب جدید ج ۵ ص ۶۵۲)

اور یہ بات صحابی رسول سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس بھی بتاتے ہیں

عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال فی مرضه الذی مات فیه سدوا عنی کل خوخة فی المسجد غیر خوخة ابی بکر (مسند الامام الطحاوی ج ۴ ص ۲۷۸ البدایہ ج ۵ ص ۲۳۰)

معروف محدث علامہ تور بشتی فرماتے ہیں

وهذ الكلام فى مرضه الذى توفى فى آخر خطبة خطبها ولاخفاء بأن ذلك تعريض بأن ابابكر هو المستخلف بعده (مرقات ج ۱۱ ص ۲۸۲)

سو آنحضرت ﷺ نے دور آخر میں حضرت ابو بکر کیلئے یہ اجازت مرحمت فرما کر آپ کی خلافت کا واضح طور پر اشارہ مرحمت فرمادیا تھا اور بتادیا تھا کہ حضرت ابو بکر آپ کے جانشین ہوں گے۔

ہم نے ان چند مثالوں سے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے بعد کسے اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے ؟ اگر آپ ﷺ کو حضرت ابو بکر کی امامت و قیادت میں ذرا سا بھی خدشہ ہوتا تو لسان نبوت کبھی اس طرح ان کے حق میں نہ بولتی۔ حضور ﷺ کا مختلف عنوانات اور پیرائے میں حضرت ابو بکر صدیق کو باقی تمام صحابہ سے افضل و برتر بتانا ظاہر کرتا ہے کہ آپ اپنے بعد اپنے دوست اور زندگی بھر کے ساتھی کو اپنا جانشین بنانا پسند فرماتے تھے کیونکہ یہ آپ ہی تھے جو آپ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب اور مزاج شناس تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق کا زمانۂ خلافت اگرچہ بہت مختصر رہا اور ایک ایسے نازک وقت میں آپ نے مسلمانوں کی باگ دوڑ سنبھالی کہ جہاں ذرا سی بے احتیاطی تک سے اہل اسلام مبتلائے آزمائش ہوسکتے تھے مگر آپ پر اللہ تعالی کی مدد و نصرت اتری اور آپ کی قیادت نے ان نازک ترین مراحل میں بھی نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کو انتشار و افتراق سے بچایا بلکہ تاریخ ساز کارنامے سر انجام دے کر پوری دنیا کے لوگوں کو یہ پیغام پہنچادیا کہ پیغمبر جس کی تربیت فرماتا ہے وہ پیغمبر کے بعد پیغمبر کی امت کو کس طرح سنبھالتا ہے اور کس طرح اس کے لائے دین کی نہ صرف یہ کہ حفاظت کرتا ہے بلکہ اس کی اشاعت میں بھی اپنا سب کچھ تج دیتا ہے خود صحابہ کرام نے جب آپ کی قوت ایمانی اور حمیت دینی دیکھی تو ان سب کا سر فخر سے بلند ہوگیا اور ان کے دل سے حضرت ابو بکر

صدیق کے لئے بیحد دعائیں نکلیں اور آپ کو زبردست اور بھرپور خراج تحسین پیش فرمایا۔

مری نظریں بچھی ہیں اس کے رستے میں عقیدت سے
کھڑے ہیں باادب جس کے لئے کرنوں کے لشکر تک

☆...... سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ برحق ماننے کے دینی اثرات ......☆

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کی نہ صرف خلافت بلکہ خلافت بلا فصل کو اگر تسلیم نہ کیا جائے تو اس کے وہ سنگین نتائج سامنے آئیں گے جنہیں کوئی مسلمان تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا کیا آپ تھوڑی دیر کے لئے بھی یہ سوچ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کے جو اشارے دئے ہیں وہ ہرگز ان کے حق میں نہ تھے کسی اور کے لئے تھے اگر آپ کی یہ بات صحیح ہے تو پھر حضرت ابوبکر صدیق کی یہ خلافت خلافت نہ رہے گی ایک بغاوت سمجھی جائے گی اور پھر یہ بغاوت بھی ایک دو سال کے لئے نہیں مسلسل ۲۴ سال ۸ ماہ ۲۵ دن تک چلی مائی جائے گی اور اس بغاوت میں ایک دو افراد نہیں وہ ہزاروں افراد بھی تھے جن کی تعلیم وتربیت خود سرور عالم ﷺ نے فرمائی تھی۔ کیا آپ اس نتیجہ سے کسی صورت اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہم حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفہ برحق تسلیم نہ کریں تو کیا ہم اس پورے دین پر اعتماد کر سکتے ہیں؟ ہمیں یہ کیسے اطمینان ہوگا کہ یہ دین جو ہم تک پہنچا ہے وہ صحیح طریقے سے پہنچا ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی خیانت وکتر وبیونت نہیں ہوئی ہے۔ اس دین کی حقانیت اور اس پر اعتماد کا اظہار اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفہ برحق جانیں اس کے بغیر اس دین پر اعتماد ممکن نہیں رہتا۔

جو لوگ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت بلا فصل کے منکر ہیں اور اس پر نہایت سخت زبان تک

استعمال کرتے ہیں وہ گویا اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نے نہ صرف یہ کہ خلافت غصب کر لی بلکہ حضور ﷺ کے تمام صحابہ نے بھی اس غصب وزیادتی میں ان کا ساتھ دیا تھا اور ان کی حمایت وتائید کی تھی وہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا دور جب تک رہا دور رسالت تو رہا اب آپ کے بعد خلافت کا دور تقریبا ۲۵ سال کے بعد آیا درمیانی مدت (حضور ﷺ کی رحلت سے لے کر حضرت علی مرتضیٰ کے خلیفہ برحق ہونے تک) بغاوت کا دور رہا اور اس بغاوت میں پیغمبر کے اونچے درجہ کے ساتھی شریک رہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان اور ان کے تمام معاونین اور ان کو خلیفہ برحق ماننے والے غاصب تھے اور معاذ اللہ غلط کار تھے اور جب یہ لوگ ایسے تھے تو قرآن وسنت کے بارے میں یہ کیسے یقین کر لیا جائے کہ وہ اپنی صحیح صورت میں ہم تک پہنچا ہے اس لئے اب نہ تو قرآن پر پوری طرح اطمینان ہو سکتا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کی تعلیم وہدایت پر اطمینان ہو سکتا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ حضرت ابو بکر صدیق کو خلیفہ برحق تسلیم نہ کر کے کیا ہم یہ نتیجہ تسلیم کرنے اور اس پورے دین کو مشکوک ماننے کے لئے تیار ہیں؟ تضلیل امت کے عقیدہ سے سیدنا حضرت دعلی مرتضیٰؓ نے بہت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔

غور کیجئے کہ ضد اور قلبی عناد انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے سو اس دین کو شک کی نگاہ سے دیکھنے اور اس میں شبہات کی فضا پیدا کر کے آخرت کی بربادی اور تباہی حاصل کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ ہم سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کو حضور اکرم ﷺ کا خلیفہ برحق اور جانشین مان لیں اور یہ صرف ہماری عقیدت کی بات نہیں ہے اس پر قرآن وحدیث گواہ ہیں کہ جس سے بڑھ کی اور کسی کی گواہی نہیں ہو سکتی۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر صدیق نے حضور ﷺ کی نیابت کا حق کس طرح ادا کیا ہے اور حق یہ ہے کہ آپ ہی اس کے حق دار تھے ؎

تیری سیرت کا ہر اک پہلو گلاب اندر گلاب
روشنی میں تجھ سے کم تر دوپہر کا آفتاب

☆...... سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کی تاریخ ساز اور جلیل القدر خدمات ......☆

حضور انور ﷺ کی رحلت سے اہل اسلام جن نازک مراحل میں داخل ہوئے اس سے اسلامی تاریخ کا طالب علم ناواقف نہیں ان نازک ترین لمحات میں حضرت ابو بکر صدیق حضور ﷺ کے خلیفہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی نصرت آپ کے ساتھ رہی چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق نے مشکل ترین معاملات کو نہایت آسانی سے حل فرمالیا اور مسلمانوں کی جمعیت کو باقی رکھا کسی لمحے بھی اسے بکھرنے نہ دیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے ہر طوفان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا آپ جب تک زندہ رہے اسلام کے پرچم کو بلند کیے رکھا۔ ہم یہاں ان میں سے چند ایک کا ذکر کیے دیتے ہیں ان میں آپ کی غیرت اسلامی حمیت دینی علمی اور فکری بصیرت اور ہمت و جرات کی ایک ہلکی سی جھلک دیکھئے۔

☆...... حضور اکرم ﷺ کی تدفین کا معاملہ :

حضور اکرم ﷺ کی رحلت پر سب سے پہلا مسئلہ یہ تھا کہ پہلے حضور ﷺ کی تدفین ہو یا پہلے مسلمانوں کا کوئی امیر مقرر کیا جائے کہ جس کی نگرانی میں پھر یہ سارے امور طے پائیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق نے خلافت کے نظام کو اولیت دی کہ اس نظام کے تحت جو امور بھی طے پائیں گے اس میں برکت بھی ہوگی اور مسلمانوں کی انتشار سے حفاظت بھی ہوگی چنانچہ جب حضرت ابو بکر صدیق کو سب مسلمانوں نے حضور ﷺ کا جانشین بنالیا اس کے بعد سب نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی تدفین کا مسئلہ بھی بڑے اطمینان سے حل ہو گیا چونکہ اس موقع پر بعض حضرات کی طرف سے مختلف آراء سامنے آنے لگیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نے یہ فرما کر ایک

بڑے انتشار کو ختم کردیا کہ اس بات کی خبر اور اس کا علم میرے پاس ہے

فجاء ابوبکر فقال ان عندی من هذا خبرا وعلما سمعت النبی ﷺ یقول (الوفاء باحوال المصطفی ص ۸۱۳)

میں نے حضور ﷺ سے ایک بات سنی ہے جو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اللہ اپنے نبی کی روح اس جگہ قبض فرماتا ہے جہاں اس کو دفن ہونا محبوب ہوتا ہے اسلئے آپ ﷺ کو وہیں دفن فرمایا جائے جہاں آپ کا وصال مبارک ہوا ہے

ماقبض الله نبیا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیه (شمائل ترمذی ص ۳۰)

قالوا یا صاحب رسول الله این یدفن قال فی البقعة التی قبضه الله عزوجل فیها لم یقبضه الا فی احب البقاع الیه (ریاض ج ا ص ۱۴۴)

قال ابوبکر عهد الی رسول الله ﷺ انه لیس من نبی یموت الا دفن حیث یقبض (ایضا ص ۲۰۹)

میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ خدا کے رسول جہاں انتقال فرماتے ہیں وہ وہاں ہی دفن کئے جاتے ہیں (موطا امام مالک ص ۱۵۴)

اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ تم لوگ بھی حضور ﷺ کو آپ کی اسی خوابگاہ میں دفن کردو

ادفنوه فی موضع فراشه (شمائل ترمذی ص ۲۸ مسند احمد ج ا ص ۱۳)

چنانچہ سب صحابہ کرام نے آپ کے اس بیان پر اپنی رائے ترک کردی اور حضور ﷺ کو اپنے گھر یعنی حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ مبارکہ میں دفن کیا گیا۔

سیدنا حضرت علی مرتضی نے بھی اسکی تائید فرمائی ہے آپ فرماتے ہیں

انه لیس فی الارض بقعة اکرم علی الله من بقعة قبض فیها نفس

نبیه (الوفاء باحوال المصطفی ص ۸۱۳۔ سراج المنیر ج ۲ ص ۲۷۲)

اللہ کے نزدیک روئے زمین پر اس جگہ سے افضل کوئی مقام نہیں جہاں اس کے نبی کا وصال شریف ہوا ہے

حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور ﷺ کی وفات سے چند روز پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ تین چاند ان کے حجرہ میں گرے ہیں چونکہ حضرت ابو بکر صدیق تعبیر میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے تو آپ نے اپنے والد حضرت ابو بکر صدیق سے اس کا تذکرہ کیا حضرت ابو بکر نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا خاموش رہے جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا اور حضرت عائشہ صدیقہ کا حجرہ آپ کا مدفن اور روضہ بنا تو آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ

هذا احد اقمارك وهو خيرها (مؤطا امام مالک ص ۱۵۴)

اے عائشہ یہ تمہارے حجرہ کا پہلا اور سب سے بہتر چاند ہے

پھر بعد میں جب حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی آخری آرام گاہ بھی یہیں بن گئیں تو یہ تینوں چاند حضرت عائشہ کے حجرہ مبارکہ میں آگئے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کس قدر خوش قسمت اور اللہ کے ہاں اعلی منزلت پائی ہوئی ہیں کہ ان کا گھر حضور ﷺ کی آخری آرام گاہ بنا اسلئے کہ یہ جگہ اللہ کے ہاں بھی سب سے زیادہ مقدس و محترم ہے اور اللہ نے اپنے محبوب اور سب سے آخری پیغمبر ﷺ کے ابدی آرام کے لئے اسی حصہ زمین کو منتخب فرمایا جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کا گھر ہے حضرت علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ

فهذا اصل الاجماع على تفضيل البقعة التى ضمت اعضائه على جميع الارض حتى الكعبة (شرح شمائل ج ۲ ص ۵۸۹)

یہ (مذکورہ) حدیث اجماع امت کی اصل ہے کہ تمام روئے زمین حتی کہ کعبۃ اللہ

سے بھی وہ جگہ افضل ہے جہاں حضور اقدس نبی الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کے اعضائے شریفہ لگے ہوئے ہیں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اکابر علماء دیوبند کا بھی وہ اجماعی عقیدہ نقل کر دیا جائے جسے وقت کے جلیل القدر محدث حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی نے سب علماء دیوبند کی نمائندگی کرتے ہوئے لکھا تھا اور جس پر سب اکابر علماء دیوبند نے دستخط فرمائے ہیں آپ اس بقعہ مبارکہ کے بارے میں لکھتے ہیں

فان البقعة الشريفة والرحبة المنيفة التى ضم أعضائه ﷺ أفضل مطلقا حتى من الكعبة ومن العرش والكرسى كما صرح به فقهائنا (المهند على المفند ص ۳۵)

وہ حصہ زمین جو حضور اکرم ﷺ کے جسم مبارک کو مس کئے ہوئے ہے علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ اور عرش ولرسی سے بھی افضل ہے چنانچہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے۔(عقائد علماء دیوبند ص ۳۵)

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ کا بیان ملاحظہ فرمایئے

وأجمعوا على أن الموضع الذى ضم أعضائه الشريفة ﷺ أفضل بقاع الارض حتى موضع الكعبة كما قاله ابن عساكر والباجى وابوالوليد سليمان ابن خلف الحافظ الفقيه والقاضى عياض (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹)

اب یہاں اللہ کے سب سے محبوب رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آرام فرما ہیں حضرت ابوبکر صدیق ہیں حضرت عمر فاروق ہیں اور قرب قیامت یہاں حضرت عیسی علیہ السلام دفن ہو کر ان دونوں کو دو پیغمبروں کے مابین جگہ پانے کا شرف دیں گے۔

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کا پہلا خطبہ :

صحابہ کرامؓ پر اس قیامت صغریٰ یعنی حضور اکرم ﷺ کی وفات کا جو اثر تھا اسے ہم کسی طرح تحریر میں لا ہی نہیں سکتے۔ شدت غم میں کوئی یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ ان کا محبوب اپنے رب کے پاس جا چکا ہے پھر کسی کے منہ پر مہر خاموشی لگ گئی تو کوئی بے تاب و بے قرار تھا۔ حضرت عمرؓ جیسی عبقری شخصیت کا حال یہ تھا کہ ننگی تلوار لے کر کھڑے ہو گئے تھے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ حضورؐ وفات پا گئے تو اسے میری تلوار ہی ٹھیک کر دے گی سو ایک طرف آنحضرت ﷺ کے وصال کا غم ہے دوسری طرف دشمنان اسلام کی یلغار کا خطرہ ہے ادھر منافقین خوش ہیں کہ اب ان کو کھل کر کھیل کھیلنے کا موقع ملے گا۔ ان حالات میں حضرت ابو بکر صدیقؓ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اور جانشین بن کر سامنے آتے ہیں اور مسلمانوں کے مجمع عام سے ایک نہایت ہی اہم اور تاریخی خطاب فرماتے ہیں محترم مولانا جعفر شاہ پھلواڑی صاحب نے اس خطبہ مبارکہ کے اہم حصہ کو اپنے ایک مضمون میں نقل کیا ہے جسے درج ذیل کیا جاتا ہے آپ لکھتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے پہلے خطبۂ خلافت کو تاریخ اسلام میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، کیوں کہ اس میں جناب صدیقؓ نے سیاست، معاشرت، قانون اور اخلاق کے جن اصولوں کی تشریح فرمائی ہے وہ اسلامی معاشرے اور اسلامی حکومت کی تشکیل میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ جناب صدیق اکبرؓ کے اس خطبے کی عمرانی تشریح سننے سے پہلے ایک ضروری بات ذہن نشین کر لینی چاہئے اور وہ یہ ہے کہ عملی اور فعال قسم کے لوگوں کے خطبے طویل ہوا کرتے ہیں۔ اور قرون اولیٰ کے خطبات تو اتنے مختصر ہوتے تھے کہ اہم سے اہم خطبے بھی دو ایک منٹ سے زیادہ نہ لیتے۔ اس اختصار کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس دور کا تمدن آج کی طرح شاخ در شاخ پھیلا ہوا نہ تھا۔ جس کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالنے کے لئے تقریر کو طول دینا پڑے دوسرا سبب اس اختصار کا

یہ ہے کہ ان کے سامنے کام زیادہ اور باتیں کم تھیں۔ آج بعض اوقات ہم یہ سنتے ہیں کہ فلاں صاحب نے نوے منٹ تقریر کی، فلاں شخص نے چھ گھنٹے کا خطبۂ صدارت پڑھا اور فلاں نو گھنٹے مسلسل خطابت دکھاتا رہا، تو ہمیں زیادہ تعجب نہیں ہوتا، ممکن ہے ہمیں قرون اول کے رہنماؤں کے متعلق بھی ایسا ہی گمان ہو کہ وہ بڑے فصیح و بلیغ عرب تھے۔ لہذا وہ بھی اس طرح گھنٹوں اپنے فن خطابت کے کمالات دکھایا کرتے ہوں گے۔ لیکن واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ خلفائے راشدین نمونہ تھے۔ نبویؐ زندگی کا۔ اور خود نبوی زندگی میں ہمیں کوئی طویل خطبہ نہیں ملتا، خلفائے راشدین بھی اس معاملے میں حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلے۔ وہ اپنی عملی زندگی کے خلا کو تقریری حاشیوں سے پر کرنے کے قائل نہ تھے، بے ضرورت اور غیر مفید گفتگوؤں کے لئے ان کے پاس وقت ہی نہ تھا۔ اسی لئے وہ جو کچھ بھی کہتے۔ وہ "ماقل و دل" کا نمونہ ہوتا۔ یعنی تھوڑے وقت اور کم سے الفاظ میں اپنے مطالب سمجھا دیتے۔ اس کے باوجود ان کے چند جملوں میں خطابت کے تمام شرائط سمٹ کر آجاتے تھے جناب صدیقؓ اکبر کے خطبۂ خلافت کو بھی اسی نگاہ سے دیکھنا چاہئے کہ ایک سو فی صد عملی رہنما تھوڑے وقت میں چند ایسے بنیادی حقائق کو سمجھا رہا ہے جن کے بغیر نہ کوئی اعلیٰ سوسائٹی بن سکتی ہے۔ نہ کسی ستھرے نظام مملکت کا تصور کیا جاسکتا ہے پھر مخاطب وہ امت ہے جسے نبوی تربیت نے ذہن رسا بخشا ہے ایسا ذہن رسا جو طوالت بیان کا محتاج ہی نہیں ہوتا۔

اب جناب صدیق اکبرؓ کے اس خطبے کو سنئے جو آپ نے انتخاب خلافت کے بعد پہلی مرتبہ دیا۔ ہم اس کے ایک ایک ٹکڑے کو نقل کر کے الگ الگ بتائیں گے کہ معاشرتی زندگی کے لئے یہ کس قدر ضروری اور اساسی باتیں ہیں

محمد بن اسحاق بن یسار نے حضرت انس بن مالک سے یہ خطبۂ صدیقی یوں نقل کیا ہے کہ آپ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ اسلامی اور غیر اسلامی نظام زندگی میں سب سے بڑا بنیادی

فرق یہی ہے کہ اسلام میں اس کا آغاز وانجام سب کچھ ہدایت خداوندی سے وابستہ ہوتا ہے اور غیر اسلامی نظام میں خدا سے بے تعلقی ہوتی ہے۔ حمد خداوندی کے بعد آپ نے پہلی بات فرمائی کہ:

﴿ أيها الناس فانی قدولیت علیکم و لست بخیرکم ﴾

اے لوگو! میں تمہارا والی اور امیر بنایا گیا ہوں لیکن میں تم سے برتر نہیں ہوں۔

ایک اسلامی معاشرے میں جس انداز کا نظام مملکت ہونا چاہئے اس کا بنیادی تصور یہ ہے کہ اس میں قانون کے آگے ہر فرد یکساں ہے کوئی کسی سے برتر و بہتر نہیں امیر یا خلیفہ بننے سے کوئی شخص قانون سے بالاتر نہیں ہو جاتا۔ وہ صرف افراد مملکت کی نگرانی کی خدمت انجام دیتا ہے ورنہ اس میں اور عوام میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ یہ تو آپ جانتے ہیں ذرا سی حکومت ہاتھ آجائے تو انسان کا دماغ اڑنے لگتا ہے اس میں تعلیٰ آجاتی ہے وہ اپنے آپ کو عوام سے بالاتر سمجھنے لگتا ہے۔ یہی وہ رعونت ہے جو انسانی معاشرے کو حاکم و محکوم کے دو طبقوں میں بانٹ دیتی ہے۔ اور یہ خلیج زیادہ وسیع ہوتی جارہی ہے اسی قدر سوسائٹی میں گھن لگتا جاتا ہے۔ جناب صدیق اکبرؓ نے اسی حقیقت کو واشگاف کیا ہے کہ اسلامی معاشرے میں آقا و غلام، بادشاہ و رعایا اور حاکم و محکوم کا کوئی تصور نہیں۔ یہاں سب بھائی بھائی ہیں۔ اور سب مساوی حقوق رکھتے ہیں۔ ذرا بتایئے ایک اعلیٰ سوسائٹی کا کیا اس سے بھی کوئی بہتر تصور ہو سکتا ہے؟

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

﴿ فان أحسنت فاعینونی و ان زغت فقومونی ﴾

اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر میں کج روئی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو

ذرا یہ ذہن میں رکھئے کہ ایک فرماں روا یہ باتیں اس عہد میں کر رہا ہے جب کہ فرماں روائی کا مطلب قیصری و کسریٰ، جبر و استبداد تھا۔ افراد مملکت کو ضمیر کی یہ آزادی اور کس نے دی ہے؟ اب تو یہ مسلم ہو گیا ہے کہ اعلیٰ معاشرہ وہی ہے جہاں حریت ضمیر کی نعمت حاصل ہو اور اپنی ہی

صحیح وغلط باتوں کو جبر واستبداد سے منوانے کا فرعونی جذبہ نہ ہو، یورپ کے بادشاہوں میں آج بھی یہ اصول تسلیم شدہ ہے کہ بادشاہ غلطی نہیں کرتا لیکن صدیق اکبرؓ کی راست بازی اور فراخ حوصلگی کو دیکھئے وہ کیسی صاف گوئی سے فرمارہے ہیں کہ غلطی مجھ سے بھی ہو سکتی ہے لہذا جب ایسا کروں تو مجھے سیدھا کر دو اور امداد نیک ہی کاموں میں کرو..... پھر فرمایا:

﴿ الصدق امانة والكذب خيانة ﴾ سچائی امانت اور دروغ خیانت ہے

یہ ایک ایسی صحیح حقیقت ہے جو ہمیشہ تسلیم شدہ رہے گی اور کبھی اس میں ترمیم واضافہ نہ ہو سکے گا یہ ایسا اخلاق درس ہے جو ہر اعلیٰ سوسائٹی کی جان ہے جس معاشرے میں صدق کی محافظت کی جائے اس کے سنورنے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور جس سوسائٹی میں دروغ پایا جائے اس کی بربادی میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔ پھر آپ نے فرمایا

﴿ الضعيف فيكم قوى عندى حتىٰ ارجع عليه حقه ان شاء الله والقوى فيكم ضعيف حتىٰ اخذ الحق منه ان شاء الله ﴾

یہاں تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے، تاآں کہ اس کا حق اسے واپس دلوادوں انشاء اللہ۔ اور جو تم میں طاقت ور ہے وہ بے زور ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے حق اگلوالوں، انشاء اللہ۔

یہاں ذرا غور سے کام لیجئے۔ ایک اعلیٰ معاشرے کا تصور کیا ہو سکتا ہے؟ یہی کہ اس میں عدل کے تقاضے پورے ہوتے ہوں کوئی طاقتور، کمزور کا حق نہ چھین سکے۔ اور اگر ایسا کرے تو بے بس مظلوم کی دادرسی ہو، اور اس کا غصب کیا ہوا حق اسے واپس دلوادیا جائے۔ وہ مملکت اور سوسائٹی ہی کیا جہاں قانون کمزوروں کو تو اپنی گرفت میں لے لے اور طاقتوروں سے چشم پوشی کر جائے؟ جہاں ان ظالموں کا ظلم دور نہ کیا جائے اور مظلوم کمزوروں کی کوئی حمایت نہ کی جائے؟ یہی تو ہے وہ مخصوص صفت جو ایک ریاست کو عادلانہ ریاست اور ایک معاشرے کو اعلیٰ معاشرہ بناتی ہے۔

یہی ہے وہ اصل فریضۂ امیر و خلیفہ، جس کا اعلان جناب صدیقؓ اکبر نے اپنے پہلے خطبۂ خلافت میں فرمایا۔

یہاں آگے چلنے سے پہلے ایک اور نکتے کو بھی سمجھ لیجئے وہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنا یہ فریضہ بیان کرتے ہوئے دو جگہ لفظ "انشاء اللہ" فرمایا ہے۔ ہمارے ہاں اس لفظ کا استعمال عزم کی ناپختگی اور ارادے کے ڈھیلے پن کی غمازی کرتا ہے۔ یعنی کوئی وعدہ مشکوک ہو یا ارادہ پختہ نہ ہو تو "انشاء اللہ" کہہ دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں فی الجملہ آزادی حاصل ہو گئی یا یہ کہ اب اتنی زیادہ پابندی نہیں رہی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ انشاء اللہ کا مفہوم نہیں۔ اس کا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ اپنی طرف سے تو تکمیل کار کی ہر ممکن کوشش ہو گی اور کوئی کوتاہی نہیں کی جائے گی۔ لیکن اگر اچانک مشیت الٰہی کوئی ایسی رکاوٹ پیدا کر دے، جس کو دور کرنا اپنے بس کی بات نہ ہو تو ظاہر ہے کہ اسے کوتاہی، غفلت، بے اعتنائی یا ترک کوشش نہیں کہا جائے گا۔ انشاء اللہ کا صرف یہی مفہوم ہے، نہ کہ ارادے کا ڈھیلا پن۔ یہ حکم قرآنی بھی ہے کہ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَداً اِلَّاۤ اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ یعنی "بغیر انشاء اللہ کہے یہ دعویٰ مت کرو کہ میں فلاں کام کل ضرور کروں گا۔" یہ لفظ انسان کے اِدّعا اور تکبر کو دور کرنے کے لئے نہ کہ ارادے کو کمزور کرنے کے لئے ہے

اس کے بعد جناب صدیق اکبرؓ نے زندگی کا ایک ایسا گر بتایا جس کے بغیر کوئی معاشرہ پنپ نہیں سکتا۔ ارشاد فرمایا :۔

﴿ لا یدع قوم الجهاد فی سبیل الله الاخذلهم الله بالذل ﴾

ترجمہ :۔ جو قوم بھی جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ بیٹھے اُسے اللہ ذلت میں ڈال دیتا ہے۔

جہاد سے مراد قتال و جنگ نہیں۔ جہاد کہتے ہیں سعی و بلیغ اور انتہائی کوشش کو...... جان و مال،

وجاہت نسب، علم، عزت، وقت، دل، دماغ، ہاتھ، پاؤں غرض جس چیز کو بھی آپ اعلیٰ اقدار کے لئے پوری طرح لگادیں گے وہ جہاد فی سبیل اللہ ہو گا۔ مردہ قوموں میں یہ صلاحیت بھی مردہ ہو جاتی ہے اور وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہو کر رہتی ہیں۔ اور جاندار قوموں میں یہی اہتمامِ باہمت کمال ہوتا ہے۔

اس کے بعد حضرت صدیقؓ نے معاشرے کی بقاء کے لئے ایک اور اعلیٰ اخلاقی درس دیا:۔

﴿ ولا یشیع الفاحشة فی قوم الاعمّهم اللّٰه بالبلاء ﴾

ترجمہ :۔ جس قوم میں بے حیائی پھیل جائے، اس میں وبائیں اترتی ہیں۔

کسی سوسائٹی کے لئے بے حیائی کی باتوں سے زیادہ اور کوئی چیز تباہ کن نہیں ہوتی، آپ نے اس سے قوم کو خبردار کیا۔

اس کے بعد حضرت صدیقؓ نے ایک ایسی بات فرمائی جو ایک خدا پرست کے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا۔ خدا پرست بھی ایسا جس کے دل کے کسی گوشے میں ہوسِ اقتدار اور سودائے حکومت کی کوئی رمق موجود نہ ہو۔ فرماں روالیانِ ملک اپنی اطاعت کس طرح کراتے ہیں۔ اور اپنی ہر جائز و ناجائز خواہش کی تعمیل کیوں کر کراتے ہیں؟ اور اس مقصد کیلئے کید و مکر اور ظلم و جور کے کیا کیا حربے استعمال کرتے ہیں۔ یہ تمام باتیں فنِ تاریخ کے مبتدی طالبعلم سے بھی پوشیدہ نہیں۔ لیکن سیدنا صدیق اکبرؓ کیا چاہتے ہیں۔ اسے بھی سنئے۔ فرماتے ہیں:۔

﴿ أطیعونی ما اطعت اللّٰه ورسوله، فاذا عصیت اللّٰه ورسوله، فلا طاعة لی علیکم۔ ﴾

ترجمہ:۔ جب تک میں اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرتا رہوں تم بھی میری اطاعت کرو۔ اور اگر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری

اطاعت درست نہیں۔

اللہ اکبر! طاعت الٰہی کی پابندی کی شرط کے ساتھ حریتِ ضمیر کا یہ کتنا شاندار پروانہ ہے۔آج دنیا کا کوئی "چارٹر" پیش کیا جاسکتا ہے جو قانون کی بالاتری کی تائید میں اور شخصیت پرستی کی نفی میں اس سے زیادہ واضح اور مبنی بر صداقت ہو؟ کیا ایک معاشرے کے جمہوری نظام کو اعلیٰ ترین منزل پر پہنچانے کے لئے اس سے برتر ہدایت واُصول کی تلاش بھی ممکن ہے؟ یہی ہے ایک اسلامی ریاست کی وہ اساس جس کی طرف دنیا کی متمدن قوتیں خود بخود کشاں کشاں چلی آرہی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ جنھوں نے قانونِ الٰہی کی اساسی برتری کو ابھی تسلیم نہیں کیا ہے انہوں نے بھی نفس قانون کی بالاتری کو مان لیا ہے۔ اگرچہ ابھی تک عملاً ان کے ہاں اس کے کئی گوشے تشنہ ہیں۔ جناب صدیق اکبرؓ نے اپنے اس اعلان میں ایک بڑی بنیادی حقیقت کی پرچم کشائی فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک اچھا معاشرہ غیر مسلم قوم کا بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن ایک اعلیٰ اسلامی سوسائٹی بنیادی طور پر اس سے مختلف ہوتی ہے۔ وہاں اطاعت صرف قانون کی ہوتی ہے جو انسان ہی وضع کرتے ہیں اور یہاں اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت ہوتی ہے اور امیر یا خلیفہ اسی کی اطاعت کراتا ہے اور خود بھی اسی کا پابند رہتا ہے!

اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے جو آخری بات فرمائی وہ یہ تھی:۔

﴿ قُوْمُوْ اِلٰی صلوٰتکم یرحمکم اللّٰہ۔ ﴾

ترجمہ:۔ اپنی نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔

ممکن ہے یہ کسی نماز کا وقت ہو، یا شکرانے کی نماز ادا کرنی مقصود ہو، لیکن یہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ یہ صرف دو رکعت کی امامت نہ تھی۔ صلوٰۃ تو اہل اسلام کے اجتماعی نظام کا ایک عملی نمونہ اور اس کی لگاتار ٹریننگ یا تربیت یا مشق ہے۔ جس میں ایک ذہنی ہم آہنگی کے لئے منتشر قوتوں کو یکجا و منظم کیا جاتا ہے۔ بلند و پست کی تفریق کو ختم کیا جاتا ہے۔ اطاعت امیر کی عادت ڈالی جاتی

ہے۔ اگر وہ غلطی کرے تو اسے لقمہ دے دیا جاتا ہے اور ان تمام قدروں کو صرف مسجد کی چار دیواری تک محدود نہیں رکھا جاتا بلکہ ساری انفرادی واجتماعی زندگی پر پھیلانا مقصود ہوتا ہے۔ غرض نظام صلوٰۃ تمام روحانی وسیاسی اقدار کا جامع ہے۔ یہی اسلام کی عمرانی زندگی کی ابتداء اور یہی انتہاء ہے۔ جس کی طرف سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ نے قوم کو توجہ دلائی ہے۔

غرض آپ کا یہ پہلا خطبۂ خلافت ایک اعلیٰ عمرانی زندگی کے لئے ایسا جامع ہدایت نامہ ہے۔ جس سے زیادہ اور کسی امر کی دعوت نہیں دی جاسکتی۔

خاتم المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ) نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد اور مسئلہ خلافت طے ہو جانے کے بعد آپ نے جو خطبہ دیا اس میں یہ بھی فرمایا

اے رسول اللہ ﷺ کے ساتھیو...... میں پیغمبر ﷺ کا خلیفہ تو ہوں لیکن دو باتوں کی مجھ سے امید نہ رکھنا ایک وحی کی اور دوسرے شیطان سے عصمت کی ...... (اس خطبہ کے آخر میں یہ بھی ہے) میں معصوم نہیں ہوں پس تم پر میری اطاعت انہیں امور میں فرض ہے جو خدا کی شریعت اور پیغمبر کی سنت کے موافق ہوں ان کے خلاف میں کچھ کہوں تو اسے نہ مانو بلکہ مجھے ٹوکنا۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۵۲۹)

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ اس پر لکھتے ہیں

یہ وہ عقیدہ ہے جس پر سارے مسلمانوں کا اتفاق ہے جو سراسر انصاف ہے چونکہ لوگ پیغمبر ﷺ کی ریاست کے عادی تھے اور اپنی ہر مشکل وحی الٰہی کی طرف رجوع کر کے حل کرتے تھے اور پیغمبر کی معصومیت کے سبب آپ کی ہر بات بلا چوں وچرا قبول کیا کرتے تھے اس لئے اب بدلے ہوئے حالات میں خلفائے رسول ﷺ کے لئے یہ ضروری تھا کہ لوگوں کو بتائیں کہ یہ دونوں خصلتیں پیغمبر کے ساتھ

مخصوص ہوتی ہیں انہی میں پائی جاتی ہیں ان کے علاوہ کسی میں نہیں چاہے وہ ان کا نائب ہی ہو اور وہ نائب چاہے خود رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا ہو یا امت نے انہیں اپنا امیر اور نائب رسول منتخب کیا ہو (ایضا)

۲...... حضرت اُسامہ بن زیدؓ کا لشکر بھیجنے کا مسئلہ :۔

حضور اکرم ﷺ کے وصال مبارک کی خبر ملتے ہی عرب کے بعض قبائل دین اسلام سے منحرف ہونے لگے، اور طرح طرح بغاوتیں رونما ہوئیں۔ کئی مدعیان نبوت اُٹھ کھڑے ہوئے جن میں ایک مسیلمہ کذاب تھا، جس نے حضور ﷺ کے آخر وقت میں سر اُٹھایا، اور اس بد بخت نے آپ کو بھی ایک خط بھیجا اُنہی مدعیان نبوت میں اسود عنسی بھی تھا۔ اور سجاح نامی ایک عورت بھی نبوت کی دعویدار تھی حضرت ابو بکر صدیق کی ایمانی غیرت اور ملی حمیت کیسے برداشت کرتی کہ اسلام پر کوئی شب خون مارے اور ان کے جیتے جی اسلام کے دامن پر کوئی دھبہ آجائے آپ نے حکم دیا کہ اسلام کے خلاف جتنی بھی بغاوتیں اور تحریکیں اٹھ رہی ہیں ان کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے اور جب تک وہ راہ راست پر نہیں آجاتے اس وقت تک ان کے ساتھ کسی قسم کی نرمی کا معاملہ نہ برتا جائے آپ نے صرف حکم ہی نہیں دیا بنفس نفیس میدان میں اتر آئے۔

کون نہیں جانتا کہ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اس بات کی وصیت فرمائی تھی کہ اسامہ کا لشکر ملک شام کی طرف روانہ کر دیا جائے، ابھی یہ لشکر قریب ہی تھا کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر صدیق سے کہا کہ اس وقت حالات چونکہ پہلے سے بہت مختلف ہیں اس لئے لشکر کو فی الحال کوچ کرنے سے روک دیا جائے اور حالات کے قابو میں آجانے پر یہ لشکر روانہ کیا جائے مگر آپ نے صحابہ کرام کے اس مشورہ کو

قبول نہ فرمایا بلکہ انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اسامہ کے لشکر کو کسی صورت روکنے والا نہیں ہوں کیونکہ یہ حضور ﷺ کا حکم ہے اگرچہ مجھے جنگل کے درندے چیر پھاڑ کر رکھ دیں

لوأنی علمت أن السباع تاكلنی فی هذه المدينة لانفذن جيش أسامة كما قال ﷺ امضوا جيش اسامة فلن يصيبنا الا ماكتب الله لنا (ریاض ج۱ص۱۴۹)

حضرت امام سیوطی لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

واللہ۔ اگر مجھے جانور اچک کرلے جائیں تو یہ مجھے اس بات سے محبوب ہوگا کہ میں حضور اکرم ﷺ کے دیئے کسی حکم میں تبدیلی کرلوں (تاریخ الخلفاء ص ۷۴)

یہ فرماکر آپ نے حضرت اسامہ کو روانگی کا حکم دے دیا اور خود بھی ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگے اور کہا کہ جاؤ اللہ ہماری مدد کرے گا

امض فان الله سيعيننا (سنن سعید بن منصور ج۲ ص ۳۱۹)

بعض ساتھیوں نے عرض کیا کہ حضرت اسامہ کی بجائے کسی ایسے آدمی کو بھیجیں جو اس معاملے میں زیادہ تجربہ کار ہو حضرت عمر فاروق ان کی یہ درخواست سنانے لگے تو آپ نے حضرت عمر فاروق کی داڑھی پکڑی اور فرمایا اے عمر کچھ تو سوچ کیا کہہ رہا ہے اسامہ کو تو حضور ﷺ نے امیر وعامل بنایا ہے اور تم لوگ کہہ رہو کہ میں اسے ہٹا کر کسی دوسرے کو اس کی جگہ مقرر کردوں ایسا نہیں ہوسکتا

استعمله رسول الله صلى الله عليه وسلم وتامرنی ان اعزله (تاریخ طبری ج۴ ص ۴۶)

یہ فرماکر آپ چلنے لگے حضرت اسامہ نے عرض کی کہ آپ سواری پر آجائیں یا پھر مجھے اجازت دیں کہ میں سواری سے اتر آؤں آپ نے فرمایا نہ تو سواری سے اترے گا اور نہ میں سوار ہوں گا

میں پیدل اس لئے چل رہا ہوں کہ اللہ کے رستے میں چلنے کا جو اجر ہے وہ مجھے مل جائے اور میرے قدم بھی اللہ کی راہ میں مٹی سے آلودہ ہو جائیں

یا خلیفة رسول الله والله لتركبن اولانزلن فقال والله لاتنزل ووالله لااركب وماعلى ان اغبر قدمى فى سبيل الله (ایضا)

یہ در حقیقت حضور اکرم ﷺ کے اس فعل مبارک کی اتباع ہے جو حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی جانب روانہ کرتے ہوئے اختیار کیا تھا کہ حضرت معاذ سواری پر تھے اور حضور ﷺ پیدل ساتھ ساتھ تشریف لے جا رہے تھے۔ چنانچہ آپ پیدل چلتے رہے اور ساتھ ساتھ انہیں قیمتی نصیحتیں بھی فرماتے تھے

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد سب سے پہلے یہی مسئلہ آپ کے سامنے آیا اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس نازک موڑ پر مدد فرمائی اور آپ اپنے موقف پر پوری ہمت اور ثابت قدمی کے ساتھ جمے رہے علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے سب سے پہلے اسامہ کے لشکر کو روانہ کیا تھا

وكان اول ما اعتمده انفاذ بعث اسامة (مقدمہ ابن خلدون ص ۶۵)

شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ) بھی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے کہا

والله لااحل راية عقدها النبى ﷺ وكان انفاذه من اعظم المصالح التى فعلها ابوبكر رضى الله عنه فى اول خلافته (منہاج السنۃ ج۶ ص ۳۱۹)

اس سے حضرت ابوبکر کے عزم وارادہ کی پختگی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جو لوگ اس گمان میں تھے کہ حضور ﷺ کے بعد اس امت کی زمام کار سنبھالنے والا کوئی نہ ہو گا انہیں یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی اور ان کے مکروہ عزائم آپ کے اس فرمان پر دھرے کے دھرے رہ گئے۔ پھر سب نے

دیکھا کہ حضرت اسامہ جس مہم پر تشریف لے گئے تھے تقریباً چالیس یا ستر دن کے بعد آپ اس اہم مہم میں پوری طرح کامیاب ہو کر لوٹے یہ حضرت ابوبکر تھے جنہوں نے صحابہ کرام کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکل کر اس قافلہ کا نہایت جوش وخروش سے استقبال کیا اور سب نے آپ کو خراج تحسین پیش فرمایا شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں

واشار عليه غير واحد ان يرد الجيش خوفا عليهم فانهم خافوا ان يطمع الناس فى الجيش بموت النبى ﷺ فامتنع ابوبكر من ردالجيش وامر بانفاذه فلما راهم الناس يغزون عقب موت النبى ﷺ كان ذلك مما ايد الله به الدين وشد به قلوب المؤمنين وأذل به الكفار والمنافقين وكان ذلك من كمال معرفة ابى بكر الصديق وايمانه ويقينه وتدبيره (منہاج السنہ ج ۵ ص ۴۸۹)

۳...... انبیاء کرام کی وارثت کا مسئلہ :۔

حضور ﷺ کے ترکہ کا مسئلہ سامنے آیا کہ جس طرح ایک شخص کے انتقال کے بعد اولاد میں اس کی وراثت جاری ہوتی ہے تو کیا حضور اکرم ﷺ کے انتقال پر بھی ایسا ہو گا؟ جب حضرت ابوبکر کو اس کی اطلاع ملی تو آپؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی وراثت کا مسئلہ عام لوگوں سے بالکل جدا ہے اور یہ بات خود جنابِ رسالت مآب ﷺ نے فرمائی ہے کہ انبیائے کرام کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوا کرتی خدا کا نبی جو کچھ بھی چھوڑ کر جاتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔

قال ابوبكر ان رسول الله ﷺ قال لانورث ماتركناه صدقة (صحیح بخاری ج ا ص ۵۲۶)

منصبِ نبوت کی تقدیس اس مسئلہ میراث سے خوب ظاہر ہوئی اور یہ بہت بڑی خدمت دین پاک کی تھی جو خداوندِ قدوس نے حضرت صدیق اکبرؓ سے لی۔

حضور اکرم ﷺ کی سب سے پیاری صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کے پاس اس مسئلہ کی تفصیل موجود نہ تھی اسلئے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں کسی کو بھیجا اور اس موضوع پر گفتگو کی حضرت ابوبکر صدیق نے ان سے بھی یہی بات فرمائی کہ انبیاء کرام کی میراث ان کی اولاد میں جاری نہیں ہوتی وہ جو کچھ بھی چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے حضور ﷺ کے اہل بیشک اس سے مستفید ہوتے رہیں گے اور میں ہر وہ کام کروں گا جس کو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے ایسا نہیں ہوگا کہ حضور ﷺ نے کوئی عمل یا امر فرمایا ہو اور ابوبکر اس پر عمل پیرا نہ ہو

لانورث ماترکنا صدقة انما یاکل آل محمد فی هذا المال وانی ادع امرا رایت رسول الله یصنعه فیه الا صنعته (مسند احمد ج۱ ص۸)

یقول ان النبی ﷺ لایورث. ولکنی اعول من کان رسول الله ﷺ یعولِ وانفق علی من کان رسول الله ﷺ ینفق (مسند احمد ج۱ ص۱۹)

وانی والله لأغیر صدقات النبی ﷺ عن حالها التی کانت علیه فی عهد النبی ﷺ ولأعملن فیها بما عمل رسول الله ﷺ فیها (دلائل النبوة ج۷ ص۲۸۰)

واما الذی شجر بینی وبینکم من هذه الاموال فانی لم آل فیها عن الحق ولم اترك امرا رایت رسول الله ﷺ یصنعه فیها الا صنعته (مسند احمد ج۱ ص۱۸)

اور رہا یہ اختلاف جو میرے اور تمہارے درمیان ان اموال کے بارے میں ہوا تو میں اس میں حق سے نہیں ہٹا ہوں اور میں نے کسی ایسے امر و عمل کو نہیں چھوڑا جس پر

میں نے رسول اللہ ﷺ کو عمل کرتے دیکھا(جو عمل آپ کرتے رہے میں وہی کروں گا)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہ صورت حال معلوم ہونے پر کچھ دم بخود سی ہو گئیں لیکن جب بات پوری طرح آپ پر کھل گئی تو آپ کی ناراضگی جاتی رہی اور پھر یہ مسئلہ کہیں بھی زیر بحث نہ آیا حضرت علی مرتضٰی نے بھی اپنے دور خلافت میں اس کے خلاف کوئی فیصلہ نہ دیا آپ نے اسے اسی طرح تسلیم کیئے رکھا جس طرح حضرت ابو بکر صدیق نے واضح فرمادیا تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق کے اس بیان کو معروف امامی شیعہ عالم ملاباقر مجلسی نے بھی نقل کیا ہے کہ اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیق نے پہلے حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس بیان فرمائی پھر آپ نے حضرت علی مرتضٰی اور حضرت فاطمہ الزہراء کی منقبت بیان کی پھر کہا

وکسے تورااز حق خود بیروں نمی گرداند بخدا سوگند کہ من ازرائی رسول خدا تجاوز نہ کردہ ام وآنچہ کردہ ام باذن او کردہ ام وخدارا گواہ میکردم کہ شنیدہ ام از رسول خدا کہ گفت ماگروہ انبیاء میراث نمی ازاریم نہ طلاء ونہ نقرہ ونہ خانہ ونہ عقار ونیست میراث ما............... وایں را باتفاق مسلماناں کردہ ام ودریں امر منفرد و تنہا نبودہ ام (حق الیقین ص ۱۲۶)

(ترجمہ) اے رسول خدا کی صاحبزادی۔ آپ کو کوئی بھی آپ کے حق سے محروم نہیں کر سکتا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے حضور ﷺ کے فرمان سے ذرا بھی تجاوز نہیں کیا ہے اور جو کچھ بھی کیا ہے ان کے حکم سے ہی کیا ہے اور میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء میراث چھوڑ کر نہیں جاتے نہ سونا چاندی اور گھر زمین ہماری وراثت ہوتی ہے ہماری وراثت پیغمبرانہ علم ہوتا ہے اور جو کچھ ہماری خوراک ہوتی ہے اس

میں ولی امر ہمارے بعد ہمارا جانشین ہوتا ہے اور اس سے متعلق وہی فیصلہ کرتا ہے سو میں نے بھی اسی طرح فیصلہ کیا ہے اور جو کچھ آپ (حضرت فاطمہ الزہراء) نے مجھ سے طلب کیا ہے وہ مسلمانوں کے بیت المال میں جائے گا اہل اسلام اس سے سامان حرب خریدیں گے اور کافروں سے (بوقت ضرورت) جہاد کریں گے۔ اور یہ فیصلہ میں نے مسلمانوں کے اتفاق سے کیا ہے اس فیصلہ میں میں اکیلا نہیں ہوں۔

حضرت علی مرتضٰی کے خطبات پر مشتمل کتاب نہج البلاغۃ کے شارح علامہ میثم بن علی بحرانی (۶۷۹ھ) نے تسلیم کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق دوبارہ ان سے گفتگو کے لئے آئے اور حقیقت واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح حضور ﷺ آپ کا خیال رکھتے تھے ابوبکر بھی اسی طرح خیال رکھے گا اور اس پر خدا کو گواہ بنایا تو ان کی بات سن کر حضرت فاطمہ الزہراء راضی ہو گئیں اور حضرت ابوبکر صدیق سے اس بات پر عہد بھی لے لیا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق جب فدک کا غلہ وصول کرتے تو اھلبیت کی ضرورت کے مطابق ان کو اس کا حصہ پہنچا دیتے یہ سلسلہ حضرت امیر معاویہؓ تک اسی طرح چلتا رہا۔

ولك على الله ان اصنع بها كما كان يصنع فرضيت بذلك واخذت العهد عليه به وكان ياخذ غلتها فيدفع اليهم منها مايكفيهم ثم فعلت الخلفاء بعده كذلك الى ان ولى معاوية (شرح نہج البلاغۃ ج ۵ ص ۱۰۷ خط نمبر ۴۴)

حضرت علی مرتضٰی کے دور خلافت میں جب آپ سے فدک کے موضوع پر گفتگو کی گئی کہ آپ اپنا حق کیوں وصول نہیں کر لیتے تو آپ نے فرمایا

انی لاستحی من الله ان أرد شيئا منع منه ابوبكر وأمضاه عمر (شرح نہج البلاغۃ لابن حدید ج ۴ ص ۹۴)

مجھے اللہ سے حیاء آتی ہے کہ میں اس چیز کو واپس لے لوں جس کو حضرت ابوبکر نے نہیں لوٹایا اور حضرت عمر فاروق اس فیصلے پر عمل کرتے رہے۔

فقال انی لأاستحیی من الله ان أنقض شیئا فعله ابوبکر وعمر

(ریاض ج ۱ ص ۱۹۱)

قال علی ابن ابی طالب انی أستحی من ربی أن أخالف ابابکر

(فضائل ابی ابکر ص ۴ لابی طالب العشاری (۴۴۶ھ) کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۲۴)

مجھے حضرت ابوبکر کی مخالفت کرنے سے اپنے رب سے حیا آتی ہے۔

ایک مرتبہ اسی طرح کے ایک دوسرے موقع (مسئلہ کلالہ) پر حضرت عمر فاروق نے بھی فرمایا کہ مجھے اس مسئلہ میں حضرت ابوبکر کی مخالفت کرنے پر اللہ سے شرم آتی ہے

انی لاستحی من الله ان أخالف ابابکر (المصنف لابن ابی شیبه۔

موسوعۃ آثار الصحابہ ج ۱ ص ۴۴)

حضرت امام حسین کے پوتے حضرت زید بن علی (۱۲۱ھ) سے ایک مرتبہ کسی نے باغ فدک کے بارے میں کہا تو آپ نے اس کی تردید فرمادی حافظ عمر بن شبہ کہتے ہیں

ان زیدا هذا الامام الجلیل قیل له ان ابابکر انتزع من فاطمة فدك فقال انه کان رحیما وکان یکره ان یغیر شیئا ترکه رسول الله ﷺ

(صواعق محرقہ ص ۵۳)

جلیل القدر امام حضرت زید سے کہا گیا کہ حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ سے باغ فدک چھین لیا تھا تو آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر تو بہت رحم دل انسان تھے (آپ ایسا نہیں کرسکتے تھے بلکہ) آپ تو ان تمام چیزوں میں جس کو رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا تھا کسی بھی تبدیلی کو پسند نہیں فرماتے تھے

آپ فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت ابو بکر صدیق کا فیصلہ صحیح تھا اگر یہ معاملہ میرے پاس آتا تو میں بھی یہی فیصلہ کرتا

قال زید وایم اللہ لو رجع الامر الی لقضیت فیہ بقضاء ابی بکر (شرح نہج البلاغۃ لابن الحدید ج ۴ ص ۸۲) اما انا فلو کنت مکان ابی بکر لحکمت بمثل بما حکم بہ ابوبکر فی فدك (دلائل النبوۃ للامام البیہقی ج ۷ ص ۲۸۱۔ البدایہ ج ۵ ص ۲۹۰)

حضرت ابو بکر صدیق کی فہم و فراست نے اس بڑے مسئلہ کا حل اس طرح پیش فرمایا کہ وقتی طور پر اگر ناراضگی ہوئی بھی تو وہ بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی اور کبھی کسی کے دل میں پھر کوئی خلش باقی نہ رہی۔ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے۔ اور سب سے راضی ہو۔

☆...... جمع قرآن کی سعادت کا شرف پانا

حضور اکرم ﷺ پر اللہ کا کلام تدریجاً اترتا رہا اور آپ اسے لکھواتے رہے اور پھر فرماتے کہ مجھے پڑھ کر سناؤ تاکہ کوئی غلطی نہ رہ جائے آپ کو وہ نازل شدہ حصہ سنایا جاتا اور پھر قرآن کا وہ حصہ لوگوں کو بتایا جاتا تھا قرآن کریم کے کاتبین کی تعداد چالیس کے قریب بتائی جاتی ہے جن میں خلفائے راشدین کے علاوہ حضرت ابی بن کعب حضرت زید بن ثابت حضرت مغیرہ بن شعبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین جیسی بلند پایہ شخصیات تھیں

حضور ﷺ کے زمانہ میں قرآن کریم کے جتنے نسخے لکھے گئے ان کی کیفیت یہ تھی کہ یا تو وہ متفرق اشیاء پر لکھے گئے تھے کوئی آیت چمڑے پر...... یا درخت کے پتے پر...... یا کسی ہڈی پر۔ زیادہ مکمل نسخے نہیں تھے کسی صحابی کے پاس کوئی سورت تھی کسی کے پاس قرآن کا کوئی حصہ تھا بعض صحابہ

کے پاس آیات کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے ہوئے تھے۔ تاہم قرآن کریم شروع سے آخر تک اپنی اصل صورت میں محفوظ تھا حضور ﷺ نے اپنی عمر کے آخری سال میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دو مرتبہ اس قرآن کا دور فرمایا تھا (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۸ البدایہ ج ۵ ص ۲۲۳) اور آپ ﷺ کے بہت سے صحابہ کرام قرآن کریم کے حافظ تھے سیدنا ابوبکر صدیق خود ان حفاظ میں سے ایک تھے اور بہت اچھے حافظ قرآن تھے (تاریخ الخلفاء ص ۵۴)

حضور اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کے دور میں جو مختلف فتنے اٹھے ان واقعات وحالات میں سے ایک جنگ یمامہ بھی ہے یہ فتنہ ارتداد اور مرتدین کے خلاف اہل اسلام کی جنگ تھی اور یہ مسلمانوں کے لئے بڑا سخت معرکہ تھا اس جنگ میں بہت سے صحابہ کرام نے جام شہادت نوش کیا جن میں قرآن کریم کے حفاظ کی بھی ایک بڑی تعداد تھی اللہ تعالی نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور مرتدین کو ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا

اس جنگ میں چونکہ ان صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد شہید ہوئی تھی جو حفاظ اور قراء تھے اس لئے حضرت عمر فاروق کو فکر پیدا ہوئی کہ اگر خدانخواستہ جنگوں میں حفاظ صحابہ یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو گئے تو قرآن کریم کا کوئی حصہ کوئی آیت کوئی سورت نقل ہونے سے کہیں رہ نہ جائے چنانچہ آپ حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور انہیں اپنی بے چینی اور فکر سے مطلع کیا اور کہا کہ آپ حکم فرمائیں کہ قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے حضرت ابوبکر نے انہیں کہا کہ میں وہ کام کیسے کروں جو حضور ﷺ نے نہیں فرمایا تاہم حضرت عمر فاروق کا اصرار بڑھتا رہا اور عرض کیا کہ واللہ یہ عمل بہتر ہی بہتر ہے حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ آخر کار مجھے بھی اس پر اطمینان ہو گیا اور اس کام کے لئے میرا بھی شرح صدر ہو گیا اور آپ بھی حضرت عمر فاروق کی اس رائے سے متفق ہو گئے

والله خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح الله صدری لذلك

وrایت فی ذلک الذی رای عمر (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۵۔ مسند امام احمد ج ۱ ص ۲۳)

چنانچہ آپ نے حضرت زید بن ثابت جو نوجوان اور سمجھ دار تھے نیز انہیں کاتب وحی ہونے کا شرف بھی ملا تھا کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ

انک رجل شاب عاقل لانتهمك فی دینك قد كنت تكتب الوحی لرسول الله ﷺ فتتبع القرآن فاجمعه (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۵۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۹)

اے زید۔ یقیناً تم ایک سمجھ دار اور نوجوان شخص ہو ہم تمہارے دین اور دیانت داری کو کسی بھی تہمت سے متہم نہیں کر سکتے اور تم حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی وحی کی کتابت کی خدمت سرانجام دیتے رہے ہو اسلئے تم قرآن کریم کی آیات تلاش کرو اور اسے جمع کرنا شروع کرو۔

حضرت زید کہتے ہیں حضرت ابو بکر نے مجھے جس ذمہ داری کو اٹھانے کا حکم فرمایا اس کی جگہ اگر مجھے ایک پہاڑ کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو زیادہ آسان تھا اور مجھے اس پر کچھ تامل تھا اور میں نے بھی وہی بات کہی جو حضرت ابو بکر نے حضرت عمر سے فرمائی تھی تاہم حضرت ابو بکر کا اصرار بڑھتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اور مجھ پر واضح ہو گیا کہ یہ کام خیر اور نیکی کا ہے۔ چنانچہ پھر میں اس خدمت میں لگ گیا اور جہاں جہاں لکھا ہوا یا زبانی طور پر قرآن محفوظ تھا اسے جمع کرنے لگ گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق نے جمع قرآن کا حکم دیتے ہوئے حضرت عمر فاروق اور حضرت زید بن ثابت کو اس بات کی بھی تاکید فرمائی تھی کہ جو شخص تمہارے پاس قرآن کی کوئی آیت سورت وغیرہ لے کر آئے تو دو گواہ بھی ساتھ ہوں تاکہ ہر آیت پورے اطمینان اور وثوق کے ساتھ

مصحف میں لکھی جائے۔ حضرت علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ تھا کہ وہ دونوں اس بات پر گواہی دیں کہ یہ آیت حضور ﷺ کے سامنے آپ کے حکم سے لکھی گئی تھی (الاتقان ج۱ص ۱۵۷)

امر ابوبكر الصديق عمر ابن الخطاب وزيد بن ثابت فقال اجلسا على باب المسجد فلاياتينكما احد بشئی من القرآن تنكرانه يشهد عليه رجلان الا اثبتماه (موسوعۃ آثار الصحابہ ج۱ص ۲۵)

اقعدا على باب المسجد فمن جاء كما بشاهدين على شئی من كتاب الله فاكتباه (ايضا ص ۳۱)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں

حضرت زید بن ثابت خود حافظ قرآن تھے لہذا وہ اپنی یادداشت سے پورا قرآن لکھ سکتے تھے اس کے علاوہ سینکڑوں حفاظ اس وقت موجود تھے ان کی ایک جماعت بنا کر بھی قرآن کریم لکھا جا سکتا تھا نیز قرآن کریم کے مکمل نسخے حضور ﷺ کے زمانے میں لکھ لئے گئے تھے حضرت زید ان سے بھی نقل فرما سکتے تھے لیکن انہوں نے احتیاط کے پیش نظر ان میں سے کسی ایک طریقہ پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ان تمام ذرائع سے بیک وقت کام لے کر اس وقت تک کوئی آیت اپنے صحیفوں میں درج نہیں کی جب تک اس کے متواتر ہونے کی تحریری اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں اسکے علاوہ حضور اکرم ﷺ نے قرآن کی جو آیات اپنی نگرانی میں لکھوائی تھیں وہ مختلف صحابہ کے پاس محفوظ تھیں حضرت زید نے انہیں یکجا فرمایا تاکہ نیا نسخہ ان سے بھی نقل کیا جائے چنانچہ یہ اعلان عام کر دیا گیا کہ جس کے پاس قرآن کریم کی کوئی آیات لکھی ہوئی موجود ہیں وہ حضرت زید کے پاس لے آئے (فتح الباری ج۹

ص ۱۱) اور جب کوئی شخص ان کے پاس قرآن کریم کی کوئی لکھی ہوئی آیت لے کر آتا تو وہ مندرجہ ذیل چار طریقوں سے اس کی تصدیق کرتے تھے

۱...... سب سے پہلے اپنی یادداشت سے اس کی توثیق کرتے تھے

۲...... حضرت عمر حافظ قرآن تھے جب کوئی شخص کوئی آیت لے کر آتا تو حضرت زید اور حضرت عمر دونوں مشترک طور پر اسے وصول کرتے تھے لہذا حضرت زید کے علاوہ حضرت عمر بھی اپنے حافظہ سے اس کی توثیق فرماتے تھے۔

۳...... کوئی لکھی ہوئی آیت اس وقت قبول نہ کی جاتی تھی جب تک دو قابل اعتبار گواہوں نے اس بات کی گواہی نہ دے دی ہو کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھی۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ گواہیاں اس بات پر لی جاتی تھیں کہ یہ لکھی ہوئی آیت آنحضرت کی وفات کے سال آپ پر پیش کر دی گئی تھی اور آپ نے اس بات کی تصدیق فرمادی تھی کہ یہ ان حروف سبعہ کے مطابق ہے جن پر قرآن کریم نازل ہوا ہے (الاتقان ج ۱ ص ۶۰) علامہ سیوطی کی اس بات کی تائید متعدد روایات سے بھی ہوتی ہے

۴...... ان لکھی ہوئی آیتوں کا ان مجموعوں سے مقابلہ کیا جاتا تھا جو مختلف صحابہ نے تیار کر رکھے تھے (البرہان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۲۳۸) امام ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اس طریق کار کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کریم کی کتابت میں زیادہ سے زیادہ احتیاط سے کام لیا جائے اور صرف حافظہ پر اکتفا کرنے کے بجائے بعینہ ان آیات کو نقل کیا جائے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھیں۔............ حضرت زید بن ثابت نے اس زبردست احتیاط کے ساتھ آیات قرآنی کو جمع کر کے انہیں کاغذ کے صحیفوں پر مرتب شکل میں تحریر فرمایا لیکن ہر سورت علیحدہ صفحے میں لکھی اسلئے یہ

نسخہ بہت سے صحیفوں پر مشتمل تھا اصطلاح میں اس نسخہ کو ام کہا جاتا ہے اور اس کی خصوصیات یہ تھیں

☆......اس نسخہ میں آیات قرآنی تو حضور ﷺ کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق مرتب تھیں لیکن سورتیں مرتب نہ تھیں ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھی

☆......اس نسخہ میں ساتوں حروف جمع تھے

☆......اس میں صرف وہ آیتیں درج کی گئی تھیں جن کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھی

☆......اس کو لکھوانے کا مقصد یہ تھا کہ ایک مرتب نسخہ تمام امت کی اجماعی تصدیق کے ساتھ تیار ہو جائے تا کہ ضرورت پڑنے پر اس کی طرف رجوع کیا جاسکے (علوم القرآن ص۱۸۶)

استاذنا المحترم حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی لکھتے ہیں

حضرت صدیق اکبر نے آنحضرت ﷺ کے زمانے کی تمام قرآنی دستاویزات کو جو اس وقت تک متعدد صورتوں میں تھیں بڑے اہتمام سے یکجا کرایا نئے سرے سے لکھوایا اور قرآن پاک آنحضرت ﷺ کی اختیار کردہ ترتیب کے مطابق یکجا جمع ہو گیا (آثار التنزیل ج ۱ ص ۲۴۹)

ہمیں اس وقت اس تفصیل میں نہیں جانا کہ حضرت عثمان غنی کے دور میں قرآن کریم کے جمع کی کیا صورت پیش آئی تھی اور اس کا طریقہ کار کیا تھا اس وقت یہ بات عرض کرنی مقصود ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کی خدمت اور اس کی سعادت کا شرف سب سے پہلے کسی کو حاصل ہوا ہے تو وہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں اور اس خدمت میں حضرت عمر فاروق اور حضرت زید بن ثابت ان کے ساتھ رہے اور ان کی بھرپور معاونت آپ کو حاصل

رہی ہے تاہم اس کا سہرا حضرت ابو بکر کے سر ہی رہا۔ حضرت علی مرتضیٰ ان سارے حالات کے چشم دید گواہ ہیں آپ نے اس پر حضرت ابو بکر صدیق کو زبر دست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے خدا سے ان کے لئے رحمتیں نازل فرمانے کی پر خلوص دعائیں کیں ہیں آپ نے فرمایا

رحمة الله علی ابی بکر هو اول من جمع کتاب الله (عمدۃ القاری بشرح صحیح البخاری ج ۲۰ ص ۱۶)

ابو بکر پر اللہ کی رحمتیں ہوں جمع قرآن کے باب میں ان کا اجر سب سے زیادہ ہے کیونکہ پہل انہوں نے ہی کی تھی (الاتقان ج ۱ ص ۱۵۵ بحوالہ کتاب المصاحف ابن ابی داؤد ص۔ صدیق اکبر ص ۲۷۴)

حضرت امام سیوطی نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا

اعظم الناس اجرا فی المصاحف ابوبکر ان ابابکر کان اول من جمع القرآن بین اللوحین (تاریخ الخلفاء ص ۷۷۔ عمدۃ القاری بشرح البخاری ج ۲۰ ص ۱۶)

قرآن کے سلسلہ میں تمام لوگوں سے زیادہ اجر کے مستحق حضرت ابو بکر صدیق ہیں کیونکہ آپ نے سب سے پہلے قرآن کریم کو کتابی صورت میں جمع فرمایا ہے

حضرت امام ابو نعیم الاصبہانی (۴۳۰ھ) اور علامہ ابن اثیر جزری (۶۳۰ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں

انه اول من جمع القرآن (معرفۃ الصحابہ ج ۱ ص ۵۸۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۳۱)

اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے آنحضرت ﷺ کے حیات مبارک میں جمع قرآن کا عمل اسلیئے نہ ہوسکا کہ ابھی وحی خداوندی کا سلسلہ جاری تھا کسی نئی آیت اور نئے حکم کے آنے کا یا کسی آیت کے منسوخ التلاوت ہونے کا احتمال موجود تھا جب حضور اکرم ﷺ کا وصال

ہو گیا تو اب چونکہ وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اور اب کسی آیت کے اترنے اور منسوخ ہونے کا کوئی احتمال نہ تھا اللہ تعالی نے خلفائے راشدین پر الہام فرمایا کہ اب اسے حضور ﷺ کی امت کے لئے محفوظ کر دیا جائے اور ان کے ہاتھوں قرآن کی حفاظت کا خدائی وعدہ پورا ہو جائے اللہ تعالی نے یہ سعادت سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق کو نصیب فرمائی اور ان کے ہاتھوں حضرت عمر فاروق کے مشورہ سے جمع قرآن کی ابتداء ہوئی۔ شیخ الاسلام علامہ بدر الدین العینی (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں

الهم الله الخلفاء الراشدين ذلك وفاء لوعده الصادق لضمان حفظه على هذه الامة المحمدية فكان ابتداء ذلك على يد الصديق بمشورة عمر (عمدۃ القاری بشرح صحیح البخاری ج ۲۰ ص ۱۶)

حضرت امام خطابی نے بھی اسی کی جانب توجہ دلائی ہے (دیکھئے الاتقان ج ا ص ۱۵۳)
حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں

اور یہ قرآن کا مصاحف میں جمع کرنا وہی ہے جس پر اللہ کا ارشاد انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون منطبق ہے اور جس کی بشارت ان علینا جمعه وقرآنه اسی کی بشارت دینے والا ارشاد ہے اس بارے میں پہلی کوشش حضرت صدیق اکبر سے واقع ہوئی جو حضرت فاروق کے عرض کرنے سے جس پر ان کو اسی درجہ کا شرح صدر ہوا تھا جو ان کے ساتھ مخصوص تھا انہوں نے شروع کر دی تھی (ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۱۹)

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں

سب سے پہلے دو لوح کے درمیان جمع کرنے کی جس نے کوشش کی وہ صدیق اکبر تھے جنہوں نے فاروق اعظم کے التماس سے یہ عظیم کام کیا اور آپ کی کوشش کا

نتیجہ ظاہر ہو گیا کہ اس کے سبب سے قرآن مشرق و مغرب میں شائع ہو گیا (ایضا ج ۳ ص ۸۷)

قرآن کریم کی خدمت اور اس کی حفاظت کا یہ وہ عظیم کارنامہ ہے جس پر پوری امت حضرت ابو بکر کے احسان مند ہے اور ہمیشہ رہے گی اللہ تعالیٰ ان پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے آمین

☆...... حضرت ابو بکر صدیقؓ مانعین زکوۃ کے مقابلہ پر

حضور اکرم ﷺ کے وصال پر جن لوگوں نے اسلام اور اسلامی قوانین سے بغاوت کی راہ اپنائی ان میں سے ایک وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے زکوۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا اور مختلف تاویلات کا سہارا لے کر اس سے جان چھڑانی چاہی۔ حضرت ابو بکر صدیق کو جب اس کا پتہ چلا تو آپ نے کسی کی پرواکئے بغیر ان کے ساتھ مقابلہ کی ٹھان لی تاہم بعض صحابہ اس معاملہ میں حضرت صدیقؓ کی رائے سے متفق نہ تھے، ان کا کہنا تھا کہ ایسے پر آشوب وقت میں، جب کہ اندرون ملک میں متعدد قبائل سے بغاوت کے شعلے بلند ہو رہے ہیں، لڑائی میں پیش قدمی کرنا مناسب نہیں جبکہ وہ لوگ کلمہ بھی پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صحابہ کرام میں قتال کے سب سے زیادہ حامی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ ہو سکتے تھے مگر یہ دونوں بھی حالات کی نزاکت سے متاثر تھے، اور لڑائی کو مصلحت نہ سمجھتے تھے، حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اے رسول اللہؐ کے خلیفہ...... یہ سختی کا وقت نہیں۔ اس وقت تالیف سے کام لیجئے، حضرت عمرؓ کی اس بات پر آپ جلال میں آگئے اور فرمایا ﴿ أجبار فی الجاهلّية وخوار فی الاِسلام ﴾ یعنی "اے عمرؓ! تم جاہلیت میں تو بڑے تند خو تھے، مگر اسلام میں آکر ایسے نرم ہو گئے۔" سنو!

﴿ تم الدين وانقطع الوحی أينقص وأناحی ﴾

یعنی "دین کامل ہو چکا، وحی کا اترنا بند ہو چکا، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ میری زندگی میں دین میں کتر بیونت ہو جائے۔" ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بکری کا ایک بچہ یا رسی بھی اس باب میں دیتے تھے اور آج انہوں نے اس کو روکا تو میں ان کے خلاف قتال کر کے رہوں گا خواہ اس کے لئے مجھے اکیلا ہی جانا پڑے

حضرت صدیقؓ نے کسی کی کچھ نہ سنی، اور کسی مخالفت و ملامت کی کچھ پرواہ نہ کی، اور حکم دیا کہ میری سواری لاؤ، میں خود قتالِ مرتدین کیلئے جاتا ہوں

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر اس مقصد کی خاطر اٹھ کھڑے ہوئے اور گھوڑے پر سوار ہو گئے تو حضرت علی مرتضیٰ نے گھوڑے کی لگام تھام لی اور کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے جانشین...... کہاں کا ارادہ ہے؟ میں آپ سے وہی بات کہنا چاہتا ہوں جو حضور ﷺ نے جنگ احد میں آپ سے فرمایا تھا کہ تلوار نیام میں کیجئے اب آپ خدا کے لئے اپنے آپ کو کسی تکلیف میں نہ ڈالئے اور مدینہ لوٹ چلئے اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو خدا کی قسم اسلام کا نظام کبھی باقی نہ رہے گا (تاریخ الخلفاء ص ۸۰)

شم سیفك لاتفجعنا بنفسك وارجع الی المدینة واللہ لئن اصبنا بك لایکون بعدك نظام ابدا (ریاض ج ا ص ۱۴۸)

حضرت عمر فاروق جو پہلے مرحلے میں آپ کی رائے سے متفق نہ تھے آپ کی اس جرات ایمانی اور استقلال و استقامت پر پکار اٹھے کہ یہ حضرت ابو بکر صدیق پر خدا کا کوئی خاص کرم ہے ورنہ یہ ہر کسی کے بس کی بات نہ تھی

(یہ موضوع پوری تفصیل کے ساتھ آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے انشاء اللہ)

چنانچہ قتالِ مرتدین کے لئے آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی نگرانی میں فوجیں تیار کیں اور انہیں قیمتی نصائح سے سرفراز فرما کر روانہ کیا، پھر جو فوج جس طرف جاتی فتح و نصرت ساتھ

ساتھ رہتی، اقبال ہمرکاب رہتا ہر طرف سے تھوڑے ہی دنوں میں فتح و کامرانی کی خبریں آنے لگیں اور اسلام میں ان ارتداد اور بغاوتوں کی وجہ سے جو ایک مہلک وبا پھیلنے کو تھی وہ آپ کے ان جرات مندانہ فیصلے کی وجہ سے ایک دم فنا ہو گئی، ایک سال کے اندر ہی اندر مدعیان نبوت بھی راہی جہنم کر دیئے گئے۔ مرتدین کا بھی قلع و قمع ہو گیا، مانعین زکوۃ کا گروہ بھی راہ راست پر آگیا۔ ادھر حضرت اُسامہ بن زید کا لشکر بھی دشمن کی طاقتور فوجوں کو تہ وبالا کر کے بڑی کامیابی کے ساتھ واپس آگیا۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

فعمر وافق أبابكر على قتال أهل الردة مانعى الزكوة وكذلك سائر الصحابة وأقراولئك بالزكاة بعد امتناعهم منها (منہاج السنۃ ج۲ ص ۳۴۸)

جب مسلمانوں نے حضرت ابو بکر صدیق کے عزم و ہمت اور استقلال و استقامت کا نتیجہ دیکھا تو سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور کہنے لگے کہ کیا یہ وہی معرکہ تو نہیں ہے جس کی پیش گوئی قرآن کریم کی آیت (یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینه (پ۶ المائدہ ۵۴) میں دی گئی ہے کیا یہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور ان کی افواج نہیں جن کو آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے ﴿ بقوم یحبهم ویحبونه ﴾ فرمایا، یعنی یہ جماعت خدا کی محبوب اور محبّ جماعت ہے؛ اور پھر یہ رمز بھی سب کی سمجھ میں آگیا کہ ان لڑائیوں کے بارے میں حضرت صدیقؓ سے اختلاف کیوں ہوا؟ اور اپنے مخلص دوستوں کی ملامت اُنہیں کیوں سننا پڑی؟ اس لئے کہ آیت مذکورہ میں اس جماعت کا طرۂ امتیاز اس چیز کو قرار دیا گیا تھا کہ ﴿ لایخافون لومة لائم ﴾ یعنی ''وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کچھ پرواہ نہ کریں گے۔''

حضرت صدیقؓ کے اس کارنامے کی ہر صحابی نے اپنے اپنے طرز بیاں میں تعریف و توصیف کی، حضرت ابو ہریرہؓ نے جب یہ کہا کہ ﴿ فراینا ذلك رشدا ﴾ تو ساتھ ہی فرمایا:۔

﴿ قام فی الردة مقام الانبیاء ﴾

ترجمہ :۔ حضرت صدیقؓ مرتدوں کے معاملہ میں اس مقام پر کھڑے ہوئے جو نبیوں کے کھڑے ہونے کا تھا۔"

سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا :۔

کرهناه ذلك فی الابتداء ثم حمدناه علی الانتهاء ورایناه رشیدا لولا مافعل ابوبکر لألحد الناس فی الزکوة الی یوم القیامة (ریاض ج اص ۱۴۸)

ترجمہ :۔ ہم نے شروع میں تو اُن کی کاروائی کو ناپسند کیا تھا مگر آخر میں ہم سب نے اُن کی شکر گذاری کی اور ہم نے آپ کو درست راہ پر ہی پایا۔ اور ابو بکر اس وقت جرات سے کام نہ لیتے تو لوگ ہمیشہ کے لئے زکوۃ ادا کرنے میں لیت ولعل سے کام لیتے اور کج روی پر اتر آتے"

یہ صرف ایک معرکہ نہیں اس کے سوا کئی اور اہم واقعات تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں اور جس نے بھی حضرت ابو بکر صدیق کی سیرت وسوانح پر نظر کی ہے وہ جانتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے تاریخ کے انتہائی اہم اور نازک موڑ پر کس جرات وہمت سے اسلام کا پرچم بلند کیے رکھا اور اسلامی تعلیمات وقوانین کو اسی شکل میں محفوظ رکھنے کی کوشش کی جس شکل میں وہ پہلے سے چلا آرہا تھا اگر آپ ان حالات میں ذرہ بھر بھی نرمی دکھادتے تو اسلام کو جو نقصان پہنچتا ہم اور آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہندوستان کے معروف عالم اور مؤرخ جناب مولانا قاضی اطہر مبارک پوری مرحوم لکھتے ہیں

عہد صدیقی کی ابتداء فتنہ ارتداد کی شدید بحرانی کی حالت میں ہوئی جس میں بہت سے عرب خصوصا مشرقی سواحل اور صحراؤں کے قبائل اسلام سے منحرف ہوگئے

تھے حضرت ابوبکر نے نہایت جرات وبہادری سے کام لیتے ہوئے مرتدوں پر فوج کشی کرائی اور اس فتنہ عظیم کا کلیۃ استیصال فرمایا خلافت صدیقی کا بیشتر زمانہ قتال مرتدین میں صرف ہوا اور ہندوستان وفارس کی طرف توجہ کی فرصت نہیں ملی البتہ ان ممالک میں غزوات وفتوحات کی سلسلہ جنبانی کی ابتداء یوں ہوئی کہ ابتدائے خلافت ہی میں ہندوستان کے جاٹ اور رسیابجہ نے مشرقی عرب کے ارتداد وانحراف میں مرتدوں کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے مقابلہ کیا اور اپنے آدمیوں کی طرح اپنے اسلحہ سے بھی ان کی مدد کی اور جب اسلامی فوج فتح یاب ہوئی تو یہ جاٹ اور رسیابجہ بھاگ کر اپنے ملک چلے آئے ...... دوسری اہم بات جو عہد صدیقی کے آخر میں ہوئی یہ کہ عربوں میں فارس کی حکومت سے ٹکر لینے کا حوصلہ پیدا ہونا شروع ہوا اور جو لوگ اس حکومت کے خلاف ہزاروں سال سے کچھ سوچ نہیں سکتے تھے اس دور میں وہ اس کے خلاف معمولی معمولی جمعیت کے ساتھ اقدام کرنے لگے اور خلافت کی سطح سے دور رہ کر رضاکارانہ اور فدائیانہ طور پر شمالی عرب سے متصل ایرانی سرحدوں پر حضرت مثنی بن حارثہ شیبانی حرہ کی سمت سے ......اور حضرت سوید بن قطبہ عجلی ابلہ کی طرف سے اپنی جماعت کے ساتھ حملہ آور ہوتے اور ایرانیوں سے چھیڑ چھاڑ کر کے عرب کے صحراؤں میں چلے آتے تھے بعد میں حضرت ابوبکر نے مثنی بن حارثہ اور ان کی جمعیت کو حضرت خالد بن الولید کی ماتحتی میں ایران کے جہاد پر روانہ کر دیا حضرت ابوبکر کے بعد مثنی نے حضرت عمر کو لکھ کر ایران کے اندرونی حالات کی خبر دی اور حملہ کرنے کی خواہش ظاہر کی جس کے نتیجہ میں ۱۶ ہجری میں قادسیہ فتح ہوا بالفاظ دیگر عربوں میں باب مملکت الفرس کھل گیا بعد میں ایران کا یہی دروازہ مشرقی ممالک میں ان کے اثر ونفوذ کا ذریعہ بنا اور وہ اسی راہ سے

ایک طرف جنوب مشرق میں مکران اور سندھ تک پہنچے تو دوسری طرف شمال مشرق میں بلاد ماوراء النھر میں سمرقند وبخارا کو اپنے زیر تصرف لائے اس طرح عہد فاروقی میں ہندوستان کی فتوحات کے ابتدائی اسباب عہد صدیقی ہی سے پیدا ہو رہے تھے......الخ (خلافت راشدہ اور ہندوستان ص ۵۲)

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق نے بڑے ہی نازک مراحل پر مسلمانوں کی قیادت اپنے ہاتھ میں لی اور جب آپ دنیا سے رخصت ہوئے تو مسلمانوں کے خلاف برپا کئے جانے والے سارے فتنے دم توڑ چکے تھے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) کے اس بیان سے کس کو اختلاف ہو سکتا ہے کہ

باید دانست که بعد آنحضرت صلی الله علیه وسلم هر معضلے که پیش آمد صدیق اکبر آن راحل کرد ومسلمین را از حیرت وتردد خلاص ساخت این معنی مکرر واقع شد تاآنکه تقدم وے رضی الله عنه درعلم وتربیت انبیاء روشن گشت وشبه نماند (ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۹۲)

جاننا چاہئے کہ حضور ﷺ کے بعد جو مشکل بھی پیش آئی صدیق اکبر نے اسے حل کر کے مسلمانوں کو حیرت اور تردد سے رہا کیا ایسی باتیں بار بار واقع ہوئیں ہیں یہاں تک کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا علم میں اور اپنی رعیت کی تربیت میں تربیت انبیاء کے طریق پر سب سے آگے ہونا روشن ہو گیا

☆......حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات حسرت آیات :

آنحضرت ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کی دنیا تاریک

ہو چکی تھی اپنے محبوب ترین ہستی اور رسول پاک کی جدائی کا غم اندر ہی اندر آپ کو کھائے جا رہا تھا آپ کی طبیعت دن بدن کمزور ہو رہی تھی آپ بیشک حضور کی امت اور آپ کے صحابہ کرام کو تسلیاں دیتے رہے اور ان کے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن خود وہ محبوب کی جدائی میں اندر سے ٹوٹ چکے تھے اور دل بے قرار کو کسی پہلو قرار نہ آتا تھا۔ آخری دنوں میں آپ سخت بیمار ہو گئے بعض نے اس کی وجہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا قرار دیا ہے تو بعض نے اس کی وجہ کسی زہر آلود گوشت کا کھانا بتایا ہے۔ سخت بخار کی حالت میں بھی آپ مسجد نبوی برابر تشریف لاتے رہے اور نماز کی امامت فرماتے رہے

جب بیماری اپنے پورے عروج پر جا پہنچی تو بعض صحابہ کرام نے آپ سے کہا کہ ہم کسی طبیب کو بلا کر آپ کے اس مرض کا علاج کیوں نہ کرا لیں آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ طبیب دیکھ چکا ہے انہوں نے پوچھا کہ طبیب نے کیا کہا ہے؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس نے کہا ﴿ انی فعال لما ارید ﴾ میں جو چاہتا ہوں کر ڈالتا ہوں۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۲۴)

حضرت ابو بکر صدیق بہت پہلے حضور ﷺ کے ایک خواب کی رو سے یہ سمجھ چکے تھے کہ وہ حضور ﷺ کی وفات سے دو ڈھائی سال بعد اس دنیا سے کوچ کر جائیں گے شیخ عبد الغنی النابلسی (۱۱۴۳ھ) نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دن ابو بکر صدیق سے فرمایا

یا ابابکر رایت کانی انا وانت نرقی فی درجة فسبقتك بمرقاتین فقال یارسول الله یقبضك الله تعالی الی رحمته وأعیش بعدك سنتین ونصفا (تعطیر الانام فی تعبیر المنام ص ۷)

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ہم دونوں ایک بلندی کی جانب جا رہے ہیں تو میں تم سے دو زینے آگے بڑھ گیا ہوں یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق نے کہا کہ یا رسول اللہ

اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالی آپ کو پہلے اپنے پاس بلالیں گے اور میں آپ کے بعد ڈھائی سال زندہ رہوں گا

چنانچہ آپ سفر آخرت کے لئے گویا پابہ رکاب ہو چکے تھے تاہم آپ اس فکر میں تھے کہ میرے جانے کے بعد مسلمانوں کی زمام کار کس کے ہاتھ رہے اور کون اس بوجھ کو اٹھا سکے گا آپ کے نزدیک سب سے زیادہ اس کے لائق اور سب پر فائق حضرت عمر فاروقؓ کی ذات گرامی تھی تاہم آپ نے بڑے صحابہ کو بلایا اور ان سے اس بارے میں ان کی رائے دریافت کیں۔ بعض دوستوں نے حضرت عمر فاروق کے مزاج کی سختی کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب ذمہ داری آئے گی تو خود ہی نرم ہو جائیں گے اور ایک سوال کے جواب میں پورے یقین سے فرمایا کہ

أ بربی تخوفوننی اقول اللهم أستجلفت علیهم خیر خلقك (طبقات لئن سعد ج ۳ ص ۱۴۹)

کیا تم مجھے اپنے رب سے ڈراتے ہو میں خدا تعالی سے جا کر یہ کہہ دوں گا کہ میں نے تیرے بندوں پر اس شخص کو امیر بنایا ہے جو ان میں سب سے بہترین ہے

جب آپ کی رائے اس باب میں پختہ ہو گئی تو پھر آپ نے صحابہ کرام کے مجمع میں جا کر اس کا اعلان فرمایا سب مسلمانوں نے آپ کی بات قبول فرمائی پھر آپ نے حضرت عثمان غنی کو بلایا اور ان سے یہ وصیت نامہ لکھوایا

بسم الله الرحمٰن الرحيم

هذا ماا وصى به ابوبكر الصديق اوصى فى مرضه عند آخر عهده بالدنيا خارجا منها واول عهده بالاخرة داخلا فيها حين يصدق الكاذب ويودى الخائن ويومن الكافر انى استخلفت بعدى عمر بن الخطاب فان عدل فذلك ظنى به ورجائى فيه وان بدل وجار فلا

اعلم الغیب ولکل امری ، مااکتسب وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (کنزالعمال ج ۱۲ ص ۲۴۱ ۔ طبقات کبری ج ۳ ص ۱۴۹)

یہ وصیت نامہ ابو بکر بن ابی قحافہ کی آخر زندگی کا ہے جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہو رہا ہے اور آخرت میں داخل ہونے کی یہ پہلی منزل ہے جہاں جھوٹا سچا ہو جاتا ہے خائن امانت دار ہو جاتا ہے کافر ایمان لے آتا ہے سنو میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو خلیفہ بنایا ہے اگر وہ عدل وانصاف سے کام کریں گے تو ان کے بارے میں میرا ظن یہی ہے اور ان سے امید بھی یہی ہے اور اگر وہ بدل گئے اور ظلم کیا تو میں عالم الغیب نہیں ہوں ہر شخص اپنے کئے کا بدلہ ضرور پائے گا اور عنقریب ظلم کرنے والے دیکھ لیں گے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے۔

بعد ازاں آپ نے حضرت عمر فاورق کو بلایا اور فرمایا کہ میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں اگر تم نے میری اس نصیحت ووصیت کا خیال رکھا تو کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ آپ نے فرمایا

اے عمر...... یقین جانو کہ اللہ کا ہر وہ حق جو رات میں ہے وہ اسے دن میں قبول نہیں فرمائے گا اور جو حق دن سے متعلق ہے اللہ اس کو رات میں قبول نہیں کرے گا (یعنی ہر عمل اس کے وقت پر کرنا چاہیئے) اور اللہ نفل کو اس وقت تک قبول نہ کرے گا جب تک تم فرض ادا نہ کرو۔

اے عمر...... کیا تم نہیں دیکھتے کہ دراصل ترازو انہی لوگوں کی بھاری ہے جن کی ترازو قیامت کے دن حق کی پیروی کی و□ سے بھاری ہو گی اور حق بھی یہی ہے کہ کل قیامت کے دن جس ترازو میں حق کے سوا کچھ اور نہ ہو اس کو ہی بھاری ہونا چاہیئے اس کے برعکس اتباع باطل کی و□ سے بہت سے لوگوں کی ترازو ہلکی ہو گی اور جس ترازو میں باطل کے سوا کچھ اور نہ ہو اس کو ہلکا ہی ہونا چاہیئے

اے عمر...... کیا تم نہیں دیکھتے کہ دنیا میں تنگی اور فراخی کی آیات ایک ساتھ اتری ہیں تاکہ مؤمن میں خوف بھی ہو اور امید بھی ہو مگر ہاں مومن کو اللہ سے ایسی ہی چیز کی تمنا اور اس کی رغبت کرنی چاہئیے جو اس کا حق ہو اور اسی طرح اس کو ایسا خوف نہیں کرنا چاہئیے کہ پھر وہ خود ہی اپنے ہاتھوں اس میں واقع ہو جائے (یعنی آدمی خوف کرے تو اسے چاہئیے کہ اس سے بچے بھی)

اے عمر...... کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے اہل دوزخ کا ذکر ان کے بدترین اعمال کے ساتھ کیا جب تم ان کو یاد کرو گے تو کہو گے میں امید کرتا ہوں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں گا اور اللہ نے اہل جنت کا ذکر ان کے بہترین اعمال کے ساتھ کیا ہے کیونکہ ان کے جو برے اعمال تھے اللہ نے ان سے درگذر فرمایا جب تم ان لوگوں کو یاد کرو گے تو کہو گے میرا عمل ان جیسا کہاں ہے اگر تم نے میری وصیت یاد رکھی تو ایسا غائب جو تم کو حاضر کی نسبت زیادہ محبوب ہو موت کے سوا اور کچھ نہ ہوگا (یعنی موت تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو گی) درآنحالیکہ تم موت کو روک نہیں سکتے (کتاب الزھد والرقاق ص ۱۲۸ از عبداللہ بن مبارک۔ صفوۃ الصفوۃ ج ا ص ۱۳۸۔ ریاض ج ا ص ۲۶۰۔ معرفۃ الصحابۃ ج ا ص ۶۰)

آپ نے حضرت عمر فاروق کو وصیت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا

اے عمر...... خدا کی قسم میں سویا نہیں کہ پریشان خواب دیکھتا اور نہ شبہ میں پڑا کہ توہمات میں الجھتا میں یقیناً سیدھے رستے پر ہوں میں بہک نہیں گیا ہوں میں نے کوشش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے اور میں تم کو بھی اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں (تحفہ اثنا عشریہ ص ۵۲۹)

آپ نے حضرت عمر فاروق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

اے عمر...... اللہ پاک کی فرمانبرداری کرنے میں اللہ سے ڈرنا اور اس کی اطاعت کرنا اور اطاعت کرنے میں انتہائی تقوی سے کام لینا تقوی قابل حفاظت امر ہے اس کے بعد یہ ہے کہ خلافت پیش کی جارہی ہے اس کو وہی آدمی اپنے ذمہ لیتا ہے جو اس پر عمل کر سکے پس جس نے حق بات کا حکم دیا اور خود باطل کام کیا اور جس نے بھلی بات کا حکم دیا اور خود منکرات پر عمل پیرا رہا وہ دن دور نہیں کہ اس کی آرزو ختم ہو جائے اور اس کا عمل ضائع ہو جائے پس اگر تم لوگوں کے امور کے لئے ان کے خلیفہ ہوئے ہو تو تم سے جہاں تک ہو سکے اپنے ہاتھوں کو لوگوں کے خون سے روکنا اور اپنے پیٹ کو ان کے مالوں سے خالی رکھنا اور اپنی زبان کو ان کی آبروریزی سے بچانا اگر تم سے ایسا ہو سکے تو کر لینا اور کسی کام پر قوت بغیر اللہ کی امداد کے نہیں ہے (حیاۃ الصحابہ ج ۲ ص ۱۲۳)۔

آپ نے حضرت عمر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

اے عمر...... میں نے تمہیں خلیفہ مقرر کیا ہے اس کام پر نظر کرتے ہوئے جو تم نے میرے بعد قائم مقام ہو کر کیا تھا اور اس لئے بھی کہ تم رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے تم نے حضور ﷺ کا ہمارے نفسوں کو اپنے نفس پر اور ہمارے اہل وعیال کو اپنے اہل وعیال پر ترجیح دینا دیکھا ہے یہاں تک کہ ہم ہمیشہ ان کے اہل کے پاس جو کچھ ہمارے پاس آپ کے پاس سے آنے کے بعد بچا کھچا ہوتا تھا وہ پہنچایا کرتے تھے اور تم میری صحبت میں بھی رہے ہو میں بھی اسی راستہ پر چلا ہوں جو مجھ سے پہلے تھا (یعنی حضور ﷺ کے طریقہ پر) واللہ اس اندیشہ سے کہ کہیں اس راستہ سے میں ہٹ تو نہیں گیا میں نہیں سویا کہ پریشان خواب دیکھنے لگا اور جب اس وہم میں مبتلا ہوا تو مجھ سے سہو ہونے لگا

حضرت ابوبکر صدیق نے ارشاد فرمایا

اے عمر...... جس چیز سے میں تم کو ڈراتا ہوں وہ تمہارا نفس ہے اور ہر نفس میں کوئی خواہش پیدا ہوتی ہے پھر جب تم اس کی خواہش پوری کر دو گے تو وہ بڑھ کر دوسری کی طرف پہنچے گا اور میں تم کو ان لوگوں کے طریقہ سے بچانا چاہتا ہوں جن کے پیٹ پھول گئے اور ان کی نگاہیں اونچی ہو گئیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے نفس کو پسند کرنے لگا اور ہر لغزش کو ایک خیر سمجھنے لگا خبردار کہ تم ایسے ہو جاؤ اور یہ بات جان لو کہ ہمیشہ لوگ تم سے خائف رہیں گے جب تک کہ تم اللہ سے خائف رہو گے اور لوگ تم سے سیدھے رہیں گے جب تک تمہارا طریقہ سیدھا رہے گا یہ میری وصیت ہے اب میں تم کو سلام کہتا ہوں هذه وصيتي واقراء عليك السلام

(اخرجه ابویوسفؒ ۔ازالۃ ص ۲۴ اج ۳)

اور پھر اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر مسلمانوں اور حضرت عمر فاروق کے حق میں دعا فرمائی اور فرمایا

اے میرے اللہ...... میں نے اس کو (یعنی حضرت عمر کو) مسلمانوں پر خلیفہ بنایا اور اس کام میں بجز مسلمانوں کے حال کی بہتری کے میں نے اور کچھ نہیں چاہا اور میں ایک ایسا عمل بجالایا ہوں جس کو آپ سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور میں نے پورا غور و خوض کیا اور مسلمانوں میں جو سب سے بہتر دیکھا اس کو ان پر والی بنادیا اور سب کاموں میں میں نے اے اللہ آپ کے سپرد کیا اے اللہ آپ غیب کے بہت جاننے والے ہیں میں نے اس بات میں حضرت عمر کی کوئی طرف داری نہیں کی اور میں دنیا سے آخرت کی طرف جارہا ہوں آپ ان کے محافظ رہیئے کیونکہ وہ آپ کے بندے ہیں اور ان کے والی (یعنی حضرت عمر) کی بھلائی کے واسطے آپ اصلاح (رہنمائی) فرماتے رہیئے اور ان کو خلفائے راشدین میں سے بنائیے کہ وہ اپنے پیغمبر

علیہ وسلم اور صالحین کی سیرت کی پیروی کریں اور ان کی رعیت کے کاموں کو سنوار دیجئے ۔۔ (ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۱۵۰)

حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر فاروق کو جب خلافت کے لئے منتخب کردیا اور ان کو قیمتی نصیحتیں فرما کر ان کے لئے خوب دعائیں فرمائیں تو اس کے اثرات و ثمرات پوری دنیا نے دیکھے تھے یہ حضرت ابوبکر صدیق کی کرامت نہیں تو اور کیا ہے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ رحمہ اللہ تعالی (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

وکان مافعله ابوبکر رضی الله عنه من تعیین عمر وفضله واستحقاقه للأمر مالم یحتج معه الی الشوری وظهر اثر هذا الرای المبارك المیمون علی المسلمین (منہاج السنہ ج ۶ ص ۱۴۲)

بعد ازاں آپ نے اپنی عزیز ترین صاحبزادی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کو بلا کر ان کو بھی کچھ وصیتیں کیں پھر ان سے کہا کہ

مجھے کفن دینے کے لئے نئے کپڑوں کی ضرورت نہیں یہ دو میری استعمال شدہ چادریں ہیں انہیں دھو کر مجھے کفن پہنادینا مجھے نئے اور عمدہ کپڑوں میں کفن دینے سے نہ میں بڑھ جاؤں گا اور پرانے کپڑوں میں کفن دینے پر نہ میں گھٹ جاؤں گا

آپ نے حضرت عائشہ سے پوچھا۔ رسول اللہ کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا بولیں تین کپڑوں میں حضرت ابوبکر نے انہی دو کپڑوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا

بس میرے یہ دونوں کپڑے ہیں ایک تیسرا کپڑا بازار سے خرید کر مجھے کفن دے دینا

حضرت عائشہ نے کہا ابا جان! ہم تین نئے کپڑے بازار سے خرید سکتے ہیں فرمایا۔

بیٹی مُردوں کی نسبت زندہ لوگ نئے کپڑوں کے زیادہ مستحق ہیں یہ کفن کے دونوں کپڑے تو لہو اور پیپ کے لئے ہیں (یعنی خراب ہونے کے لئے)

ألحي احوج الى الجديد من الميت وانما هذا للمهلة (مؤطاامام مالک ص ۱۴۹)

حضرت ابوبکر کے گھر کے کام کاج کے منتظم معیقب بن فاطمہ الدوسی کہتے ہیں کہ میں مرض الوفات میں حاضر ہوا تو میں نے سلام کیا اس وقت آپ خلافت کے معاملے میں مصروف تھے اس سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا تم ہمارے گھر کے منتظم ہو بتاؤ میرا تمہارا کیا حساب ہے میں نے عرض کیا میرے پچیس درہم آپ کے ذمہ باقی ہیں وہ میں نے معاف کئے فرمایا چپ رہو اور میرے توشۂ آخرت کو قرض سے مت تیار کرو میں یہ سن کر رونے لگا تو فرمایا آنسو نہ بہاؤ اور گھبراؤ نہیں صبر کرو! میں امید کرتا ہوں کہ میں اس جگہ جا رہا ہوں جو میرے لئے زیادہ بہتر اور پائے دار ہے اس کے بعد حضرت عائشہ کو بلا کر پچیس درہم دلوا دیئے۔ (ازالۃ الخفاء)

حضرت ابوبکر صدیق کی حالت دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہ پر ایک عجب حال طاری تھا آپ اپنے والد کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھیں پھر آپ نے یہ شعر پڑھے

وکل ذی ابل موروث　　　وکل ذی سلب مسلوب

وکل ذی غیبة یؤوب　　　وغائب الموت لایؤوب

ہر اونٹ والے کو ایک روز اپنا مال وارث کے سونپنا ہے اور ہر لوٹنے والے کو خود لٹنا ہے اور ہر غائب ہونے والا واپس آجاتا ہے لیکن موت کے ہاتھوں غائب ہونے والا کبھی واپس نہیں آتا

حضرت عائشہ صدیقہ نے اس وقت یہ شعر بھی پڑھا

لعمرك مايغنى الثراء عن الفتى　　　اذا حشرجت يوما وضاق بها الصدر

تیری عمر کی قسم نہ زمین (یعنی مکان) جوان کو اس وقت بے پروائی نہیں بخش سکتی جس دن کہ جان گلے میں بول رہی ہو اور سینہ روح کے روکنے سے تنگ آگیا ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق نے یہ سن کر آنکھیں کھولیں اور کہا کہ بیٹی یہ بات ایسی نہیں ہے بلکہ حقیقت وہی ہے جو اللہ نے فرمائی ہے

وجاء ت سكرة الموت بالحق ذلك ماكنت منه تحيد (پ۲۶ سورہ ق)

(ترجمہ) اور موت کی سختی (قریب) آپہنچی یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا

حضرت عائشہ صدیقہ نے شدت غم کی وجہ سے ایک شعر پڑھا

وابيض يستقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للارامل

وہ نورانی صورت جس کے چہرے کا واسطہ دے کر بادلوں سے بارش مانگی جائے جو یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کے محافظ تھے۔

تو آپ نے آنکھیں کھولیں اور کہا کہ بیٹا۔ یہ شان تو رسول اللہ ﷺ کی تھی ابو بکر اس کا مستحق نہیں ہے۔ فقال ابوبكر ذاك رسول الله ﷺ (کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۳۸)

آپ نے پوچھا کہ بیٹی آج کون سا دن ہے عرض کیا کہ پیر کا دن ہے ارشاد فرمایا کہ بیٹی اگر میں رات کو سفر آخرت پر چل دوں تو رات ہی کو دفن کر دینا دن کا انتظار نہ کرنا میں چاہتا ہوں کہ جتنا جلدی ہو سکے میں حضور ﷺ کے پاس پہنچ جاؤں

فان احب الأيام والليالى الى اقربها من رسول الله ﷺ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۶)

مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق کا آخری وقت آیا تو ان کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہمیں کچھ نصیحت فرمایئے کچھ روح کی غذا عطا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ سنو۔

جو شخص یہ کلمات کہے گا اور پھر مر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو افق مبین میں پہنچاوے گا لوگوں نے کہا کہ یہ افق مبین کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک میدان ہے عرش کے سامنے اس میں باغ نہریں اور درخت ہیں اس کو روزانہ سو رحمتیں ڈھانپ لیتی ہیں سو جو شخص یہ کلمات کہے گا اللہ تعالیٰ اسے اس مکان میں داخل فرمائے گا اور وہ کلمات یہ ہیں (اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے)

(ترجمہ) اے اللہ بیشک آپ نے خلق کو پیدا کیا بغیر اس کے کہ آپ کو ان کی طرف کوئی حاجت ہو پھر آپ نے ان کے دو گروہ بنائے ایک فریق جنت کے لئے ایک فریق دوزخ کے لئے۔ اے اللہ آپ مجھے جنت کے لئے تجویز کر لیجئے اور دوزخ کے لئے نہ کیجئے۔ اے میرے اللہ آپ نے مخلوق کو مختلف گروہوں پر پیدا کیا اور پیدا ہونے سے پہلے ہی ان کو متمیز کر دیا ان میں سے بعض کو آپ نے شقی بنا دیا اور بعض کو سعید تو مجھے سعید بنا دیجئے اپنی فرمانبرداری سے اور مجھ کو شقی نہ بنایئے اپنی نافرمانیوں سے۔ اے اللہ بیشک آپ کو سب معلوم ہے جو ہر ایک نفس کرتا ہے قبل اس کے کہ آپ اس کو پیدا کریں تو جس چیز کا آپ کو علم ہے اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں سو آپ مجھ کو ان لوگوں میں داخل کر لیجئے جن کو آپ نے اپنی طاعت میں مشغول رکھا ہے اے اللہ بیشک کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک آپ نہ چاہیں تو آپ اپنی مشیت کو اس امر سے متعلق کر دیجئے کہ میں وہ بات چاہوں جو مجھے آپ سے قریب کر دیجئے اے اللہ آپ نے سب بندوں کی حرکات کا اندازہ مقرر کر دیا ہے تو کوئی شئے حرکت نہیں کرتی بغیر آپ کے ارادے کے سو آپ میری حرکات اپنے سے تقوی کیلئے بنا دیجئے اے اللہ آپ نے ہی خیر اور شر کو پیدا کیا اور دونوں میں سے ہر ایک پر عمل کرنے والے آپ نے بنائے تو مجھے دونوں قسموں میں سے بہتر قسم والا بنا دیجئے اے اللہ آپ نے پیدا کیا جنت اور دوزخ کو پھر دونوں میں سے ہر ایک کیلئے آپ نے اہل بنا دئے تو مجھے آپ اپنی جنت کے رہنے والوں میں سے بنا دیجئے اے اللہ آپ نے جس قوم کو ہدایت دینے کا ارادہ کیا تو ان کے سینوں کو اس کے لئے کشادہ کر دیا اور آپ نے کسی قوم کو گمراہ رکھنے کا ارادہ کیا تو ان کے سینوں کو گمراہی سے تنگ کر دیا (کہ اس میں) ہدایت نہ داخل ہو سکے سو میرے سینہ کو آپ

اسلام کے لئے کھول دیجئے اور اس کو میرے قلب میں زینت والا بنادیجئے اے اللہ آپ ہی نے جملہ امور کی تدبیر کی اور تمام امور کا مرجع اپنی ہی ذات کو رکھا سو آپ مجھے بعد موت کے پاکیزہ زندگی عطا فرمایئے اور مجھے اپنا تقرب دائمی بخش دیجئے اے اللہ کسی نے صبح اور شام اس طرح کی کہ اس کا بھروسہ اور امید آپ کے غیر پر ہے لیکن میرا بھروسہ اور امید آپ ہی کی ذات پر ہے اور کوئی پناہ کی جگہ نہیں اور کسی میں کوئی طاقت نہیں بجز اللہ تعالی کے۔۔۔ (ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۱۳۴ بحوالہ احیاء العلوم ۔ موسوعۃ آثار الصحابہ ج ا ص ۱۷)

(نوٹ) اگر کوئی دوست اس دعا کو عربی میں پڑھنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ وہ حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب ازالۃ الخفاء جلد سوم ص ۱۳۴ میں اسے دیکھ لے۔).

۲۲ جمادی الثانی دوشنبہ کا دن گذرا سورج غروب ہو گیا ابھی عشاء کا وقت نہیں آیا تھا کہ آسمان ہدایت کا یہ اولین روشن ستارہ اس دار فانی سے دار باقی پہنچ گیا آخری وقت میں حضرت ابو بکر صدیق کی زبان مبارک پر یہ دعا تھی

رب توفنی مسلما والحقنی بالصالحین

اے میرے پروردگار تو مجھ کو مسلمان اٹھا اور صالحین کے ساتھ مجھے ملادے

اور اسی الفاظ پر آپ نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔ رضی الله تعالی عنه

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے یہ آیت پڑھی

یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (پ ۳۰ الفجر)

(ترجمہ) اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار (کے جوار رحمت) کی طرف چل

اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش (ادھر چل کر) تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جا (کہ یہ بھی نعمت روحانی ہے) اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

حضرت ابو بکر صدیق نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کتنا خوب ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اے ابو بکر جب اس دنیا سے تمہاری رخصتی کا وقت آئے گا تو اس وقت حضرت جبرئیل امین تم سے یہی کہیں گے

اما ان الملك سيقولها لك عندالموت (تاریخ الخلفاء ص ۵۷)

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کو شہادت کی موت نصیب ہونا

حضرت عمر فاروق کے ایک بیان سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر کو غار ثور میں جس زہریلے جانور نے کاٹا تھا آنحضرت ﷺ کے لعاب مبارک کی برکت سے اس کا اثر ختم ہو گیا تھا اور آپ کی وہ تکلیف جاتی رہی تاہم اللہ کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ آپ کو شہادت کا مرتبہ بھی عطا فرمائے سو آپ کے انتقال کے وقت اس زہر کا اثر عود کر آیا اور اس نے اپنا کام کر دکھایا اور آپ کی وفات کا سبب یہ زہر بھی بنا حضرت عمر فاورق فرماتے ہیں

فتفل رسول الله ﷺ فذهب مايجده ثم انتقض عليه وكان سبب موته (مشکوۃ ص ۵۵۶۔ ریاض ج ا ص ۱۰۵۔ ازالۃ ج ا ص ۲۳۹)

ایک دوسری روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک یہودی نے آپ کو کھانے میں زہر ملا کر کھلا دیا تھا اس کھانے میں چونکہ حضرت حارث بن کلدہ طبیب بھی آپ کے شریک تھے اسلئے آپ اور حضرت حارث دونوں پر اس زہر نے اثر کیا تھا حضرت حارث کی بینائی جاتی رہی اور سال نہ گزرا

تھا کہ دونوں کا ایک ہی روز انتقال ہو گیا (طبری ج ۲ ص ۱۱۶)

فقال الحارث ارفع يدك يا خليفة رسول الله والله ان فيها لسم سنة وانا وانت نموت في يوم واحد قال فرفع يديه فلم يزالا عليلين حتى ماتا في يوم واحد عند انقضاء السنة (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۳۱ مستدرک ج ۳ ص ۶۷)

(نوٹ) حضرت ابوبکر صدیق کے لئے آخری وقت میں زہر کے اثر کا لوٹ آنا ایسا ہی ہے جیسے حضور اکرم ﷺ کو کھانے میں دئے جانے والے زہر کا اثر آخری وقت لوٹ آیا تھا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک یہودیہ عورت حضور ﷺ کے پاس بکری کا گوشت لے کر آئی جس میں زہر تھا آپ نے اس میں سے کچھ کھالیا جب پتہ چلا کہ آپ کو زہر دیا گیا ہے تو اس عورت کو گرفتار کیا گیا اور اسے حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا آپ نے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ میرا مقصد آپ کو قتل کرنا تھا (ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے کہا میں نے دراصل آپ کا امتحان کرنا تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو یہ زہر آپ پر اثر نہ کرے گا اور اگر آپ نبی نہیں تو پھر آپ سے ہم لوگ چھٹکارا پالیں گے۔)۔۔۔۔۔۔الحدیث

حضرت انس کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ہمیشہ اس زہر کا اثر آپ ﷺ کے مسوڑھوں میں دیکھا کرتا تھا۔ (سنن ابوداود ج ۲ ص ۵۷۳)

حضور ﷺ پر ان دنوں زہر کا اثر تو تھا مگر یہ اثر شدید نہ تھا اور نہ ہی آپ اسے شدت سے محسوس فرماتے تھے تاہم بالکل آخری لمحات میں بڑی شدت سے اس کا اثر محسوس ہونے لگا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ جو آخری دنوں اور آخری لمحات میں آپ کے ساتھ ساتھ رہیں ہیں فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں فرمایا کرتے تھے کہ

اے عائشہ میں ہمیشہ اس زہر ملے گوشت کھالینے کی تکلیف محسوس کرتا رہا ہوں جسے میں نے خیبر

میں کھایا تھا اور اس وقت مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس زہر سے میرا اندرونہ کٹ گیا ہے

فی مرضه الذی مات فیه یا عائشة مازال اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر فهذا اوان وجدت انقطاع ابهری من ذلك السم (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۳۷۔ تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۳۹۶)

حضور اکرم ﷺ کے آخری وقت میں اس زہر کے اثر کا لوٹ آنا اور آپ کا اس تکلیف میں دنیا سے جانا در حقیقت آپ کو شہادت کے مرتبہ علیا پر فائز کرنا ہے اللہ تعالی نے چاہا کہ حضور ﷺ کو وہ تمام مراتبہ عالیہ اور مدارج قدسیہ عطا فرمائے جو آپ کی امت کے مختلف لوگوں کو نصیب ہوں گے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ

لئن أحلف تسعا ان رسول الله ﷺ قتل قتلا أحب الی من ان أحلف واحدة انه لم یقتل وذلك ان الله اتخذه نبیا واتخذه شهیدا (البدایہ ج ۵ ص ۲۲۷)

اگر میں نو قسمیں کھاؤں کہ حضور ﷺ شہید ہوئے ہیں تو مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں ایک قسم کھاؤں کہ آپ شہید نہیں ہوئے اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو نبی بنایا ہے اور شہید بنایا ہے (تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۳۹۷)

حضرت جابر فرماتے ہیں

فتوفی رسول الله ﷺ شهیدا (البدایہ ج ۴ ص ۲۱۰)

ابن ھشام فرماتے ہیں

کان المسلمون لیرون ان رسول الله ﷺ مات شهیدا مع ما اکرمه الله به النبوة (البدایہ ج ۴ ص ۲۱۱)

حضرت امام شعبی اس پر فرماتے ہیں کہ

اس حقیر دنیا سے اب کس بات کی امید رکھی جائے کہ یہاں حضور ﷺ کو زہر دیا گیا حضرت ابو بکر صدیق کو زہر دیا گیا حضرت عمر فاروق کو شہید کیا گیا ایسے ہی حضرت عثمان کو شہید کیا گیا حضرت امام حسن کو زہر دیا گیا اور حضرت امام حسین کو شہید کیا گیا (مستدرک ج ۳ ص ۶۷)

تابعی جلیل حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق کے انتقال پر مدینہ منورہ کانپ اٹھا اور ہر جانب ایک کہرام مچ گیا تھا (تاریخ الخلفاء)

آپ کے والد محترم حضرت ابو قحافہ ابھی حیات تھے ان کو جب آپ کے انتقال کی خبر ملی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حادثہ بڑا زبر دست ہے اور سخت مصیبت کا وقت ہے۔ آپ کے والد محترم حضرت ابو قحافہ آپ کے انتقال کے چھ ماہ بعد ۹۷ سال کی عمر میں (۱۴ محرم ۱۴ ہجری) کو انتقال کر گئے تھے۔

☆...... جلیل القدر صحابہ کرام کا حضرت ابو بکر صدیق کو خراج تحسین پیش کرنا

حضرت علی مرتضیٰ کو جب آپ کے انتقال کی خبر پہونچی تو انا للہ پڑھتے ہوئے گھر سے باہر نکل آئے اور فرمایا کہ الیوم انقطعت خلافة النبوة آج خلافت نبوت کا خاتمہ ہو گیا ہے اور پھر آپ کے گھر کے دروازے پر تشریف لائے یہاں لوگ غمزدہ کھڑے تھے حضرت علی مرتضیٰ نے وہیں کھڑے ہو کر آپ کی شان میں ایک نہایت ہی عمدہ اور بہترین خطبہ دیا جو اپنی جگہ فصاحت وبلاغت کا شاہکار تو ہے ہی۔ آپ کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیق کی عظمت کا اقرار واعتراف بھی ہے۔ (حضرت علی مرتضیٰ کا یہ تعزیتی خطبہ آگے ملاحظہ کریں) ایک عجیب سماں تھا سب کے سب خاموش کھڑے آپ کا خطبہ سن رہے تھے جب آپ نے عقیدت ومحبت سے

بھرپور خطبہ ختم فرمایا تو سب سامعین بے تحاشا اس طرح روئے کہ چیخیں نکل گئیں اور سب نے یک آواز کہا کہ اے حضور ﷺ کے داماد آپ نے حضرت ابوبکر کے بارے میں جو کچھ بھی فرمایا ہے سچ ہی فرمایا ہے

قالوا صدقت یا ختن رسول الله ﷺ (ریاض النضرة ج١ص ٢٦٤)

آپ کی سب سے چہیتی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ نے آپ کو اس طرح خراج عقیدت پیش فرمایا ہے

نضر الله وجهك وشكر لك صالح سعيك فلقد كنت للدنيا مذلا باعراضك عنها وللآخرة معزا باقبالك عليها ولئن كان اجل بعد رسول الله ﷺ رزؤك واعظمها فقدك ان كتاب الله ليعد بالعزاء عنك حسن العوض منك فانا انتجز من الله موعدك فيك بالصبر عليك واستعيضه منك بالدعاء لك فانا لله وانا اليه راجعون وعليك السلام ورحمة الله توديع غير قالية لحياتك ولا زارية على القضاء فيك ـ (رياض النضرة ج١ص ٢٦٥)

اے میرے ابا جان...... اللہ آپ کو سرسبز و شاداب کرے اور آپ کو آپ کی بہترین کوششوں کا بدلہ عطا فرمائے آپ نے دنیا سے منھ موڑا تو اس کو ذلیل کر دیا اور آخرت کا رخ کیا تو آپ نے اس کو عزت بخش دی اگرچہ حضور ﷺ کے بعد آپ کا حادثہ وفات سب سے بڑا حادثہ ہے لیکن بہر حال اللہ کی کتاب ہم کو حکم کرتی ہے کہ ہم صبر کریں اور یہ صبر ہی آپ کی وفات کا سب سے اچھا عوض ہے اور میں اللہ سے امید کرتی ہوں کہ وہ مجھ کو میرے صبر کا بدلہ دے کر اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے ابا جان...... آپ اپنی اس بیٹی کا آخری سلام قبول کیجئے جس نے آپ کی زندگی میں کبھی آپ کے ساتھ پر خاش نہیں رکھی اور اب آپ کے فوت ہونے پر وہ جزع فزع نہیں کر رہی ہے (صدیق اکبر ص ۳۱۳ ۹)

حضرت عمر فاروق بھی تشریف لے لائے اور آپ کے جسد مبارک کے پاس کھڑے ہو گئے اور کہا

اے خلیفۃ الرسول ﷺ آپ نے دنیا سے رخصت ہو کر قوم کو سخت محنت ومشقت میں مبتلا کر دیا آپ کا سا ہونا تو در کنار اب تو کوئی ایسا بھی نہیں جو آپ کے گرد تک پہنچ سکے۔

حسب وصیت حضرت ابو بکر صدیق کو ان کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس نے غسل دیا اور آپ کے بیٹے نے آپ کا ہاتھ بٹایا۔ پھر ہزاروں صحابہ کرام نے حضرت عمر فاروق کی امامت میں آپ کی نماز جنازہ ریاض الجنۃ میں ادا فرمائی پھر حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی حضرت طلحہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے رات کے وقت آپ کو قبر میں اتارا جو اور حضور ﷺ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا۔

یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ مبارکہ تھا اور یہ آپ کا خواب میں دیکھا دوسرا چاند تھا جو اس حجرہ مقدسہ میں داخل ہوا وہاں آپ کے لئے قبر اس طرح بنائی گئی کہ آپ کا سر مبارک حضور اکرم ﷺ کے شانہ مبارک کے برابر رہے جہاں ساتھ ہی آپ کے محبوب سرور دو عالم سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پہلے سے آرام فرما ہیں وفات کے وقت حضرت ابو بکر صدیق کی عمر ۶۳ سال کی تھی آپ نے صرف دو برس تین مہینے اور ۱۱ دن خلافت کی۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون فرضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ

......آنحضرت ﷺ کی طرف سے بعد از موت اپنے قریب دفن ہونے کی پیش گوئی

سیدنا حضرت ابوبکر اور سیدنا حضرت عمر جس طرح حضور ﷺ کی حیات مبارک میں آپ کے قریب اور ساتھ رہے اور آپ نے بھی ہمیشہ جس طرح ان دونوں کو ساتھ ساتھ رکھا حضور ﷺ کی خواہش ہوئی کہ اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی آپ کے یہ دونوں ساتھی آپ کے بالکل قریب قریب رہیں آپ نے اللہ تعالی سے اس کی دعا مانگی ہوگی اور اللہ نے آپ کو یہ بشارت دی کہ ایسا ہی ہوگا چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بارے میں نہ صرف یہ کہ بعد از موت اپنے قریب رہنے کا اشارہ دیا بلکہ آپ نے اس کی پیش گوئی بھی فرمادی اور یہ اللہ کے بتلائے بغیر نہیں ہوسکتی تھی حضرت عبداللہ بن عمرؓو کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ینزل عیسی بن مریم الی الارض فتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر (مشکوۃ ص ۴۸۰)

(ترجمہ) حضرت عیسی علیہ السلام زمین پر اتریں گے آپ شادی کریں گے ان کے ہاں اولاد ہوگی آپ پینتالیس سال زمین پر رہیں گے پھر ان کا انتقال ہوگا اور میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن ہونگے پھر قیامت کے دن میں اور عیسی ایک مقبرے سے اٹھیں گے ابوبکر اور عمر کے درمیان سے۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے قیامت کے دن بالکل قریب بلکہ ساتھ ہی اٹھنے کی خبر میں اس بات کی پیش گوئی موجود ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی قبریں حضور ﷺ کے بالکل قریب قریب بنیں گی اور یہ دونوں حضور ﷺ کے ساتھ ہی آرام فرمائیں گے۔ حضور ﷺ نے اس کی خبر ام

المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کو بھی دے دی تھی آپ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے کہا

یارسول الله انی اری اعیش بعدك فتاذن لی ان ادفن الی جنبك فقال وانی لك بذلك الموضع ومافیه الاموضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسی بن مریم (کنز العمال ج ۱۴ ص ۶۲۰۔ وابن عساکر ج ۲۰ ص ۱۵۴)

(ترجمہ) اے اللہ کے رسول مجھے لگتا ہے کہ (آپ مجھ سے پہلے دنیا سے روانہ ہو جائیں گے اور) میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی اگر اجازت ہو تو میں (جب فوت ہو جاؤں تو) آپ کے پاس ہی دفن ہو جاؤں آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس تو ابو بکر اور عمر اور عیسیٰ بن مریم کے علاوہ اور جگہ نہیں ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے بارے میں یہ پیش گوئی فرمادی تھی کہ وہ جب بھی فوت ہوں گے ان کی قبر حضور ﷺ کے قریب ہی ہوگی۔ نیز سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روضہ اطہر میں دفن ہونے کی پیشگوئی قادیانیت کے دام تزویر میں آئے ہوئے لوگوں کے لئے نہایت ہی قابل غور و فکر ہے وہ ایمانداری سے بتائیں کہ کیا ان کا پیشوا اپنے دعویٰ میں کاذب ثابت نہیں ہوا؟

حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے کسی کام کے سلسلے میں مدینہ منورہ کے ایک باغ میں تشریف لے گئے میں بھی آپ کے پیچھے چلا گیا جب آپ باغ میں داخل ہو گئے تو میں دروازہ کے پاس بیٹھ گیا میں نے کہا کہ آج میں حضور کا دربان ہوں حالانکہ آپ نے مجھے اس کا حکم نہ دیا تھا حضور ﷺ جب فارغ ہوئے تو وہاں ایک کنویں کی منڈھ پر بیٹھ گئے اور اپنے پیر کنویں میں لٹکا دئے اتنے میں حضرت ابو بکر تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی میں نے کہا کہ ٹھہرو میں پہلے اجازت لے لوں پھر داخل ہونا میں نے جا کر حضور ﷺ سے ان کے

لئے اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت دے دی اور ساتھ ہی فرمایا کہ ان کو جنت کی بھی بشارت دے دو حضرت ابو بکر اندر تشریف لے آئے اور جا کر حضور ﷺ کی دا□ جانب بیٹھ گئے اور انہوں نے بھی اپنے پیر کنویں میں لٹکا دیئے پھر کچھ دیر بعد حضرت عمر فاروق تشریف لائے میں نے ان سے کہا کہ ٹھہرو پہلے اجازت لے لوں چنانچہ آپ کو اجازت دے دی اور ساتھ ہی فرمایا کہ ان کو جنت کی خوشخبری دے دو چنانچہ وہ اندر تشریف لے آئے اور حضور ﷺ کے بائیں جانب بیٹھ گئے اب یہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔ اتنے میں حضرت عثمان غنی تشریف لے آئے میں نے ان سے بھی کہا کہ پہلے اجازت لے آؤں حضور ﷺ نے ان کو اجازت دی اور جنت کی خوشخبری دیتے ہوئے ایک آزمائش میں مبتلا ہونے کا بھی ذکر فرمایا ﴿ وبشره بالجنة معها بلاء يصيبه ﴾ حضرت عثمان اندر تشریف لے گئے مگر اب اس کنویں پر ان کے لئے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی چنانچہ وہ دوسری جانب حضور ﷺ کے سامنے جا کر بیٹھ گئے۔ اور اپنے پیر کنویں میں لٹکا دیئے...... (الحدیث)

سید الامت رئیس التابعین حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ

میں نے اس واقعہ سے یہ تعبیر نکالی ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی قبریں ایک جگہ ہونگی (کیونکہ حضور ﷺ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر ساتھ ہی ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے) اور حضرت عثمان اکیلے ایک علیحدہ جگہ میں دفن ہونگے (کیونکہ آپ ان سے تھوڑی دور اکیلے بیٹھے تھے)

قال ابن المسيب فتاولت ذلك قبورهم اجتمعت ههنا وانفرد عثمان

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۰۵۲)

حضرت امام طحاوی (۳۲۱ھ) نے یہ روایت حضرت انس بن مالک سے بھی نقل فرمائی ہے (دیکھئے مسند الامام الطحاوی ج ا ص ۲۴۳ طبع دبئی)

چنانچہ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی یہ پیش گوئی اسی طرح پوری ہوئی جس طرح آپ نے فرمائی۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ پیش گوئی کا جو حصہ حضرت عیسی علیہ السلام سے متعلق ہے وہ بھی اسی طرح پورا ہو کر رہے گا جس طرح حضرات شیخین کریمین کے بارے میں پورا ہو کر رہا

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کی جنت کے ٹکڑے میں آرام فرما ہونے کی سعادت

حضور اکرم ﷺ کے بالکل قریب بلکہ ساتھ ہی آپ کی آخری آرام گاہ کا ہونا خود اپنی جگہ ایک بہت بڑی فضیلت اور سعادت ہے یہ شرف صرف آپ اور آپ کے دوست حضرت عمر فاروق کے نصیب میں آیا ہے حضرات شیخین اس شرف پر جتنا بھی ناز کریں کم ہے حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

مابین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة ومنبری علی حوضی
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۵)

حضرت ابو سعید خدری کی روایت میں مابین قبری ومنبری کے الفاظ بھی ملتے ہیں (مسند الامام طحاوی ج ۷ ص ۵۵)

میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو ٹکڑا ہے یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوض پر ہے

جامع صغیر کے شارح حضرت علامہ علی بن احمد العزیزی (۱۰۷۰ھ) لکھتے ہیں

المراد بالبیت بیت عائشة رضی الله تعالی عنها الذی صار فی قبره
(السراج المنیر ج ۴ ص ۱۹۵)

حضور ﷺ کے ارشاد بیتی میں بیت سے مراد حضرت عائشہ کا گھر ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کی قبر اطہر ہے۔

معروف محدث امام ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) ارشاد نبوی ﴿ مابین بیتی ﴾ پر لکھتے ہیں کہ

والمراد فی بیت بیت سکناہ وقیل قبرہ لما جاء فی حدیث آخر مابین قبری ومنبری ولامنافاۃ بینھما لان قبرہ فی بیتہ (مرقات ج۲ص۵۹۰)

یہاں بیت سے مراد وہ گھر ہے جس میں آپ ﷺ رہائش پذیر تھے اور بعض نے کہا کہ مراد قبر ہے اور ان دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ قبر نبوی آپ کے گھر میں ہے

پھر آپ نے حضرت امام مالک (۱۷۹ھ) اور محدث حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) کے حوالہ سے یہاں ایک بڑی عجیب اور لطیف بات فرمائی ہے کہ

الروضۃ قطعۃ نقلت من الجنۃ وستعود الیھا ولیست کسائر الارض تفنی وتذھب قال ابن حجر وھذا علیہ الاکثر وھی من الجنۃ الان حقیقۃ وان لم تمنع نحو الجوع لاتصافھا بصفۃ دار الدنیا (مرقات شرح مشکوۃ ج۲ص۵۹۰)

یہ روضہ جنت سے لایا جانے والا ٹکڑا ہے اور پھر جنت میں واپس لوٹ جائے گا اور یہ ٹکڑا زمین کے دوسرے ٹکڑوں کی طرح نہیں ہے کہ ختم ہو جائے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اکثر کا یہی قول ہے اور یہ ٹکڑا حقیقت میں جنت کا ہے اور گو جنت میں کسی کو بھوک پیاس نہیں لگے گی لیکن زمین پر یہ جگہ بھوک پیاس کو نہیں روکتی کیونکہ یہاں اس ٹکڑے کو زمین کی صفت اور تاثیر عطا کر دی گئی ہے

آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ

جس طرح کعبۃ اللہ میں جنت کا ایک ٹکڑا ہے (حجر اسود) جو جنت سے لایا گیا ہے اور پھر قیامت کے دن یہ دوبارہ جنت میں چلا جائے گا۔ اسی طرح مسجد نبوی میں بھی ایک ایسا ٹکڑا ہے جو حقیقت میں جنت کی زمین کا ایک ٹکڑا ہے (اور وہ روضہ مقدسہ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ اور حضرات شیخین آرام فرما ہیں) (ایضا)

اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق (اور حضرت عمر فاروق) کس قدر خوش قسمت ہیں کہ ان کو جنت کے ایک ٹکڑے میں آرام کرنے کی سعادت قیامت تک حاصل ہو رہی ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خود ان کے محبوب آقا حضور اکرم ﷺ ان کے ساتھ ساتھ موجود ہیں جو اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں اور وقت آئے گا کہ اللہ کے ایک اور جلیل القدر رسول سیدنا حضرت عیسی علیہ السلام ان کے دوسری جانب آرام فرمائیں گے۔

فیدفن فی الحجرة الشریفة الی جنب عمر فیبقی هذان الصحابیان الکریمان مصحوبین بین هذین النبیین العظیمین علیهما الصلاة والسلام ورضی الله عنهما الی یوم القیامة (مرقات ج ۱۱ ص ۶۸)

انسانی تاریخ میں کبھی کسی کو یہ سعادت حاصل نہ ہو سکی اور نہ آئندہ ہو گی جو حضور ﷺ کے دو جلیل القدر صحابی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کو حاصل ہوئی ہے۔ محدث شہیر حضرت امام ملا علی قاری نے کس قدر عمدہ اور محبت بھرے لفظوں میں حضرات شیخین کو خراج عقیدت پیش کیا اور ان کو مبارکباد دی ہے اسے دیکھئے

فهنیئا للشیخین حیث اکتفا بالنبیین (شرح الفقہ الاکبر ص ۱۳۶)

پس حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو مبارک ہو کہ وہ خدا کے دو جلیل القدر پیغمبروں کے درمیان میں ہیں۔۔

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کا روضہ مبارکہ کی مٹی سے خصوصی تعلق تھا

حضرات شیخین کا روضہ اطہر میں آرام فرمانا اور ان کے بدن کا روضہ مبارکہ کی مٹی سے مس ہو جانا بتاتا ہے کہ اس مبارک مٹی سے ان کا خاص طور پر تعلق رہا ہے۔ حضرت امام محمد بن سیرین (۱۰۱ھ) فرماتے ہیں کہ

لوحلفت حلفت صادقا بارا غير شاك ولا مستثن ان الله تعالى ماخلق محمدا ﷺ ولاابابكر ولا عمر الا من طينة واحدة ثم ردهم الى تلك الطينة

اگر میں قسم کھاؤں تو میری قسم سچی ہو گی بالکل یقینی جس میں شک کرنے والے کیلئے کوئی گنجائش نہیں اور نہ استثناء کی ضرورت۔ کہ اللہ تعالی نے نہیں پیدا کیا محمد ﷺ کو اور نہ ابو بکر کو اور نہ عمر کو مگر ایک مٹی سے پھر اسی مٹی کی طرف ان سب کو لوٹا دیا۔

علامہ سمہودی نے امام ابن سیرین کے اس بیان کو ایک اور بات پر منطبق فرمایا انہوں نے کہا کہ مدفن اسی جگہ ہوتا ہے جس جگہ کی خاک نطفہ کے ساتھ گندھی ہوئی ہوتی ہے۔

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) اس پر لکھتے ہیں کہ

فقیر کہتا ہے (کہ اللہ تعالی دنیا اور آخرت میں ان کا ہو) اس کلمہ کا صحیح محمل یہ ہے کہ طینت میں (یعنی اس مٹی میں جس میں آپ کو دفن کیا گیا) مستعار طور پر اصل کی (یعنی ارواح کی) صفت پیدا ہو گئی اور اس اثر کے معنیٰ اسی کے مشابہ ہیں جو کہ حدیث میں آیا ہے کہ (ابتدائے خلقت میں) ارواح فوجوں کے دستے تھے (یعنی جھنڈ کے جھنڈ) تو جو روحیں آپس میں باہم جان پہچان رکھتی تھیں وہ (دنیا میں آکر) ایک دوسرے سے میل جول رکھنے لگیں یعنی وجود خارجی سے پہلے ان کی ارواح ایک محل

میں تھیں اور بعد انتقال کے بھی ایک ہی محل میں رہیں۔(ازالۃ ج ۳ ص ۱۷)
مفکر اسلام استاذنا المحترم حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

حدیث میں حضور ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ایک ہی مٹی سے پیدا ہونے اور پھر ایک ہی مٹی میں دفن ہونے کا بیان ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں ان دونوں بزرگوں کی وہ فضیلت نکلتی ہے کہ اس میں ان کا کوئی سہیم اور برابر نہیں......

خطیب بغدادی (۴۶۲ھ) نے کتاب المتفق والمفترق میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

مامن مولود الا وفی سرته من تربته التی خلق منها حتی یدفن فیها وانا وابوبکر وعمر خلقنا من تربة واحدة وفیها ندفن

ہر بچہ کے ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا یہاں تک کہ اس میں وہ دفن ہو جائے اور میں اور ابوبکر اور عمر ایک ہی مٹی سے بنے ہیں اور اسی میں دفن ہوں گے

مولانا احمد رضا خان نے اپنے فتاوی افریقہ میں بھی یہ حدیث نقل کی ہے بلکہ اس کے ساتھ حکیم ترمذی کی نوادر الاصول سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں

ویاخذ التراب الذی یدفن فی بقعة وتعجن به نطفته فذلك قوله تعالی منها خلقناكم وفیها نعیدكم (فتاوی افریقہ ص ۸۵)

فرشتہ وہاں کی مٹی لیتا ہے جہاں اسے دفن ہونا ہوتا ہے اسے نطفہ میں ملا کر گوندھتا ہے یہ ہے اللہ کا ارشاد کہ ہم نے تمہیں زمین ہی سے بنایا اور اسی میں پھر تمہیں ہم لے جائیں گے

شیعہ کے مشہور پیشوا ملا مقبول دہلوی نے اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ

نطفہ جب رحم میں پہنچ جاتا ہے تو خدا تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیج دیتا ہے کہ وہ اس مٹی میں سے جس میں یہ شخص دفن ہونے والا ہے تھوڑی سی لے آئے چنانچہ وہ فرشتہ لا کر اس نطفہ میں ملا دیتا ہے اور اس شخص کا دل ہمیشہ اسی مٹی کی طرف مائل ہوتا رہتا ہے جب تک کہ اس میں دفن نہ ہو جائے...... (ترجمہ مقبول ص ۶۴۲)

پس اس یقین سے چارہ نہیں کہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کا خمیر طیب ایک ہی پاک مٹی سے اٹھایا گیا تھا (عبقات ص ۴۱)

سو اللہ نے حضرت ابو بکر صدیق کو اسی پاک مٹی میں لوٹا دیا کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی جگہ مقدس و محترم نہیں ہے حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق کی ایک بہت بڑی فضیلت جو آپ کے انتقال کے بعد سامنے آئی وہ ان کا آنحضرت ﷺ کے برابر دفن ہونا ہے جس طرح کہ آنحضرت ﷺ کے ذکر مبارک کو ملا ہوا رکھنا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ عظیم الشان بزرگی ہے (حضور ﷺ کے لئے) اس کا ذکر کیا حضرت ابن عباس نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ورفعنا لك ذكرك کی تفسیر میں۔ آنحضرت ﷺ کے برابر دفن ہونا اس قدر باعظمت بزرگی ہے جس سے کہ صدیق وفاروق تمام اصحاب میں ممتاز ہیں یہ حضرت صدیق کی اس اعانت کی شرح ہے جو تحمل بار نبوت کے سلسلہ میں وہ آنحضرت ﷺ کی کرتے رہے ہیں

یہاں دو نکتے سمجھنے چاہئیں ...... پہلا نکتہ یہ ہے کہ حضور ﷺ بعثت کے بعد دو قرن کے قریب دنیا میں رہے تیرہ سال مکہ میں اور دس سال مدینہ میں۔ مکہ میں جو

تیرہ سال گزرے ان میں کفار سے آپ جھگڑتے رہے اور اسلام کا اعلان اور کفار کی ایذاؤں کا آپ تحمل کرتے رہے اور دس سال تک جو آپ نے مدینہ میں اقامت فرمائی تعلیم علم میں گزرے اور ان میں سے آپ کلمہ اسلام کا اعلاء کبھی صلح کے ساتھ اور کبھی جنگ کے ساتھ کرتے رہے جس طرح وہ شخص جس نے حضور ﷺ کے ساتھ صحبت رکھی اور آپ کے ساتھ ہم نشینی اور ہم کلامی سے مشرف ہوا افضل ہے اس شخص سے جس کو آپ کی صحبت میسر نہیں ہوئی اسی طرح جس شخص نے قرن اول میں حضور ﷺ کی اعانت کی ہے اور ان واقعات کو دیکھا اور ان واقعات میں آپ کے ساتھ رہا اور ان برکات سے اثر قبول کرتا رہا وہ افضل ہے ہر اس شخص سے جس سے کہ وہ اعانتیں صادر نہ ہوئی ہوں اور اس نے وہ صحبتیں نہ دیکھی ہوں اسی وجہ سے قرآن کریم وحدیث شریف میں ہر جگہ مہاجرین اولین کی شان میں تعظیم و تکریم وارد ہوئی ہے (لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح......الی آخر الایۃ) اور یہی وجہ ہے کہ مہاجرین اولین خلافت کے مستحق ہوئے ان کے علاوہ دوسرے لوگ نہیں اور صدیق اکبر اس امر میں منفرد ہیں اور ان کی فضیلت سب پر ثابت ہے......

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ان اعانتوں اور خدمتوں کا شاہد حضور ﷺ کا کلام مبارک ہے جو آپ نے آخر زمانہ میں فرمایا اور بروایت مستفیضہ ابو ہریرہ وابو سعید خدری وابن عباس وابن مسعود وجندب (رضی اللہ عنھم) کی سندوں سے ثابت ہے کہ ہم پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہوا جس کا بدلہ ہم نے نہ دے دیا ہو بجز ابو بکر صدیق کے کہ ان کے ہم پر بہت احسانات ہیں اللہ تعالیٰ ان کا بدلہ قیامت کے دن ان کو دے گا اور کسی کے مال نے مجھے اس قدر نفع نہیں پہنچایا جس قدر ابو بکر کے مال نے پہنچایا اور اگر میں

لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا یاد رکھو کہ تمہارا ساتھی (یعنی خود رسول) اللہ کا خلیل ہے دوسرے الفاظ میں یوں ہے کہ مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والا ساتھ دینے اور مال خرچ کرنے میں ابو بکر ہے اور حضرت جندب کہتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کو حضور ﷺ کی وفات سے پانچ رات پہلے سنا ہے اور ابو سعید خدری نے یہ کہا ہے کہ یہ کلام حضور ﷺ کے اپنی وفات کی خبر دینے کے بعد کا ہے کہ اللہ تعالی نے ایک بندے کو اختیار دیا درمیان دنیا کے اور درمیان اس عالم (آخرت یا نعمتوں) کے جو اس کے پاس ہیں تو اس بندے نے اس چیز کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے اور یہ کلمات مبارکہ (ان امن الناس ...... الحدیث) ان واقعات کا اجمال اور ان مفصل قصوں کی تصدیق اور ان تمام اعمال کی حق تعالی کے حضور میں مقبول ہونے کی تصریح ہے

یہاں ایک باریک نکتہ اور ہے جس کو پہچاننا چاہئیے کہ مدح کا مدار صرف ان اعمال کا وجود نہیں ہے بلکہ حقیقت مدح کا مدار اس بات پر ہے کہ حضرت صدیق ان اعمال سے اپنے بلند ترین مقاصد پر کامیاب ہو گئے اور جو چاہتے تھے مل گیا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو وہ چاہتا ہے دیتا ہے (ازالۃ ج ۳ ص ۶۹)

جن دنوں حضرت ابو بکر صدیقؓ بیمار تھے آپ نے دریافت کیا کہ جب سے میں خلیفہ ہوا ہوں اس وقت سے اب تک مجھ کو بیت المال سے کتنا وظیفہ ملا ہے؟ حساب کرنے پر معلوم ہوا کہ چھ یا آٹھ ہزار درہم ہوئے ہیں فرمایا کہ میری فلاں زمین فروخت کر کے یہ رقم واپس بیت المال میں جمع کرا دی جائے چنانچہ اس کی تعمیل کر دی گئی۔

پھر آپ نے پوچھا کہ منصب خلافت سنبھالنے کے بعد میرے مال میں کس قدر اضافہ ہوا ہے پتہ چلا کہ ایک غلام ہے جو بچوں کو کھلاتا ہے ایک اونٹنی ہے جو پانی لانے کے لئے استعمال میں آتی

ہے بعض روایتوں میں ایک غلام ایک لونڈی اور دو اونٹنیاں بتایا گیا آپ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد یہ تمام چیزیں میرے جانشین حضرت عمر کو پہنچا دینا۔ آپ کی وفات کے بعد جب یہ چیزیں حضرت عمر کی خدمت میں پہنچائی گئیں تو حضرت عمر انہیں دیکھ کر رو پڑے اور کہا کہ اللہ ابو بکر پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے اس نے اپنے بعد والے کے لئے کام بہت دشوار کر دیا

رحم الله ابابکر لقد اتعب من بعده تعبا شديدا (طبقات ج ۳ ص ۱۴۳)

امام دارمی نے حضرت عبداللہ بن الاھتم کے حوالہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ بیان بھی نقل کیا ہے حضرت ابو بکر کی وصیت کے مطابق جب یہ سامان حضرت عمر فاروق کے پاس بھیجا گیا تو آپ نے مذکورہ ارشاد فرما کر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ

وفارق الدنيا تقيا نقيا على منهاج صاحبه (سنن دارمی ج ۱ ص ۵۵)

حضرت ابو بکر دنیا سے پاک صاف اور تقوی و پرہیز کی حالت میں تشریف لے گئے اپنے دوست (حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) کے طریقہ پر۔ رضی الله تعالی عنه وارضاه۔

حضرت ابو بکر نے جس وقت حضور ﷺ کے ساتھ چلنے کا عہد فرمایا آپ بہت مالدار تھے آپ کے پاس چالیس ہزار سے زیادہ درہم تھے مگر آپ نے اپنا مال اللہ کی خوشنودی اور اپنے محبوب کی مرضی کی خاطر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت پر سب کا سب لٹا دیا آپ جب اس دنیا سے گئے تو اس وقت آپ کے پاس کچھ بھی نہ تھا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ ان کے پاس نہ درہم تھا نہ دینار۔ کچھ بھی نہ چھوڑا سب اللہ کی راہ میں دے گئے۔

انه لما مات ابوبکر ماترك دينارا ولا درهما (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۷۵)

سیدنا حضرت ابو بکر شروع سے آخر تک حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے آپ نے کبھی

حضور علیہ السلام کو اکیلا چھوڑا اور نہ حضور علیہ السلام نے اپنے دوست اور ساتھی کو کبھی اکیلا رہنے دیا ہمیشہ ساتھ لے کر چلے یہ صرف دو سال تھے جس میں آپ ظاہری طور پر حضور اکرم علیہ السلام سے علیحدہ رہے کیونکہ حضور علیہ السلام رفیق اعلی سے جا ملے تھے آپ جس طرح زندگی بھر کے ساتھی رہے اللہ نے چاہا کہ آپ کو قبر میں بھی حضور کا ساتھی بنا دیں پھر حضور علیہ السلام نے آپ کو اپنی زندگی میں اس بات کی بشارت بھی دے دی تھی کہ وہ نہ صرف یہ کہ روز محشر حضور علیہ السلام کے ساتھ اٹھیں گے بلکہ حوض کوثر پر بھی وہ آپ کے ساتھ ساتھ رہیں گے

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ساتھ اس طرح مسجد میں داخل ہوئے کہ دونوں آپ کے دائیں اور بائیں جانب تھے اور حضور علیہ السلام نے دونوں کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اس وقت حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن بھی ہم اسی طرح اٹھیں گے

وهو آخذ بايديهما وقال هكذا نبعث يوم القيامة (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۸)

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

انت صاحبی علی الحوض وصاحبی فی الغار (ایضاً ص ۲۰۸)

آپ حوض کوثر اور غار میں میرے ساتھی ہیں

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں

انت اخی وصاحبی فی الغار (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۷۳۔ ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۲۷)

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس اپنے والد گرامی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا حضور اکرم علیہ السلام اور حضرت ابوبکر زندگی میں بھی کبھی ایک دوسرے سے دور نہ رہے اور بعد از وصال بھی ایک دوسرے سے دور نہ ہوئے اور کل قیامت میں بھی وہ ایک دوسرے سے دور نہ ہونگے ساتھ ساتھ رہیں گے

فلن يفترقا حيين ولن يفترقا ميتين ولن يفترقا غداعندالله تعالی
(کنزالعمال ج ۱۲ ص ۲۲۷)

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو حضور ﷺ کے ساتھ زندگی بھر رہا اور کسی موڑ پر بھی اس نے اپنے محبوب کا دامن نہ چھوڑا ہو اسے حضور ﷺ اپنے قریب نہ بلائیں اور اپنے ساتھ ساتھ نہ رکھیں حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ روضہ اطہر کے باہر رکھ دینا اور آواز دینا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کا خادم آپ کے ساتھ دفن ہونے کی تمنا رکھتا ہے اگر اجازت مل جائے تو مجھے حجرہ مقدسہ میں دفن کرنا ورنہ عام مسلمانوں کے ساتھ دفن کر دینا۔ پھر کیا ہوا اسے مفسر کبیر حضرت امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) سے سنئے آپ لکھتے ہیں

لما حملت جنازته الى باب قبر النبی ﷺ ونودی السلام عليك يارسول الله هذا أبوبكر بالباب فاذا الباب قد انفتح واذا بهاتف يهتف من القبر أدخلوا الحبيب الى الحبيب (تفسیر کبیر ج ۲۱ ص ۷۴)

جب حضرت ابو بکر کے جنازہ کو حضور ﷺ کے روضہ اطہر کے دروازہ کے قریب رکھا گیا اور آپ کو سلام پیش فرما کر کہا گیا کہ ابو بکر دروازہ پر حاضر ہے تو روضہ اطہر کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور قبر مبارک سے آواز آئی کہ حبیب کو اپنے حبیب کے پاس پہنچا دو ۔

☆......بارگاہ ایزدی میں حضرت ابو بکر صدیق کی قدر ......☆

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کی حیات مبارکہ پر نظر کرنے سے یہ بات بہت کھل کر سامنے آتی

ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نہایت ہی مقبولین میں سے ایک تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر خصوصی انعام و فضل تھا آپ کو شروع سے پاک طبیعت پر رکھا گیا اور آپ کی طبیعت ہر اس بات سے اباء کرتی تھی جس سے کسی طرح بھی شرف انسانیت کو داغ لگ جائے آپ ہر اس ظاہری اور معنوی باتوں اور کاموں سے طبعاً متنفر تھے جن سے شرف انسانیت مجروح ہو جائے

اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہوگی کہ سرور دو عالم ﷺ آپ کے بچپن کے دوست اور جوانی کے ساتھی تھے یہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب تھا کہ آپ کو شروع سے اپنے محبوب کا دوست اور ساتھی بنا دیں کہ جو نہی اللہ کا نبی اپنی نبوت کا اعلان کرے تو اس کا یہ ساتھی تصدیق میں اتنا آگے بڑھ جائے کہ رب العزت اس کا نام صدیق رکھے اور جبرئیل امین کی معرفت حضور ﷺ کو اس کی خبر دے اور خود پیغمبر بھی اپنے لسان مبارک سے اسے یہ لقب عطا کر دے اور اسے اس نام سے بلائے اور قیامت تک یہ اس کے نام کا حصہ بن جائے۔

آیئے ہم قرآن کریم کی روشنی میں دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے ساتھی اور سب سے عزیز دوست سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کو کس کس طرح یاد فرمایا ہے اور کن کن عنوانوں سے ان کی تعریف فرمائی ہے اور قیامت تک آنے والے لوگوں کو بتایا کہ خدا کے ہاں حضرت ابو بکر کا مقام و مرتبہ کس قدر اونچا ہے۔

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کے صاحب رسول ہونے کی شہادت

☆...... ہجرت کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیق حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کفار غار ثور کے بالکل قریب آگئے حضرت ابو بکر صدیق کو فکر پیدا ہوئی کہ اگر انہوں نے ہمیں دیکھ لیا اور تلاش کر لیا تو کہیں یہ لوگ حضور ﷺ کے ساتھ معاذ اللہ بد سلوکی نہ کریں آپ کہتے ہیں

ونحن فی الغار لو ان احدھم ینظر الی قدمیه لابصرنا تحت قدمیه قال فقال یا ابابکر ماظنك باثنین الله ثالثھما (مسند احمد ج ۱ ص ۸ طبقات ۱۲۹ ج ۳)

اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیت اتاری

الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا فانزل الله سکینته علیه وایده بجنود لم تروھا وجعل کلمة الذین کفروا السفلی وکلمة الله ھی العلیا والله عزیز حکیم (پ۱۰ التوبہ ۴۰)

(ترجمہ) اگر تم لوگ ان کی (یعنی رسول پاک ﷺ کی) مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب آپ کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا جبکہ دو آدمیوں میں سے ایک آپ تھے جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جبکہ آپ اپنے صحابی سے فرما رہے تھے تم (کچھ) غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے سو اللہ تعالیٰ نے آپ (کے قلب) پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات (اور تدبیر) نیچی کر دی (کہ وہ ناکام رہے) اور اللہ ہی کا بول بالا رہا اور اللہ ہی زبردست حکمت والا ہے

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تالیف لطیف ﴿ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء﴾ کے مترجم حضرت مولانا اشتیاق احمد دیوبندی مرحوم لکھتے ہیں

یہ آیت حضرت صدیق اکبر کے عدیم المثال فضائل پر دلالت کرتی ہے اس آیت میں حضور ﷺ کے حق میں ثانی اثنین (یعنی دو میں سے دوسرا) فرما کر صدیق اکبر کے بے نظیر اخلاص اور عدیم المثال کردار کی طرف تعریض فرمائی ہے کیونکہ لفظ

ثانی اثنین سامنے آنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو ثانی فرمایا گیا ترتیب میں پہلا صدیق اکبر کو کیوں قرار دیا گیا ترتیب بیان میں اس کا عکس بھی ہو سکتا تھا یعنی اول آنحضرت ﷺ اور ثانی حضرت صدیق اکبر۔ اور ظاہر قیاس بھی اسی کا متقاضی ہے کہ بلحاظ مرتبہ اولیت کا حق حضور ﷺ کا تھا یہ ترتیب بیان دعوت فکر دیتی ہے اور غار میں داخل ہونے کا نقشہ قاری کو مستحضر کرنا چاہتی ہے کہ احادیث میں اور کتب سیر میں جو کچھ منضبط ہے وہ آنکھوں کے سامنے آجائے کہ غار میں اول حضرت ابو بکر صدیق داخل ہوئے آپ کے لئے جگہ بنائی اس میں جس قدر سوراخ تھے سب کو اپنی چادر پھاڑ کر اس کے ٹکڑوں سے بند کیا پھر حضور ﷺ کو اندر بلایا اور ایک سوراخ جو بند نہ ہو سکا تھا تو ذات اقدس کی حفاظت کے لئے اس پر اپنی ایڑی رکھ لی اور اپنے زانو کو آپ کا تکیہ بنایا کہ آپ کچھ آرام فرمالیں پھر ایڑی میں سانپ نے کاٹا تو محبوب کی راحت کو پھر بھی مقدم رکھا الغرض غار میں داخل ہونے کے لحاظ سے حضور ﷺ ثانی تھے اس لئے آپ کو ثانی اثنین فرمایا گیا جس سے کمال بلاغت کے ساتھ اول اثنین کی جانب تعریض مقصود ہے۔ اس آیت میں حق تعالی نے حضور ﷺ کا یہ قول نقل کیا ہے ﴿لا تحزن ان الله معنا﴾ آنحضرت ﷺ کا ارشاد فرمانا ہی معیت کے تحقق کے لئے برہان قاطع تھا پھر حق تعالی کا آپ کے قول کو نقل کرنا تو اس امر کی قطعیت کو بہت ہی مؤکد کر رہا ہے اس وقت اللہ تعالی کی خصوصی معیت رسول اللہ ﷺ کے فیض صحبت سے صدیق اکبر کو بھی حاصل ہوئی۔ (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۹۲ حاشیہ)

سو اس آیت کریمہ میں حضرت ابو بکر صدیق کا مقام و مرتبہ بہت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے پھر اس آیت کا شان نزول بھی خاص اسی واقعہ ہجرت سے متعلق ہے جس سے حضور اکرم ﷺ اور

حضرت ابوبکر صدیق دوچار ہوئے تھے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو حضور اکرم ﷺ کا صاحب کے نام سے یاد فرمایا ہے کہ آپ صحابی رسول تھے اور ہیں خود سیدنا حضرت ابوبکر صدیق نے بھی اپنے آپ کو اس کا مصداق بتایا ہے ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق نے کہا کہ کیا تم میں سے کوئی ہے جو سورہ توبہ کی تلاوت کرے ایک شخص نے کہا کہ جی میں تلاوت کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ پڑھو چنانچہ جب وہ اس آیت ﴿ اذ یقول لصاحبه ﴾ پر پہنچا تو آپ رو پڑے اور فرمایا کہ بخدا یہ صاحب جس کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہوا ہے وہ خود میں ہی تو ہوں۔

فلما بلغ ﴿ اذ یقول لصاحبه لاتحزن ﴾ بکی وقال انی والله صاحبه ...... رواه ابن ابی حاتم (تفسیر طبری ج ۶ ص ۳۷۵۔ موسوعۃ آثار الصحابہ ج ۱ ص ۴۶۔ ازالۃ ج ۲ ص ۱۰۶)

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت علی مرتضیٰ کی شان میں نہایت ہی محبت بھرے الفاظ کہے اور آپ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا جب یہ بات حضرت علی مرتضیٰ کو معلوم ہوئی تو فرمایا کہ حضرت ابوبکر کی شان کیا کچھ کم ہے ؟ وہ تو اواہ (رحیم المزاج) ہیں غار میں حضور ﷺ کے صاحب و ساتھی رہنے کا شرف پائے ہوئے ہیں اور حضور ﷺ پر جان ومال لٹانے میں ان سے آگے کوئی نہیں ہو سکا ہے۔

انه لاواه وانه لصاحب رسول الله فی الغار وانه لاعظم الناس غناء عن نبیه فی ذات یده (مستدرک حاکم ۔ موسوعۃ ج ۱ ص ۸۴)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں

ومن اعظم مناقبه قول الله تعالی الا تنصروه .... فان المراد بصاحبه هنا ابوبکر بلامنازع والاحادیث فی کونه کان معه فی

الغار كثيرة شهيرة ولم يشركه فى المنقبة غيره (الاصابہ ج ۳ ص ۳۴۳)

حضرت امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ

اجمع المسلمون على ان الصاحب المذكور ابوبكر (تاریخ الخلفاء ص ۴۸)

تمام مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس آیت میں صاحب سے مراد حضرت ابو بکر صدیق ہیں جیساکہ نفس واقعہ سے بھی ظاہر وباہر ہے (تاریخ الخلفاء)

شافعی مسلک کے جلیل القدر عالم حضرت علامہ حافظ ابن حجر مکیؒ (۹۷۳ھ) لکھتے ہیں

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہاں صاحب سے مراد حضرت ابو بکر ہیں اور جو شخص آپ کی صحبت کا انکار کرے اجماعی طور پر اس کی تکفیر کی جائے گی (صواعق محرقہ ص ۲۳۱)

یہ بات صرف حافظ ابن حجر نہیں کہتے آپ سے بہت پہلے اکابر علماء یہ بات علی الاعلان کہہ چکے ہیں حضرت امام سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ) دوسری صدی کے معروف محدث اور امام ہیں حضرت امام ابو حنیفہ کے معاصر ہیں آپ کا یہ ایمان افروز بیان دیکھیں جسے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے اپنی معروف کتاب منہاج السنۃ میں نقل کیا ہے

قال سفيان بن عيينه وغيره ان الله عاتب الخلق جميعهم فى نبيه الاابابكر وقال من انكر صحبة ابى بكر فهو كافر لانه كذب القرآن (منہاج ج ۸ ص ۳۸۱)

حضرت علامہ علی بن محمد الجزری (۶۳۰ھ) علماء سے نقل کر چکے ہیں

ان قال قائل ......ان ابابكر لم يكن صاحب رسول الله ﷺ كفر

فان القرآن العزیز قد نطق انه صاحبه (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۱۴)

شارح بخاری شیخ الاسلام حضرت علامہ بدر الدین العینی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں

من انکر صحبة ابی بکر فقد کفر لانکاره کلام الله ولیس ذلك لسائر الصحابة (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۷۳)

حضرت علامہ حافظ ابن حجر مکی (۹۷۳ھ) لکھتے ہیں

اجمع المسلمون علی ان المراد بالصاحب هنا ابوبکر ومن ثم من انکر صحبته کفر اجماعا (صواعق محرقہ ص ۶۶)

مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہاں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر کی ذات گرامی ہے اور جس نے بھی آپ کی صحبت نبوی کا انکار کرے تو اجماعی طور پر اس کی تکفیر کی جائے گی۔

شارح جامع صغیر حضرت علامہ عبد الرؤف مناوی (۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں

من انکر صحبة الصدیق کفر لانکاره النص الجلی (فیض القدیر ج ۱ ص ۱۱۹)

.سویں صدی کے مجدد اور محدث حضرت امام ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں

اجمع المفسرون علی ان المراد بصاحبه فی الایة هو ابوبکر وقد قالوا من انکر صحبة ابی بکر کفر لانه انکر النص الجلی (مرقات شرح مرقات ج ۱۱ ص ۲۸۶)

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ قرآن کی آیت لصا □ میں حضرت ابوبکر مراد ہیں اور وہ سب فرماتے ہیں کہ جس نے بھی حضرت ابوبکر کے صحابی رسول ہونے کا انکار کیا وہ کافر ہوگا کیونکہ اس نے نص جلی (یعنی آیت قرآنی) کا انکار کیا ہے

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ابو بکر سے فرمایا کہ ابو بکر کو ہمیشہ سکون واطمینان رہے گا کیونکہ اللہ نے ان پر سکینت وسکون کو لازم کر دیا ہے (تاریخ الخلفاء ۵۷)

اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ بارگاہ ایزدی میں صدیق اکبر کا مقام کس قدر بلند ہے کہ آپ ہر وقت اللہ تعالی کی رحمت اور سکینت میں ہیں

☆...... حضرت ابو بکر صدیق اور ان کی جماعت کے حزب اللہ ہونے کی شہادت

☆...... قرآن کریم کی سورہ المائدہ کی آیت کریمہ ﴿ ۵۴ تا ۵۶ ﴾ ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالی فرماتے ہیں

یا ایها الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبهم ویحبونه .... فان حزب الله هم الغالبون

یہ آیات کریمہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق اور ان کی جماعت کی تعریف میں نازل ہوئیں ہیں اور اس آیت کی حقیقت اس وقت سامنے آئی جب حضرت ابو بکر صدیق کے دور خلافت کی ابتداء میں اسلام دشمن گروہ پوری قوت سے اٹھنے کی تیاری کر رہے تھے کہ آپ کی غیرت ایمانی نے ان تمام تحریکات کا پوری قوت سے نہ صرف یہ کہ مقابلہ کیا بلکہ انہیں ختم کر کے ہی چھوڑا تا کہ کسی اور کو پھر سے اسلام کے خلاف سر اٹھانے کی ہمت نہ ہو۔ یہ وہ اللہ کا گروہ تھا جسے اللہ نے چاہا اور جس نے اللہ سے محبت کی اس جماعت کے رئیس اور امیر کون تھے۔ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ...... امام طبری نے حضرت علی مرتضی سے نقل کیا ہے

بقوم یحبهم ویحبونه بابی بکر واصحابه رضی الله عنهم (منہاج

السنۃ ج ۷ ص ۲۱۳)

فقد نقل الثعلبی ان علیا فسر ھذہ الایۃ بانھم ابوبکر واصحابہ (

منہاج ج ۷ ص ۲۱۲)

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ

مصداق اس وعدہ کا حضرت ابوبکر صدیق کی فوج ہے جو مرتدوں سے جہاد کرنے کے لئے نکلی تھی پھر جس نے اللہ کی مدد سے بہت جلد اور نہایت عمدہ طریقہ سے اتنے بڑے کام کو انجام دیا...... یہ بھی سمجھ لینا چاہئیے کہ من یتول اللہ ورسولہ والذین ......الایۃ میں خلیفہ راشد سے محبت کرنے کی ترغیب ہے اور یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ صدیق اکبر اس آیت کے مصداق ہیں (لہذا اس آیت میں ان سے محبت کرنے کا حکم واضح ہوا) اور خلیفہ راشد سے محبت رکھنا اس طرف اشارہ ہے کہ اس کی اطاعت واجب ہے اور یہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کے وقوع کی دلالت ہے............اور یہ بھی جان لینا چاہئیے کہ آیت انما ولیکم اللہ میں گو الفاظ عام ہیں مگر چونکہ مصداق آیت کے صدیق اکبر ہیں اور آیت کے مصداق کا حکم آیت میں داخل ہونا قطعی ہے لہذا صدیق اکبر مسلمانوں کے ولی اور کارساز ہوئے ---(ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۱۴۶)

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ہم آپس میں اس پر گفتگو کیا کرتے تھے کہ یہ آیت ابوبکر اور ان کے اصحاب کے بارے میں ہے...... امام ضحاک بھی یہی کہتے ہیں اور حضرت حسن سے بھی یہی منقول ہے (ازالۃ ج ۲ ص ۵۷)

حضرت امام بیہقی (۴۵۸ھ) اس آیت پر لکھتے ہیں

فارتد من ارتد بعد وفاۃ النبی ﷺ فقاتلھم ابوبکر الصدیق رضی

الله عنه بمن اطاعه من المهاجرين والانصار وبمن ثبت على الاسلام من سائر القبائل ولم تاخذهم فى الله لومة لائم حتى قهروهم ورجع من بقى منهم الى الاسلام ولذلك قال الحسن البصرى رحمه الله فى تفسير الاية.......... قال ابوبكر واصحابه (دلائل النبوة ج٦ ص ٣٦٢)

سو قرآن کریم کی اس آیت میں جس جماعت سے اللہ نے محبت فرمانے کی خبر دی ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق کا تیار کردہ لشکر اور جماعت ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ جماعت سے تو محبت فرمائے اور اس جماعت کے امیر و سربراہ سے محبت نہ کرے۔ وہ جماعت کس قدر خوش نصیب ہوگی جس کی سربراہی حضرت ابوبکر صدیق نے فرمائی اور ان کی بدولت پوری جماعت کو اللہ نے اپنی محبت سے سرفراز فرمایا اور ان کی قرآن کریم میں تعریف فرمائی۔

☆......حضرت ابوبکر صدیق کی شان تصدیق کی تعریف

☆......حضور اکرم ﷺ نے جب اللہ کی توحید کا پرچم بلند فرمایا اور اپنی رسالت کا اعلان فرمایا تو حضرت ابوبکر نے آپ کی تصدیق میں ذرا دیر نہیں لگائی نہ کوئی سوچ بچار کے لئے وقت مانگا آپ نے جس شان سے تصدیق فرمائی اللہ کو ان کی یہ ادا بہت پسند آئی اور اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی

والذى جاء بالصدق وصدق به اولئك هم المتقون (پ ۲۴ الزمر آیت نمبر ۳۳)

اور جو سچی بات لے کر آئے اور جس نے اس کو سچ مانا وہی لوگ ہیں ڈرنے والے

ایک مرتبہ حضرت علی مرتضٰی نے اللہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ

قسم ہے اللہ کی جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ابو بکر نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی تو یہ آیت (مذکورہ) نازل ہوئی (تاریخ الخلفاء ص ۵۸ صواعق محرقہ ص ۲۳۲)

حضرات مفسرین حضرت علی مرتضٰی سے نقل فرماتے ہیں کہ یہاں تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت ابو بکر کی ذات گرامی ہے علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری (۳۱۰ھ) لکھتے ہیں

عن علی والذی جاء بالصدق ...... محمد ﷺ وصدق بہ ...... ابوبکر رضی اللہ عنہ (تفسیر طبری ج ۱۱ ص ۴)

والذی صدق بہ ھو ابوبکر وھذا القول مروی من علی علیہ السلام وجماعة من المفسرین رضی اللہ عنھم (تفسیر کبیر ج ۲۵ ص ۲۴۳)

بعض حضرات نے اس سے حضرت علی مرتضٰی کی ذات مراد لی ہے امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ بات زیادہ مناسب نہیں ہے۔ ہاں اس بات پر سب متفق ہیں کہ جس نے اسلام میں سبقت فرمائی ہے وہ سب سے افضل ہے چاہے وہ حضرت ابو بکر صدیق ہوں خواہ حضرت علی مرتضٰی ہوں تاہم زیادہ بہتر بات یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت ابو بکر لئے جائیں اسلئے کہ جس وقت حضور ﷺ کی بعثت ہوئی تھی حضرت علی چھوٹے بچے تھے آپ ان بچوں کی طرح تھے جو گھروں میں ہوتے ہیں اور یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ ان کی تصدیق کچھ اس قدر شان و شوکت نہیں دکھائے گی اور نہ اس سے اسلام کی قوت اور شوکت بڑھے گی (کیونکہ اولاد وہ گھر کے آدمی ہیں اور پھر بچے بھی ہیں) رہے حضرت ابو بکر تو وہ عمر میں بڑے آدمی تھے اور ان کا پوری قوم میں ایک مقام بھی تھا ان کا حضور ﷺ کی تصدیق کرنا ظاہر ہے کہ اسلام کی قوت و شوکت میں اضافہ کا باعث ہے اسلئے یہاں حضرت ابو بکر کی ذات مراد لینا اولی ہے۔

فحمل هذا اللفظ الی ابی بکر اولی (ایضا)

مشہور شیعہ عالم علامہ طبرسی نے بھی اس سے حضرت ابو بکر صدیق کی ذات مرادلی ہے موصوف لکھتے ہیں

الذی جاء بالصدق رسول الله ﷺ وصدق به ابوبکر
(تفسیر مجمع البیان ج ۳ ص ۶۵)

سو قرآن کریم نے حضرت ابو بکر صدیق کی شان تصدیق کی اس طرح تعریف فرمائی ہے کہ مخالفین کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے اور یہ وہ سچائی ہے جسے ماننا ہی پڑا ہے اللہ تعالی نے قیامت تک آنے والے لوگوں کو بتادیا کہ حضرت ابو بکر صدیق نے حضور ﷺ کی کس شان سے تصدیق فرمائی تھی اور اللہ کے ہاں ان کی یہ تصدیق کس قدر قبولیت کا شرف و مقام رکھتی ہے۔

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کے صاحب فضیلت ہونے کی شہادت

☆...... ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ پر منافقین کی طرف سے لگائے گئے بہتان عظیم کی قرآن کریم نے خبر دی ہے اور اللہ نے ان کے اس الزام کی نہ صرف سختی سے تردید فرمائی بلکہ اسکے ساتھ ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ کی برات بیان کی اور پراپیگنڈہ باز لوگوں کو دنیا و آخرت میں عذاب الیم کی وعید بھی سنادی ہے اس بہتان سے چونکہ حضرت مسطح بھی متاثر ہو گئے تھے اور وہ بھی اس پروپیگنڈے میں محفوظ نہ رہ سکے ادھر حضرت ابو بکر صدیق پہلے سے ان کی بہت مالی امداد فرماتے تھے چونکہ آپ کو اس واقعہ سے دکھ پہنچا تھا کہ انہوں نے میری کسی بھی بات کا لحاظ تک نہ کیا سو آپ نے حضرت مسطح کی مالی امداد سے ہاتھ ہٹالیا۔ اللہ تعالی نے اس پر قرآن کریم کی یہ آیت اتاری۔

ولا یأتل اولوالفضل منکم والسعة أن یوتوا اولی القربی والمساکین والمهاجرین فی سبیل الله والیعفوا والیصفحوا ألا تحبون أن یغفر الله لکم والله غفور رحیم (پ ۱۸ النور ۲۲)

(ترجمہ)اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی اور دنیوی وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہیئے کہ معاف کردیں اور در گذر کریں کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کردے بیشک اللہ غفور رحیم ہے۔

اللہ رب العزت نے اس آیت میں حضرت ابو بکر صدیق کے صاحب فضلیت ہونے کی گواہی دی ہے اور بتایا کہ آپ صاحب فضل ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب وسعت بھی ہیں اور غرباء کی خدمت اور ان کی خبر گیری آپ کا شیوہ رہا ہے چونکہ آپ بڑے ہیں اسلئے ان سے در گذر کیجئے اور ان کو معاف کردیجئے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق نے نہ صرف انہیں معاف کردیا بلکہ اس کے بعد انہیں دوگنا دینے لگے۔ مفسر کبیر حضرت امام فخر الدین رازی (۶۰۶ ھ) لکھتے ہیں

نزلت هذه الایة فی ابی بکر حیث حلف ان لا ینفق علی مسطح وهو ابن خالة ابی بکر .... وجعل له مثلی ماکان له قبل ذلك الیوم (تفسیر کبیر ج ۲۳ ص ۱۶۲)

مفسر شہیر حضرت امام حافظ ابن کثیر (۷۷۴ ھ) لکھتے ہیں

هذه الایة نزلت فی الصدیق رضی الله تعالی عنه حین حلف ان لاینفع مسطح بن اثاثة بنافعة ابدا بعد ماقال فی عائشة (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۸۴)

حضرت علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی (۱۲۹۱ ھ) لکھتے ہیں

انه صار يعطيه ضعفي ماكان يعطيه اولا (روح المعانی ج۹ ص ۳۲۱)

حضرت امام رازی نے اللہ کے ارشاد ﴿أولوا الفضل﴾ سے حضرت ابو بکر کی افضلیت پر بھی استدلال فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں

هذه الاية تدل على انه رضى الله عنه كان أفضل الناس بعد رسول الله ...... واعلم أن الله تعالى وصف ابابكر في هذه الاية بصفات عجيبة دلت على علو شانه في الدين (ایضا ص ۱۶۳)

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ

کلمہ اولوا الفضل والسعة میں تعریض ظاہر ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف ہے سیاق وسباق (انداز کلام اور واقعات پیش آمدہ) اور سبب نزول کی شہادت سے اور ظاہر یہ ہے کہ فضل سے دینی فضیلت مراد ہوگی تاکہ تکرار لازم نہ آئے (کیونکہ دنیوی فضیلت لفظ السعة سے مفہوم ہو رہی ہے) (ازالۃ ج ۲ ص ۱۸۱)

آپ ایک اور جگہ لکھتے ہیں

اللہ تعالی نے فرمایا ہے ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعة یہاں حضرت صدیق ہی مراد ہیں مگر لفظ جمع لایا گیا جیسا کہ قاعدہ تعریض کا ہے۔ (ازالۃ ج ۱ ص ۱۴۶)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں

حضرت ابو بکر صدیق نے (قصہ افک کے متعلق) حضرت مسطح کی امداد بند کرنے کا ارادہ فرمایا تھا کیونکہ حضرت صدیق کے قریبی عزیز بھی تھے اور حضرت صدیق ان کی مالی امداد بھی کرتے تھے اسلئے یہ آپ نے قسم کھالی کہ اب سے مسطح کی امداد نہ کروں گا تو حق تعالی نے آیت ولا یاتل اولوا الفضل منکم میں حضرت صدیقؓ کو اس ارادہ سے منع فرمایا کہ روزی بند کرنے کی قسم نہ کھانا چاہیئے گو بظاہر اس آیت میں

حضرت صدیقؓ پر نکیر ہے کہ اصحاب فضل کو یعنی جن کو فضیلت دینیہ حاصل ہے اور اصحاب وسعت کو یعنی جن کو خدا نے مالی وسعت دی ہے اپنے قرابت دار اور مہاجر مسکینوں کی امداد بند کرنے کی قسم نہ کھانا چاہیئے اس میں حضرت صدیق کی یہ تعریف بھی ہے کہ ان کو خدا تعالی نے دینی فضیلت بھی عطا کی ہے اور دنیوی وسعت بھی عنایت کی ہے (وعظ۔۔ السبر بالصبر ص ۲۸)

مشہور شیعہ عالم علامہ طبرسی نے تسلیم کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر کے حق میں اتری ہے

نزلت فی ابی بکر ومسطح بن اثاثة (تفسیر مجمع البیان ج ۴ ص ۱۳۳)

سو حضرت ابو بکر صدیق کی دینی فضیلت اور افضلیت کا اعلان اللہ تعالی نے فرمایا ہے اب اگر کوئی اس اعلان سے اختلاف کرتا ہے تو اسے غور کرنا چاہیئے کہ کیا اس نے اس قرآنی اعلان کے بارے میں اپنی دل میں کوئی بوجھ تو پیدا نہیں کیا ہے؟

یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں کہ مکلف بالفروع مؤمن ہی ہوتا ہے کافر نہیں جو ایمان ہی نہ لایا ہو اسے فروع کا مکلف کیسے بنایا جاسکتا ہے اسے پہلے ایمان کی دعوت دی جاتی ہے یہ نہیں کہا جاتا کہ تراویح کی جماعت مستحب ہے اسے اس کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ حضرت ابو بکر صدیق کو اللہ تعالی نے (ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة) میں قسم نہ اٹھانے کی ہدایت فرمائی جس کا تعلق فروع سے ہے اس سے واضح ہے کہ حضرت ابو بکر دولت ایمان سے پوری طرح مالا مال تھے اور قرآن کی یہ آیت ان کے حق میں ایک وزنی اور آسمانی شہادت ہے

☆......والدین سے حسن سلوک کی تاکید میں اتری آیات کے مصداق

حضرت علی مرتضی فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیت ﴿ ووصینا الانسان بوالدیه

حسنا ......الی آخر الآیة (پ ۲۶ الاحقاف ۱۵۔۱۶) حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں نازل ہوئی ہے (ازالتہ ج ۳ ص ۶۱)

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق کی مدح میں نازل ہوئی ہیں

(نقلہ الامام السیوطی فی التاریخ ص ۵۸)

اس آیت میں آپ کو کہا گیا ہے کہ آپ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک فرمائیں (جو مسلمان ہوئے ہیں) پھر ان کے واسطے سے سب مسلمانوں کو ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی یہ بھی آپ کی فروع میں ایک اصلاح تھی یہ بھی آپ کے ایمان کی ایک آسمانی شہادت ہے

☆......اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت ابوبکر کو شریک مشورہ رکھنے کا حکم

☆...... مفسر قرآن حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس قرآن کریم کی سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۹۔

وشاورھم فی الامر (ترجمہ) اوران سے کام میں مشورہ کرلے

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ابوبکر و عمر سے مشورہ کیا کرو (یعنی یہاں ھم سے مراد ابوبکر و عمر ہیں) آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ آیت ابوبکر و عمر کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرت عبدالرحمٰن بن غنم الاشعری کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ابوبکر و عمر سے فرمایا

لواجتمعتما فی مشورة ماخالفتکما (الفتح الربانی ج ۲۲ ص ۱۸۲)

جب تم دونوں کسی مشورے پر متفق ہو جاؤ گے تو میں تمہارے خلاف نہ کروں گا (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۳۳)

ایک دوسری روایت میں ہے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا

واذا اتفقتما علی شئی لم اخالفکما (مجمع الزوائد ج۹ ص ۵۲)

لولا انکما تختلفان علی ماخالفتکما (منہاج ج۶ ص ۱۳۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل نے آکر مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو حکم فرمایا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر سے مشورہ کرلیا کریں

اتانی جبرئیل علیه السلام فقال یامحمد ان الله تعالی امرك ان تستشیر ابابکر (ریاض ج۱ ص ۱۶۱)

☆...... اللہ کی راہ میں سب سے پہلے مال خرچ کرنے والے

☆...... آپ پچھلے صفحات میں تفصیلا پڑھ آئے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا سب مال جس طرح اسلام اور پیغمبر اسلام کے لئے وقف کردیا اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی قرآن کریم نے اس طرح اس کا تذکرہ فرمایا ہے

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعدا الله الحسنی (پ ۲۷ سورہ الحدید آیت ۱۰)

(ترجمہ) جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (اللہ کے راستے میں) خرچ کر چکے اور لڑ چکے وہ لوگ در□ میں ان لوگوں سے جو بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد میں خرچ کیا اور لڑے اور (یوں) اللہ تعالی نے بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ سب سے کرر کھا ہے۔

حضرت امام فخر الدین رازی (۶۰۶ ھ) امام کلبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق کی شان میں اتری ہے

نزلت هذه الاية في ابى بكر لانه كان اول من انفق المال على رسول الله ﷺ في سبيل الله (تفسیر کبیر ج ۲۹ ص ۱۹۱۔ روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۷۳)

حکیم الامت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

محمد بن فضیل کلبی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق کی تعریف میں نازل ہوئی ہے اسلئے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور انہوں نے ہی سب سے پہلے اللہ کی راہ میں اپنا مال صرف کر دیا (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۴۸)

امام رازی خود بھی لکھتے ہیں کہ یہ بات تو کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے اپنا مال لٹانے والے ابو بکر کے سوا اور کون ہو سکتے ہیں

ومعلوم ان صاحب الانفاق ابوبكر (تفسیر کبیر ج ۲۹ ص ۱۹۱)

حضرت امام حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں

ولاشك عند اهل الايمان ان الصديق ابابكر رضى الله عنه له الحظ الاوفر من هذه الاية فانه سيد من عمل بها من سائر امم الانبياء فانه انفق ماله كله ابتغاء وجه الله عزوجل ولم يكن لاحد عنده نعمة يجزيه بها (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۷۰ ۳)

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ اہل ایمان کے نزدیک اس آیت کریمہ میں فضیلت کا بڑا حصہ حضرت ابو بکر صدیق کا ہے اسلئے کہ اس پر عمل کرنے والے تمام پیغمبروں کی امت کے سردار آپ (یعنی حضرت ابو بکر) ہیں آپ نے ابتدائی تنگی کے دنوں میں اپنا کل مال اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا جس کا بدلہ بجز اللہ کے اور کسی سے مطلوب نہ تھا

آپ ایک اور جگہ لکھتے ہیں

وکان الصدیق رضی الله تعالی عنه معروفا بالمعروف له الفضل والایادی علی الاقارب والاجانب (تفسیر ج ۳ ص ۲۸۴)

حضرت ابو بکر کی نیکیاں فضائل اور سخاوت بہت معروف تھی کیا اپنے اور کیا دوسرے سب ہی اس سخاوت سے فیض پاتے تھے آپ کا سب کے ساتھ سلوک عام تھا

سو اللہ تعالی نے حضرت ابو بکر صدیق کے انفاق پر ان کی تعریف فرمائی ہے اور ان کو انعام الہی دینے کی بشارت سنائی ہے

☆...... حضرت ابو بکر صدیق دو جنتیں لے اڑے

☆...... سورہ رحمٰن کی یہ آیت دیکھئے

ولمن خاف مقام ربه جنتن (پ ۲۷ الرحمٰن ۴۶)

(ترجمہ) اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے دو باغ ہیں

حضرت عطا فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق نے قیامت کا ذکر فرمایا اور اس دن اعمال کے تلنے اور جنت و جہنم اور فرشتوں کی صفوں کا نیز آسمانوں کے لپیٹے جانے اور پہاڑوں کے ریزے ریزے ہو جانے اور سورج کے بے نور ہو جانے اور ستاروں کے بکھیرے جانے پر غور و فکر کیا تو فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں ان سبزیوں میں سے کوئی سبزہ ہوتا اور کوئی چوپایہ آکر مجھے چر لیتا اور میں پیدا نہ ہوا ہوتا تو اس پر یہ آیت اتری۔ (لباب النقول ص ۲۰۳ از امام

سیوطی ازالۃ ج ۲ ص ۲۷۵)
ابن ابی حاتم نے عبداللہ ابن شوذب نقل کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق کی تعریف میں اتری ہے (ایضا)
اس سے واضح ہے کہ اللہ تعالی نے قیامت تک آنے والے مؤمنوں کو حضرت ابوبکر صدیق کے لئے دو جنتیں تیار فرمانے کی خبر دی ہے اور ان کا مقام بتایا ہے کہ آپ خدا کے نزدیک کس قدر اونچا مرتبہ پائے ہوئے ہیں

☆...... حضرت ابوبکر کے لئے رحمت الہی اترنے کی بشارت

☆...... مشہور مفسر اور تابعی حضرت امام مجاہد فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق کی شان میں ہے (صواعق محرقہ ص ۲۳۳)

هو الذی یصلی علیکم وملائکته لیخرجکم من الظلمات الی النور وکان بالمؤمنین رحیما (پ ۲۲ الاحزاب ۴۳)

(ترجمہ) وہ ایسا (رحیم) ہے کہ وہ (خود بھی) اور اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں تاکہ حق تعالی تم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آوے اور اللہ تعالی مؤمنین پر بہت مہربان ہے۔

حضرت امام مجاہد سے مروی ہے کہ جب آیت (ان الله وملائکته یصلون علی النبی) اتری تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ جو خیر بھی اللہ نے آپ پر نازل کی ہم اس میں آپ کے شریک ہوگئے تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اخرجه الترمذی وحسنه والحاکم وصححه (لباب النقول ص ۱۷۵ للامام السیوطی۔ ازالۃ ج ۲ ص ۲۰۸)

اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں حضرت ابو بکر پر اپنی رحمت اترنے کی خبر دی ہے۔

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کی رائے کی آسمانی تصویب

حضرت خباب بن المنذر نے حضور ﷺ سے گذارش کی تھی کہ یہود کے کھجوروں کے باغ کاٹ دئے جائیں تو یہ ان کے لئے اور حسرت کا سامان ہو گا وہ جلد ہتھیار ڈال دیں گے کچھ صحابہ اس کام میں لگ گئے اور چار سو کے قریب درخت کاٹ ڈالے حضرت ابو بکر صدیق نے اسی وقت حضور ﷺ سے کہا کہ حق تعالی کا وعدہ ضرور پورا ہو گا اب کھجور کے درختوں کو ہم کیوں کاٹیں اب کاٹنے سے لوگوں کو روک دینا چاہیئے حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر کی رائے مان لی قرآن کریم نے اس کاٹنے سے رکنے کو بھی اذن الہی کہا ہے۔

ما قطعتم من لينة أو تركتموها قائمة على اصولها فباذن الله وليخزى الفاسقين (پ ۲۸ الحشر ۵)

جو کھجوروں کے درخت کے تنے تم نے کاٹ ڈالے یا انکو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو (دونوں باتیں) خدا ہی کے حکم (اور رضا) کے موافق ہیں اور تا کہ کافروں کو ذلیل کرے

اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حضرت ابو بکر صدیق کی رائے کی آسمانی تصویب تھی (خلفائے راشدین ج ۲ ص ۱۵۷)

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کے اتقی اور مخلص ہونے کی قرآنی شہادت

☆...... قرآن کریم کی پارہ ۳۰ ﴿ سورہ اللیل ﴾ کی تقریباً تمام آیات حضرت ابو بکر صدیق کی

شان میں اتری ہیں حضرت علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ جمہور کا بیان ہے کہ یہ سورت حضرت ابو بکر صدیق کی شان میں اتری ہے

فالجمهور على انها نزلت فى شان ابى بكر الصديق رضى الله عنه (روح المعانی ج ۱۵ ص ۳۶۵)

حضرت امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں

نزلت هذه السورة فى ابى بكر وانفاقه على المسلمين (تفسیر کبیر ج ۳۱ ص ۱۷۹)

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ

حضرت ابو بکر نے حضرت بلال کو امیہ بن خلف کی غلامی سے مال دے کر آزاد کرایا تو اللہ تعالی نے ان کے بارے میں فرمایا فاما من اعطى وصدق بالحسنى نازل فرمائی۔ (لباب النقول ص ۲۳۰)

امام ابو جعفر محمد ابن جریر (۳۱۰ھ) لکھتے ہیں کہ

حضرت ابو بکر مسلمان ہو جانے والے مظلوم غلاموں اور لونڈیوں کو خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے ایک دن ان کے والد ابو قحافہ نے (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) نے ان سے فرمایا ابو بکر میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کمزور عورتوں کو خرید کر آزاد کر دیا کرتے ہو اس کے بجائے یہ بہتر ہے کہ تم مضبوط اور طاقت ور جوانوں کو آزاد کیا کرو کہ وہ تمہارے کام آئیں اس پر حضرت ابو بکر صدیق نے جواب دیا کہ ابا جان میں یہ کام دنیوی مفادات کے لئے نہیں کر رہا ہوں بلکہ اس سے صرف اللہ کی رضامندی مطلوب و مقصود ہے (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۷ ۳۲)

عبداللہ بن زبیر کہتے ہیں کہ ہمارے خاندان والوں کا بیان ہے کہ فاما من اعطى

واتقی کی پوری آیات آپ ہی کی شان میں نازل ہوئیں ہیں (ایضا۔ تفسیر طبری ج ۱۲ص ۶۱۴)

حضرت عروۃ بن زبیر کہتے ہیں

سورہ واللیل کی آخری پانچ آیتیں حضرت ابو بکر کے حق مین اس لئے نازل ہوئیں کہ انہوں نے ان سات غلاموں کو جن پر ان کے مالک ہر طرح کے ظلم کرتے تھے خرید کر آزاد کر دیا تھا (الحاوی ج اص ۳۲۶)

بزاز نے لکھا ہے کہ سورہ واللیل کے اخیر تک وماالاحد عندہ من نعمة تجزی کی آیتیں آپ ہی کی شان میں وارد ہیں۔۔(تاریخ الخلفاء ص ۵۸ لباب النقول ص ۲۳۰)

تابعی جلیل حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ

وماالاحد عندہ من نعمة...... الایۃ یہ حضرت ابو بکر صدیق کی تعریف میں اتری ہیں اسلئے کہ آپ اللہ کے لئے اپنے مال سے غلاموں اور کمزوروں کو آزاد کرایا کرتے تھے (ازالۃ ج ۲ص ۳۱۴۔روح المعانی ج ۱۵ص ۳/۱۷ تفسیر طبری ج ۱۲ ص ۶۲۰)

علامہ محمد بن جریر طبری (۳۱۰ھ) فاما من اعطی واتقی کے تحت لکھتے ہیں

ان ھذہ الایة نزلت فی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ (تفسیر طبری ج ۱۲ص ۶۱۳)

شیعہ عالم علامہ طبرسی نے بھی تسلیم کیاہے کہ فاما من اعطی والی آیات حضرت ابوبکر کی شان میں اتری ہیں جب آپ نے بہت سے وہ غلام خریدے جو مسلمان ہوگئے تھے اور پھر انہیں آزاد کر دیا جن میں حضرت بلال عامر بن فہیرہ وغیرہم ہیں

نزلت فی ابی بکر لانه اشتری الممالیك الذین اسلموا مثل بلال وعامر بن فهیرة وغیرهما واعتقهم (مجمع البیان ج ۵ ص ۵۰۲)

قرآن کریم کی اس سورت میں حضرت ابو بکر صدیق کو سب سے زیادہ متقی پرہیزگار اور خوف خدا رکھنے والا بھی بتایا ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں

وسیجنبها الاتقی الذی یوتی ماله یتزکی (پ ۳۰ اللیل)

(ترجمہ) اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ یہاں اتقی سے مراد حضرت ابو بکر کی ذات گرامی ہے (ازالۃ ج ۲ ص ۳۱۵)

حضرت امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں کہ یہاں اتقی سے مراد حضرت ابو بکر ہیں

اجمع المفسرون منا علی ان المراد منه ابوبکر رضی الله تعالی عنه (تفسیر کبیر ج ۳۱ ص ۱۸۵)

آپ آگے لکھتے ہیں

ان المراد من هذه الاتقی هو افضل الخلق فاذا کان کذلك وجب ان یکون المراد هو ابوبکر (ایضا)

لفظ اتقی سے مراد یہاں افضل الخلق (بعد الانبیاء) ہیں جب بات یہی ہے تو ضروری ہے کہ اس سے مراد حضرت ابو بکر صدیق ہوں

مفسر شہیر حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) نے بھی اپنی تفسیر میں یہی بات بیان فرمائی ہے (دیکھئے تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۲۱)

حافظ ابن حجر مکی (۹۷۳ھ) لکھتے ہیں

قال ابن الجوزی اجمعوا انها نزلت فی ابی بکر ففیها التصریح بانه

اتقی من سائر الامة والاتقی هو الاکرم عندالله تعالی لقوله ان اکرم عندالله اتقاکم والاکرم عندالله هو الافضل فنتج انه افضل من بقیة الامة (صواعق محرقہ ص ٦٦)

ابن جوزی فرماتے ہیں کہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کے حق میں نازل ہوئی ہے پس اس آیت میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضرت ابوبکر ساری امت سے اتقی ہیں اور اتقی اللہ تعالی کے ہاں اکرم ہوتا ہے اللہ کا ارشاد ہے تم میں سب سے زیادہ کرامت والا وہ ہے جو جو تم میں سے اتقی ہے اور اکرم اللہ کے ہاں افضل ہوتا ہے پس نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابوبکر بقیہ ساری امت سے افضل ہیں۔

محدث شہیر حضرت ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں

وسیجنبها الاتقی ...... وفسر بان المراد منه ابوبکر (مرقات ج۱۱ص ۲۸٦)

شارح جامع صغیر حضرت علامہ عبدالرؤف مناوی لکھتے ہیں

الاتقی ...... بان المراد منه ابوبکر (فیض القدیر ج۴ ص ۲۵)

حضرت امام سیوطی (۹۱۱ھ) ان تفسیری روایات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وهذا صریح فی ان الراد بالأتقی أتقی الاتقیاء علی الاطلاق لا مطلق التقی وأتقی الاتقیاء علی الاطلاق بعد النبیین ابوبکر الصدیق رضی الله تعالی عنه قال ودل علی فضله جمیع الامة قال تعالی ان اکرمکم عندالله اتقاکم وقال القرطبی فی تفسیره قال ابن عباس الاتقی ابوبکر الصدیق (الحاوی للفتاوی ج۱ص ۳۳۱)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں

وسیجنبها الاتقی ......وقال تعالی ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم .ان دونوں آیتوں سے بڑھ کر کیا فضیلت اور دلیل افضلیت (حضرت ابوبکر صدیق) کی ہو گی (امداد الفتاوی ج۶ص ۱۴۳)

سو قرآن کریم کی یہ سورت حضرت ابوبکر صدیق کی منقبت وعظمت کی دلیل ہے اور اس میں اللہ تعالی نے ان کے مقام ومرتبہ کی خبر دی ہے۔

☆......حضرت ابوبکر صدیق کی تائید وحمایت میں الہی شہادت

☆......قرآن کریم کی یہ آیت حضرت ابوبکر کی تائید اور ان کی حمایت میں نازل ہوئی ہے۔

لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء (پ ۴ آل عمران ۱۸۱)

(ترجمہ) بے شک اللہ نے سنی ان کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار

یہ بات متعدد روایات سے مروی ہے ان میں سے بعض تو ان کی موافقت پر دلالت کرتی ہیں اور بعض ان کے قول کی تصدیق پر۔ حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ

حضور ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ابوبکر کو ایک یہودی کے پاس کسی کام کے لئے بھیجا اور اس کو ایک خط بھی لکھا اور آپ نے ابوبکر سے فرمایا (اگر کوئی خاص بات پیش آجائے تو) مجھ پر پوری بات ظاہر کر دینا اور واپس آجانا جب اس یہودی نے خط پڑھا تو وہ کہنے لگا کہ بیشک تمہارا رب فقیر ہو گیا ہے حضرت ابوبکر کہتے ہیں کہ میرا جی چاہا کہ اسے اسی وقت تلوار سے ختم کر دوں مگر مجھے یاد آیا کہ آپ ﷺ نے مجھے کہا تھا کہ کوئی بات ہو تو پہلے مجھے بتانا اسلئے میں نے ایسا نہ کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ازالۃ

الخفاء ج ۲ ص ۳۴)

ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس یہودی نے اپنی بات سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ میں نے تو ایسی بات کہی ہی نہ تھی اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر کی تصدیق کے لئے یہ آیت نازل فرمائی (دیکھئے لباب النقول فی اسباب النزول ص ۶۲)

حضرت امام مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے اس یہودی کی بات پر اسے ایک تھپڑ بھی مارا تھا "معروف شیعہ عالم علامہ طبرسی کا بیان ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت حضرت ابو بکر کی تعریف میں اتری ہے

فغضب ابوبكر وضرب وجهه فانزل الله هذه الآية (مجمع البیان ج ا ص ۵۴۸)

ہم نے یہاں چند آیات آپ کے سامنے رکھیں ہیں اس کے علاوہ بھی کچھ اور آیات ہیں جن میں حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی مرتضیٰ کی مدح وشان بیان کی گئی ہیں اور وہ آیات خاص انہی بزرگوں کے حق میں اور ان کی تعریف وشان میں اتری ہیں

قرآن کریم کے ان مختلف مقامات میں حضرت ابو بکر صدیق کے مقام قرب وعلا اور ان کے تقویٰ وصداقت جس انداز میں تعریف فرمائی گئیں ہیں انہیں دیکھئے ان آیات پر غور فرمایئے اور اندازہ لگایئے کہ آپ اللہ کے ہاں کتنا اونچا مقام ومرتبہ پائے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ ان پر نہ صرف یہ کہ رحمتیں اتارتا رہا بلکہ ان کی تائید وحمایت میں قرآن کی متعدد آیتیں اتریں۔ اگر خدانخواستہ حضرت ابو بکر صدیق کا ایمان وایقان اور ان کا تقویٰ واخلاص میں کوئی کمزوری ہوتی تو آپ ہی بتائیں کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں کبھی ان کی تعریف اس طرح فرماتے؟

آیئے اب ہم آقائے نامدار خاتم النبیین رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے بھی معلوم کرتے جائیں کہ آپ نے حضرت ابو بکر صدیق کو کس مقام ومرتبہ کا حامل قرار دیا ہے اور آپ انہیں کس نگاہ محبت سے دیکھتے تھے۔

☆...... حضرت ابو بکر صدیق نگاہ نبوت میں ......☆

اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ کرام میں سب سے اونچا مقام حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ہے اور آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ صحابہ کرام کی جماعت کے سرخیل اور افضل قرار پائیں خود لسان نبوت نے آپ کو جس محبت سے یاد فرمایا اس میں اپنی امت کو آپ کے عظمت و مقام کی پوری خبر دی تمام صحابہ کرام اس سے اچھی طرح واقف تھے اور صحابہ کی پوری جماعت حضرت ابو بکر کو حضور ﷺ کے انہی ارشادات کی روشنی میں محبت بھری نگاہوں اور عظمت بھرے دل سے دیکھتے تھے اور انہوں نے آپ کو اسی جگہ پر رکھا جس جگہ پر حضور اکرم ﷺ نے آپ کو رکھا تھا آپ نے انہیں اسی طرح رکھنے کی تعلیم و ہدایت دی اور ہمیشہ اسی خواہش کا اظہار فرمایا۔

حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق کو کس نظر سے دیکھا تھا آپ انہیں مختلف عنوانات کے تحت پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے ہم اس سلسلہ میں حضور ﷺ کے دیگر ارشادات میں بھی حضرت ابو بکر صدیق کی عظمت و منقبت دیکھیں۔

(ا) حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

لوکنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر ولکن اخی وصاحبی (صحیح بخاری ج ا ص ۵۱۶)

اگر میں اللہ کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا تاہم وہ میرے دینی بھائی اور دوست ہیں

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اسلام کا بھائی بنا کیا کم فضیلت ہے ولکن اخوة الاسلام افضل (ایضا)

حضور ﷺ کے ارشاد میں لفظ خلیل کو اگر خلت (پیش کے ساتھ) سے مشتق مانا جائے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ سچی دوستی ومحبت جو محبّ کے دل کے اندر تک اس طرح سرایت کر جائے کہ محبوب کو محبّ کے ظاہر تو ظاہر باطن یعنی جذبات خیالات اور احساسات تک پر حکمراں اور اس کا محرم اسرار بنادینے کا تقاضا کرے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر میرے لئے یہ جائز ہوتا کہ میں مخلوق میں سے کسی کو اس صفت کے ساتھ اپنا سچا جانی دوست بناؤں کہ اس کی محبت میرے دل کے اندر تک سرایت کر گئی ہو اور وہ میرا محرم اسرار بن جائے تو یقیناً میں ابوبکر کو اپنا دوست بناتا کیونکہ وہ دوستی کی اس صفت کی استعداد اور اہلیت رکھتے ہیں لیکن اس درجہ وصف کی محبت کا میرا تعلق صرف اللہ رب العزت کے ساتھ ہے کہ اسی کی محبت میرے ظاہر پر بھی حکمراں ہے اور میرے باطن پر بھی۔ اور وہی میرا محرم اسرار ہے ہاں ظاہر دل کی محبت کا میرا جو تعلق تمام مسلمانوں کے ساتھ ہے اس میں ابوبکر کا مقام یقیناً سب سے اونچا ہے

اور اگر لفظ خلیل کو خلت (زبر کے ساتھ) سے مشتق مانا جائے تو اس کا حاصل یہ ہے اگر میں کسی کو اپنا ایسا دوست بناتا کہ جس کی طرف میں اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے وقت رجوع کروں اور اپنے معاملات ومہمات میں اس پر اعتبار واعتماد کروں تو یقیناً ابوبکر کو ایسا دوست بناتا لیکن ایسے تمام امور ومعاملات میں میرا واحد رجوع اللہ کی طرف ہے اور تمام احوال ومہمات میں میرا واحد سہارا اور ملجا اسی کی ذات ہے ہاں اسلامی اخوت ومحبت کا جو میرا ظاہری وقلبی تعلق پوری امت کے ساتھ ہے اس میں ابوبکر کا مقام یقیناً سب سے بلند ہے۔

یہ دوسرے معنی اگرچہ سیاق حدیث سے زیادہ قربت ومناسبت رکھتے ہیں لیکن حضرات محدثین نے زیادہ پہلے ہی معنی کو اوجہ اور اولی قرار دیا ہے (مظاہر حق ج ۵ ص ۶۵۰)

محدث شہیر حضرت مولانا ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) اس پر لکھتے ہیں کہ

ولعل وجه ماقال صلى الله عليه وسلم لواتخذت احدا خليلا

لاتخذت ابابکر خلیلا ھو انہ صدر عنہ ماسبق مشابھا لما وقع من الخلیل فی ضرب الصنم ومخالفۃ الاب واللہ اعلم (مرقات ج ۱۱ ص ۲۹۱)

شاید یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں اگر کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر سے بھی ایسی باتیں صادر ہوئیں جو (حضرت ابراہیم) خلیل اللہ سے ظاہر ہوئیں مثلاً بتوں کو ضرب لگانا اور اپنے باپ کی مخالفت وغیرہ۔

اس میں حضور ﷺ نے بتادیا کہ حضرت ابوبکر صدیق اس در□ آپ کے قریب ہیں کہ کوئی بھی دوسرا آپ کے اتنے قریب نہیں ہے

(نوٹ) یہ بات صرف ملا علی قاری کی اپنی نہیں ہے خود حضور اکرم ﷺ نے بھی ایک موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیق کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت قریب قرار دیا اور آپ کو ان سے مشابہ بتایا ہے غزوہ بدر کے موقع پر جب حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق سے مشورہ فرمایا اور ان دونوں نے اپنے اپنے طرز میں مشورہ دیا تو اس وقت حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے مشابہ بتایا اور حضرت عمر فاروق کو حضرت نوح اور حضرت موسیٰ علیہما السلام سے مشابہ بتایا حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ اس وقت حضور ﷺ نے دونوں کی باتیں سن کر فرمایا

ان مثلک یا ابابکر کمثل ابراھیم قال فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم او کمثل عیسی قال ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم وان مثلک یا عمر کمثل نوح قال رب لاتذرعلی الارض من الکافرین دیارا وقال یا عمر

كمثل موسى قال واشدد على قلوبهم فلا يؤمنوا حتى يروا العذاب الاليم (مسند احمد ج ص منہاج السنۃ ج۶ ص ۱۳۳۔) وقال الحاکم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه ووافقه الذهبى (مستدرک حاکم ج۳ ص ۲۴)

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) ایک اور بحث میں لکھتے ہیں

استشار النبى ﷺ اصحابه فيهم يوم بدر فأشار عليه ابوبكر رضى الله عنه بأخذ الفداء وشبهة النبى ﷺ بابراهيم وعيسى (منہاج السنۃ ج۲ ص ۱۲۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے سربراہ ملت ہیں اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہمارے شریک امت ہیں اور یہ خصوصیت جو ان دو نبیوں کو اس امت سے ہے اور کسی کو نہیں۔

(۲) ☆☆☆...... حضرت ابوبکر صدیق کہتے ہیں کہ

جب میں حضور ﷺ کے ہمراہ غار ثور میں تھا اور مشرکین ہمیں ڈھونڈتے غار پر آپہنچے تو میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنے پاؤں پر نگاہ ڈالی تو وہ ہم کو دیکھ لیں گے اس پر حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے ابوبکر تیرا خیال کہاں ہے ان دو شخصوں کا کوئی کیا بگاڑلے گا جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے

ماظنك يا ابابكر باثنين الله ثالثهما (صحیح بخاری ج۱ ص ۵۱۶ صحیح مسلم ج۲ ص ۲۷۲)

اس میں آپ ﷺ نے بتادیا کہ حضرت ابوبکر صدیق معیت الٰہی کی دولت پائے ہوئے ہیں۔

(۳) ☆☆☆...... حضرت ابوالدرداء کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

اللہ نے مجھے تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا لیکن تم نے مجھے جھوٹا جانا اور ابوبکر نے مجھے سچا کہا اور اپنے مال اور جان سے میری خدمت کی ہے (ایضاً ج۱ ص ۵۱۷)

(۴) ☆☆☆...... حضرت عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ سب لوگوں میں آپ کو کس سے محبت ہے ارشاد فرمایا عائشہ سے۔ انہوں نے پوچھا کہ مردوں میں کس سے ہے؟ آپ نے فرمایا ابو بکر صدیق سے۔ (ایضاج ۱ ص ۵۱۷)

(۵)☆☆☆...... حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ

حضور ﷺ ایک مرتبہ احد پہاڑ پر چڑھے آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان تھے۔ اتنے میں پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی ایک زلزلہ سا آیا آپ نے اپنا پیر اس پر مارا اور فرمایا ٹھہر جا تجھ پر ایک پیغمبر کھڑا ہے ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ (ان تین خلافتوں میں جو سکون رہا وہ اسی اشارہ غیبی سے تھا)

اثبت احد فانما علیك نبی و صدیق و شهیدان (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۹)

(نوٹ) شیعہ حضرات کی معروف کتاب احتجاج طبرسی میں بھی اس کا ذکر موجود ہے (دیکھئے ج ۱ ص ۳۶۲ طبع نجف)

(۶) ☆☆☆...... حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر حضرت ابو بکر صدیق کا احسان ہے باعتبار مال کے بھی اور باعتبار صحبت کے بھی۔ اور اگر میں اللہ کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن اسلام کی اخوت کیا کم ہے (دیکھو) مسجد میں سوائے ابو بکر کے دروازہ کے اور کسی کا دروازہ نہ کھلے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۶ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۲)

(۷)☆☆☆...... حضرت جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ

حضور ﷺ کے پاس ایک عورت آئی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ پھر آنا وہ بولی اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں (یعنی آپ کی وفات ہو جائے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس آنا (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۶)

(۸)☆☆☆...... حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

اللہ تعالی اور مسلمان حضرت ابوبکر کی خلافت کے سوا کسی اور کی خلافت سے راضی ہی نہیں ہونگے (صحیح مسلم ج۲ص ۲۷۳)

حضور اکرم ﷺ نے جیسا فرمایا پھر ویسا ہی ہوا۔

(۹) ☆☆☆...... حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

اقتدوا بالذين من بعدى ابى بكر وعمر (مسند امام اعظم ابو حنیفہ ص ۳۱۸)

میرے بعد ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا (جامع ترمذی ج۲ص ۲۰۷ مستدرک ج۳ص ۸۰)

(۱۰)☆☆☆...... حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ

ہم حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ عبد القیس کا ایک گروہ آیا اور حضور ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے بے ہودہ گوئی پر اتر آیا حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ ابوبکر تم نے سنا یہ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں حضرت ابوبکر نے عرض کی حضور میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ یہ کس طرح باتیں کر رہے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر ان کو جواب دو (حضرت جابر کہتے ہیں کہ) حضرت ابوبکر نے ان کا جواب دیا اور خوب جواب دیا اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر اللہ تجھے رضوان اکبر کی دولت سے مالا مال کرے گا (اعطاك الله الرضوان الاكبر) مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے بعض نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ رضوان اکبر کا کیا مطلب ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ (رضوان اکبر کا مطلب یہ ہے) اللہ تعالی آخرت میں اپنے سب بندوں پر عام تجلی اتارے گا جبکہ ابوبکر کے لئے خصوصی تجلی ہو گی

يتجلى الله لعباده فى الاخرة عامة ويتجلى لابى بكر خاصة (مستدرک حاکم ج۳ ص ۸۲)

(۱۱)☆☆☆...... حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا

تم حوض کوثر پر میرے ساتھ ہو گے اور تم میرے غار کے ساتھی ہو۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۸)

(۱۲)☆☆☆...... حضرت انس کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

حضرت ابو بکر خدا کے سب نبیوں اور رسولوں کے صحابہ اور صاحب یسن (یعنی جن کا ذکر سورہ یسن شریف کے دوسرے رکوع میں آیا ہے) سے بھی افضل ہیں رواہ الحاکم فی تاریخہ (در السحابۃ ص ۱۴۳ ۔ از امام الشوکانی)

(۱۳)☆☆☆...... حضرت سعد بن زرارہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

مجھے حضرت جبرئیل نے بتایا ہے کہ آپ کی امت میں حضرت ابو بکر سب سے بہتر ہیں

اخبرنی جبرئیل ان خیر امتك بعدك ابوبكر الصديق ...... رواه الطبرانی (در السحابة ص ۱۴۷)

(۱۴) ☆☆☆...... حضرت ابو الدرداء کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسولوں کے سوا کوئی شخص ابو بکر سے زیادہ افضل نہیں ہے (تاریخ الخلفاء ص ۴۶)

(۱۵)☆☆☆...... حضرت سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

ابو بکر صدیق اگرچہ نبی نہیں ہیں لیکن (انبیاء ورسل کے علاوہ) سب لوگوں سے افضل ہیں (تاریخ الخلفاء ص ۴۶)

(۱۶)☆☆☆...... حضرت علی مرتضیٰ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

ابو بکر اور عمر انبیاء ومرسلین کے سوا اولین وآخرین میں سے تمام پختہ عمر کے جنتی لوگوں کے سردار ہیں (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۳۲۸ ۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۷)

(۱۷) ☆☆☆...... حضرت انس کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

میری امت میں میرے امتیوں کے ساتھ سب سے زیادہ رحم دلی کرنے والے حضرت ابوبکر ہیں أرحم امتی بامتی ابوبکر (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۲۰)

حضرت ابو امامہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

ارحم هذه الامة بعد نبيها ابوبكر ۔ (ریاض ج ۱ ص ۱۳۶)

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ایک حدیث میں آپ کے لئے بہت ہی زیادہ نرم دل والے بھی آیا ہے

أرأف امتی بامتی ابوبکر (جامع صغیر ص ۶۱)

حضرت علامہ عبدالرؤف مناوی اس پر لکھتے ہیں

ای اکثرهم رافة...... ای اشد رحمة ...... لان شانه العطف والرحمة واللين والقيام برعاية تدبير الحق ومراقبة صنعه فكان يدور مع الله تعالى فى التدبير ويستعمل مع الكبير والصغير (فیض القدیر ج ۱ ص ۵۸۸)

(۱۸) ☆☆☆...... حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کے دو آسمانی وزیر اور دو زمینی وزیر ہوتے ہیں میرے آسمانی وزیر جبرئیل و میکائیل ہیں اور زمینی وزیر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ہیں (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۸)

(۱۹) ☆☆☆...... حضرت علی مرتضٰی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا

يا ابابكر ان الله اعطانى ثواب من آمن به منذ خلق الله آدم الى ان تقوم الساعة وان الله اعطاك يا ابابكر ثواب من آمن بى منذ بعثنى الله الى ان تقوم الساعة (ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۸۸)

اے ابوبکر حضرت آدم سے لے کر قیامت تک جو لوگ میرے ساتھ ایمان لائیں گے ان سب کا ثواب اللہ نے مجھے عطا کیا اور میری بعثت سے لے کر قیامت تک جو

لوگ ایمان لائیں گے ان سب کا ثواب اللہ نے تجھے بھی دیا ہے۔

(نوٹ) یہ اس لئے کہ آپ حضور ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لائے ہیں

(۲۰)☆☆☆...... حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

ہر نبی کے کچھ خصوصی امتی ہوتے ہیں میری امت کے وہ مخصوص صحابی ابو بکر اور عمر ہیں (رواہ الطبرانی (تاریخ الخلفاء ص ۶۰)

(۲۱)☆☆☆...... حضرت سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

اچھی خصلتیں ۳۶۰ ہیں اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو جب جنت میں داخل کرنا چاہتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک خصلت کو ان میں ودیعت فرمادیتے ہیں اس پر حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ حضور کیا مجھ میں ان میں سے کوئی خصلت پائی جاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم میں وہ تمام خصائل حسنہ موجود ہیں (رواہ ابن عساکر فی تاریخہ۔ تاریخ الخلفاء ص ۵۸ للامام السیوطی۔ ریاض ج ۱ ص ۱۸۵)

(۲۲) ☆☆☆...... حضرت ابو الدرداء کہتے ہیں کہ

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میں ابو بکر کے آگے چل رہا ہوں آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اے ابو الدرداء کیا تو اس آدمی سے آگے چل رہا ہے جو تجھ سے دنیا و آخرت میں بہتر ہے (سنو) انبیاء و مرسلین کے بعد اگر کوئی سب سے افضل ہے تو وہ ابو بکر ہیں (ریاض ج ۱ ص ۱۳۶)

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

سورج طلوع و غروب نہیں ہوتا ابو بکر سے بہتر کسی آدمی پر (کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۲۶)

(نوٹ) سیدنا حضرت علی مرتضیٰ سے بھی یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ (دیکھئے ریاض)

(۲۳)☆☆☆...... حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ

ایک مرتبہ ہم حضور ﷺ کے پاس تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تھوڑی دیر میں ایک آدمی

آئے گا جو میرے (اور انبیاء کے بعد) اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر اور افضل ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس طرح کی شفاعت کی اجازت ملے گی جس طرح انبیاء کو نصیب ہوگی۔ چنانچہ تھوڑی دیر گذری کہ حضرت ابوبکر تشریف لے آئے حضور ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ کھڑے ہوگئے اور ان کو بوسہ دیا اور سینے سے چمٹالیا

فما برحنا حتی اطلع ابوبکر فقام النبی ﷺ فقبله والتزمه ......

خرجه الحافظ الخطیب البغدادی (ریاض ج ۱ ص ۱۳۷)

(۲۴)☆☆☆...... حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ

ایک مرتبہ حضور ﷺ حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ چلے آرہے تھے کہ سامنے سے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق آگئے اس وقت آپ نے حضرت علی مرتضیٰ سے فرمایا کہ

یاعلی اتحب هذین الشیخین قال نعم یا رسول الله قال احبهما تدخل الجنة (کنزالعمال ج ۱۳ ص ۸)

اے علی کیا تو ان دونوں سے پیار کرتا ہے حضرت علی نے کہا جی ہاں یارسول اللہ ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں کی محبت تجھے جنت میں لے جائے گی۔

(۲۵)☆☆☆......ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ

ایک رات میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھی اور آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا اور آسمان بالکل صاف تھا (تارے چمک رہے تھے) میں نے کہا یارسول اللہ کیا کسی کی نیکیاں اتنی ہوں گی جتنے آسمان میں تارے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ

نعم عمر قلت فاین حسنات ابی بکر قال انما جمیع حسنات عمر کحسنة واحدة من حسنات ابی بکر (مشکوۃ ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۴۹۶)

ارشاد فرمایا......ہاں اور وہ عمر فاروق ہیں۔ میں نے کہا پھر ابو بکر کی نیکیوں کا کیا مقام ہے آپ نے فرمایا یقیناً عمر کی تمام نیکیوں کا مجموعہ ابو بکر کی ایک نیکی کے برابر ہے

حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صاحبؒ لکھتے ہیں کہ

اشرفی اگرچہ ایک ہے مگر نو سو ساٹھ پیسوں کے برابر ہے (درر فرائد ص ۲۸۲)

(۲۶)☆☆☆...... حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

حب ابی بکر وشکرہ واجب علی کل امتی ۔(تاریخ الخلفاء ص ۵۸)

حضرت سہل سے مروی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

فحبہ وشکرہ وحفظہ واجب علی امتی (ریاض ج ۱ ص ۱۲۹)

میری امت پر واجب ہے کہ حضرت ابو بکر سے محبت رکھیں ان کا شکریہ ادا کریں (اور ان کے بارے میں (غلط بات کہنے سے) اپنی زبان کی حفاظت کریں

حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات آپ کے سامنے ہیں اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ نگاہ نبوت حضرت ابو بکر صدیق کو کس طرح دیکھ رہی تھی اگر حضرت ابو بکر صدیق میں کسی پہلو سے بھی کوئی ایمانی اور روحانی کمی ہوتی تو آپ ہی سوچیں اور فیصلہ کریں کہ کیا حضور ﷺ انہیں اس طرح یاد فرماتے اور ان کے بارے میں اپنی امت کو بتاتے ؟

حضور اکرم ﷺ نے نہ صرف یہ کہ آپ کی فضیلت بیان فرمائی اور امت کے دیگر حضرات سے آپ کو افضل اور بہتر بتایا بلکہ آپ نے بر سر منبر حضرت ابو بکر صدیق کو جنتی ہونے کی بشارت بھی دی اور آپ کے جنتی ہونے کو مختلف عنوانوں سے بیان فرمایا تا کہ ان کا جنتی ہونا کسی پہلو سے مخفی نہ رہے اور جنتی وہی ہوتا ہے جو دولت ایمان لے کر سفر آخرت پر جائے ان روایات کا مجموعی حاصل آپ کے ایمان واخلاص کی ایک بڑی قوی شہادت ہے۔ آیئے ہم لسان نبوت سے حضرت ابو بکر صدیق کے جنتی ہونے کی اور شہادتیں بھی ملاحظہ کریں ۔

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کے جنتی ہونے کی شہادتیں......☆

(۱)...... حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

جو شخص کسی چیز کا ایک جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کرے وہ جنت کے دروازے سے اس طرح بلایا جائے گا۔ اللہ کے بندے ادھر آ۔ پس اگر وہ بہت زیادہ نماز سے رغبت رکھنے والا ہو گا تو اسے باب الصلاۃ سے پکارا جائے گا۔ اور اگر کوئی بہت زیادہ جہاد کرنے والا اور اس سے رغبت رکھنے والا ہو گا تو اسے باب الجھاد سے بلایا جائے گا اور جو کوئی خیرات کرنے والا ہو گا وہ خیرات کے دروازے سے اور جو کوئی روزہ دار ہو گا وہ باب الصیام سے بلایا جائے گا۔

حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ حضور کیا کوئی ایسا بھی ہو گا جو سب دروازوں سے بلایا جائے گا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہو گا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اے ابو بکر تو ان لوگوں میں سے ہو گا جن کو جنت ہر طرف سے پکارے گی

نعم وارجوا ان تکون منھم یا ابابکر (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۷)

حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمانا کہ اے ابو بکر تم ان میں سے ہو یہ ظنی نہیں قطعی خبر ہے اور واقعی ایسا ہی ہو گا آپ خدا کے بتانے اور کہلوانے سے بولتے اور کہتے ہیں شارح بخاری شیخ الاسلام حضرت علامہ عینی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں

ورجاء النبی ﷺ واقع محقق (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۸۳)

(۲)...... حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے پوچھا کہ آج تم میں کون روزہ دار ہے اس پر حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ حضور میں روزہ سے ہوں۔۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ آج کون ہے جو کسی جنازہ کے ساتھ گیا ہے اس پر حضرت ابو بکر نے پھر عرض کیا کہ حضور میں گیا ہوں۔ حضور ﷺ نے پوچھا

کہ آج کس نے کسی مسکین کو کھلایا ہے حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ حضور میں نے یہ خدمت سرانجام دی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ آج تم میں سے کس نے کسی بیمار کی عیادت کی ہے حضرت ابو بکر نے کہا کہ میں نے کی ہے حضور ﷺ نے جب یہ بات سنی تو ارشاد فرمایا کہ جس میں یہ سب باتیں جمع ہوں وہ جنت میں جائے گا

مااجتمعن فی امرء الا دخل الجنة (صحیح مسلم ج۲ص ۲۷۴)

(۳)...... حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

جنت میں ایک پرندہ بخاتی اونٹ (جس کے دو کوہان ہوتے ہیں) کی مانند ہے حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ حضور ﷺ وہ تو بہت ہی عمدہ ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں وہ بہت عمدہ جانور ہوگا اور جو ان کو کھائے گا وہ ان سے بھی عمدہ ہوگا اور تم ان ہی میں سے ہو جو ان کو کھائیں گے (المصنف لابن ابی شیبہ ج۶ص ۳۵۲ ورواہ البیہقی کمافی تاریخ الخلفاء ص ۵۷)

☆☆☆...... حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے جنت کے پرندوں کا ذکر فرمایا تو حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ پھر وہ تو بہت ہی عمدہ ہوں گے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

ومن یاکل انعم منها وانی لارجو ان تاکل منها (ازالۃ الخفاء ج ۲ص ۲۷۷)

اور جو شخص اسے کھائے گا وہ اس سے بھی عمدہ ہوگا اور میں امید کرتا ہوں کہ تم ان میں سے کھاؤ گے

(نوٹ) اس حدیث میں حضرت ابو بکر کی تعریف اور ان کے جنتی ہونے کی بشارت ہے

(۴)...... حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سب حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تمہارے سامنے ایک جنتی آدمی آئے گا۔ اس پر تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ حضرت ابو بکر تشریف لائے اور آکر سلام کیا اور مجلس میں تشریف فرما

ہو گئے (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۷۶)

(۵)...... حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت کے لوگ داخل ہوں گے۔ حضرت ابو بکر نے اس پر عرض کی کہ حضور کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں آپ کے ساتھ ہو کر وہ دروازہ دیکھتا حضور ﷺ نے اس پر انہیں خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا کہ (تو اطمینان رکھ) بلاشبہ تو میری امت کا پہلا آدمی ہو گا جو اس دروازے سے داخل ہو گا ......اما انك اول من يدخله من امتى (ترجمہ سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۳۸۸۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۷۷)

حضرت ملا علی قاری قدس سرہ (۱۰۱۴ھ) اس پر لکھتے ہیں کہ

وفيه دليل على انه افضل الامة والا لما سبقهم فى دخول الجنة وفيه ايماء الى انه سبق الامة ايمانا (مرقات ج ۱۱ ص ۲۸۸)

(۶)...... حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

ابو بکر بلا حساب و کتاب جنت میں چلے جائیں گے الناس كلهم يحاسبون الا ابابكر (رواہ فی الکنز۔ تاریخ الخلفاء ص ۵۸۔ در السحابہ ص ۱۴۶)

(۷)...... حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

جب میں آسمانوں کی سیر کے لئے گیا تو میں نے جبرئیل امین سے پوچھا کہ کیا میری امت کا حساب و کتاب ہو گا جبرئیل امین نے کہا کہ آپ کی امت میں سوائے ابو بکر کے سب کا حساب و کتاب ہو گا ۔ قیامت کے دن حضرت ابو بکر سے کہا جائے گا کہ جنت میں چلے جاؤ تو وہ کہیں گے کہ میں اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک وہ لوگ بھی میرے ساتھ نہ جائیں جنہوں نے مجھ سے محبت رکھی تھی

مادخل حتی یدخل معی من کان یحبنی فی الدنیا (ریاض ج ۱ص ۱۶۵)

(۸)...... حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

(جنت میں) اعلی درجات والوں کو نچلے درجات والے اس طرح دیکھیں گے جیسے تم افق میں طلوع ہونے والے ستاروں کو دیکھتے ہو اور ابو بکر اور عمر بھی انہی (جنت میں اعلی درجات والے لوگوں) میں سے ہیں (جامع ترمذی ج ۲ص ۲۰۶)

(۹)...... حضرت سعید بن زید کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے دس آدمیوں کا نام لے کر جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔

ابوبکر فی الجنة وعمر فی الجنة ......الحدیث (سنن ابو داؤد ج ۲ص ۲۸۳)

(۱۰)...... حضرت زبیر کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اس طرح دعا فرمائی

اللهم انك جعلت ابا بكر رفیقی فی الغار فاجعله رفیقی فی الجنة

(ریاض ج ۱ص ۱۶۴)

اے میرے اللہ آپ نے ابو بکر کو غار میں میرا رفیق بنایا سو اسے جنت میں بھی میرا رفیق بنا دے چنانچہ آپ کی یہ دعا قبول بارگاہ ایزدی ہوئی حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

لکل نبی رفیق ورفیقی فی الجنة ابوبکر (ریاض ج ۱ص ۱۶۴)

ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے جنت میں میرا رفیق ابو بکر ہے

(۱۱)...... حضرت عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

جنت میں ایک ایسا شخص داخل ہوگا کہ وہاں کا کوئی ایسا مکان اور گھر نہ ہوگا جس کے رہنے والے اس شخص کو مرحبا اور خوش آمدید نہ کہیں گے اور کہیں گے کہ ہمارے ہاں تشریف لائیے (حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ حضور اس دن اس آدمی کی کیا شان ہوگی) حضور ﷺ نے

فرمایا کہ وہ شخص کوئی اور نہیں تم ہی ہو

قال رسول اللہ ﷺ اجل وانت هو یا ابابکر (معجم طبرانی ج ۱۱ص ۸۰۔ ریاض النضرۃ ج اص ۱۸۴ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۸)

☆...... شیعہ علماء کی تائیدات

شیعہ کے شیخ الطائفہ علامہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی (۴۸۰ھ) تلخیص الشافی میں حضرت انس سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ جب ابو بکر آجائیں تو ان کو جنت میں داخلہ کی خوشخبری دینا اور میرے بعد خلافت کی بھی بشارت دینا

امره عند اقبال ابی بکر ان یبشره بالجنة وبالخلافة من بعده
(تلخیص الشافی ج ۳ ص ۳۹)

حضور ﷺ کے مذکورہ ارشادات سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق حضور ﷺ کے سب سے افضل امتی اور اعلی درجہ کے جنتی ہیں آپ کے کامل الایمان ہونے اور جنت کے اعلی ترین مقام پر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور اس کی گواہی خود لسان نبوت نے دی ہے اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالی حضرت ابو بکر کی تعریف فرمائیں اور ان کی مدح میں قرآن کریم کی آیات اتاریں اور حضور اکرم مختلف مواقع پر مختلف پیرائے میں آپ کی دوسروں پر فضیلت بیان کریں اور آپ کے جنتی ہونے کی شہادت دیں اور آپ واقعی اس مقام کے حامل نہ ہوں۔ ایسا نہیں ہو سکتا اللہ تعالی اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی بات بالکل برحق اور سچی ہے۔ شیعہ علماء اس حدیث کو مبنی بر تقیہ قرار دیں تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں بھلا حضور ﷺ کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

افسوس کہ کچھ لوگ اس حقیقت کو ابھی تک تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور وہ آپ کے بارے میں ان حقائق اور شواہد کے باوجود غلط بیانی اور جھوٹ بولنے سے شرم نہیں کرتے خواہ انہیں اپنی اس غلط بیانی کے لئے قرآنی آیات اور نبوی ارشادات کا انکار ہی کیوں نہ کرنا پڑے (معاذاللہ ثم معاذاللہ)

☆..... حضرت ابوبکر صدیق کو صحابہ کرام کا خراج عقیدت

آیئے ہم اب صحابہ کرام کی زبانی حضرت ابوبکر صدیق کے مناقب سنیں اور دیکھیں کہ یہ حضرات حضرت ابوبکر کی کتنی عزت کرتے تھے اور اپنے دلوں میں ان کا احترام لئے ہوئے تھے اور ان سے عالی محبت رکھتے تھے یہی وہ حضرات ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق کو شروع سے دیکھا تھا جو صحابی قبول اسلام کی دولت سے مشرف ہوا اس نے یہی دیکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اس سے پہلے یہ سعادت پا چکے ہیں اور حضور ﷺ نے انہیں اپنے بہت قریب رکھا ہوا ہے سفر و حضر کا معاملہ ہو یا کہیں کسی اہم امر میں مشورہ ورائے کی ضرورت ہو حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر کو ہر جگہ یاد فرمایا اس سے انہیں یہ پوری طرح اندازہ ہو چکا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق کو حضور ﷺ کا جتنا قرب حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے آپ حضور ﷺ کے سایہ ہیں اور سایہ ہمیشہ اصل کے ساتھ ساتھ ہی رہتا ہے جدا نہیں ہوتا چنانچہ ہر وہ شخص جس نے حضور ﷺ کے سامنے اسلام کی دولت پائی اس نے حضرت ابوبکر کی محبت و عظمت بھی اپنے دل میں بٹھالی تھی اور یہ بات ناممکن تھی کہ ایک آدمی مسلمان ہو اور اس کے دل میں حضرت ابوبکر کی محبت و عظمت جگہ نہ پائے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) نے کتنا خوب لکھا ہے

ومعلوم ان ھذا العلم الذی عندھم بفضله وتقدمه انما استفادوه من

النبی ﷺ بأمور سمعوها وعاینوها وحصل بها لهم من العلم ماعلموا به ان الصدیق أحق الامة بخلافة نبیهم وأفضلهم عند نبیهم وأنه لیس فیهم من یشابهه حتی یحتاج فی ذلك الی مناظرة ولم یقل احد من الصحابة قط ان عمر أوعثمان أو علیا أو غیرهم أفضل من ابی بكر أوأحق بالخلافة منه وكیف یقولون ذلك وهم دائما یرون من تقدیم النبی ﷺ لأبی بكر علی غیره وتفضیله له وتخصیصه بالتعظیم ماقد ظهر للخاص والعام؟حتی ان أعداء النبی ﷺ من المشركین وأهل الكتاب والمنافقین یعلمون ان لأبی بكر من الاختصاص مالیس غیره كما ذكره ابوسفیان بن حرب یوم احد (منہاج السنۃ ج ا ص ۵۲۳)

فقد ظهر لعامة الخلائق ان ابابكرؓ كان أخص الناس بمحمد ﷺ فهذا النبی وهذا صدیقه فاذا كان محمد افضل النبیین فصدیقه أفضل الصدیقین (ایضا ص ٥٢٤)

شیخ الاسلام ایک اور جگہ لکھتے ہیں

ومعلوم ان الله قد جعل للصحابة مؤدة فی قلب كل مسلم لاسیما الخلفاء الراشدین رضی الله عنهم لاسیما ابوبكر وعمر فان عامة الصحابة والتابعین كانوا یودونهما وكانوا خیر القرون (منهاج السنة ج ٧ ص ١٣٧)

آیئے ہم سب سے پہلے حضرت عمر فاروق کی زبان سے حضرت ابو بکر صدیق کے مناقب پڑھیں جنہیں حضور ﷺ نے بہت اونچے درجے کا صاحب الہام بتایا ہے۔جب حضرت ابو بکر صدیق کا

انتقال ہوا تو حضرت عمر فاروقؓ آپ کے گھر آئے اور وہیں کھڑے کھڑے فرمایا کہ

اے خلیفہ رسول! آپ نے دنیا سے رخصت ہو کر قوم کو سخت محنت و مشقت میں ڈال دیا۔ آپ کا ساہونا تو درکنار اب تو کوئی ایسا بھی نہیں جو آپ کی گرد تک پہنچ سکے۔

☆......جب آنحضرت ﷺ رحلت فرما گئے اور اہل اسلام خلافت کے لئے جمع ہوئے تو انصار میں سے ایک بزرگ نے فرمایا کہ ہم میں سے ایک امیر ہونا چاہئیے اور مہاجرین میں سے ایک امیر بنا لیا جائے۔ حضرت عمر فاروق نے جب یہ بات سنی تو فرمایا کہ

الستم تعلمون ان رسول الله ﷺ قد امر ابوبکر ان یصلی بالناس فایکم تطیب نفسه ان یتقدم ابابکر قالوا نعوذ بالله ان نتقدم ابابکر (سنن نسائی ج ا ص ۱۲۶)

کیا تم کو پتہ نہیں ہے کہ جب حضور ﷺ بیمار ہوئے تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا تھا پس آپ میں سے کون ہے جو اپنے آپ کو حضرت ابوبکر سے بہتر سمجھتا ہو اور ان سے آگے بڑھنے پر خوش ہو جب انصار نے یہ بات سنی تو عرض کیا کہ خدا کی پناہ کہ ہم حضرت ابوبکر سے آگے بڑھیں (یعنی وہی اس لائق ہیں کہ آگے ہوں ہم ان کے پیچھے رہیں گے)

☆......ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے حضرت عمر فاروق سے کہا کہ اے امیر المؤمنین ہم نے آپ سے زیادہ انصاف پسند حق گو اور خدا کے نافرمانوں کے لئے سخت کسی کو نہیں دیکھا آپ حضور ﷺ کے بعد بہتر شخصیت ہیں وہاں حضرت عوف بن مالک بھی موجود تھے انہوں نے فرمایا کہ تم غلط کہہ رہے ہو بخدا ہم نے حضور ﷺ کے بعد حضرت عمر سے بھی زیادہ بہتر شخصیت دیکھی ہے کہنے لگے کہ وہ کون ہیں۔؟ فرمایا وہ حضرت ابوبکر ہیں۔ حضرت عمر فاروق نے یہ بات سنی تو ارشاد فرمایا عوف صحیح کہہ رہے ہیں جبکہ تمہارا کہنا بالکل درست نہیں بخدا حضرت ابوبکر کی خوشبو

مشک سے بھی زیادہ دل آویز تھی

والله لقد كان ابوبكر اطيب من ريح المسك (کنز العمال ج ۱۲ص ۲۲۴)

☆......ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت عمر فاروق سے فرمایا کہ میں نے آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے حضرت ابوبکر صدیق کو دیکھا ہے اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو کہتا کہ میں نے ان کو دیکھا ہے اور پھر بھی یہ بات کہتا تو میں تیری پٹائی کرتا (المصنف لابن ابی شیبہ ج۶ص ۳۵۲ کنز العمال ج ۱۲ص ۲۲۳)

☆......ایک مرتبہ کسی نے اسی طرح کی ایک بات کہی تو آپ نے اس کی پٹائی کرتے ہوئے فرمایا کہ ابوبکر مجھ سے اور میرے باپ سے اور تجھ سے اور تیرے باپ سے بہتر ہیں (ایضا)

آپ فرماتے ہیں کہ اگر میں نے کسی کو بھی یہ کہتے سنا کہ عمر ابوبکر سے افضل ہے تو میں اسے چالیس کوڑے ماروں گا (المصنف لابن ابی شیبہ ج۶ص ۳۵۲)

☆......ایک مرتبہ آپ نے حضرت ابوبکر کی مدح و مناقب بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضرت ابوبکر تو ہمارے سردار ہیں اور یہ جو بلال ہیں وہ حضرت ابوبکر کی حسنات میں سے ایک نیکی ہیں

وبلال حسنة من حسنات ابی بکر (کنز ج ۱۲ص ۲۲۳)

☆......حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں

ابوبكر سيدنا وخيرنا واحبنا الى رسول الله ﷺ (ترمذی ج ۲ص ۲۰۶)

ابوبکر ہمارے سردار اور ہم میں سب سے بہتر اور حضور ﷺ کے ہاں سب سے زیادہ پیارے ہیں

حضرت عمر فاروق نے یہ بات صحابہ کرام کے کھلے مجمع میں فرمائی ہے اور ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے حضرت عمر فاروق کے اس بیان سے اختلاف کیا ہو شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں

ولم ينكر ذلك احد (منہاج السنہ ج ۲ص ۵۱) ولم يكن ذلك منهم منكر (ایضا ج ۱ص ۵۱)

☆...... سیدنا حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں

لو وزن ایمان ابی بکر بایمان اھل الارض لرجح بھم (کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۲۲)

حضرت ابو بکر اور پوری زمین والوں کے ایمان کا وزن کیا جائے تو ابو بکر کے ایمان کا پلہ جھک جائے گا (تاریخ الخلفاء ص ۵۹)

☆...... آپ کا ارشاد ہے

حضرت ابو بکر سب نیکی کے کاموں میں آگے آگے ہوتے ہیں اور آپ تمام صحابہ میں کھلے طور پر بہتر و برتر ہیں (ایضاً ص ۵۹۔ ریاض ج ۱ ص ۱۷۵)

☆...... حضرت ابو بکر کی بیعت کے موقع پر حضرت عمر نے گروہ انصار سے فرمایا

اے اہل اسلام۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کی جانشینی کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو ثانی اثنین اذ ھما فی الغار ہے یعنی ابو بکر۔ جو سب سے (اسلام اور دیگر دینی امور میں) کھلم کھلا سبقت لے جانے والے ہیں (ازالۃ ج ۱ ص ۱۴۰)

☆...... آپ فرماتے ہیں۔

کاش میں حضرت ابو بکرؓ کے سینے کا ایک بال ہوتا جس حالت میں انہیں جنت میں دیکھتا ہوں آرزو ہے کہ یہی کیفیت میری بھی ہوتی (ریاض ج ۱ ص ۲۰۸۔ تاریخ الخلفاء ۵۹)

☆...... آپ نے فرمایا

میرے لئے یہ بات حد درجہ ناگوار تھی۔ خدا کی قسم بغیر کسی گناہ کے میری گردن اڑا دی جاتی، یہ بات میرے لئے بہت آسان تھی بہ نسبت اس کے میں ایک ایسی قوم کا امیر بنتا جس میں ابو بکر موجود ہوں

☆...... خبتہ بن محض راوی ہیں کہ

میں نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ سے کہا کہ "آپ ابو بکر سے بہتر ہیں؟" آپ نے فرمایا کہ "خدا کی

قسم ابوبکرؓ کی ایک رات اور ایک دن میری ساری زندگی سے بہتر ہے۔ کیا میں تم کو اس رات اور دن کا حال نہ بتادوں؟" میں نے عرض کیا "ہاں!" فرمانے لگے "رات تو وہ تھی کہ جب حضور علیہ مکہ سے نکلے تھے اور ابوبکرؓ آپ کے ساتھ تھے۔ تو کبھی ابوبکرؓ آگے ہوتے تو کبھی پیچھے، کبھی دائیں تو کبھی بائیں۔ حضور علیہ کے دریافت کرنے پر وجہ بتائی کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں کوئی دشمن آپ پر حملہ آور نہ ہو اور کہیں کوئی پیچھے سے تعاقب کرنے والا آپؐ کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اور چونکہ مجھے آپ کی بہت زیادہ فکر ہے۔ اس لئے کبھی آگے ہوتا ہوں تو کبھی پیچھے۔ کچھ رات چلنے کے بعد راستہ بند ہوگیا تو آپؓ نے حضور علیہ کو اپنے کاندھے پر اُٹھالیا حتیٰ کہ غار کے منہ پر پہنچے اور آپ علیہ کو کاندھے سے اُتارا اور عرض کیا کہ "یارسول اللہ! پہلے مجھے داخل ہونے دیجئے۔ کوئی گزند پہنچے تو پہلے میری جان کو پہنچے، "آپ محفوظ رہیں تو پھر آپ اندر گئے۔ اسے صاف کیا وہاں چند سوراخ نظر آئے تو اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کیا لیکن دو سوراخ بند ہونے سے رہ گئے جن میں آپ نے اپنے دونوں پیر لگادیئے پھر حضور علیہ کو اندر بلایا آپ اندر تشریف لائے اور ابوبکر کے زانو پر سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ (الخ)

☆...... امام محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ انہیں حضرت ابوبکر پر ترجیح دے رہے ہیں تو آپ نے فرمایا۔

> ابوبکر کی وہ ایک رات جو انہوں نے حضور علیہ کے ساتھ آپ کی خدمت کرتے گذاری بلحاظ قیمت وفضیلت میری اور میری تمام اولاد کی ساری زندگی سے بہتر ہے
>
> (تاریخ ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۸)

☆...... اور دن کا یہ عالم ہے کہ جب حضور علیہ کی وفات ہوئی اور بہت سے عرب مرتد ہوگئے۔ اور بعض زکوٰۃ وغیرہ کے منکر ہوگئے تو میں نے آپؓ کو مصالحانہ مشورہ دیا کہ یہ سختی کا وقت نہیں، اس وقت تالیف سے کام لیا جائے۔ حضرت عمرؓ کی اس بات پر آپؓ نہایت غصہ ہوئے اور

فرمایا: "اے عمر! تم جاہلیت کے زمانے میں تو بڑے سخت تھے مگر اسلام میں آکر ایسے نرم ہو گئے۔ یاد رکھو کہ حضور ﷺ کی وفات ہو چکی، وحی کا سلسلہ بند ہو چکا۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ وہ رسی بھی روک لیں گے جو حضور ﷺ کے زمانے میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔" پھر ہم نے بھی آپ کے ساتھ ہو کر ان لوگوں سے جنگ کی اور خدا کی قسم ابو بکرؓ کی رائے ہم میں سب سے اچھی تھی۔ یہ ابو بکرؓ کا دن ہے۔" (ازالۃ الخفاء)

آپ فرماتے تھے کہ یہ دن عمر کی آل واولاد کی زندگی سے بہتر ہے

والذی نفسی بیدہ لذلك الیوم خیر من آل عمر رواہ ابوعمرو العدنی (موسوعۃ آثار الصحابہ ج ۱ ص ۹۰)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں

سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب اچھا غلام دے کر حضرت بلال حبشیؓ کو آزاد کرایا اس وقت حضرت عمرؓ پر کیا کیفیت طاری ہوئی اسے آپ کے ان شعروں میں دیکھئے

ابوبکر حبا فی اللہ مالا واعتق من ذخائرہ بلالا

لقد واسی النبی بکل فضل واسرع فی اجابتہ بلالا

پہلے بلالا...... میں جو ایک کلمہ ہے اس سے مراد حضرت بلال ہیں اور دوسرے بلالا...... سے جو دو کلمے ہیں مراد بدوں لا کے ہیں۔ معنی اشعار کے یہ ہیں کہ ابو بکر نے اللہ کی راہ میں مال دیا اور اپنے ذخائر سے حضرت بلال کو آزاد کرا دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر مال کے ساتھ غم خواری اور ہمدردی کی اور بدوں انکار کے آپ کی اجابت میں جلدی فرمائی۔ حضرت عمر حضرت ابو بکر کی مدح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا (اسد الغابہ ج ۳ ص ۹۰) یعنی ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلال کو آزاد کیا (وعظ۔ السرور ص ۷۴)۔

☆...... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد

حضور ﷺ کے صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا جو مقام و مرتبہ ہے اس سے کون ناواقف ہوگا آپ حبر الامت کے لقب سے جانے گئے ہیں حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں ان کا یہ بیان دیکھئے جو انہوں نے حضور ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر کی استقامت کو دیکھتے ہوئے دیا تھا۔ آپ نے فرمایا

حضور اکرم ﷺ کے وصال پر ہم جس طرح کے حالات سے دوچار ہوئے تھے اس وقت اگر اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ ہم کو عطا فرما کر ہم پر احسان نہ فرماتے ہم ہلاک ہی ہو جاتے
(فتوح البلدان ص ۱۰۱ للبلاذری)

آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ

سب سے زیادہ صاحب فراست تین لوگ ہوئے ہیں (۱) حضرت ابو بکر کہ جب انہوں نے گہری نظر کی حضرت عمر میں اور ان کو خلیفہ بنایا...... (۲) وہ عورت (یعنی حضرت شعیب کی بیٹی) جس نے کہا تھا استاجرہ (یعنی اے ابا جان اس (حضرت موسیٰ) کو ملازم رکھ لیجئے سب سے اچھا ملازم جو آپ رکھیں گے وہ ہے جو قوی ہو اور امین بھی...... (۳) عزیز مصر جبکہ اس نے عورت سے کہا اکرمی مثواہ اس (یوسف) کو باعزت مقام دو۔ رواہ ابن ابی شیبہ (مستدرک ج ۳ ص ۹۰ ۔ صواعق محرقہ ص ۸۹ ازالہ ج ۳ ص ۱۲۲)

حضرت امام حاکم اس پر لکھتے ہیں اللہ ابن مسعود سے راضی ہو کہ انہوں نے ان تین کو کتنے خوبصورت انداز سے ایک جگہ جمع کیا ہے اور اس میں سر فہرست حضرت ابو بکر کو رکھا۔

فرضی اللہ عن ابن مسعود لقد أحسن فی الجمع بینهم بهذا ۔

الاسناد صحیح ووافقه الذهبی (منہاج السنۃ ج ۶ ص ۵۴)

☆...... حضرت امیر معاویہؓ کا بیان

حضرت امیر معاویہ حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی ہیں آپ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں فرماتے ہیں کہ
دنیا نے نہ تو حضرت ابوبکر کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کی اور نہ ابوبکر نے کبھی دنیا کی طرف کوئی دھیان دیا البتہ دنیا نے چاہا کہ حضرت عمر ان کی طرف توجہ کریں مگر انہوں نے بھی اس کو دھتکار دیا اور کوئی دھیان نہیں دیا

ان الدنیا لم ترد ابابکر ولم یردھا و ارادت ابن الخطاب فلم یردھا
(کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۲۰)

☆...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حضرت ابوبکر سے عقیدت

حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عمر فاروق کے فرزند ارجمند ہیں ان کا معمول تھا کہ جب سفر سے مدینہ منورہ واپس تشریف لاتے تو گھر جانے سے پہلے آپ مسجد نبوی آتے یہاں دوگانہ ادا فرماتے پھر حضور ﷺ کی قبر مبارک پر آتے آپ کو سلام کرتے پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو ہدیہ تسلیم پیش کرتے اپنے والد حضرت عمر کو مخاطب کر کے فرماتے کہ اگرچہ آپ میرے والد ہیں مگر میں حضرت ابوبکر کو پہلے سلام پیش کرلوں (ریاض ج ۱ ص ۲۱۱)
علامہ ابی جعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری اس پر لکھتے ہیں

ذکر اعتذار عبداللہ بن عمر فی تقدیمہ اباہ فی السلام علی ابی بکر تنبیھا علی افضلیتہ (ای افضلیتہ ابی بکر) (ایضا)

حضرت عبداللہ بن عمر کا اپنے والد کو پہلے سلام کرنے کے بجائے حضرت ابوبکر کی خدمت میں پہلے سلام پیش کرنا بتاتا ہے کہ آپ کے ہاں حضرت ابوبکر کا مقام اپنے والد محترم حضرت عمر فاروق سے بھی زیادہ تھا اور آپ ان سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے تھے اور یہ اسلئے تھا کہ حضور ﷺ کے حیات مبارک میں بھی آپ نے یہی منظر دیکھا تھا اور آپ ﷺ نے قولا وعملا اس جانب سب کو تعلیم وتنبیہ بھی فرمائی تھی

☆...... حضرت انسؓ کی شیخین کریمین کے ساتھ محبت

ایک مرتبہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ حضور قیامت کب آئے گی آپ نے فرمایا کہ تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے اس نے کہا کچھ نہیں ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ

﴿ أنت مع من احببت ﴾ بس تو قیامت کے دن انہی کے ساتھ ہوگا جن سے محبت رکھتا ہے

حضرت انس کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر ہم اتنا خوش ہوئے کہ ویسا خوش ہم کسی بات سے نہیں ہوئے پھر آپ نے فرمایا

فانا احب النبی ﷺ و ابابکر وعمر وارجوا ان اکون معھم بحبی ایاھم وان لم اعمل بمثل اعمالھم (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۱)

میں حضور ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے محبت رکھتا ہوں مجھے امید ہے کہ اس محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوں گا گو میں ان کے سے اعمال نہ کر سکا

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت انس کے دل میں حضور ﷺ کی محبت و عقیدت تو تھی ہی مگر آپ نے ان دونوں بزرگوں سے محبت کا اعلان فرما کر یہ واضح کر دیا ہے کہ ان دونوں کی محبت بھی دل میں ہونی ضروری ہے تاکہ قیامت کے دن ان کی معیت بھی نصیب ہو حضرت انس نے یہ بھی بتادیا کہ یہ دونوں بزرگ اس دن خدا کی رحمتوں اور برکتوں میں ہوں گے اس لئے ان کی معیت ایک مؤمن کے لئے ایک بڑا انعام ہوگا حضرت علامہ بدر الدین عینی جب اس حدیث پر آئے تو وہ پکار اٹھے کہ ہم بھی ان دونوں سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ کریم سے ان کے ساتھ رہنے کی دعا کرتے ہیں

ونحن ایضا نحبھم و نرجو ذلك من الله الکریم (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۹۸)

راقم الحروف محمد اقبال عفا اللہ عنہ یہاں اپنے اس عقیدے کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے کہ ان دونوں کی محبت اور عقیدت جزو ایمان ہے اور اس عقیدے پر استقامت اور خاتمہ کے لئے اللہ کے حضور دعا گو رہتا ہے اور اللہ کریم سے قیامت کے دن ان کے غلاموں میں جگہ پانے کی تہہ دل سے درخواست کرتا ہے۔

﴿ ونحن ایضا نحبھم و نرجو ذلك من الله الکریم ﴾

☆......حضرت عمرو بن العاصؓ کا بیان

حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ

خدا کی قسم ابو بکر اور عمر دونوں نے اس مال کو چھوڑ دیا تھا حالانکہ وہ ان کے لئے حلال تھا تو (کہا جائے گا کہ) دونوں کو فریب دیا گیا اور دونوں کی سمجھ ناقص تھی حالانکہ خدا کی قسم نہ وہ دونوں فریب خوردہ تھے اور نہ ناقص الرائے تھے اور واللہ اگر وہ

دونوں ایسے شخص ہوتے کہ ان پر حرام ہوتا اس مال میں سے لینا جو ان کے بعد ہمیں ملا تو ہم یقیناً ہلاک ہو گئے تھے خدا کی قسم کوتاہی جو کچھ بھی ہے ہماری طرف سے ہے
(رواہ ابن ابی شیبہ ۔ازالہ ج ۲ ص ۵۳۴)

☆...... سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان

شیخ الحدیث حضرت ابو ہریرہ نے ایک مرتبہ قسم کھا کر فرمایا کہ
اگر ابو بکر خلیفہ نہ بنائے جاتے تو اللہ کی عبادت نہ کی جاتی آپ نے تین مرتبہ یہی بات دہرائی تو کسی نے کہا کہ بس کیجئے اس پر آپ نے کہا کہ تم کو کیا معلوم۔ پھر آپ نے اسامہ کے لشکر اور ان کی روانہ ہونے کی تفصیل بیان فرمائی (صواعق محرقہ)
اس میں آپ نے بتایا کہ اگر اس نازک موقع پر حضرت ابو بکر صدیق پوری جرات کے ساتھ میدان عمل میں نہ آتے اور استقامت و استقلال کا مظاہرہ نہ فرماتے تو منافقین اور مرتدین اسلام کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیتے (نعوذ باللہ)

☆...... شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت کا خراج عقیدت

دربار نبوت کے خاص شاعر حضرت حسان بن ثابت آپ کے بارے میں فرماتے ہیں

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد   طاف العدو به اذ صعد الجبلا
وکان حب رسول اللہ قد علموا   من الخلائق لم یعدل له بدلا

(مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۱۱۴ ۔ ص ۱۵۰)

اور حضرت ابو بکر بلند غار (یعنی غار ثور) میں دو میں کے ایک ہیں حالانکہ جب (ان کا) دشمن پہاڑ پر چڑھا تو اس نے ان کا محاصرہ کرلیا تھا ......اور یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ حضرت ابو بکر تو حضرت رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں اور دنیا جہاں میں (انبیاء ورسل کو چھوڑ کر) ان کے برابر اور کوئی نہیں ہے۔

حضرت حسان نے یہ بات حضور ﷺ کے سامنے کہی اور حضور ﷺ اس پر نہ صرف یہ کہ بہت زیادہ خوشی کا اظہار فرمایا بلکہ فرمایا کہ اے حسان تو نے سچ بات کہی ہے وہ ایسے ہی ہیں جیسے تو نے ان کے بارے میں کہا ہے

فضحك رسول الله حتى بدت نواجذه ثم قال صدقت يا حسان هو كما قلت (صفوۃ الصفوۃ ج ا ص ۱۲۶ الابن جوزی (۵۹۷ھ)۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۲۴۵ تحت الاصابہ)

حضرت حسان بن ثابت کے حضرت ابو بکر صدیق کی مدح میں کہے گئے یہ اشعار کس نے نہیں پڑھے ہوں گے۔

اذا تذكرت شجوا من اخى ثقة　　فاذكر اخاك ابابكر بما فعلا

خير البرية اتقاها و اعدلها　　الا النبى واوفاها بما حملا

الثانى التالى المحمود مشهده　　واول الناس حقا صدق الرسلا

جب تجھے اپنے قابل اعتماد بھائی کا غم یاد آئے تو اپنے بھائی ابو بکر کو یاد کر لینا کہ اس نے (اسلام اور پیغمبر اسلام کے لئے) کیا اور کتنا کچھ کیا ہے وہ مخلوق میں بہتر سب سے زیادہ متقی اور سب سے عادل شخص تھا اور حضور ﷺ کے بارے میں جو ذمہ داری اس نے اٹھائی اسے سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر پورا کر دکھایا وہ ثانی اثنین اور آپ کے پیچھے پیچھے چلنے والا تھا اور رسول کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والا تھا

☆...... حضرت عمار بن یاسرؓ کا خراج عقیدت

حضرت عمار بن یاسر نے حضرت ابو بکر صدیق کو اس طرح خراج عقیدت پیش فرمایا ہے

جزی اللہ خیرا عن بلال وصحبہ عتیقا واخزی فاکھا وابا جھل
عشیۃ ھما فی بلال بسوءۃ ولم یحذرا مایحذر المرء ذوالعقل

اللہ تعالیٰ عتیق (یعنی حضرت ابو بکر) کو جزائے خیر دے بلال اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے اور رسوا کرے فاکہ اور ابو جہل کو جس دن کہ ان دونوں نے پکا ارادہ کر لیا تھا بلال کے بارے میں سخت ایذا رسانی کا اور دونوں نے اس چیز سے نہ بچنا چاہا جس سے ہر صاحب عقل بچا کرتا ہے (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۵۲۸)

☆......ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا تاثر

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ آپ کی چہیتی صاحبزادی ہیں جب سے ہوش سنبھالا اپنے والد محترم کو دینی کاموں میں ہی مصروف و مشغول دیکھا ہے حضرت ابو بکر کی زندگی کا بڑا حصہ ان کے سامنے گذرا ہے آپ ان حوادث کی گواہ ہیں جن سے آپ کے والد بزرگوار ہو کر گزرے تھے اور ان کو معلوم تھا کہ اس قسم کے حالات اچھے اچھوں کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں حضور ﷺ کے بعد کے حالات پر نظر کرتے ہوئے آپ فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میرے باپ پر ایسے حوادث و مصائب ٹوٹ پڑے کہ اگر بڑے بڑے مضبوط پہاڑوں بھی نازل ہوتے تو ان کو ریزہ ریزہ کر دیتے۔ (ریاض ج ا ص ۲۱۱)

مگر حضرت ابو بکر ان حالات میں بھی پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے اور کسی لمحے بھی یہ محسوس نہ ہونے دیا کہ ان کی ہمت جواب دے گئی ہے یا کہیں کمزوری آگئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن شفیقؒ نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ اُمت محمدیہؐ میں حضورِ انور ﷺ کو کون سے بزرگ زیادہ عزیز تھے؟ آپ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ اور اُن کے بعد حضرت عمرؓ بن الخطاب۔ (ازالۃ ج ۳ ص ۷۰)

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ ائمہ اہل بیت کرام کی نظر میں

آیئے اب ہم سیدنا حضرت علی مرتضیٰؓ اور دیگر ائمہ اہل بیت کے بیانات پڑھیں اور دیکھیں کہ یہ گرامی قدر حضرات سیدنا حضرت ابو بکر صدیق سے کتنی محبت فرماتے تھے اور ان کے دلوں میں آپ کی کس قدر عقیدت اور عزت تھی

☆...... سیدنا حضرت ابو بکر صدیق سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کی نگاہ میں

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ حضور اکرم ﷺ کے داماد ہیں آپ نے جب سے حضور ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اس دن سے یہی دیکھا کہ حضرت ابو بکر صدیق حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ ہیں حضور ﷺ کو حضرت ابو بکر سے کتنی محبت ہے اور حضرت ابو بکر کے دل میں آپ کی کس قدر عظمت وعقیدت ہے اور آپ اسلام اور پیغمبر اسلام پر اپنے آپ کو کس قدر فداء کئے ہوئے ہیں پھر حضور ﷺ جب اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو اس دین کو حضرت ابو بکر نے کس طرح

سنبھالا اور اس کی چاروں طرف سے کس قوت سے حفاظت کی تھی اور دو سال کی قلیل مدت میں اسلام کو کس قدر طاقت ور بنا دیا اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کیا تھا

جب حضرت علی مرتضٰی کو اس بات کی خبر ملی کہ حضرت ابو بکر صدیق کا انتقال ہو گیا ہے تو آپ تڑپ اٹھے انا للہ پڑھتے ہوئے گھر سے باہر نکل آئے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آپ کی زبان پر یہ الفاظ آئے ﴿ اليوم انقطعت خلافة النبوة ﴾ آج خلافت نبوت کا خاتمہ ہو گیا (کنز العمال ج ۱۲ ص ۳۴۳)

جس مکان میں حضرت ابو بکرؓ کا جسد مبارک رکھا ہوا تھا آپ اس کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور غم و دکھ سے بھرے دل سے حضرت ابو بکر صدیق کی محبت و عقیدت سے بھرپور خطبہ ارشاد فرمایا جو اپنی جگہ فصاحت و بلاغت کے بے مثل نمونہ ہونے کے علاوہ حضرت صدیق اکبر کی حیات طیبہ کا نہایت حسین و جمیل اور ایمان افروز مرقع بھی ہے۔ یہ صرف الفاظ کا جادو نہیں تھا اور نہ ہی زبانی جمع خرچ تھا آپ دل کی سچائی اور محبت کی گہرائی کے ساتھ یہ بات فرما رہے تھے اور سننے والوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو آپ کے اس محبت بھرے بیان سے اختلاف کرتا۔ ہم یہاں اس کا اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں جو حضرات عربی میں یہ خطبہ ملاحظہ کرنا چاہیں وہ اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علی مرتضٰی نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا

"اے ابو بکرؓ! خدا تم پر رحم کرے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب، مونس، راحت، معتمد، اور ان کے محرم راز و مشیر تھے تم سب سے پہلے اسلام لائے ...... تم سب سے زیادہ مخلص مومن تھے ...... تمہارا یقین سب سے زیادہ مضبوط تھا ...... تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والے اور ...... دین کے معاملے میں سب سے زیادہ تکالیف اٹھانے والے تھے ...... تم حضور ﷺ کی خدمت میں سب

سے زیادہ حاضر باش...... اسلام پر سب سے زیادہ مہربان ...... حضور ﷺ کے ساتھیوں کے لئے سب سے زیادہ بابرکت...... رفاقت میں سب سے بہتر...... مناقب وفضائل میں سب سے بڑھ چڑھ کر...... پیش قدمیوں میں سب سے افضل و برتر تھے...... تم درجے میں سب سے اونچے...... اور وسیلے کے لحاظ سے حضورؐ سے سب سے زیادہ قریب...... سیرت میں حضور ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے ...... تم عادت میں مہربانی اور فضل میں صحابہ میں سب سے زیادہ بلند مرتبے والے...... اور حضورؐ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم اور معتمد تھے۔...... پس اللہ تعالیٰ تمہیں اسلام اور اپنے رسولؐ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ تم حضورؐ کے لئے بمنزلہ چشم و گوش تھے...... تم نے حضورؐ کی تصدیق اس وقت کی جب لوگوں نے تکذیب کی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں تم کو "صدیق" کہا والذی جاء بالصدق و صدق به (سچائی لانے والے محمدؐ ہیں اور ان کی تصدیق کرنے والے ہیں ابوبکرؓ) تم نے حضورؐ کے ساتھ اس وقت غم خواری کی جب لوگوں نے بخل کیا، تم سخت تر حالات میں حضورؐ کے ساتھ اس وقت بھی جم کر کھڑے رہے جب لوگ آپؐ سے بچھڑ گئے۔ تم نے سختیوں میں بھی حضورؐ کے ساتھ حق صحبت حسن و خوبی کے ساتھ ادا کیا تم ثانی اثنین (دو میں کا دوسرا) اور رفیق غار (ثور) تھے تم پر سکون نازل ہوا تھا تم ہجرت میں حضور کے رفیق تھے اللہ کے دین اور امت رسولؐ کے تم ایسے خلیفہ تھے جس نے اس وقت خلافت کا حق ادا کیا جب لوگ مرتد ہو گئے تم نے خلافت کا ایسا حق ادا کیا جو کسی پیغمبر کے خلیفہ سے نہ ہو سکا تم نے اس وقت مستعدی دکھائی جب تمہارے ساتھی سست ہو گئے تھے تم نے اس وقت جنگ کی جب وہ عاجز ہو گئے تھے...... جب وہ کمزور ہو گئے تھے تو تم قوی رہے تم

نے منہاج رسول کو اس وقت تھاما جب لوگ پست ہو گئے۔ تم نزاع و تفرقہ کے بغیر برحق خلیفہ تھے اگرچہ اس سے منافقوں کو غصہ، کفار کو رنج، حاسدوں کو کراہت او رباغیوں کو غیظ تھا تم امر حق پر قائم رہے جب لوگ بزدل ہو گئے اور تم ثابت رہے جب وہ ڈگمگا گئے تم اللہ کے نور کو لئے ہوئے بڑھتے رہے جب لوگ ٹھہر گئے انہوں نے تمہاری پیروی کی اور ہدایت پائی۔ تمہاری آواز ان سب سے زیادہ پست مگر تمہارا رتبہ ان سب سے بلند تھا، تمہارا کلام سب سے زیادہ سنجیدہ تھا اور تمہارا عمل سب سے زیادہ صحیح تھا۔ تم سب سے زیادہ خاموش تھے۔ تمہارا قول سب سے زیادہ بلاغت والا، تم سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ معاملہ فہم اور عمل کے لحاظ سے سب سے زیادہ تھے خدا کی قسم تم دین کے سردار تھے، جب لوگ دین سے ہٹتے تو تم ان کے آگے آئے اور جب وہ دین کی طرف آئے تو تم ان کے پیچھے تھے۔ تم مومنوں کے لئے باپ تھے یہاں تک کہ وہ تمہاری اولاد بن گئے جب بھاری بوجھوں کو وہ اٹھا نہ سکتے تھے تم نے ان کو اٹھایا جس چیز کو انہوں نے چھوڑ دیا تھا تم نے ان کو اس کی یاد دلائی اور جو چیز انہوں نے ضائع کر دی تم نے اس کی حفاظت کی جس کو وہ نہیں جانتے تھے تم نے وہ چیز ان کو سکھائی جب وہ عاجز و درماندہ ہوئے تو تم نے ان کی ہمت بندھائی (بہادری دکھائی) جب وہ گھبرائے تو تم ثابت قدم رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی ہدایت کے لئے تمہاری طرف رجوع ہوئے اور کامیاب ہوئے اور جو ان کے گمان میں بھی نہیں تھی ان کو وہ چیز مل گئی تم کفار کے لئے عذاب کی بارش بن کر آئے اور مومنوں کے لئے رحمت، انس اور پناہ تھے، تم نے اوصاف و کمالات کی فضا پیدا کی، تم نے ان کا عطیہ پایا اور فضیلتیں حاصل کر لیں۔ تمہاری ہمت کو شکست نہیں ہوئی تمہاری بصیرت کمزور نہیں ہوئی۔ تمہارا نفس بزدل نہیں ہوا تمہارا دل کج نہیں ہوا

اور منحرف نہیں ہوا تم اس پہاڑ کی مانند تھے جس کو آندھیاں ہلا نہیں سکتیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم رفاقت اور مالی اعتبار سے سب سے زیادہ احسان کرنے والے تھے اور بقول حضورؐ تم جسم کے لحاظ سے گو کمزور تھے لیکن اللہ کے معاملے میں قوی تھے اور اپنی ذات میں متواضع تھے اللہ کے نزدیک باعظمت اور لوگوں کی نظروں میں بزرگ تھے تمہاری نسبت نہ کوئی دھوکے میں تھا نہ کوئی حرف گیری کر سکتا تھا تم سے نہ کوئی (غلط) طمع رکھ سکتا تھا، نہ تم کسی کی رعایت کرتے تھے ضعیف اور پست آدمی تمہارے نزدیک قوی تھا، تم اس کو حق دلاتے تھے اور قوی تمہارے نزدیک ضعیف وذلیل تھا تم اس سے حق لیتے تھے۔ دور و نزدیک دونوں قسم کے آدمی تمہاری نگاہ میں یکساں تھے جو اللہ کا سب سے زیادہ مطیع اور متقی ہوتا وہی تمہارا سب سے زیادہ مقرب تھا، تمہاری شان حق، صدق اور نرمی تھی۔ تمہارا قول حکم قطعی اور تمہارا معاملہ بردباری اور دور اندیشی تھا اور تمہاری رائے علم و عزم تھا تم نے فساد کا قلع قمع کر دیا اور راستہ ہموار ہو گیا مشکل آسان ہو گئی آگ بجھ گئی اور دین معتدل ہو گیا ایمان قوی ہو گیا اسلام اور مسلمان مضبوط ہو گئے، اللہ کا امر غالب ہو گیا اگرچہ کفار کو ناگوار ہوا۔ تم نے سخت سبقت کی اور اپنے بعد والوں کو تھکا دیا تم خیر سے کامیاب ہوئے تم اس سے بالاتر ہو کہ تم پر ماتم کیا جائے تمہارا مرثیہ آسمانوں میں پڑھا جا رہا ہے اور تمہاری مصیبت تمام دنیا میں ظاہر ہے فانا اللہ و انا الیہ راجعون ۔ ہم اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں اور اپنا معاملہ اسی کو سونپتے ہیں خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تمہاری موت جیسا کوئی حادثہ مسلمانوں پر کبھی نہیں ہوا۔ تم دین کی عزت، جائے پناہ اور حفاظت گاہ تھے۔ مومنوں کے لئے (تنہا) ایک گروہ، قلعہ اور دارالامن تھے۔ منافقوں کے واسطے سختی اور غضب تھے پس اللہ تم کو تمہارے نبیؐ

سے ملادے اور ہم کو تمہارے بعد تمہارے اجر سے محروم وگمراہ نہ کرے"
جب تک سیدنا حضرت علیؓ مرتضٰی یہ بیان دیتے رہے اور آپ کی مدح ومنقبت کرتے رہے وہاں موجود سب حاضرین خاموش سنتے رہے جونہی آپ کا بیان پورا ہوا تو سب کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں سب نے بیک آواز کہا

صدقت یا ختن رسول الله ﷺ (ریاض النضرة ج۱ص ۲۶۴)

"ہاں بے شک اے رسول اللہؐ کے داماد آپ نے سچ فرمایا۔"

علامہ زمخشری نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی مرتضٰی نے حضرت ابو بکر صدیق کی نعش مبارک کی جانب نگاہ ڈالی تو یہ بھی فرمایا

کنت والله یعسوبا اولا حین نفر الناس عنه وآخرا حین فیلوا ......
کنت کالجبل لاتحرکه العواصف ولاتزیله القواصف (الفائق ج۱ص ۲۸۴)

اللہ کی قسم آپ دین کے لئے ابتدائی مراحل میں سبقت کرنے والے اور پیشرو تھے جس دور میں لوگ دین سے متنفر تھے اور آخری دور میں بھی آپ پیش قدم رہے جبکہ لوگ کمزور اور بزدل ہورہے تھے آپ دین کے معاملات میں اس پہاڑ کی طرح مضبوط رہے جس کو سخت ہوائیں بھی متحرک نہ کرسکیں اور توڑ ڈالنے والی آندھیاں اپنی جگہ سے ہلا نہ سکیں ۔

☆......جب حضرت عمر فاروق کے بعد سیدنا حضرت عثمان غنی کی بیعت ہوگئی تو حضرت علی مرتضٰی وہاں موجود تھے آپ نے مہاجرین اور انصار کے اجتماع سے خطاب فرمایا جس میں پھر ایک مرتبہ آپ نے کھلے عام حضرت ابو بکر صدیق کو خراج عقیدت پیش فرمایا اس خطبہ میں آپ نے پہلے اللہ کی حمد وثناء کی اور حضور اکرم ﷺ کی شان وعظمت بیان فرما کر کہا کہ

حضور علیہ السلام کے بعد حضرت ابو بکر نے حضور علیہ السلام کی جگہ سنبھالی یہ حضرت ابو بکر تھے جنہوں نے فتنہ کے وقت بہترین کردار ادا فرمایا...... یہ آپ ہیں جن کے ہاتھوں اللہ نے اپنے نبی کے طریقہ کو زندہ کیا آپ نے کھل کر فرمایا تھا کہ اگر کسی نے اس باب میں ذرہ بھر بھی کوتاہی کی تو میں ان سے اللہ کے لئے لڑوں گا ہم نے حضرت ابو بکر کی بات سنی اور ان کی بات مان کر ان کے ساتھ چلے تھے یہاں تک کہ آپ دنیا سے چلے گئے سو میں ان کی مدح کیوں نہ بیان کروں حضرت ابو بکر تو ثانی اثنین تھے ان کی بیٹی حضرت اسماء ذات النطاقین تھی اللہ کے رسول نے باپ اور بیٹی سے بہت آرام پایا ہے میں حضرت ابو بکر کی مدح کیوں نہ کروں آپ نے ان سات مردوں اور عورتوں کو جو اللہ کے لئے کافروں کے ہاتھوں ستائے جا رہے تھے اپنے مال سے خرید کر آزاد فرمایا حضرت بلال بھی انہی میں سے ایک ہیں آپ نے اپنے مال سے حضور علیہ السلام کی بہت خدمت کی ہے۔ حافظ ابو القاسم ابن عساکر (۵۷۱ھ) نقل کرتے ہیں

فقام مقامه ابوبكر الصديق فوالله يا معشر المهاجرين مارايت خليفة احسن اخذا بقائم السيف يوم الردة من ابى بكر الصديق يومئذ قام مقاما احى الله به سنة النبى صلى الله عليه وسلم فقال والله لو منعونى عقالا لاجاهدنهم فى الله فسمعت واطعت لابى بكر وعلمت ان ذلك خير لى خرج من الدنيا خميصا وكيف لااقول هذا فى ابى بكر وابوبكر ثانى اثنين وكانت ابنته ذات النطاقين يعنى اسماء تنطلق بعباءة له وتخالف بين راسها وما معها يعنى رغيفين فى نطاقها فتروح بهما الى محمد صلى الله عليه وسلم وكيف لااقول هذا وقد اشترى سبعة ثلاثة نسوة واربعة رجال كلهم اوذى فى الله وفى رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان بلال منهم وتجهز رسول الله صلى الله عليه وسلم بماله ومعه يومئذ اربعون

الفا فدفعها الی رسول الله ﷺ فهاجر بها الی طیبة (رواہ ابن عساکر۔ موسوعۃ آثار الصحابۃ ج ۱ ص ۹۲)

☆......ایک مرتبہ کسی نے آپ سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا

یہ دونوں بزرگ ستر آدمیوں کے اس وفد میں شامل ہیں جو قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہو کر اللہ کے دربار میں پہنچے گا ان دونوں حضرات کو (عالم ارواح میں) حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ سے طلب کیا تھا لیکن یہ نبی کریم ﷺ کو عطا کئے گئے (کنز العمال ج ۱۳ ص ۶۔ رحماء بینھم ج ۱ ص ۳۰۷)

☆......ایک مرتبہ آپ نے فرمایا

حضرت ابو بکر مجھ سے چار باتوں میں فضیلت لے گئے ہیں (۱) نماز کی امامت اور قوم کی پیشوائی میں (کہ حضور ﷺ نے اپنی جگہ پر انہیں نماز کی امامت کے لئے فرمایا) (۲) ہجرت کرنے میں (۳) غار ثور کی رفاقت نبوی میں (۴) اسلام کے اظہار اور اس کی اشاعت میں (ریاض ج ۱ ص ۹۰۔ مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۱۱۶ کنز العمال ج ۶ ص ۳۱۸)

☆......آپ فرماتے ہیں کہ

والذی نفسی بیده ما استبقنا الی خیر قط الا سبقنا الیه ابوبکر(ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۵۶)

قسم ہے خدا کی میں نے جب کسی نیک کام میں ابو بکر پر سبقت لے جانے کا ارادہ کیا تو ناکام ہی رہا اور وہی مجھ سے اس میں سبقت لے گئے (ابو یعلی۔ تاریخ الخلفاء ص ۵۹ ۔ ازالۃ ج ۱ ص ۲۳۸)

☆......آپ فرماتے ہیں

خیر الناس بعد رسول الله ﷺ ابوبکر وعمر لایجتمع حبي وبغض ابوبکر وعمر فی قلب مؤمن (تاریخ الخلفاء ص۵۹) ولایجتمع بغضی وحب ابی بکر وعمر فی قلب مؤمن (کنز العمال ج ۱۳ ص ۱۱)

حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر و عمرؓ افضل ہیں، میری محبت اور ان دو نوں صاحبوں کا بغض کسی مؤمن کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے ...... اور کسی مومن کے دل میں میری لئے نفرت اور ابوبکر و عمر کے لئے محبت جمع نہیں ہو سکتی۔۔

جب حضرت عمر فاروق کی غسل دینے کے لئے چارپائی پر رکھا جارہا تھا تو حضرت علی مرتضیٰ وہاں موجود تھے آپ نے اس وقت حضرت عمر فاروق کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے میں یہی امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا اور یہ اسلئے کہ میں بکثرت رسول اللہ ﷺ سے سنتا رہا ہوں کہ آپ فرماتے جئت انا وابوبکر وعمر یعنی میں آیا اور ابوبکر اور عمر۔۔ اور میں داخل ہوا اور ابوبکر و عمر۔۔ اور میں نکلا اور ابوبکر و عمر تو میں اسی کی پوری امید رکھتا تھا اور قوی گمان کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان دونوں کے ساتھ رکھے گا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۹)

☆...... ایک مرتبہ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے سب سے بہترین حال میں انتقال فرمایا ہے اور آپ کی مدح و شان بیان کرنے کے بعد پھر فرمایا۔

حضور ﷺ کے بعد ابوبکر خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے حضور ﷺ کے عمل اور آپ کی سنت کے مطابق کام کئے پھر حضرت ابوبکر نے وفات پائی جیسی بہترین حالت پر کسی کی وفات ہوتی ہے اور وہ اس نبی کی امت میں سب سے افضل تھے پھر حضرت عمر خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے ان دونوں کے عمل اور ان کی سنت کے

مطابق کام کئے پھر انہوں نے وفات پائی جیسی بہترین حالت پر کسی کی وفات ہوتی ہے اور وہ اس امت کے نبی اور ابو بکر کے بعد سب سے افضل تھے (رواہ ابن ابی شیبہ فی المصنف (ازالۃ ص ۱۳۵)

☆...... حضرت موسیٰ بن شداد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ حضرت ابو بکر ہم سب سے افضل ہیں ﴿ أفضلنا أبوبكر ﴾ (ریاض ج ۱ ص ۱۳۸)

حضرت علی مرتضیٰ قرآن کریم کی آیت ﴿وسيجزى الله الشاكرين ﴾ (یعنی اللہ عنقریب شاکرین کو بدلہ دے گا) کی تفسیر میں آپ نے فرمایا﴿ الثابتين ﴾ یعنی جو لوگ اپنے دین میں ثابت قدم رہتے ہیں﴿ ابابكر وعمر﴾ حضرت علی کہا کرتے تھے کہ ابو بکر تو امیر الشاکرین ہیں ﴿ فكان على يقول أمير الشاكرين ﴾ (ازالۃ ج ۲ ص ۳۳)

☆...... ہمدانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰ سے کہا کہ اے ابو الحسن حضور ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہے آپ نے فرمایا کہ ہمیں الحمد للہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ابو بکر ابن ابی قحافہ ہیں میں نے پوچھا کہ ان کے بعد کون ہیں آپ نے فرمایا ہمیں الحمد للہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان کے بعد عمر بن الخطاب ہیں (کنز العمال ج ۱۳ ص ۱۱)

☆...... حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ

جو شخص مجھے ابو بکر اور عمر پر فضیلت دے گا (وہ مفتری ہے) میں اس کو مفتری کی حد (یعنی ۸۰ کوڑے) ماروں گا (استیعاب لابن عبد البرج ۲ ص ۲۵۳)

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں اس پر حد زنا لگاؤں گا (اسی کوڑے کی سزا دوں گا)

لو أتيت برجل يفضلنى على أبى بكر وعمر لعاقبته مثل حد الزانى (کنز العمال ج ۱۳ ص ۱۳)

☆...... ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میں کیا ہوں میں تو حضرت ابو بکر کی نیکیوں میں سے ایک

نیکی کی طرح ہوں حسنة من حسنات ابی بکر (کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۲۴)

☆......ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ
کیا میں تمہیں وہ آدمی نہ بتاؤں جو اس امت میں نبی کے بعد سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اس پر کسی نے کہا ہاں اے امیر المؤمنین ضرور بتایئے حضرت علی نے فرمایا کہ وہ ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں (ازالۃ ج ۱ ص ۲۶۲)

☆......ایک مرتبہ کسی نے حضرت علی سے کہا کہ ہم آپ کو خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ

اللهم أصلحنا بما أصلحت به الخلفاء الراشدين المهديين

اے اللہ ہماری اس طرح اصلاح فرما جیسے تو نے خلفائے راشدین کی اصلاح فرمائی تھی۔
آپ بتایئے یہ کون لوگ ہیں؟ اس پر آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا

هم حبيباى ابوبكر وعمر اماما الهدى وشيخنا الاسلام ورجلا قريش المقتدى بهما بعد رسول الله ﷺ من اقتدى بهما عصم ومن اتبع آثارهما هدى الى الصراط المستقئم ومن تمسك بهما فهو من حزب الله (صواعق محرقہ ص ۲۰۱ کنز العمال ج ۱۳ ص ۶)

وہ میرے محبوب ابوبکر اور عمر ہیں جو امام ہدایت شیخ الاسلام اور قریشی ہیں حضور ﷺ کے بعد ان کی اقتداء کرنے والا بچایا جائے گا اور جو ان کے آثار کی پیروی کرے گا صراط مستقیم کی طرف ہدایت پائے گا اور جو ان سے تمسک کرے گا وہ خدائی گروہ میں سے ہوگا

شیر خدا سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کے بیانات آپ کے سامنے ہیں اندازہ کیجئے کہ آپ کے دل میں حضرت ابوبکر صدیق کی کتنی عظمت اور وقعت تھی آپ انہیں کس قدر چاہتے تھے اور ان سے محبت وعقیدت رکھتے تھے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کے ایمان ویقین اور عمل واخلاص اور

اللہ ورسول کے لئے جانی ومالی قربانی دینے اور اہل اسلام کی پر خلوص اور انتھک خدمات انجام دینے پر آپ کو جس زبردست اور شاندار لفظوں میں خراج عقیدت پیش فرمایا ہے وہ ان لوگوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے جو اپنے دلوں میں حضرت ابوبکر صدیق کے متعلق بوجھ رکھے ہوئے ہیں اور بزعم خود یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ بھی اپنے دل میں اسی قسم کا بوجھ لئے ہوئے تھے کاش کہ یہ لوگ حضرت علی مرتضیٰ کے مذکورہ بیانات پڑھیں اور اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرکے آخرت کی بربادی سے اپنے آپ کو بچائیں۔ پھر عقیدت ومحبت کا یہ اظہار صرف حضرت علی مرتضیٰ ہی نہیں فرماتے بلکہ آپ کا پورا خاندان اور آپ کی آل واولاد بھی حضرت ابوبکر صدیق کے حق میں ہمیشہ ہی کلمہ خیر کہتے رہے اور ان کی ایمانی عظمت بیان کرکے ان کے ساتھ عقیدت کا دم بھرتے رہے اور ببانگ دہل ان کی فضیلت وافضلیت کا اعلان فرماتے رہے ہیں آیئے ہم ان ائمہ اہل بیت ہدی کے بیانات سے بھی اپنے دلوں کو منور کرتے جائیں سب سے پہلے آپ کے فرزند ارجمند نواسہ رسول سیدنا حضرت امام حسن کا بیان دیکھیں آپ نے یہ بیان اپنے والد گرامی حضرت علی مرتضیٰ کے سامنے اور برسرعام دیا ہے۔

☆...... سیدنا صدیق اکبرؓ حضرت امام حسن بن علیؓ کی نظر میں

سیدنا حضرت حسن بن علیؓ نے کوفہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

لوگو میں نے آج رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے کہ میں نے اللہ تعالی کو عرش پر دیکھا پھر دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور عرش کے ایک پایہ کے پاس کھڑے ہوگئے پھر ابوبکر آئے اور انہوں نے اپنا ہاتھ رسول اللہ کے شانہ مبارک پر رکھ لیا............ مجمع میں سے کسی نے حضرت علی سے کہا کہ کیا آپ نہیں دیکھتے

کہ حسن کیا کہہ رہے ہیں علی مرتضٰی نے فرمایا کہ جو کچھ انہوں نے دیکھا ہے وہی بیان کر رہے ہیں (ابو یعلی۔ ازالۃ ج ا ص ۴۰۰)

☆...... حضرت امام محمد بن حنفیہ (۸۱ھ) کی شہادت

حضرت علی مرتضٰی کے بیٹے حضرت امام محمد بن حنفیہ (۸۱ھ) فرماتے ہیں

کان افضلھم اسلاما حین اسلم حتی لحق ربہ (صواعق محرقہ ص ۵۳)

حضرت ابو بکر نے جس دن سے اسلام قبول کیا ہے اس دن سے لے کر اپنے یوم وفات تک وہ اسلام میں سب سے افضل تھے

آپ کے بیٹے حسین بن محمد کہتے ہیں کہ آپ نے کوفہ والوں کو مخاطب کر کے فرمایا

اتقوا اللہ عزوجل ولاتقولوا لابی بکر وعمر مالیسا لہ باھل ان ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ کان مع رسول اللہ فی الغار ثانی اثنین وان عمر اعزاللہ بہ الدین (صواعق ص ۵۵)

اے کوفہ والو۔ اللہ سے ڈرو اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے بارے میں (غلط) زبان کھولنے سے اجتناب کرو حضرت ابو بکر حضور ﷺ کے یار غار اور ثانی اثنین ہیں اور حضرت عمر کے ذریعہ تو اللہ نے دین کو عزت دی ہے

☆...... حضرت امام زین العابدین (۱۲۱ھ) کا اظہار عقیدت و محبت

ایک مرتبہ ایک آدمی امام زین العابدین (۱۲۱ھ) کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ حضرت ابو بکر اور

حضرت عمر کو حضور ﷺ کا کس قدر تقرب حاصل تھا آپ نے فرمایا کہ جس قدر اب ہے (یعنی روضہ اقدس کو دیکھ لو سب سے زیادہ قریب ہیں)

ماکان منزلة ابی بکر وعمر من النبی ﷺ فقال منزلتهما الساعة (مسند احمد ج۴ ص ۷۰ تہذیب ج ۷ ۳۰۶ ۔ ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۵۲۳)

(نوٹ) ہارون رشید نے حضرت امام مالک سے جب اسی طرح کا سوال کیا تو آپ نے بھی یہی جواب دیا تھا محدث شہیر حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں

وقد روی عن مالك بن انس وقد سأله الرشيد كيف كانت منزلة ابی بكر وعمر ومن رسول الله ﷺ فی حياته؟قال كقرب قبريهما من قبره بعد وفاته قال شفيتنى يامالك (مرقات ج ۱۱ ص ۳۱۹)

ترتیب خلافت بھی ہے یہی　　ترتیب فضیلت بھی ہے یہی
لگتی ہے یہی ترتیب بھلی　　ابوبکر و عمر...... عثمان و علی

☆...... ایک شخص حضرت امام زین العابدین کے آیا اور اس نے کہا کہ مجھے ابوبکر کے بارے میں کچھ بتائیں آپ نے اس سے پوچھا کہ ابوبکر صدیق کے بارے میں؟ وہ کہنے لگا کہ کیا آپ بھی انہیں صدیق کے نام سے یاد کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ

ثكلتك امك قد سماه صديقا رسول الله ﷺ والمهاجرون والانصار ومن لم يسمه صديقا فلا صدق الله عزوجل قوله فى الدنيا والاخرة اذهب فأحب ابابكر وعمر رضى الله عنهما (صواعق محرقہ ص ۵۲)

تیری بربادی ہو حضور ﷺ مہاجرین اور انصار نے ان کا نام صدیق رکھا ہے اور جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ اسے دنیا آخرت میں سچا نہ کرے چل یہاں سے اٹھ جا اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق سے محبت رکھا کر

☆...... حضرت عبداللہ بن حسن بن علیؓ کا بیان

ایک مرتبہ کسی نے حضرت علی کے پڑپوتے حضرت عبداللہ بن حسن سے حضرت ابو بکر و عمر کے بارے میں آپ کی رائے معلوم کرنی چاہی آپ نے فرمایا کہ میں ان دونوں کو سب سے افضل سمجھتا ہوں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتا ہوں کسی نے ان سے کہا کہ آپ یہ بات شاید تقیہ سے کہہ رہے ہیں (اوپر اوپر سے کہہ رہے ہیں اندر سے نہیں) اس پر آپ نے فرمایا

لانالتنی شفاعة محمد ﷺ ان کنت اقول خلاف مافی نفسی

مجھے حضور ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں اپنے دل کے خلاف کہتا ہوں (یعنی یہ بات دل سے کہتا ہوں۔)

ایک مرتبہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا

صلی الله علیهما وسلم ولاصلی من لم یصل علیهما

اللہ تعالیٰ ان دونوں پر بے شمار رحمتیں اور سلامتی اتارے اور جو شخص ان دونوں کے لئے طلب رحمت نہ کرے اس پر اللہ رحم نہ کرے (ازالۃ ج ا ص ۴۰۲)

آپ کا ارشاد ہے

والله لایقبل الله عزوجل توبة عبد تبرأ من ابی بکر وعمر وانهما لیعرضان علی قلبی فادعوالله عزوجل لهما أتقرب به الی الله عزوجل (صواعق محرقہ ص ۵۶)

اللہ کی قسم جو شخص حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے بیزاری کا اظہار کرے گا اللہ اس کی توبہ قبول نہ فرمائے گا وہ دونوں تو میرے دل میں رہتے ہیں اور میں ان دونوں کے لئے اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے ان کا قرب نصیب ہو جائے

☆...... حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؓ کا بیان

حضرت علی مرتضٰی کے بھتیجے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں

ولینا ابوبکر فکان خیر خلیفة الله وارحمه بنا واحناه علینا (ازالۃ ج ۲ص مستدرک حاکم ج ۴ص ۸۴۔ صواعق ص ۵۴)

حضرت ابو بکر صدیق ہم پر والی اور امیر ہوئے پس وہ کتنے اچھے خلیفہ تھے اور ہم نے آپ کو بہت زیادہ رحم اور مہربانی کرنے والا اور بہت شفقت کرنے والا پایا

☆...... حضرت امام محمد باقرؒ کا عقیدت و محبت بھرا بیان

حضرت امام باقر (۱۱۷ھ) سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس نے حضرت ابو بکر و عمر کی فضیلت کو نہ جانا وہ سنت سے جاہل رہا...... ان سے جب ان دونوں کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا

والله انی لاتولاهما واستغفرلهما فماریت احدا من اهل بیتی الا وهو یتولاهما (صواعق محرقہ ص ۵۴۔ ازالۃ ج ۱ص ۲۰۵)

میں ان سے محبت رکھتا ہوں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں اور میں نے اپنے گھر میں سب کو دیکھا کہ ان سے محبت کرتے تھے (یعنی سب اہلبیت کے ہاں آپ عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور سب لوگ ان سے محبت کرتے ہیں)

آپ نے فرمایا کہ

اجمع بنو فاطمة رضی الله عنهم علی ان یقولوا فی الشیخین

احسن مایکون من القول (صواعق محرقہ ص ۵۲)

ہمارے گھرانے کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ لوگ حضرات شیخین کے بارے میں اچھی سی اچھی بات کہیں گے (کوئی غلط بات وہ ہرگز کبھی نہیں کہیں گے اور نہ کوئی برے الفاظ ان کے بارے میں استعمال کریں گے)

حضرت امام باقر سے ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا گیا جو حضرت ابو بکر و حضرت عمر کو معاذ اللہ برا کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا

أولئك المراق کہ وہ لوگ بے دین ہیں۔۔ (ازالۃ ج ا ص ۴۰۶)

آپ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ

من شك فيهما فقد شك فى السنة (صواعق ص ۵۴)

جس نے ان دونوں کی افضلیت میں شک کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے سنت (رسول کی حقیقت) میں شک کیا ...... فرمایا کہ ان کا بغض نفاق کی علامت ہے (ازالۃ ج ا ص ۴۰۶)

آپ فرماتے ہیں

من لم يعرف فضل ابى بكر وعمر فقد جهل السنة (صواعق ص ۵۶)

جس نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی فضیلت کو نہ جانا وہ سنت سے بے گانہ اور لاعلم ہے

آپ سے کثیر نے پوچھا کہ کیا حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے آپ کی کچھ حق تلفی کی ہے آپ نے فرمایا کہ

ومنزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا ماظلمانا من حقنا مايزن حبة خردلة قال قلت افاتولاهما جعلنى الله فداك قال نعم يا

کثیر تولهما فی الدنیا والاخرة (صواعق ص ۵۴)

اس ذات کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے نذیر ہو انہوں نے ایک رائے کے دانے کے برابر بھی ہماری حق تلفی نہیں کی۔ کثیر نے پوچھا کہ میں آپ پر قربان جاؤں کیا میں ان سے دوستی رکھوں فرمایا ہاں اے کثیر دنیا اور آخرت میں ان سے دوستی رکھ۔

حضرت امام محمد بن علی فرماتے ہیں

میں نے ایک دفعہ والدِ ماجد سے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ اور ان کے بعد عمرؓ کا نام لیا حضرت علیؓ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ کو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دے گا اس کی سزا درّے ہیں۔

آپ نے سالم سے فرمایا کہ

تولهما و أبرأ من عدوهما فانهما کانا امامی هدی (صواعق محرقہ ص ۵۲)

تو ان دونوں سے دوستی رکھ اور ان کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کر کیونکہ یہ دونوں امام ہدایت ہیں

☆...... حضرت محمد بن عبداللہ بن حسنؒ کا بیان

حضرت امام حسن بن علی کے پوتے محمد بن عبداللہ بن حسن سے جب حضرات شیخین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ لوگ مجھ سے ان کے مقام و مرتبت کے بارے میں پوچھتے ہیں حالانکہ میں تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو حضرت علی مرتضیٰ سے افضل سمجھتا ہوں

انظر الی اهل بلادك یسالونی عن ابی بکر وعمر انهما عندی افضل

من علی (فضائل ابی بکر لابی طالب العشاری ص ۹ صواعق ص ۵۴)

☆......حضرت امام جعفر صادقؓ کا اظہار عقیدت و محبت

حضرت امام جعفر صادق (۱۴۸ھ) سے حضرت ابو بکر و عمر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا

هما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیه فعلیهما رحمه الله یوم القیامة (احقاق الحق ج ۱ ص ۱۶ از قاضی نور اللہ شوستری)

یہ دونوں بزرگ امام تھے عادل تھے قاسط تھے دونوں حق پر تھے اور حق پر ہی دنیا سے رخصت ہوئے ان دونوں پر قیامت تک خدا کی رحمتیں نازل ہوں

معروف سابق شیعہ مبلغ سید محمد مہدی علی خان مرحوم اس پر لکھتے ہیں

اس بیان سے چند فائدے حاصل ہوئے

☆......اول حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کا امام اور خلیفہ برحق ہونا اسلئے کہ اگر ان کی خلافت برحق نہ ہوتی اور وہ معاذ اللہ غاصب ہوتے تو امام جعفر صادق ان کو امام کہہ کر کیوں پکارتے۔

☆......دوم ان کا عادل اور منصف ہونا اور اس سے وہ تمام مطاعن اور اعتراضات جو شیعہ کی طرف سے کئے جاتے ہیں سب باطل اور غلط ہوئے اسلئے کہ اگر ان کے عدل وانصاف میں کچھ بھی فرق ہوتا تو امام ان کو عادل اور منصف نہ فرماتے

☆......سوم ان کا حق پر ہونا اور حق پر مرتے دم تک قائم رہنا

☆......چوتھا قیامت کے دن مستحق رحمت الٰہی ہونا اور کوئی شخص جو ایمان اور

پرہیزگاری میں کامل نہ ہو مستحق رحمت الٰہی نہیں ہوتا

اہل انصاف ذرا انصاف کو دخل دیں اور غور کریں کہ اس سے زیادہ اور فضیلت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی کیا ہوگی جو زبان سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ثابت ہوئی اور جس سے امامت اور خلافت اور معدلت اور استحقاق رحمت الٰہی ان کی نسبت بخوبی ظاہر ہوا (آیات بینات ج ا ص ۱۴۸)

حضرت امام جعفر صادق نے اس کے بعد حضرت سالم سے فرمایا کہ

ایسب الرجل جده ابوبکر جدی لانالتنی شفاعة محمد ﷺ ان لم اکن أتولاهما وأبرأ من عدوهما (صواعق ص ۵۳)

اے سالم کیا کوئی شخص اپنے نانا کو برا کہے گا سنو...... ابوبکر صدیق میرے نانا ہیں مجھے میرے جد امجد محمد ﷺ کی شفاعت نہ ملے اگر میں ان سے محبت نہ رکھتا ہوں اور ان کے دشمن سے بیزار نہ ہوں

(نوٹ) امام جعفر صادق حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے کے نواسے ہیں ان کی والدہ ام فروہ قاسم بن محمد بن ابوبکر الصدیق کی صاحبزادی ہیں۔

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

ماأرجو من شفاعة علی شیئا الا وأنا ارجو من شفاعة ابی بکر مثله ولقد ولدنی مرتین (صواعق محرقہ ص ۵۳)

جیسے میں حضرت علی سے شفاعت کی امید رکھتا ہوں ویسے ہی حضرت ابوبکر سے بھی شفاعت کی امید رکھتا ہوں انہوں نے مجھے دو دفعہ جنا ہے۔

ایک مرتبہ آپ بیمار تھے سالم بن حفصہ عیادت وملاقات کے لئے آیا تو آپ نے ان کے سامنے دعا فرمائی

اللهم انی احب ابابکر وعمر وأتولاهما .اللهم ان کان فی نفسی غیر هذا فلا تنالنی شفاعة محمد ﷺ (صواعق ص ۵۳)

اے اللہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے محبت کرتا ہوں اور ان سے دوستی رکھتا ہوں اے اللہ اگر اس کے سوا میرے دل میں کوئی اور بات ہے تو مجھے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو

عبدالجبار ہمدانی کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے ان سے کہا

من زعم انی امام مفترض الطاعة فانا منه بری ، ومن زعم انی أبرأ من ابی بکر وعمر فانا منه بری ، (صواعق ص ۵۶)

جو لوگ میرے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ میں ایسا امام ہوں کہ جس کی اطاعت فرض درجے کی ہے ان کو بتادو کہ اُن کی اس بات سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور جو لوگ میرے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت علی سے اظہار بیزاری کرتا ہوں تو (یہ بھی جھوٹ ہے) ان کی اس بات سے بھی میرا کوئی تعلق نہیں ہے

☆...... حضرت امام زید بن علی (۱۲۱ھ) کا ارشاد

آپ فرماتے ہیں

لمن یتبرأ منهما ماأعلم والله ان البراء ة من الشیخین البراء ة من علی فتقدم أو تأخر (صواعق ص ۵۳ ریاض ج ۱ ص ۲۵۸)

میں نہیں جانتا کہ شیخین سے کون اظہار بیزاری کرتا ہے خدا کی قسم شیخین سے

اظہار بیزاری کرنا حضرت علی سے بیزاری کا اظہار ہے خواہ کوئی پہلے کرے خواہ بعد میں کرے

آپ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ

انہ کان رحیما وکان یکرہ ان یغیر شیئا ترکہ رسول اللہ ﷺ (ایضا)

حضرت ابو بکر تو بہت رحم دل انسان تھے اور جو چیزیں رسول اللہ ﷺ نے چھوڑیں ہیں ان میں کسی قسم کی تبدیلی کو پسند نہیں کرتے تھے

شیعہ عالم مرزا تقی لکھتے ہیں

کوفہ کے مشہور لوگوں کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ ابو بکر اور عمر کے بارے میں کیا کہتے ہیں آپ نے جواب میں فرمایا میں ان دونوں کے بارے میں کلمہ خیر اور بہتر بات کے سوا اور کوئی بات نہیں کہتا اور میں نے اپنے خاندان والوں سے بھی ان کے بارے میں کلمہ خیر کے سوا کچھ نہیں سنا (ناسخ التواریخ ص ۲ ص ۵۹۰)

شیعہ عالم جمال الدین ابن عنبہ (۷۸۶ھ) کے بیان سے معلوم ہوتا ہے یہ لوگ جو آپ کے پاس آئے تھے آپ کے مرید و معتقد تھے جب انہوں نے آپ کی یہ بات سنی تو آپ کو برا بھلا کہا اور اپنا تعلق ختم کرنے کا اعلان کر دیا اور حضرت زید نے کہا کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے پس اس دن سے ان کا نام رافضہ اور رافضی رکھا گیا (دیکھئے عمدۃ الطالب ص)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) بھی لکھتے ہیں

لما سئل عن ابی بکر وعمر فترحم علیھما رفضہ قوم فقال لھم رافضتمونی فسموا رافضۃ لرفضھم ایاہ (منہاج السنۃ ج ۱ ص ۳۴)

☆...... حضرت امام عبد اللہ محض کا ارشاد

☆...... حضرت عبد اللہ محض کے بیٹے جو نفس زکیہ کے نام سے ملقب و مشہور تھے ان سے جب حضرات شیخین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ

لهما عندی افضل من عندی (صواعق محرقہ ص ۵۲)

میرے نزدیک وہ دونوں حضرت علی سے افضل ہیں

ائمہ اہلبیت ہدی کے بیانات آپ کے سامنے ہیں ان کے ہوتے ہوئے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی مرتضی اور ان کے آل و اولاد حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں ایک سخت موقف رکھتے تھے اور ان سے اپنے آپ کو دور سمجھتے اور کہتے تھے۔ نہیں ہر گز نہیں۔

ائمہ کرام کے یہ بیانات اس بات کے گواہ ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق کی عظمت و محبت ان کے دلوں میں بھر پور طریقہ پر موجود تھی اور وہ نہ صرف یہ کہ آپ کو کامل الایمان اور افضل الامت سمجھتے تھے بلکہ اپنے معتقدین و متوسلین کو بھی آپ سے عقیدت و محبت رکھنے کی تعلیم دیتے تھے۔

جو لوگ ائمہ اہل بیت ہدی سے ذرا بھی تعلق رکھتے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ ائمہ کرام کے ارشادات کی روشنی میں اپنے دل کے اندھیروں کو دور کریں اور اپنے غلط عقیدے سے فورا توبہ کریں اور ان بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر اپنے دلوں میں بھی ان کی محبت و عظمت لائیں

ان ارید الا الاصلاح وماستطعت وماتوفیقی الا باللہ

آیئے اب ہم سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کے اہل بیت اور ان کے حالات پر ایک سرسری نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ آپ کے خاندان نے کس قدر اور کس طرح عظمتیں اور نعمتیں پائی ہیں اور اللہ کے ہاں اس خاندان کو پیغمبر اسلام کی خدمت و نصرت اسلام کی اشاعت و حفاظت اور مسلمانوں کی حمایت و اعانت کے لئے کتنا شرف قبولیت ملا ہے۔

☆...... حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ازواج واولاد ......☆

☆...... حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ازواج

حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی زندگی میں پانچ شادیاں کیں تھیں آپ کی ازواج کے نام یہ ہیں (۱) ام بکر (۲) قتیلہ بنت عبدالعزی (۳) حضرت ام رومانؓ (۴) حضرت اسماء بنت عمیسؓ (۵) حضرت حبیبہ بنت خارجہؓ

ان میں سے اول الذکر (ام بکر) مسلمان نہیں ہوئیں چنانچہ آپ نے انہیں اپنے سے جدا کرلیا اور طلاق دے کر فارغ کردیا جہاں تک قتیلہ کا تعلق ہے چونکہ انہوں نے بھی اسلام قبول نہیں کیا تھا اسلئے آپ نے انہیں بھی طلاق دے دی تاہم حافظ ابن حجر کا خیال ہے کہ چونکہ وہ فتح مکہ تک زندہ رہی ہیں اسلئے شاید انہیں قبول اسلام کی دولت نصیب ہوئی ہو (واللہ اعلم بالصواب) حضرت اسماء اور حضرت عبداللہ دونوں قتیلہ کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں۔

☆...... حضرت ام رومان رضی اللہ عنھا

(۳) حضرت ام رومان کا تعلق فراس خاندان سے تھا زمانہ جاہلیت میں ان کی شادی عبداللہ بن حارث سے ہوئی تھی ان کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد حضرت ابوبکر صدیق نے ان کے ساتھ نکاح کرلیا جب انہیں حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ تصدیق رسالت محمدی کرچکے ہیں تو یہ نیک خاتون بھی بلا تامل اسلام کے حلقہ میں داخل ہوگئیں معلوم ہوتا ہے

کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق کی شان تصدیق سے اس قدر متاثر تھیں کہ وہ سمجھتی تھیں کہ آپ کی تصدیق کبھی غلط نہیں ہو سکتی اس طرح آپ اسلام کے ابتدائی دنوں میں اسلام لانے والی خواتین میں سے ایک ہوئیں اور حضور ﷺ کی مصاحبت کے شرف سے محظوظ ہوئیں آپ کو حضور ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا اور حضور ﷺ کے گھر والوں کے ساتھ مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی سعادت بھی ملی آپ بہت نیک خاتون تھیں حضور ﷺ کے دور میں ہی مدینہ منورہ میں آپ کا انتقال ہو گیا تھا ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی ہو گی کہ آپ ان کے داماد بھی تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ آپ کی لخت جگر ہیں علامہ محمد ابن سعد (۲۳۰ھ) لکھتے ہیں۔

اسلمت ام رومان بمكة قديما وبايعت وهاجرت الى المدينة مع اهل رسول الله ﷺ وولده واهل ابى بكر حين قدم بهم فى الهجرة وكانت ام رومان امراة صالحة وتوفيت فى عهد النبى ﷺ بالمدينة (طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۶)

ہجرت کے موقع حضرت عائشہ ان کے ساتھ تھیں حضرت عائشہ جس اونٹ پر سوار تھیں وہ بدک کر بھاگ کھڑا ہوا تو ام رومان نے چلا کر کہا کہ۔ اے میری دلہن اے میری بیٹی۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جس وقت اونٹ بدکا تو میں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا کہ اس کی لگام چھوڑ دو تو میں نے اسے چھوڑ دیا تو وہ اللہ کے حکم سے رک کر کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں محفوظ رکھا (البدایہ ج ۳ ص ۲۲۱)

حضرت ام رومان کے لئے اس سے بڑی شرافت اور سعادت اور کیا ہو گی کہ آپ کو حضور اکرم ﷺ کی خوش دامن (ساس) ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ آپ کی بیٹی ہیں اور خاتم النبیین ﷺ آپ کے داماد ہیں۔ ذلك فضل الله يؤتيه من

يشاء والله ذوالفضل العظيم

حضرت ام رومان پوری خوش دلی سے اسلامی تعلیمات حاصل کرنے میں مصروف رہیں رسول اللہ ﷺ خود اپنے دوست اور صدیق حضرت ابوبکر کے ہاں آتے جاتے تھے تو ام رومان اس زیارت سے بہت خوشی محسوس کرتی تھیں اور اپنی وسعت کے مطابق ان کا اکرام کیا کرتیں اللہ تعالی نے انہیں محبت وخلوص بھرا دل عنایت فرمایا تھا

حضرت عائشہ صدیقہ اپنے والدین کے بارے میں فرماتی ہیں کہ میں ابھی بچی ہی تھی کہ میں نے دیکھا کہ میرے والدین دین پر پوری طرح کاربند ہیں (تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۱۸۳)

حضرت ام رومان کے دل میں خدا اور اس کی رسول محبت سب سے زیادہ تھیں آپ عبادت گذار ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے شوہر حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت اور ان کے حقوق کا بھی بہت خیال رکھتی تھیں اور اپنے شوہر سے اسلام اور عبادات کی ادائیگی کے طریقے سیکھتی رہتیں۔

حضرت ام رومان کا انتقال حضور ﷺ کی حیات مبارک میں مدینہ منورہ میں ہوا اور حضور ﷺ خود ان کی قبر میں اترے تھے ونزل رسول الله ﷺ فی قبرها (طبقات ج ۸ ص ۲۱۶) اور ان کے لئے دعا مغفرت فرمائی اور کہا کہ

اللهم لم يخف عليك مالقيت ام رومان فيك وفى رسولك (الاصابہ ج ۴ ص ۴۵۱)

اے اللہ تجھ سے مخفی نہیں تیرے راستے میں اور تیرے رسول ﷺ کے لئے ام رومان نے کتنی تکلیفیں اٹھائیں

حضور ﷺ نے ان کو جنت کی بشارت بھی سنائی ہے آپ نے ارشاد فرمایا

من سره ان ينظر الى امراة من الحور العين فلينظر الى ام رومان (طبقات کبری ج ۸ ص ۲۱۶)

جو شخص یہاں عورتوں میں حور عین کو دیکھنے کی تمنا رکھے تو وہ اُم رومان کو دیکھ لے
گویا آپ کو اس دنیا میں ہی لسان نبوت سے جنتی ہونے کی بشارت مل گئی۔ رضی اللہ تعالی عنھا

☆...... حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنھا

(۴) حضرت اسماء بنت عمیس قبیلہ بنی خثعم سے ہیں آپ ان خواتین میں سے ایک ہیں جنھوں نے اسلام کے ابتدائی دنوں میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا آپ بہت ہی شریف عبادت گذار اور خدمت گذار خاتون تھیں

حضرت اسماء حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی سالی اور حضرت علی مرتضیٰ کی بھاوج تھیں ان کا پہلا نکاح حضرت علی کے بھائی حضرت جعفر طیار سے ہوا ان دونوں نے مسلمانوں کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت بھی کی تھی بعد ازاں انہوں نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی ۸ ہجری میں جب غزوہ موتہ پیش آیا تو اس میں حضرت جعفر طیار شہید ہو گئے جس سے حضرت اسماء بہت زیادہ متاثر ہوئیں اس کے کچھ عرصہ بعد ان کا نکاح حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ ہوا یہ نکاح حضور ﷺ نے پڑھایا ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے حضرت اسماء کا شمار بلند مرتبہ صحابیات میں ہوتا ہے۔ علامہ ابن سعد نقل کرتے ہیں

اسلمت اسماء بنت عمیس قبل دخول رسول الله ﷺ دارالارقم بمكة وبايعت وهاجرت الى ارض الحبشة مع زوجها جعفر بن ابى طالب (طبقات کبری ج ۸ ص ۲۱۹)

علامہ ابن اثیر جزری (۶۳۰ھ) لکھتے ہیں

اسلمت اسماء قديما وهاجرت الى الحبشة مع زوجها جعفر بن ابى

طالب (اسد الغابہ ج ۷ ص ۱۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں

اسلمت اسماء قبل دخول دار الارقم وبایعت ثم هاجرت مع جعفر الی الحبشة (الاصابہ ج ۴ ص ۲۲۹)

ایک مرتبہ آپ نے حضور ﷺ سے بطور شکایت عرض کی کہ کئی لوگ ہم پر اس بات پر ناز کر رہے ہیں کہ ہم اولین مہاجرین میں سے نہیں ہیں اس پر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا نہیں ایسی بات نہیں۔ بلکہ اور لوگوں نے تو ایک مرتبہ ہجرت کی اور تم نے دوبار ہجرت کرنے کا شرف پایا ہے یعنی ایک ہجرت حبشہ کی جانب ہے جبکہ دوسری مدینہ منورہ کی طرف ہے۔

لكم هجرتين هاجرتم الی النجاشی وهاجرتم الی (طبقات ج ۸ ص ۲۲۰)

جب حضور اکرم ﷺ سفر آخرت پر روانہ ہو گئے تو حضرت فاطمہ الزہراء پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا حضرت اسماء بھی کچھ کم غمزدہ نہ تھی تاہم آپ نے صبر وضبط کا دامن نہ چھوڑا اور حضرت فاطمہ کی دلجوئی اور خدمت میں لگی رہیں آپ حضرت فاطمۃ الزہراء کے ساتھ بہت محبت کرتی تھیں اور حضرت فاطمہ بھی آپ کو بہت چاہتی تھیں اکثر آپ ان کے گھر آتیں اور حضرت فاطمہ الزہراء کے پاس بیٹھتیں جب حضرت فاطمہ الزہراء سخت بیمار ہوئیں تو حضرت اسماء ہی آپ کی خدمت اور تیمار داری میں رہیں علامہ ماردینی کہتے ہیں کہ حضرت اسماء کے تقوی سے امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ بغیر شوہر کی اجازت کے حضرت فاطمہ کے پاس رہیں سو یہ بات کسی طرح نہیں مانی جاسکتی کہ حضرت ابوبکر صدیق حضرت فاطمہ کے ان ایام سے ناواقف رکھے گئے تھے اور انہیں خبر نہ ہوئی ہو کہ حضرت اسماء اور حضرت فاطمہ کے آپس میں تعلقات کس قدر دوستانہ اور خیر خواہانہ ہیں۔

امام زین العابدین نے حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت فاطمہ سخت بیمار

ہوئیں حضرت اسماء آپ کے پاس تھیں تو ان سے کہا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ میرا آخری وقت آرہا ہے کیا میرے جنازہ کو بلا پردہ اٹھایا جائے گا؟ حضرت اسماء نے کہا کہ بالکل نہیں میں نے ملک حبشہ میں اس کا ایک نیا طریقہ دیکھا ہے حضرت فاطمہ نے کہا کہ بتاؤ وہ کیا ہے۔ تو حضرت اسماء نے کھجور کی تازہ چھڑیاں اسواف (حرم مدینہ) سے کٹوا کر منگوائیں اور چارپائی پر چھپر کھٹ کی طرح تیار کر دی حضرت فاطمہ نے دیکھا تو بہت ہی خوش ہوئیں اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد ان کے چہرے پر پہلی مرتبہ یہ خوشی دیکھی گئی (دیکھئے مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۶۲)

(نوٹ) شیعہ کے معروف عالم اور ان کے محدث ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب جلاء العیون میں حضرت اسماء کی جانب سے حضرت فاطمہ کی تیمار داری اور اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے (دیکھئے ص ۷۲ اور بیان پیغام عباس بامیر المؤمنین۔ و در بیان ساختن اسماء صورت نعش برائے فاطمہ ص ۱۷۵)

حضرت فاطمہ الزہراء نے اس بات کی وصیت بھی فرمائی کہ ان کو حضرت اسماء غسل دیں قالت فاطمة فاذا مت فغسلتنی أنت (دیکھئے کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ج ۱ ص ۵۰۴)

چنانچہ حضرت اسماء نے حسب وصیت آپ کو غسل دیا ان کے ساتھ حضور ﷺ کے غلام ابو رافع کی اہلیہ حضرت سلمی تھیں اور حضرت علی مرتضیٰ بھی ان کی معاونت فرما رہے تھے

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق کے گھر والے آپس میں کتنے قریب تھے اور ایک دوسرے کی خوشی اور غمی میں نہ صرف یہ کہ برابر کے شریک تھے بلکہ اس کی وصیت بھی فرماتے تھے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء حضرت ابو بکر صدیق سے ناراض ہوں اور ان کی اہلیہ حضرت اسماء کا ان کے گھر آنا جانا رہے اور ان سے اتنے قریبی تعلقات تک قائم رہیں؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت اسماء حضرت فاطمہ الزہراء کے گھر آئیں اور حضرت ابو بکر صدیق کو اس کی خبر تک نہ ہو؟

پھر اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جب حضرت علی مرتضٰی کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کی وفات ہوئی تو حضور ﷺ نے ان کے کفن کے لئے اپنی ایک قمیص مبارک بھی دی پھر آپ ان کی قبر میں بھی اترے تھے آپ کے ساتھ اور کون لوگ تھے جنھوں نے حضرت علی کی والدہ کو قبر میں اتارا وہ حضرت ابو بکر اور حضرت عباس تھے محدث امام طبرانی (۳۶۰ھ) نقل کرتے ہیں کہ

ادخلها اللحد هو والعباس وابوبکر الصديق (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵۷۔ جمع الفوائد ج ۲ ص ۴۰۸)

ان کو حضور ﷺ حضرت عباس اور حضرت ابو بکر نے قبر میں اتارا۔

سو جو لوگ ان دونوں خاندانوں کے بارے میں نفرت کی خبر دیتے ہیں یقین کیجئے وہ جھوٹ کہتے ہیں سچ یہ ہے کہ یہ سب حضرات آپس میں ایک دوسرے سے بہت محبت رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے خیر خواہ اور ہمدرد تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد حضرت اسماء نے حضرت علی مرتضٰی سے نکاح کیا حضرت ابو بکر صدیق کے بیٹے محمد بن ابی بکر کی عمر اس وقت تقریبا تین سال کی تھی وہ بھی اپنی والدہ کے ساتھ سیدنا حضرت علی مرتضٰی ہی کے پاس آگئے اور انہی کے زیر سایہ پرورش پاتے رہے

حضرت علی مرتضٰی سے بھی ان کے ہاں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی جس کا نام یحیٰ رکھا گیا حضرت علی مرتضٰی کی شہادت ۴۰ ہجری میں ہوئی ان کی شہادت کے جلد بعد ہی حضرت اسماء کا انتقال ہو گیا تھا

حضرت اسماء سے ساٹھ کے قریب احادیث مروی ہیں اور ان سے روایت کرنے والوں میں حضرت عمر فاروق حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو موسیٰ اشعری جیسے صحابہ اور جلیل

القدر اور فقہاء بھی شامل ہیں۔

حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا

حضرت ابو بکر صدیق کی یہ اہلیہ محترمہ حضرت حبیبہ قبیلہ خزرج کی شاخ بنی حارث بن خزرج سے تھیں آپ اسلام کے شرف سے مشرف ہوئیں اور حضور اکرم ﷺ سے بیعت کی سعادت بھی پائی

اسلمت حبيبه وبايعت رسول الله ﷺ (طبقات کبری ج ۸ ص ۲۶۹)

ہجرت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کے نکاح میں آئیں حضرت ابو بکر صدیق کے انتقال کے کچھ ماہ بعد ان کے گھر لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ام کلثوم رکھا گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق نے انتقال سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ سے کہا کہ میرے بعد میرا جو مال ہے اس کے وارث تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں حضرت عائشہ نے حیرت و تعجب سے پوچھا کہ میری ایک بہن حضرت اسماء تو مجھے معلوم ہے مگر یہ دوسری بہن کون ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ وہ جو حبیبہ بنت خارجہ کے پیٹ میں ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے

انما هى أسماء فمن الاخرى قال ذو بطن ابنة خارجة أراها جارية
(مؤطا امام مالک ص ۵۳۳)

حضرت ابو بکر صدیق کا یہ ارشاد ﴿ أراها جارية ﴾ بطور الہام کے ہے اللہ تعالی نے آپ کے دل میں ایک بات ڈال دی اور آپ نے قبل از وقت حضرت عائشہ صدیقہ کو اس کی تاکید فرمائی اور پھر یہ واقعہ اسی طرح ظاہر ہوا

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ آپ عالم الغیب تھے اور ہر چیز کو پہلے سے جان لیتے تھے۔ ایسا نہیں۔ علم

غیب خاصہ خداوندی ہے۔ یہ بات ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہیں خود حضرت ابوبکر صدیق نے اس کو واضح کر دیا ہے تا کہ کوئی شخص ان کے بارے میں کسی طرح کی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے آپ نے فرمایا

وذو بطن ابنة خارجة قد ألقی فی نفسی انها جارية فاحسنوا اليها
(المصنف لعبدالرزاق ج۹ ص۱۰۱)

حضرت ہشام بن عروہ کی روایت میں ﴿ قد القی فی روعی بھی آیا ہے ﴾ (کہ میرے جی میں یہ بات ڈالی گئی) (طبقات لابن سعد ج ۳ ص ۱۴۵) اونچے درجہ کے محدثین نے اسے اعلیٰ درجہ کی فراست بھی کہا ہے۔

حضرت امام ابو جعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری (۶۹۴ ھ) نے اس واقعہ پر ﴿ فراسته و کراماته ﴾ کا باب باندھا ہے (دیکھئے ریاض ج ۱ ص ۱۸۹)

اس واقعہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کس اونچے درجہ کے صاحب الہام اور صاحب کرامت تھے۔ اور خدا کے ہاں ان کا مقام کس قدر بلند تھا۔ اس کی تفصیل ہم اپنی دوسری کتاب ﴿معارف الہام﴾ میں کر آئے ہیں۔ اس کا انگریزی ترجمہ بھی جنوبی افریقہ میں ہو چکا ہے

☆......حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد......☆

آپؓ کی اولاد میں تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔

(۱)...... حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ

آپ شروع سے اسلام والوں میں سے ہیں آپ ہجرت کے موقع پر اپنی جان کی پروا کئے بغیر حضور ﷺ کی خدمت کرتے رہے آپ غزوۂ طائف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

ساتھ تھے اور وہاں زخمی بھی ہوئے اور اسی زخم سے اپنے والد کے دور خلافت کی ابتداء میں وفات پائی حضرت سعید بن زید کی ہمشیرہ عاتکہ آپ کی اہلیہ تھیں آپ اپنے والد کی زندگی ہی میں وفات پا گئے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

(۲)......حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ

آپ کی والدہ کا نام ام رومان تھا آپ جلیل القدر صحابی اور حضرت عائشہ صدیقہ کے حقیقی بھائی تھے اور بڑے بہادر تھے مختلف مواقع پر آپ نے داد شجاعت دی ہے تیر اندازی اور شمشیر زنی میں بڑی ماہر تھے......کان شجاعا رامیا حسن الرامی (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۶۳) صحیح بخاری میں ان سے مروی روایت موجود ہے

مکہ معظمہ کے قریب ایک علاقہ میں ان کا انتقال (۵۵ ہجری میں) ہوا تاہم آپ کی تدفین مکہ معظمہ میں ہوئی۔ حافظ ابن عبدالبر (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں

أسلم وحسن اسلامه وصحب النبی ﷺ فی هدنة الحدیبیه (استیعاب ج ۲ ص ۴۰۰ تحت الاصابہ)

امام حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں

اسلم یوم الحدیبیه وحسن اسلامه وصحب رسول الله ﷺ وقد اشتهر بالشجاعة وله مواقف محمودة ومشهودة بعد اسلامه (البدایہ ج ۶ ص ۳۴۶)

(۳)...... حضرت محمدبن ابی بکرؓ

آپ حضرت اسماء بنت عمیس کے بطن سے تھے آپ کا زیادہ تر وقت حضرت علی مرتضٰی کے سایہ عاطفت میں گزرا ہے حضرت علی مرتضٰی نے آپ کی تعلیم وتربیت فرمائی ہے آپ کہا کرتے تھے کہ یہی میرا بیٹا ہے جو حضرت ابو بکر کے صلب سے ہے

(۴)...... حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ

رت عبداللہ آپ کے حقیقی بھائی تھے آپ کی ولادت ہجرت نبوی سے تقریباً ۲۷ سال پہلے مکہ معظمہ میں ہوئی آپ ان گنے چنے لوگوں میں سے ایک تھیں جنہوں نے شروع شروع میں اسلام کو قبول کرنے کی سعادت پائی تھی آپ سے پہلے صرف سترہ لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا آپ اٹھارویں تھیں

علامہ ابن اثیر جزری (۶۳۰ھ) لکھتے ہیں

اسلمت اسماء بعد سبعة عشر انسانا (اسد الغابہ ج ۷ ص ۸)

آپ حواری رسول حضرت زبیر بن العوام کی اہلیہ تھیں جو حضور ﷺ کے چچازاد بھائی اور حضرت خدیجہ کے حقیقی بھتیجے تھے ہجرت کے موقع پر آپ نے حضور اکرم ﷺ کی حد درجہ اعانت ونصرت فرمائی اور حضور ﷺ سے بھرپور دعائیں لیں ہیں۔ ہجرت کے بعد پہلا بچہ جو مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا وہ ان کا گھر تھا اور وہ بچہ حضرت عبداللہ بن زبیر تھے۔ حضرت اسماء نے بڑی سادہ اور درویشانہ زندگی گذاری ہے تاہم ان کی سخاوت وفیاضی کے سب قائل رہے حضرت اسماء دینی معاملہ میں بہت غیرت مند خاتون تھیں اور کمال درجہ کی عابدہ اور زاہدہ تھیں اور ایک بڑی عمر پائی تھیں حدیث کی کتابوں میں ان سے پچاس سے زیادہ روایتیں ملتی ہیں آپ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کی شہادت کے چند روز بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔ علامہ محمد ابن سعد (۲۳۰ھ) نے آپ کا تعارف اس طرح کرایا ہے

اسلمت قديما بمكة وبايعت رسول الله ﷺ وهى ذات النطاقين اخذت نطاقها فشقته باثنين فجعلت واحدا لسفرة رسول الله والاخر عصاما لقربته ليلة خرج رسول الله ﷺ وابوبكر الى الغار فسميت ذات النطاقين تزوجها الزبير بن العوام...... (طبقات کبری ج

۸ ص ۱۹۶) [illegible]

(۵)...... حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ

(زبان پر بار خدایہ کس کا نام آیا ہے)

آپ کو رحمت عالم حضور اکرم ﷺ کی اہلیہ محترمہ اور ام المؤمنین ہونے کا شرف عظیم حاصل ہے بعثت نبوی کے چار سال بعد آپ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے آپ چھوٹی عمر میں رحمت عالم ﷺ کے گھر تشریف لائیں اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی ماں ہونے کا شرف پایا اللہ تعالی نے آپ کو بے انتہا کمالات اوز طرح طرح کی خوبیوں سے نوازا تھا آپ کی شان میں آیات قرآن نازل ہوئیں حضور اکرم ﷺ کو آپ سے بیحد محبت تھی اور آپ بھی حضور ﷺ پر اپنی جان چھڑکتی تھیں حضور اکرم ﷺ جب دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ ہی کے گھر میں تھے آپ کا سر مبارک حضرت عائشہ صدیقہ کی گود میں تھا اور آپ کے حجرہ کو حضور ﷺ کی ابدی آرام گاہ بننے کا شرف نصیب ہوا آپ کو قرآن وحدیث اور فقہ وتاریخ پر بہت مہارت حاصل تھی اور بڑے بڑے صحابہ مسائل میں آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور دینی سلسلے میں رہنمائی لیتے تھے آپ کا انتقال رمضان المبارک (۵۸ھ) کی سترہ تاریخ کو ہوا شیخ الحدیث سیدنا حضرت ابوہریرہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ وصیت کے مطابق جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

(۶) حضرت اُم کلثوم...... آپ حضرت حبیبہ بنت خارجہ کے بطن سے تھیں ابھی آپ پیدا بھی نہ ہوئیں تھیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی پہلی شادی طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان سے ہوئی ان کی شہادت کے بعد عبد الرحمن بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ نے آپ سے نکاح فرمایا آپ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے ہمراہ حج کرنے کی شعادت کا شرف بھی پایا ان عائشة حجت باختها ام كلثوم (طبقات ج ۸ ص ۳۳۸) آپ کا شمار مشہور تابعات

میں ہوتا ہے ان سے طلحہ بن یحی مغیرہ بن حکیم اور جابر بن حبیب نے روایت بھی کی ہے
(نوٹ) یہ وہ نہیں جو حضرت عمر فاروق کے نکاح میں گئی تھیں وہ زوجہ عمرؓ حضرت علی کی صاحبزادی تھیں جو حضرت سیدہ فاطمہ کے بطن سے تھیں حضرت اسماء کے بطن سے نہ تھیں۔

☆......بیت الایمان اور خوش قسمت خاندان

حاصل یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق کا پورا خاندان بڑا خوش قسمت خاندان تھا آپ کے والدین خود آپ کی ذات بابرکات آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد کو حضور ﷺ کی خدمت میں آنے اور اسلام قبول کرنے کا شرف نصیب ہوا ہے اور یہ پورا خاندان دینی اعتبار سے ایک منفرد خاندان بنا آپ کے اس گھر کو بیت الایمان کہنا بالکل بجا ہے ۔ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ

یہ فضیلت کہ چار پشت نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہو اور سب مسلمان بھی ہوں حضرت ابو بکر کے سوا کسی کو میسر نہیں ہوئی ......ان کے ماں باپ دونوں اسلام لائے اور صحابہ مہاجرین میں سے کسی کے ماں اور باپ بجز ان کے (اسلام پر) مجتمع نہیں ہوئے اللہ تعالی نے ان دونوں والدین کے ساتھ بہتر سلوک کی ان کو وصیت فرمائی اور ان کے بعد والوں پر بھی ان کو لازم کر دیا موسی بن عقبہ سے روایت ہے کہ ایک نسل کے چار آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں پایا بجز ان لوگوں کے۔
ا۔ ابو قحافہ ......ان کے بیٹے ابو بکر صدیق ...... ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی بکر ......اور (حضرت ابو بکر پوتے) ابو عتیق بن عبدالرحمٰن ان ابی بکر (ازالۃ ج ۳ ص ۶۱)

حافظ ابو نعیم اصفہانی (۴۳۰ھ) لکھتے ہیں

مانعلم اربعة فی الاسلام ادرکوا هم وابناء هم النبی ﷺ الا هولاء الاربعة ابوقحافة وابنه ابوبکر وابن ابنه عبدالرحمن بن ابی بکر وابوعتیق بن عبدالرحمن بن ابی بکر (معرفۃ الصحابہ ج ا ص ۵۱)

پھر اس خاندان کی چار نسل نے حضور ﷺ کی نہ صرف یہ کہ زیارت کا شرف پایا ابلکہ آپ پر ایمان لانے اور آپ کی باتیں اور ارشادات سننے کا شرف بھی حاصل کیا ہے حضرت ابو بکر کے والد حضرت ابو قحافہ۔ پھر ان کے بیٹے حضرت ابو بکر صدیق۔ پھر ان کی بیٹی حضرت اسماء پھر ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیر اس شرف سے مشرف ہوئے ہیں امام ابو جعفر احمد لکھتے ہیں

کلهم رأوا النبی ﷺ وآمنوا به وسمعوا کلامه ورووا عنه وهم ابوبکر وابوه ابوقحافة وابنته اسماء وابنها عبدالله بن الزبیر (ریاض ج ا ص ۷۷)

پھر ان میں سے تین حضرات کو تو روایت کی سعادت بھی ملی ہے۔

ام المؤمنین سیده عائشه صدیقهؓ

از..... شورش کاشمیری مرحوم

ہوں مرے ماں باپ قربان اس مقدس نام پر
جس کی عفت کی گواہی دی کلام اللہ نے
جس کو عشا تھا پیمبر نے حمیرا کا لقب
جسکے فرزندوں نے سیل بیکراں کے روپ میں
جس پہ باندھا تھا خدا کے دشمنوں نے اتہام
سید الکونین کی سیرت کا نورانی ورق
ہم گنہ گاروں کا شورش کون ہے ان کے سوا

عائشہ کے سینکڑوں احسان ہیں اسلام پر
جس کی غیرت کے نشان ہیں دامن ایام پر
مہر ومہ کی رونقیں قربان اس کے نام پر
اپنی سطوت کے علم لہرائے روم وشام پر
آج تک انسان شرمندہ ہے اس الزام پر
جسے صیقل جگمگاتی ہو دل صمصام پر
خواجہ کونین کی رحمت ہے خاص وعام پر

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے

فضائل وخصائل ☆ اورحالات وواقعات

☆...... حضرت ابو بکر صدیقؓ کا تذکرہ آسمانوں میں

حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس رات کو مجھے معراج ہوئی (اور میں آسمانوں کی سیر کرتے ہوئے گیا تو) میں نے دیکھا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے

لااله الا الله محمد رسول الله ابوبکر الصدیق عمر الفاروق عثمان ذوالنورین (رواہ ابن عساکر۔ ازالۃ ج ۲ ص ۱۴۸)

محدث ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں نے حضرت ابو ہریرہ سے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ نیز دار قطنی اور خطیب نیز ابن عساکر نے حضرت ابوالدرداء سے بھی یہ روایت نقل کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرش میں ایک سبز رنگ کا جوہر دیکھا جس میں سفید نور سے لکھا ہوا تھا

لا اله الا الله محمد رسول الله ابوبکر الصدیق عمر الفاروق

(ازالۃ ج ۱ ص ۱۳۴۔ ریاض ج ۱ ص ۱۶۷)

علامہ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی (۸۰۷ھ) نے حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت بھی نقل فرمائی ہے

عرج بی الی السماء الدنیا فما مررت بسماء الا وجدت فیها اسمی محمد رسول الله وابوبکر الصدیق من خلفی (المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی الموصلی ج ٣ ص ١٦٨)

حضرت امام حسن بصری بھی نقل کرتے ہیں

مکتوب علی ساق العرش او فی ساق العرش لااله الا الله محمد رسول الله وزیراه ابوبکر الصدیق وعمر الفاروق (مرقات ج ٩ ص ٣١٧)

☆...... حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ذکر کتب سابقہ میں

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ

میں حضور ﷺ کے مبعوث ہونے سے پہلے ایک مرتبہ یمن گیا اور وہاں قبیلہ ازد کے ایک بوڑھے آدمی کے یہاں مہمان ہوا وہ پرانی کتابوں کا عالم تھا اور کتب (سماویہ) پڑھا ہوا تھا اس کی عمر تین سو نوے برس کی تھی اس نے مجھ سے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم حرم کے رہنے والے ہو میں نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم قریشی ہو میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ تم تیمی ہو میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کہ تو اب ایک بات تمہاری مجھے معلوم نہیں...... میں نے کہا وہ کون سی بات ہے؟ کہنے لگا تم اپنا پیٹ مجھے دکھلاؤ میں نے کہا کیوں؟ کہنے لگا کہ مجھے علم صادق میں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ایک نبی حرم میں مبعوث ہوں گے ان کے کام میں ایک جوان اور ایک اَدھیڑ عمر والا مدد دے گا جوان بڑا جفاکش اور مشکلات حل

کرنے والا ہو گا اور اڈھیر گورے رنگ کا اور دبلا ہو گا اور اس کے شکم میں ایک تل ہو گا اور اس کی بائیں ران میں ایک علامت ہو گی۔ اگر تم مجھے اپنا شکم دکھلاؤ تو تمہارا کیا نقصان ہے جو بات مجھے معلوم نہیں وہ کم از کم معلوم ہو جائے گی۔ میں نے اپنا شکم اس کے سامنے کھول دیا اس نے دیکھا کہ ایک سیاہ تل میری ناف کے اوپر ہے۔ کہنے لگا قسم رب کعبہ کی وہ (اڈھیر عمر والے) تمہی ہو...... (رواہ ابن عساکر...... ازالۃ ج ا ص ۱۲۴)

(نوٹ) یہاں جوان سے مراد حضرت عمر فاروق کی ذات گرامی قدر ہے)

حضرت کعب کہتے ہیں کہ

حضرت ابو بکر ملک شام تجارت کے سلسلے میں گئے تو وہاں انہوں نے ایک خواب دیکھا اس خواب کے بارے بحیرا راہب سے دریافت کیا بحیرا نے سن کر پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو آپ نے کہا کہ مکہ کا۔ اس نے کہا مکہ کے کس خاندان سے ہو؟ آپ نے کہا کہ قریش سے۔ اس نے کہا تمہارا پیشہ کیا ہے؟ حضرت ابو بکر نے کہا تاجر ہوں بحیرا کہنے لگا کہ اللہ نے تمہیں جو خواب دکھایا ہے وہ سچا ہے ایک نبی تمہاری قوم میں مبعوث ہوں گے ان کی زندگی میں تم ان کے وزیر رہو گے اور ان کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ بنو گے۔ حضرت ابو بکر نے اس خواب کو خفیہ رکھا یہاں تک کہ حضور ﷺ مبعوث ہوئے حضرت ابو بکر صدیق نے آپ سے پوچھا کہ آپ جو فرما رہے ہیں اس کی دلیل کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ خواب جو تم نے شام مین دیکھا تھا۔ حضرت ابو بکر نے یہ سنتے ہی آپ سے معانقہ کیا اور آپ کی دونوں مقدس آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں (اخرجه ابن عساکر ۔ ریاض ج ا ص ۸۴ ۔ ازالۃ الخفاء ج ا

ص ۲۲۰)

اس سے پتہ چلا کہ آپ کا حضور ﷺ پر ایمان لانا صرف آپ کے دعوت نبوت پر نہ تھا یہ وہ حقیقت تھی جو اس سے پہلے اللہ تعالی نے آپ کے اندر اتار دی تھی

ابو بحرہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق کے یہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں کچھ لوگ کھانا کھا رہے ہیں حضرت عمر فاروق نے ان میں کے سب سے پیچھے بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھا تو اس سے کہا

ماتجد فیما تقرأ قبلك من الکتب قال خلیفة النبی ﷺ صدیقه (ازالۃ ج ا ص ۱۲۴)

کہ تم نے اگلی کتابوں میں کیا پڑھا ہے اس نے کہا کہ میں نے یہ پڑھا ہے کہ حضور ﷺ کا خلیفہ ان کا صدیق ہوگا

ایک مرتبہ بادشاہ روم ہرقل نے ایک نصرانی سے جو کسی کام کے سلسلے میں مدینہ آیا ہوا تھا پوچھا کہ تجھے مدینہ چھوڑے ہوئے کتنا وقت گذرا ہے اس نے کہا کہ پچیس روز ہوئے ہیں ہرقل نے پوچھا کہ بتاؤ مسلمانوں کا سردار اس وقت کون ہے ؟ کہا کہ سردار عرب کا نام ابو بکر ہے انہوں نے ایک لشکر ترتیب دے کر تمہارے ملک کی جانب روانہ کیا ہوا ہے اور میں نے ان لوگوں کو اچھی طرح دیکھا ہے یہ لوگ بڑے چست و چالاک مستعد اور مضبوط ہیں ہرقل نے پوچھا کہ کیا تو نے خود ابو بکر کو دیکھا ہے ؟ اس نے کہا ہاں میں نے خود بھی ان کو دیکھا ہے بلکہ انہوں نے تو خود مجھ سے ایک چادر چار درہم میں خرید کر اپنے شانوں پر ڈالی تھی وہ تو ایک معمولی آدمی کی طرح بلا کسی امتیاز کے صرف دو کپڑوں میں بازار میں آتے ہیں لوگوں کے حقوق کی نگرانی کرتے ہیں کمزور لوگوں کے حقوق قوی لوگوں سے دلاتے ہیں ہر معاملہ میں قوی اور ضعیف ان کی نگاہ میں یکساں ہیں

ہر قل نے کہا کہ اچھا ذرا ان کا حلیہ تو بتاؤ وہ کیسے لگتے ہیں ؟ کہا کہ ان کا قد لانبا گندم گوں رنگ رخسارے ہلکے اور پتلے ہیں انگلیوں کے جوڑ کشادہ اور آپ کے اگلے دانت نہایت خوبصورت ہیں ہر قل یہ بات سن کر ہنس پڑا اور کہا کہ یہ تو وہی محمد کے خلیفہ ہیں جو ہم نے اپنی کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ آپ کے بعد امر خلافت ایسے ایسے شخص کے سپرد ہوگا نیز ہماری کتابوں میں یہ بھی موجود ہے کہ اس شخص کے بعد جو دوسرا شخص منصب خلافت پر ہوگا وہ سیاہ چشم دراز قد گندمی رنگ شیر ببر کے مانند ہوگا اور اس شخص کے ہاتھ میں فتح اور دشمنوں کی جلاوطنی ہوگی۔ اس نے کہا کہ جی ہاں میں نے اس آدمی کو بھی مدینہ میں ابو بکر کے ہمراہ ہی دیکھا ہے اور وہ کسی وقت ان سے جدا نہیں ہوتا ہے (فتوح الشام ص ۳۸ اردو)

☆......پتّہ پتّہ نام ہمارا جانے ہے

علی بن عبد اللہ ہاشمی رقی سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ہندوستان کے بعض شہروں میں گیا تو میں نے وہاں کی بعض بستیوں میں سیاہ گلاب کا درخت دیکھا جس کا پھول بہت بڑا اور سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اور اس میں بہت ہی عمدہ خوشبو ہوتی ہے اس پر سفید حروف میں لکھا ہوا تھا

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق عمر الفاروق

مجھے شبہ ہوا اور میں نے سمجھا کہ یہ مصنوعی ہے سو میں نے ایک شگفتہ کلی چیر کر دیکھی تو اس میں بھی وہی عبارت دیکھی جو باقی پھولوں میں تھی اس بستی میں اس گلاب کے بہت درخت تھے۔

رواہ ابن عساکر ......وابن النجار (ازالۃ ج ا ص ۱۳۵)

عبد المنعم بن مغلبون مقری سے مروی ہے کہ جب شہر عموریہ فتح ہوا تو لوگوں نے اس کے ایک گرجا پر یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی

شر الخلف خلف يشتم السلف واحد من السلف خير من الف من الخلف صاحب الغار نال كرامة الافتخار اذ اثنى عليك الملك الجبار اذ يقول فى كتابه المنزل على نبيه المرسل ثانى اثنين اذهما فى الغار يا عمر ماكنت واليا بل كنت والدا يا عثمان قتلوك مقهورا ولم يزوروك مقبورا وانت يا على امام الابرار والذواب عن وجه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الكفار۔ فهذا صاحب الغار وهذا احدالاخيار وهذا غياث الامصار وهذا امام الابرار فعلى من ينتقصهم لعنة الجبار

وہ بہت ہی برے خلف ہیں جو سلف کو برا کہیں اور ایک شخص سلف میں سے ہزار خلف سے بہتر ہے۔اے صاحب غار تم نے قابل فخر بزرگی پائی ہے تمہاری تعریف ملک جبار نے کی ہے

جیساکہ وہ اس کتاب میں جو اس نے اپنے نبی مرسل پر اتاری فرماتا ہے ثانی اثنين اذ هما فی الغار اے عمر...... تم والی نہ تھے بلکہ (اپنی رعیت پر) والد (کی طرح مہربان) تھے۔اے عثمان...... تم کو لوگوں نے ظلم کے ساتھ قتل کر دیا اور تم کو مدفون بھی نہ دیکھ سکے اور تم اے علی ابرار کے پیشوا اور حضور علیہ السلام کے سامنے سے کافروں کو ہٹانے والے ہو۔ پس وہ (یعنی حضرت ابوبکر) صاحب غار ہیں اور (حضرت عمر) نیکوں میں سے ایک ہیں اور (حضرت عثمان) ملکوں کے فریادرس ہیں اور (حضرت علی) ابرار کے پیشوا ہیں اب جو بھی ان کو برا کہے اس پر جبار (اللہ تعالی) کی لعنت۔

مقری کہتے ہیں کہ میں نے اس گرجا کے راہب یا خادم سے جس کے دونوں ابرو بڑھاپے کی وجہ سے لٹک گئے تھے پوچھا کہ یہ تحریر تمہارے گرجا کے دروازہ پر کب سے ہے اس نے کہا

من قبل ان یبعث نبیکم بالفی عام (ازالہ ج ۱ ص ۱۳۳ بحوالہ ابن عساکر)
تمہارے نبی کی بعثت سے دو ہزار برس پہلے سے ۔

☆...... سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نظر آئینہ رسالت پر

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کی نظر سب سے اول اللہ تعالی پر پڑتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ ہمیشہ آئینہ رسالت میں دیکھتے تھے یعنی آپ کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ذات نہیں بایں طور ہے کہ آپ اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس کے سب سے مقدس اور محبوب بندے ہیں جو انسانوں کا تعلق خدا تعالی سے قائم کرانے کے لئے تشریف لائے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر سے پوچھا گیا ھل عرفت ربك بمحمد ام عرفت محمدا بربك کہ آپ نے حق تعالی کو محمد ﷺ کے واسطے سے پہچانا یا محمد ﷺ کو خدا کے واسطے سے پہچانا تو آپ نے فرمایا عرفت محمدا بربی کہ میں نے حضرت محمد ﷺ کو خدا کے واسطے سے پہچانا...... (وعظ ۔ ذم النسیان ص ۴۵)

یاد رکھئے اسکا معنی ہر گز یہ نہیں کہ خدانخواستہ آپ کا دل حضور ﷺ کی محبت سے خالی تھا یا آپ کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عقیدت نہ تھی۔ نہیں ہر گز نہیں۔ آپ تو حضور خاتم الانبیاء کے سچے عاشق اور محب صادق تھے اور آپ کو جی جان سے چاہتے تھے آپ میں فنا فی الرسول اپنی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر تھی صحابہ کرام تو اس کے گواہ تھے ہی مگر اس کی شہادت غیروں نے بھی دی ہے۔ آپ کس طرح آقائے دوجہاں کے حضور اپنی جان نچھاور کیا کرتے تھے اسکی بھی ایک جھلک دیکھئے

☆...... سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ آقائے دو جہاں کے حضور میں

یوں تو تمام صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے اور دل و جان سے آپ کے ساتھ محبت کرتے تھے لیکن حضرت ابو بکر صدیق کی حضور کے ساتھ محبت صرف قبول اسلام کے ساتھ ہی قائم نہیں ہوئی تھی بلکہ آپ اس وقت بھی ایک سچے عاشق اور جگری دوست تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی اعلان نبوت بھی نہ فرمایا تھا۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں

حضرت صدیق اکبر نے قبل از اسلام رسول اللہ ﷺ کی کچھ خدمت کرنا چاہی جبکہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے آپ کا نکاح ٹھہرا تو حضرت خدیجہؓ بڑی امیر تھیں تجارت کے ذریعہ سے مال بڑھاتی تھیں یہاں تک کہ بہت سے غلام اور جانور آپ کے پاس تھے ادھر حضور ﷺ کے یہاں مال زیادہ نہ تھا لیکن حضور ﷺ کا خاندان ہمیشہ سے معظم اور رئیس سمجھا جاتا تھا۔ تو صدیق اکبر نے چاہا کہ اس وقت کچھ آپ کی خدمت میں روپے سے کردوں تاکہ حضرت خدیجہؓ کے سامنے آپ کی بات ہلکی نہ ہو اگر خرچ نہ ہوا تو بات ہلکی ہو جائے گی اس وقت صدیق اکبرؓ بہت مالدار تھے مگر ساتھ ہی یہ خیال کرتے تھے کہ میری اس خدمت کو آپ کیونکر قبول کرنے لگے۔ آپ کو غیرت و حیاء اسکے قبول سے مانع ہو گی کوئی ایسی تدبیر کی جائے کہ آپ قبول فرمائیں وہ تدبیر یہ کی کہ عرض کیا حضور ﷺ...... آپ کے دادا صاحب نے غالباً میرے دادا کے پاس کچھ امانت رکھی تھی وہ لے لیجئے اس طریقہ سے روپیہ دیا اور آپ نے روپیہ قبول فرما لیا تو دیکھئے حضرت صدیق اکبر ابھی اسلام بھی نہیں لائے تھے مگر چونکہ آپ کو حضور ﷺ سے سچی محبت تھی اس نے خدمت کا یہ طریقہ خود بخود ان کو سکھلا دیا (وعظ۔ سنت ابراہیم ص ۴۰)

آپ فرماتے ہیں

صدیق اکبرؓ ہر حال میں جانثار تھے جناب رسول اللہ ﷺ پر۔ قبل از اسلام بھی دوستی تھی آپ سے۔ اور بعد از اسلام بھی۔ مگر فرق اتنا تھا کہ قبل اسلام جانثار تھے طبعاً۔ اور بعد اسلام جانثار ہوئے دیناً۔ (حسن العزیز ج ۳ ص ۵۴۷)

صحابہ کرام بالخصوص حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنے آقا کی جس طرح خدمت کی ہے اور اپنے محبوب کی راحت کا جس طرح خیال رکھا ہے اسکی مثال ملنی مشکل ہے حضرت صدیق اکبرؓ کا حضور ﷺ سے یہ قلبی لگاؤ اور آپ کی راحت کا یہ خیال اعلان نبوت سے بہت پہلے کا ہے اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی محبت کس قدر موجزن تھی۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ ایک اور موقع پر اس واقعہ کو بیان فرما کر کہتے ہیں۔

دیکھئے حضرت صدیق اکبرؓ نے کس تدبیر سے حضور ﷺ کو راحت پہنچائی وہاں تو یہی مقصود تھا کہ حضور ﷺ کو مجھ سے راحت پہنچے حضرت صدیق کو نبوت سے پہلے ہی حضرت ﷺ سے محبت تھی (وعظ۔ اصل العبادہ ص ۹)

☆...... حضرت ابو بکر صدیقؓ کی حضور ﷺ سے سچی محبت

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کس طرح کا تعلق تھا اور آپ کے دل میں حضور کی کتنی عظمت اور محبت تھی نیز آپ نبوی ادب واحترام میں کس قدر آگے آگے رہے اس کا تذکرہ پچھلے صفحات میں آپ کے سامنے آچکا ہے۔ آپ کی زندگی جس نے بھی دیکھی اور پڑھی ہے وہ یہ مانے بغیر نہیں رہ سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے عشق اور محبت میں آپ تمام صحابہ سے ہر ادا میں آگے رہے ہیں حضور اکرم ﷺ نے خود ان کے عشق و محبت کے مناظر اور

مظاہر ملاحظہ فرمائے ہیں اور ان کو دعائیں بھی دی ہیں دعوت اسلام کا موضوع ہو یا ہجرت کا موقع یا جہاد کا میدان ہو آپ نے ہمیشہ اپنے محبوب کی فکر کی ہے ان کا خیال کیا ہے ان پر نظر رکھی ہے اور جب تک اس بات کا پوری طرح یقین نہیں ہوا کہ آپ خیریت وعافیت سے ہیں اس وقت تک آپ کو قرار نہیں آتا تھا

حضرت ابو بکر صدیق کو سب سے زیادہ محبت حضور اکرم ﷺ سے ہی تھی آپ کا جینا مرنا سب ذات رسالت مآب کے لئے تھا اب جو حضور ﷺ کا دلدادہ ہوتا آپ اس کے دلدادہ ہو جاتے اور جو حضور ﷺ سے ذرا بھی دور ہوتا آپ بھی اس سے فاصلہ پر ہو جاتے اگر کوئی حضور ﷺ کے بارے میں سخت لب ولہجہ اختیار کرتا تو پھر آپ سے رہا نہیں جاتا اور سخت سے سخت تر قدم اٹھالیتے چاہے وہ کوئی اپنے گھر کا ہی کیوں نہ ہو

غزوہ بدر میں آپؓ کے صاحبزادہ عبدالرحمٰن مشرکین کی طرف سے لڑ رہے تھے کہ دفعتہً حضرت ابو بکرؓ ان کی تلوار کی زد میں آگئے لیکن حضرت عبدالرحمٰن نے باپ کا پاس اور ادب رکھتے ہوئے ہاتھ ہٹالیا تھا۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد جب انہوں نے حضرت ابو بکر سے اس بات کا ذکر کیا تو آپؓ نے فرمایا:

"خدا کی قسم! اگر تم میری تلوار کی زد میں آجاتے تو دینِ اسلام کی خاطر تم کو قتل کر ڈالتا۔"

آپ ہی بتائیں کیا یہ وہ لوگ نہیں تھے جو اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے پر ہر چیز کو ہیچ سمجھتے تھے قرآن کریم نے انہی لوگوں کی تعریف میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

لاتجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله ولوكانوا آبائهم او ابنائهم.......... هم المفلحون (پ ۲۸ المجادلۃ ۲۲)

(ترجمہ) جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو

نہ دیکھیں گے کہ ایسے آدمیوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہے گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں ان لوگوں کے دلوں میں اللہ نے ایمان محبت کر دیا ہے اور ان (قلوب) کو اپنے فیض سے قوت دی ہے (فیض سے مراد نور ہے) اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالی ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر کے حق میں اتری ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر کے والد نے اسلام لانے سے پہلے دور میں حضور ﷺ کے بارے میں سخت باتیں کہیں تو اس پر حضرت ابو بکر صدیق کو سخت غصہ آیا اور انہوں نے اپنے والد کو اس زور سے مارا کہ وہ نیچے گر گئے جب حضور ﷺ کو اس کا پتہ چلا تو آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا واقعی ایسی بات ہوئی ہے حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ ہاتھ تو کیا ہے اگر اس وقت میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو وہ بھی استعمال کر لیتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (لباب النقول ص ۲۰۸۔ روح المعانی ج ۱۴ ص ۲۳۰۔ ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲۸۵)

امام سہیلی غزوہ بدر کے تذکرہ میں بیان کرتے ہیں کہ

حضرت ابو بکر بہت رقیق القلب ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ پر جانثاری کی حد تک شفقت فرماتے تھے (تاریخ ابن کثیر ج ۳ ص ۳۵۲)

جب آپ ہجرت مدینہ کے لئے اپنے محبوب آقا کے ہمراہ جا رہے تھے تو آپ کبھی آگے ہو جاتے اور کبھی پیچھے پیچھے چلتے کبھی دائیں اور کبھی بائیں ہو جاتے حضور ﷺ نے جب یہ بات دیکھی تو ان

سے پوچھا کہ ابو بکر ایسا کیوں کرتے ہو آپ نے فرمایا

کہ حضور...... جب میں آپ کے پیچھے چلتا ہوں تو مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کوئی آگے سے نہ آجائے اور آپ کو تکلیف نہ دے اس خیال سے میں آگے آجاتا ہوں اور جب میں آگے آگے چلتا ہوں تو اس اندیشہ سے پھر ڈر جاتا ہوں کہ کوئی آپ کو پیچھے سے تکلیف نہ دے اسلئے پھر میں پیچھے ہو جاتا ہوں ......(البدایہ ج ۳ ص ۱۸۰ ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۵۱۳)

اس سے اندازہ کیجئے کہ آپ کے دل میں حضور ﷺ کی کتنی محبت تھی اور آپ حضور ﷺ کی تکلیف کے اندیشہ کے پیش نظر کس قدر تڑپ جاتے تھے اور اسی فکر میں کبھی آگے اور کبھی پیچھے ہو کر آپ کے لئے اپنے آپ کو بطور ڈھال بنا لیتے تھے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں

سب سے زیادہ چاہنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابو بکر ہیں آپ کی یہ حالت تھی کہ (حضورؐ کی) محبت میں کہ جب آپ غار پر پہنچے تو حضرت ابو بکر نے یوں عرض کی کہ پہلے مجھے جانے دیجئے شاید کوئی موذی (ایذا دینے والی چیز) ہو جب غار میں پہونچے تو اس میں بہت سے سوراخ تھے آپ نے کپڑے پھاڑ کر ان کو بند کیا دو سوراخ باقی رہ گئے اور کوئی چیز بند کرنے کو رہی نہیں تو آپ نے دونوں پاؤں اس میں اڑا دیئے اور کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تشریف لے آیئے۔ کیا حد ہے اس عشق و محبت کی۔ (وعظ۔ الربیع فی الربیع ص ۱۳)

حضرت ابو بکر کو اپنے والد حضرت ابو قحافہ کے مسلمان ہو جانے پر کس قدر خوشی ہوئی ہو گی اسے آپ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے تاہم آپ چونکہ یہ دیکھ آئے تھے کہ حضور ﷺ کو اپنے چچا خواجہ ابو طالب کے اسلام کی بہت تڑپ تھی اور ان کے مسلمان ہو جانے پر حضور ﷺ کو حد درجہ خوشی ہوتی تو آپ نے اپنے والد کے قبول اسلام کے موقع پر قسم کھا کر فرمایا کہ اے میرے

آقا...... مجھے اپنے باپ ابو قحافہ کے اسلام لانے کی خوشی کی بہ نسبت خواہ ابو طالب کے اسلام لانے پر بہت خوشی ہوتی کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ ان کے اسلام لانے پر آپ کو سب سے زیادہ خوشی حاصل ہوتی اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو بکر (میں جانتا ہوں کہ) تو نے سچ کہا ہے۔

والذی بعثك بالحق لانا كنت اشد فرحا باسلام ابی طالب منی باسلام ابی التمس بذلك قرة عينك قال صدقت (ریاض ج۱ ص ۷۵)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر کو حضور اکرم کی خوشی اپنی ہر خوشی سے زیادہ پیاری تھی اور آپ کی راحت و خوشی کی خاطر اپنی ہر راحت اور خوشی قربان کر دیا کرتے تھے۔

عشق و محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی بات مانی جائے حضرت ابو بکر صدیق نے جس دن سے حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ چلنے کا وعدہ کیا آخر تک آپ اپنے وعدہ پر پوری استقامت کے ساتھ قائم رہے حضور ﷺ کی زندگی میں بھی آپ کے حکم کی تعمیل کو اپنا فریضہ سمجھا اور حضور ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے پر بھی آپ کی ہدایت اور حکم پر ذرہ بھر آنچ نہ آنے دی اور فرمادیا کہ ابو بکر حضور ﷺ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا اگرچہ اسے جنگل کے درندے ہی کیوں نہ اچک کر لے جائیں

حضور اکرم بیشک آپ کے دوست بھی تھے تاہم آپ نے ہمیشہ حضور ﷺ کو رسالت کے مقدس آئینہ میں دیکھا اور کبھی کوئی ایسی بات یا کام نہ کیا جس سے کسی طرح بھی ادب نبوی پر حرف آتا ہو ۔ آپ حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں ہوتے تو آپ کی خدمت کو سعادت جانتے آپ آرام فرماتے تو پاس بیٹھ کر آپ کا خیال فرماتے آپ کو اس وقت تک نہ اٹھاتے جب تک آپ خود نہ اٹھ جائیں

وكان لايوقظ رسول الله ﷺ من منامه حتى يستيقظ (صحیح بخاری ج۱ ص ۵۰۴)

☆......حضرت ابو بکر صدیقؓ فنا فی الرسول تھے۔

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کا حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جس قسم کا تعلق تھا اس پر سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ آپ نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کی محبت میں گم کر دیا تھا اور آپ کو حضور ﷺ کے اتنے قرب کی دولت نصیب ہو گئی تھی کہ آپ کے ہوتے ہوئے انہیں اپنے ہونے کا تصور بھی نہیں رہا حکیم الامت حضرت تھانوی کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امر تسریؒ فرماتے ہیں

حضرت عمرؓ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو کان بعدی نبی لکان عمر اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے ایک شخص نے (حضرت تھانوی سے) عرض کیا کہ اس سے تو ان کی (یعنی حضرت عمرؓ کی) حضرت ابو بکر صدیق پر فضیلت معلوم ہوتی ہے (حضرت تھانوی نے) فرمایا کہ اس کا اصل جواب تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ ان میں صفت نبوت کی استعداد قریب تھی اس سے حضرت ابو بکر پر فضیلت لازم نہیں آتی۔ جائز ہے کہ ان میں اور کمال اس سے بھی زیادہ ہو اور مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ نے فرمایا کہ یہاں لفظ بعدی فرمایا اور حضرت ابو بکر صدیق معی تھے بعدی نہ تھے (الکلام الحسن ج ۲ ص ۱۹۳)

حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں

یہی راز ہے اسکا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے تو اس پر ظاہراً یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد نبوت کا مستحق حضرت عمر کو فرمایا حالانکہ حضرت ابو بکر ان سے افضل تھے اسلئے انکا استحقاق زیادہ معلوم ہوتا ہے تو انکا راز ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ حضرت

ابوبکر تو حضور کے اندر فناء ہو گئے تھے وہ من بعدی میں داخل ہی نہ تھے وہ آپ کے غیر تھوڑا ہی تھے وہ تو عین ہو گئے تھے یہ و□ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ان کو مستحق نہیں کہا کیونکہ وہ تو معی تھے ان کو من بعدی کیسے کہا جا سکتا تھا

یہی راز ہے اسکا کہ حضرت صدیق اکبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اتنے پریشان نہیں ہوئے جتنے حضرت عمر پریشان ہوئے۔ پریشانی تو بُعد سے ہوتی ہے جو فنا ہو چکا ہے وہ بعید نہیں ہوا کرتا وہ تو ہر وقت مشاہدہ کر رہے تھے پھر کیسی پریشانی۔ حضرت ابوبکر کی تو بڑی شان ہے...... حضرت صدیق اکبر کو اس سے بڑھ کر حضور کا مشاہدہ تھا گو انکو ظاہرا بُعد تھا مگر بُعد باطنی نام کو نہ تھا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جزو کے مثل تھے۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کا سارا مال لے لیا کیونکہ وہ فانی ہو چکے تھے (وعظ۔ احکام المال ص ۲۹)

حضرت ایک اور وعظ میں فرماتے ہیں

آپ ﷺ نے صدیق اکبر کیلئے یہ نہیں فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ابوبکر ہوتے ان میں بعدیت اور غیریت کا مرتبہ ہی نہ تھا اور یہ ایسی بات ہے جس کا محض ان نکات پر مدار نہیں بلکہ نصوص قرآنیہ اور حضور ﷺ کے برتاؤ وغیرہ اسکے لئے کافی دلائل ہیں قرآن میں ہے ان اللہ معنا غار ثور تک جب دشمن تلاش کرتے کرتے پہنچ گئے حضرت صدیق اکبر نے ان کو چلتا پھرتا دیکھا تو وہ گھبرائے اور حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ کافر نگاہ ڈالیں تو ہم کو دیکھ لیں گے اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا غم مت کرو خدا تعالی ہمارے ساتھ ہے معنا میں حضرت صدیق اکبر بھی داخل تھے جس سے حضور ﷺ کے ساتھ ان کا کامل اتحاد صاف صاف معلوم ہوتا ہے (وعظ۔ تحقیق الشکر ص ۲۸)

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کا ادب رسول ﷺ

سیدنا صدیق اکبر اس معیت تامہ اور فنائیت کاملہ کی دولت رکھنے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حد درجہ ادب واحترام فرماتے تھے۔ حضور کی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو ادب سے سر جھکا کر بیٹھتے اور جب کوئی بات حضور ﷺ فرماتے تو آپ کہتے کہ میرے ماں باپ آپ قربان ہوں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ۔ جب آپ دیکھتے کہ آپ کی بیٹی حضور ﷺ کے ساتھ ذرا بھی اونچی آواز میں بات کر رہی ہیں تو آپ انہیں فوراً ٹوکتے حضرت عائشہ صدیقہ آپ کی صاحبزادی ہیں لیکن وہ چونکہ حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ بھی ہیں تو آپ ہمیشہ اس رشتہ کو اہم سمجھتے اور اسی کو اہمیت دیتے اور خود اپنی بیٹی کو ام المؤمنین کہہ کر بلاتے تھے۔ ہجرت کے موقع پر جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو آپ حضور ﷺ پر کپڑے کا سایہ کر کے کھڑے ہو گئے

یجئی ابابکر حتی اصابت الشمس رسول الله ﷺ فاقبل ابوبکر حتی ظلل علی رسول الله ﷺ بردائه فعرف الناس رسول الله صلی الله علیه وسلم عند ذلك (صحیح بخاری ج ا ص ۵۵۵)

یہ اس لئے تھا کہ آپ سورج کی تیز شعاعوں سے محفوظ رہیں اور آپ کو تکلیف نہ ہو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے آپ کے ادب رسول کو اس طرح بیان فرمایا ہے

حضور ﷺ جب اول اول مدینہ طیبہ تشریف لائے تو قبا میں قیام فرمایا تھا اہل مدینہ آپ کو بہت کم جانتے تھے نادیدہ عاشق تھے حضور ﷺ کی تشریف آوری کی خبر آ رہی تھیں ہفتے گذر گئے تھے کہ ہمیشہ استقبال کو جاتے تھے لیکن ناکام آتے تھے جس روز تشریف لائے تو ایک یہودی نے جو پہاڑ پر چڑھ رہا تھا دور سے دیکھا اور پکار کر کہا کہ یا اھل

المدینہ مزا جدکم ...... اے اہل مدینہ تمہارا نصیبہ آگیا چنانچہ سب آئے اور حضور ﷺ نے قبا میں قیام فرمایا۔ حضرت صدیق اکبرؓ ہمراہ تھے اور حضرت صدیق اکبر کی واڑھی میں سفید بال زیادہ تھے اسلئے جو لوگ آتے تھے وہ صدیق اکبر کو پیغمبر سمجھتے جو آتا ان سے مصافحہ کرتا۔ (امثال عبرت ۸۲) چونکہ صدیق اکبر بوجہ اسکے کہ قوی (طاقت) میں حضور ﷺ کے برابر نہ تھے عمر میں بڑے معلوم ہوتے تھے اسلئے لوگوں نے انہیں کو رسول اللہ ﷺ سمجھ کر مصافحہ کرنا شروع کر دیا (حسن العزیز ج ۱ ص ۱۵) حضرت صدیق اکبر کا ادب دیکھئے کہ انہوں نے کسی سے یہ نہیں کہا کہ حضور ﷺ سے مصافحہ کرو آپ خود سب سے مصافحہ کر لیتے تھے لوگ مصافحہ کرتے رہے جب آفتاب اونچا ہوا اور دھوپ کے اندر تیزی ہوئی اور آپ پر دھوپ آئی اس وقت حضرت صدیق اکبر آپ پر ایک کپڑے کا سایہ کر کے کھڑے ہو گئے اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ آقا ہیں اور یہ خادم ہیں (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۹) لیکن اس معلوم ہونے پر ان صحابہؓ نے پھر دوبارہ اٹھ کر مصافحہ نہیں کیا۔ یہ حضرت صدیق اکبرؓ کا غایت ادب تھا کہ آپ وقایہ ہو گئے حضور ﷺ کے کہ آپ کو تکلیف نہ پہنچے (احکام الجاہ ص ۵۳)

☆...... ایک شبہ اور اسکا ازالہ

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر کا یہ عمل ادب کس طرح ہوا؟

﴿ الجواب ﴾ اب میں بتاتا ہوں حضرت صدیق اکبر کا یہ عمل ادب کیوں کر ہے؟ بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھکے ماندے تشریف لائے تھے اگر تمام مجمع سے آپ مصافحہ کرتے اور علیحدہ علیحدہ سب کا حال پوچھتے تو آپ کو ضرور تکلیف ہوتی اور آپ وہ

ذات مقدس ہیں کہ جن کی راحت کیلئے غار میں حضرت صدیق اکبر نے سانپ سے کٹوالیا لیکن حضور کی راحت رسانی کے واسطے حرکت تک نہیں فرمائی پس ایسے محبوب کی اس قدر تکلیف صدیق اکبر جیسے جانثار محبّ کو کیسے گوارا ہوتی۔ چنانچہ لوگ آتے رہے اور آپ سے مصافحہ کرتے رہے

یہ تو ظاہری حکمت اس مصافحہ کی ہوئی اور ایک باطنی راز ہے وہ یہ ہے کہ محبّ کا خاصہ ہے کہ محبّ میں فناء فی المحبوب کا مضمون پیدا کر دیتی ہے اور فناء کا خاصہ ہے من وجہ اتحاد۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ دکھلادیا کہ حضرت صدیق اکبر ایسے محبّ ہیں کہ لوگ ان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(ترجمہ) میں آپ کا ہو گیا آپ میرے ہو گئے میں مثل بدن ہو گیا آپ مثل جان ہو گئے تاکہ اسکے بعد کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ میں اور آپ دو ہیں (امثال عبرت ص ۸۲)

اس واقعہ سے حضرت صدیق اکبر کا کمال فہم بھی واضح ہے آپ فرماتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر کا کمال فہم دیکھئے کہ انہوں نے مصافحہ سے انکار نہیں کیا بلکہ برابر مصافحہ کرتے رہے اور چونکہ حضور سفر سے تھکے ہوئے تھے تشریف لائے اس طرح مصافحہ کی زحمت سے حضور ﷺ کو بچایا...... آج کل ظاہری تعظیم و تکریم ہی کو خدمت سمجھا جاتا ہے اصلی خدمت تو راحت پہنچانا ہے خواہ اس میں خود قلب پر کوئی بار ہی کیوں نہ ہو۔ محبت کے تو یہی معنی ہیں خدمت تو صحابہ نے کر کے دکھلادی ہے (حسن العزیز ج ا ص ۱۵)

حضور اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد تو آپ کی گویا دنیا ہی اجڑ گئی تھی حضور ﷺ کی یاد میں اکثر رودیا

کرتے تھے آپ کی بیماری کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ آپ حضور ﷺ کی یاد میں اور آپ کی جدائی کے غم میں اندر ہی اندر گھلے جا رہے تھے آپ کہیں جاتے اور وہاں حضور ﷺ کا مقدس ذکرہ شروع ہوتا تو آپ اپنے محبوب کی یاد میں رو پڑتے تھے حضرت ام ایمن کا گھر ہو یا حضرت علی مرتضٰی کے ہاں جانا ہو حضور کا ذکر مبارک چھڑنے کی دیر ہوتی کہ آپ کے آنسو نکل پڑتے تھے آپ خلافت کے دوسرے سال ایک مرتبہ خطبہ دینے کے کھڑے ہوئے اور ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ

قام رسول اللہ ﷺ مقامی ھذا عام الاول وبکی ابوبکر (مسند احمد ج ۱ ص ۷)

حضور ﷺ جب پہلے سال خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تھے

کہ حضور کو یاد کر کے رونے لگے ہمت کر کے پھر خطبہ دینا شروع کیا تو اتنا روئے ہوئے کہ ہچکی بندھ گئی تھی۔ اسی طرح ایک مرتبہ منبر نبوی پر تشریف فرما ہوئے اور ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ آپ حضور کو یاد کر کے رو پڑے

فبکی ابوبکر حین ذکر رسول اللہ ﷺ (ایضا)

شیعہ حضرات کی معروف تفسیر امام حسن عسکری میں سورہ بقرہ کے ایک مقام پر ہجرت نبوی کے سلسلے میں ایک روایت نقل کی گئی ہے اسے دیکھئے اس سے صاف طور پر نظر آئے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں کس طرح فدا کر دیا تھا۔ تفسیر حسن عسکری کا یہ بیان دیکھئے

حضور ﷺ ابوبکر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اے ابوبکر کیا تو راضی ہے کہ اس سفر (ہجرت) میں میرے ہمراہ ہو اور کفار قریش جس طرح پر مجھے قتل کے لئے تلاش کریں اسی طرح تیرے قتل کے بھی درپے ہوں اور یہ بھی مشہور ہو جائے کہ تو نے مجھے اس کام پر آمادہ کیا ہے اور میری رفاقت کے سبب سے تجھ پر طرح طرح کے عذاب اور تکلیفیں پہنچیں ابوبکر نے عرض کی۔

یارسول اللہ میں تو وہ ہوں کہ اگر آپ کی محبت میں سخت ترین بلاؤں میں گرفتار ہوں

اور قیامت تک بھی ان میں مبتلا رہوں تو بھی میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی سلطنت قبول کروں۔ میری جان میرا مال میرے اہل و عیال سب آپ پر قربان ہیں آپ کو چھوڑ کر کہاں رہوں گا

﴿ وهل انا ومالی وولدی الا فدائك ﴾ (ماخوذ از آیات بینات ج ۱ ص ۵۵)

اس سے آپ حضرت ابو بکر کی حضور سے محبت اور آپ پر فدائیت کا اندازہ کر لیں۔

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کا اھل بیت نبوی سے محبت و تعلق

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کا حضور اکرم ﷺ کے گھر والوں کے ساتھ بہت ہی گہرا اور خصوصی تعلق تھا آپ اہل بیت نبوی کا بہت زیادہ احترام فرماتے اور ان کی خبر گیری فرماتے رہتے تھے حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ آپ کے خصوصی مراسم تھے اور آپ حضرت ابو بکر کے کابینہ کے ایک رکن اور آپ کے مشیر تھے آپ حضرت فاطمہ الزہراءؓ کا بھی خیال فرماتے تھے اور گھر کی ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے اس کا انتظام فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس کا حضرت فاطمہ سے بہت گہرا تعلق تھا اور یہ تعلق آخر تک قائم رہا یہ آپ کی اہلیہ تھیں جنہوں نے حضرت فاطمہ الزہراء کی تیمارداری کی اور ان کے پاس آتی جاتی رہیں حضرت فاطمہ کو فکر لاحق ہوئی کہ ان کا جنازہ اس طرح نہ اٹھے کہ بے پردگی کہیں سے ظاہر ہو تو حضرت اسماء نے انہیں بتایا کہ فلاں جگہ عورتوں کے لئے اس طرح گہوارے بنائے جاتے ہیں تو آپ بہت خوش ہوگئیں اور اپنا جنازہ اسی طرح بنانے کی تاکید فرمائی

حضرت فاطمہ الزہراء نے وصیت کی تھی حضرت ابو بکر صدیق کی اہلیہ حضرت اسماء ہی انہیں غسل دیں چنانچہ آپ نے ہی ان کو غسل دیا تھا اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نہ صرف

حضرت ابوبکر الصدیق کا اہل بیت نبوی سے گہرا تعلق تھا بلکہ یہ دونوں گھرانے آپس میں ایک دوسرے کے بہت قریب تھے اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں ہمیشہ اور برابر کے شریک رہتے تھے۔

یہ بات کس سے پوشیدہ ہوگی کہ حضرت علی مرتضٰی کو حضرت فاطمہ الزہراء سے شادی کے لئے جن بزرگوں نے ترغیب دی تھی آپ ان میں سے ایک تھے آپ کے علاوہ حضرت عمر فاروق اور حضرت سعد بن معاذ تھے یہ حضرت مرتضٰی کے یاروں میں سے تھے شیعہ شاعر مرزا رفیع باذل کہتا ہے

بروز دگر رفت نزد نبی   بہ ترغیب یاران علی ولی

حضرت علی مرتضٰی نے اپنی مالی تنگدستی کا عذر پیش فرمایا مگر ان بزرگوں نے ان کو اس پر راضی کر ہی کر لیا اور جب حضرت فاطمہ الزہراء سے ان کا رشتہ طے ہو گیا تو حضرت علی نے کچھ رقم لا کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی حضور نے اس رقم کا ایک حصہ حضرت ابوبکر کو دیا کہ وہ بازار جا کر حضرت فاطمہ الزہراء کے لئے سامان خرید لائیں۔ پھر آپ اس نکاح کی مجلس میں موجود رہے اور آپ نے اور آپ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ نے بھی دوسرے ضروری امور میں بھر پور حصہ لیا اور حضور ﷺ کا ہاتھ بٹایا۔

جن دنوں حضرت فاطمہ بیمار تھیں آپ عیادت کے لئے تشریف لاتے ایک مرتبہ آپ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ

والله ماترکت الدار والمال والاهل والعشيرة الا ابتغاء مرضات الله ورسوله ومرضاتکم اهل البيت ...... رواه البيهقی (موسوعۃ آثار الصحابہ ج۱ص ۹۴)

بخدا میں نے تو گھر بار مال و دولت اور سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کی خوشی اور

اے اہل بیت تمہاری خوشی کے لئے چھوڑا تھا

یہ بات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء کے جنازہ کی امامت کا شرف بھی حضرت ابوبکر صدیق کو حاصل ہوا ہے حضرت جعفر اپنے والد محمد سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ الزہراء کا انتقال ہوگیا اور نماز جنازہ کے لئے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تشریف لائے تو حضرت ابوبکر نے حضرت علی سے کہا کہ چلئے آگے بڑھ کر نماز پڑھایئے اس پر حضرت علی مرتضٰی نے فرمایا کہ

نہیں میں آگے نہیں بڑھ سکتا آپ آگے بڑھئے اور نماز جنازہ پڑھایئے چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی

ماکنت لاتقدم وانت خلیفة رسول الله ﷺ فتقدم ابوبکر وصلی علیها (کنز العمال ج ۶ ص ۳۶۶)

امام زین العابدین کے بیان میں یہ بھی منقول ہے کہ جب حضرت علی مرتضٰی نے حضرت ابوبکر سے نماز کی امامت کے لئے فرمایا تو آپ نے کہا کہ آپ کے ہوتے ہوئے میں کیسے نماز پڑھاؤں حضرت علی مرتضٰی نے فرمایا کہ جی ہاں آپ ہی آگے بڑھئے خدا کی قسم آپ کے علاوہ کوئی بھی حضرت فاطمہ الزہراءؓ کی نماز جنازہ نہ پڑھائے گا چنانچہ پھر آپ نے امامت فرمائی۔

قال علیؓ تقدم یا ابابکر قال وانت شاهد یا ابا الحسن قال نعم تقدم فوالله لایصلی علیها غیرك فصلی علیها ابوبکر رضی الله عنهم اجمعین ودفنت لیلا (ریاض النضرة ج ا ص ۱۷۶)

مؤرخ علامہ محمد ابن سعد معروف تابعی حضرت ابراہیم نخعی (۹۶ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں پڑھیں

صلی ابوبکر الصدیق علی فاطمةؓ بنت رسول الله ﷺ فکبر علیها اربع (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۴)

آپ ہی سوچیں کہ اگر خدانخواستہ ان دو گھرانوں کے درمیان کوئی بھی خلش ہوتی اور ایک دوسرے کے دل میں ذرا سا بھی بوجھ ہوتا تو کیا یہ دو گھرانے اس قدر آپس میں قریب ہوتے ان حضرات کا اس قدر قریب کا تعلق بتاتا ہے کہ ان کے درمیان دشمنی کی کہانی کسی ایسے دشمن نے ہی اڑائی ہے جسے سرے سے ہی اسلام پسند نہیں ہے اور اس آڑ میں وہ اسلام کے دور اول کو ہی داغدار بنادینا چاہتا ہے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

حضرت ابوبکر کو حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے بچوں اور حضور ﷺ کے جگر گوشوں سے کس قدر پیار تھا اسے بھی دیکھئے آپ ایک مرتبہ نماز عصر کے بعد مسجد سے نکل رہے تھے کہ آپ کی نظر حضرت امام حسن پر پڑ گئی جو وہاں بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے آپ نے حضرت امام حسن کو دیکھا تو ان کے پاس آگئے اور ان کو اٹھا کر اپنے کندھوں پر سوار کر لیا (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۰) اس وقت حضرت ابوبکر کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰؓ بھی تھے اور جب حضرت ابوبکر نے حضرت حسن کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا تو فرماتے جاتے تھے کہ میرا باپ قربان یہ بیٹا تو علی کا شبیہ نہیں حضور ﷺ کا شبیہ ہے حضرت علی مرتضیٰؓ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔

بابی شبیه بالنبی لیس شبیها بعلی وعلی علیه السلام یضحك (مسند احمد ج ۱ ص ۱۵)

شیعہ عالم علامہ علی بن عیسی نے کشف الغمہ میں عقبہ بن حارث سے یہ روایت نقل کی ہے (دیکھئے کشف الغمہ ج ۱ ص ۵۵۰)

جب عراق مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا تو وہاں سے غنیمت کا مال مدینہ منورہ آیا حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس کے ساتھ ایک قیمتی طیلسان حضرت ابوبکر کے لئے بطور تحفہ ارسال کیا حضرت ابوبکر نے وہ تحفہ اپنی طرف سے حضرت امام حسین کو دے دیا تھا (دیکھئے فتوح البلدان ص ۲۵۴

للبلاذری)

آپ کو حضور اکرم کے اقرباء اور عزیز کتنے عزیز تھے اسے دیکھئے اور اندازہ کیجئے کہ آپ اپنے آپ کو حضور ﷺ کے اقرباء کے کتنے قریب رکھے ہوئے تھے آپ نے یہ بات قسم کھا کر فرمائی ہے

والذی نفسی بیده لقرابة رسول الله صلی الله علیه وسلم احب الی ان اصل من قرابتی (صحیح بخاری ج۱ص۵۲۶۔۔وص۵۷۶۔ مسند احمد ج۱ص۱۸)

حضور اکرم ﷺ کے اقرباء مجھے اپنے اقرباء سے زیادہ عزیز ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے گھر والوں کا حضور اکرم ﷺ کے گھر والوں سے یہ تعلق حضور اکرم ﷺ سے سچے تعلق اور پر خلوص محبت کی دلیل اور گواہ نہیں تو اور کیا ہے اور یہ صرف آپ یا آپ کے گھر والے ہی نہیں بلکہ آپ عام مسلمانوں کو بھی حضور ﷺ کے مقدس گھر والوں کا ادب واحترام اور توقیر و تعظیم اور ان کا خصوصی خیال رکھنے کی تاکید فرماتے رہتے تھے آپ فرماتے کہ

ارقبوا محمد اصلی الله علیه وسلم فی اهل بیته (صحیح بخاری ج۱ص۵۳۰)

اے لوگو...... حضور ﷺ کے گھر والوں کا خاص خیال رکھا کرو

حضرت ابوبکر صدیق کا سر تاج نبوت اور خاندان نبوت کے ساتھ رشتہ داریوں کا تعلق

(۱)......اللہ تعالی نے چاہا کہ حضرت ابوبکر صدیق کی چہیتی صاحبزادی اس کے آخری رسول کی زوجہ مطہرہ بنے اور وہ آپ کے حرم محترم میں آجائیں چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور ﷺ

کے گھر آپ کی زوجہ مطہرہ بن کر آئیں اور سب مؤمنوں کی ماں بنیں۔اس رشتہ کی بناء پر حضور ﷺ حضرت ابوبکر صدیق کے داماد اور حضرت ابوبکر حضور ﷺ کے سسر ہونے کے شرف سے مشرف ہوئے

(۲)...... حضرت ابوبکر صدیق کی اہلیہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس کی پہلی شادی حضرت علی مرتضیٰ کے بھائی حضرت جعفر (طیار) بن ابی طالب کے ساتھ ہوئی تھی ۸ ہجری میں غزوہ موتہ پیش آیا تو آپ اس میں شہید ہوگئے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق نے بعد ازاں ان سے شادی فرمائی آپ کا حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے ساتھ بہت محبت کا تعلق تھا اکثر آنا جانا رہتا تھا جب حضرت ابوبکر صدیق کا انتقال ہوگیا تو کچھ عرصہ کے بعد حضرت اسماء حضرت علی مرتضیٰ کے نکاح میں آگئیں۔

(۳)...... حضرت ابوبکر کے پوتے قاسم بن محمد کی بیٹی حضرت ام فروہ کی شادی حضرت امام محمد باقر سے ہوئی تھی حضرت ام فروہ حضرت امام جعفر صادق کی والدہ محترمہ ہیں۔ پھر یہ بھی پیش نظر رہے کہ حضرت ام فروہ کی والدہ حضرت اسماء حضرت ابوبکر صدیق کے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی بیٹی ہیں۔ حاصل یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے اور پوتی کے درمیان یہ شادی ہوئی ہے اور ان سے حضرت ام فروہ پیدا ہوئی ہیں جو امام جعفر صادق کی ماں بنیں۔

اس رشتہ کی بناء پر حضرت ابوبکر صدیق امام جعفر صادق کے نانا ہوئے امام جعفر صادق فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر نے مجھے دوبار جنا ہے -ولقد ولدنی مرتین (صواعق ص ۵۳)

اس رشتہ کو شیعہ کے معتبر محدث علامہ کلینی نے اصول کافی میں بیان کر دیا ہے نیز شیعہ عالم علامہ علی بن عیسی اردبیلی نے کشف الغمہ میں بھی اسے ذکر کیا ہے

امه ام فروه واسمها قريبه بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر وامها

اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر ولذلك قال جعفر علیه السلام ولقد ولدنی ابوبکر مرتین (کشف الغمہ ج ۲ ص ۳۷۸ ۔ عمدۃ الطالب ص ۱۹۵۔ تہذیب الاحکام ج ۷۸۶۔ شافی ترجمہ اصول کافی ج ۳ ص ۶۶)

یعنی ابوبکر نے مجھے دوبار جنا ہے (یعنی میں ان کے پوتے اور پوتی کی اولاد ہوں)

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

ابوبکر الصدیق جدی هل یسب احد آباء ہ لاقدمنی الله ان لا أقدمه (احقاق الحق ج ۱ ص ۳۰ طبع ایران)

حضرت ابوبکر صدیق میرے نانا ہیں کیا کوئی اپنے آباء واجداد کو برا کہنا پسند کرے گا اللہ مجھے کوئی عزت نہ دے اگر میں حضرت ابوبکر کو مقدم نہ جانوں

(۴)...... حضرت امام حسن بن علی کی شادی حضرت ابوبکر صدیق کی پوتی حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے ساتھ ہوئی ہے

وتزوجت حفصة بنت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق الحسین بن علی بن ابی طالب (کتاب المحبر ص ۴۴۸ لابی جعفر بغدادی ۔ ناسخ التواریخ ج ۲۶۸۲)

(۵)...... حضرت امام حسن کی بیٹی ام الحسن کی شادی حضرت ابوبکر صدیق کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھ ہوئی تھی آپ حضرت اسماء بنت ابی بکر کے بیٹے تھے اس شادی کا ذکر شیعہ حضرات کی کتابوں میں موجود ہے (دیکھئے منتہی الامال ج ۱ ص ۲۴۳۔ عمدۃ الطالب ص ۶۸ ۔ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۷۱)

(۶)...... حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر اور حضرت علی مرتضٰی کے پوتے حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) آپس میں خالہ زاد بھائی تھے ان دونوں کی والدہ

آپس میں بہنیں تھیں اور یہ شاہ فارس یزدجرد کی بیٹیاں تھیں۔ شیعہ حضرات کے معتبر علماء شیخ مفید نے اپنی کتاب الارشاد میں (دیکھئے ص ۲۳۷) اور قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین میں......اور ملاباقر مجلسی نے جلاء العیون میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اہل بیت نبوی میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کا بڑا مقام ومرتبہ تھا ان میں سے کئی بزرگوں نے اپنے بچوں کے نام ان دونوں بزرگوں اور حضرت عثمان غنی کے نام پر رکھے ہیں یہ ان حضرات کے ساتھ قلبی تعلق اور محبت وعقیدت اور ان کی عزت وعظمت کا اقرار نہیں تو اور کیا ہے

دیکھئے خود حضرت علی مرتضیٰ نے اپنے بچوں میں ابو بکر اور عمر اور عثمان نام رکھے ہیں (کتاب المعارف لابن قتیبہ۔ کشف الغمہ وغیرہ) حضرت امام حسن بن علی نے اپنے بچوں کے نام ابو بکر اور عمر رکھے تھے (تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۲۸۔ نسب قریش ص ۵۰)

حضرت امام حسین بن علی کے بچوں میں ایک کا نام ابو بکر تھا (التنبیہ والاشراف ص ۲۶۳ از مسعودی)

حضرت امام موسیٰ کاظم کی بچوں میں سے ایک کا نام ابو بکر تھا (دیکھئے کشف الغمہ ج ۳ ص ۱۰)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ائمہ اہل بیت کے ہاں حضرت ابو بکر صدیق کس قدر واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے رہے ہیں اور ہر زمانہ کے بزرگان اہل بیت نے حضرت ابو بکر صدیق کو مختلف عنوان سے خراج عقیدت ضرور پیش فرمایا ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

☆...... حضرت ابو بکر کا معاملات میں فیصلہ کا طریقہ :۔

حضرت ابو بکرؓ کے سامنے کوئی معاملہ آتا تو اس کے فیصلہ کے لئے سب سے پہلے آپؓ قرآن شریف

کو دیکھتے، اگر قرآن میں اس سے متعلق کوئی بات نہ ملتی تو آپ حضور اکرم ﷺ کی سنت پر نظر فرماتے اگر ان دونوں میں سے بھی کوئی بات نہ ملتی تو آپ پہلے اجلہ صحابہ کو جمع فرما کر ان سے معلوم کرتے کہ اگر انہیں اس مسئلہ میں حضور ﷺ کا کوئی فیصلہ معلوم ہو تو بتائیں اگر کوئی بتا دیتا تو آپ اس پر خدا کا شکر ادا فرماتے اور کہتے

الحمد لله الذی جعل فینا من یحفظ علی نبیینا (ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۱۱۴)

اللہ کا شکر ہے کہ اس میں ہمارے درمیان ایسے حضرات رکھے ہیں جو ہمارے نبی اکرم کی باتوں اور فیصلوں کو جاننے اور یاد رکھنے والے ہیں

اور اگر آپ کو کہیں سے کوئی بات نہ ملتی تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد فرماتے تھے اور ساتھ ہی فرماتے کہ اگر یہ بات درست نکلی تو سمجھنا اللہ کی جانب سے ہے اور اگر اس میں کوئی خطا ہو گئی ہے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور میں اس پر اللہ سے معافی چاہتا ہوں۔ امام محمد بن سیرین نے آپ کے طرز عمل کو اس طرح بیان کیا ہے

وان ابابکر نزلت به قضیة لم نجد لها فی کتاب الله اصلا ولا فی السنة اثرا فقال اجتهد رایی فان یکن صوابا فمن الله وان یکن خطاء فمنی واستغفر الله (طبقات کبری ج ۳ ص ۱۳۲)

علامہ ابن سعد نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے قریبی ساتھیوں میں اهل الرای واهل الفقه بھی تھے اور آپ ان سے مشورہ کرتے تھے ﴿ ان ابابکر الصدیق کان اذا نزل به امر یرید فیه مشاورة اهل الرای واهل الفقه ﴾ (ایضا)

یہاں اہل الرای سے مراد فقہاء صحابہ کا وہ طبقہ ہے جن کی نظر دینی مسائل میں بڑی گہری رہی اور یہ حضرات علم و فہم میں دوسروں سے بہت آگے تھے صحابہ کرام میں خلفائے راشدین کے

ساتھ ساتھ حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن مسعود کو اس باب میں بہت اونچا مقام نصیب ہوا تھا شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) حضرت عمر فاروق سے متعلق ایک بحث میں سب خلفائے راشدین کو اہل الرای بتاتے ہیں آپ لکھتے ہیں

ان القول بالرای لم یختص به عمر رضی الله عنه بل علی کان من اقوالهم بالرای وکذلك ابوبکر وعثمان وزید وابن مسعود وغیرهم من الصحابة رضی الله عنهم کانوا یقولون بالرای وکان رای علی فی دماء اهل القبلة ونحوه من الامور العظائم (منہاج ج۶ ص۱۱۱)

ظاہر ہے کہ یہ رائے مذموم نہیں محمود ہے اگر مطلق رائے سے کام لینا جرم ہو تو خلفائے راشدین کبھی بھی اسے استعمال میں نہ لاتے شیخ الاسلام لکھتے ہیں

ومعلوم ان الرای ان لم یکن مذموما فلالوم علی من قال به (ایضاص ۱۱۲)

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے دین کے اہم معاملات میں یہ جو قاعدہ تیار فرمایا ہے بعد میں آنے والے سب مجتہدین نے اس کو اپنایا اس طرح آپ تمام مجتہدین کے امام شیخ اور استاذ ہوئے ہیں

بعد از اہم مہمات نزدیک حضرت صدیق آن بود کہ برائے امت آنحضرت ﷺ قاعدہ مرتب فرماید تا در مسائل اجتہادیہ بکدام راہ سلوک نمایند و ترتیب ادلہ شرعیہ بچہ اسلوب بعمل آرند الی یومنا ھذا ہمہ مجتہدین بر ہمیں قاعدہ عمل می کنند و وے رضی اللہ عنہ شیخ و استاذ جمیع مجتہدین شد بوضع ایں قاعدہ (ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۱۱۴)

حضرت ابو بکر صدیق کے نزدیک یہ ایک بڑا کام تھا کہ حضور ﷺ کی امت کے لئے

ایک قاعدہ مرتب فرمادیں کہ مسائل اجتہادیہ میں لوگ کس راہ پر چلیں اور دلائل شرعیہ کی ترتیب کس اسلوب کے ساتھ عمل میں لائیں ہمارے آج کے دن تک تمام مجتہدین اسی قاعدہ پر عمل کررہے ہیں اور اس قاعدہ کو وضع فرمانے کی بناء پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شیخ اور استاذ تمام مجتہدین کے ہوئے

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کو حضور اکرم ﷺ کے دور میں بھی مسئلہ مسائل کے حل کے سلسلہ میں ایک اہم حیثیت حاصل تھی اور آپ ان دنوں بھی صاحب افتاء میں سے تھے اور علمی دنیا میں بلند مقام پر فائز تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں کون فتوی دیا کرتے تھے آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر۔

من کان یفتی الناس فی زمان رسول اللہ ﷺ فقال ابوبکر وعمر مااعلم غیرھما (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۲۲۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۱)

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں

کان ابوبکر بحضرۃ النبی ﷺ یفتی ویامر وینھی ویخطب کما کان یفعل ذلك اذا خرج النبی ﷺ (منہاج ج ۷ ص ۵۰۲)

آپ ایک مقام پر لکھتے ہیں

کان یفتی بحضرته وھو یقرہ علی ذلك (ایضاج ۸ ص ۴۰۷)

آپ یہ بھی لکھتے ہیں

وقد ذکر غیر واحد الاجماع علی ان ابابکر اعلم الصحابة کلھم ودلائل ذلك مبسوطة فی موضعھا فانه لم یکن احد یقضی ویخطب ویفتی بحضرۃ النبی ﷺ الا ابوبکر رضی اللہ عنه ولم یشتبه علی الناس شئی من امر دینھم الا فصله ابوبکر (ایضا ص ۵۰۱)

حبر الامت حضرت عبداللہ بن عباس کا دینی علم وفہم محتاج بیان نہیں تاہم آپ کے پاس جب کوئی سوال آتا تو آپ سب سے پہلے قرآن وسنت پر نظر کرتے اگر وہاں سے کوئی بات نہ ملتی تو آپ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے قول پر فتوی دیا کرتے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے ہاں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے قول دینی معاملات میں کس قدر اہمیت کے حامل تھے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) ایک بحث میں لکھتے ہیں

وثبت عن ابن عباس انه كان يفتي بكتاب الله فان لم يجد فبما سنة رسول الله فان لم يجد افتى بقول ابى بكر وعمر ولم يكن يفعل ذلك بعثمان وعلى وابن عباس هو حبر الامة واعلم الصحابة فى زمانه وهو يفتي بقول ابى بكر وعمر مقدما لهما على قول غيرهما (منهاج ج۷ ص ۵۰۳)

آپ آگے چل کر لکھتے ہیں

وابن عباس كان مجتهدا مستقلا وكان اذا افتى بقول الصحابة افتى بقول ابى بكر وعمر لا بقول على وكان ينكر على على اشياء (ايضا ص ۵۳۰)

☆...... حضرت ابوبکر صدیق کی علم تعبیر میں مہارت

خواب اور اس کی باریکیوں کو سمجھنا اور پھر اس کی تاویل وتعبیر میں اترنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں یہ ایسا علم ہے جسے اللہ تعالی بعض مقربین کو عطا فرماتا ہے انبیاء کرام اس دولت سے بھرپور مالا مال ہوتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کے اس کمال کا ذکر قرآن کریم میں موجود

ہے اور خود حضور اکرم ﷺ نماز صبح کے بعد عموماً صحابہ کرام سے دریافت کرتے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے تو بتاؤ؟ اگر کوئی اپنا خواب بتاتا تو آپ ﷺ اس کی تعبیر بیان فرماتے تھے (دیکھئے صحیح بخاری)

آنحضرت ﷺ کی امت میں یہ دولت سب سے زیادہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کو عطا فرمائی گئی خواب دیکھنے والے آپ کے پاس آتے اور اپنے خواب کی تاویل و تعبیر معلوم کرتے تھے خود آنحضرت ﷺ نے اپنے بعض خواب حضرت ابو بکر صدیق کے سامنے بیان فرمائے اور آپ اس پر اپنی گذارش بھی پیش فرماتے تو آپ ﷺ ان کی بتائی تعبیر کی تائید فرماتے تھے اسی طرح آپ حضور ﷺ کی موجودگی میں بھی لوگوں کے خوابوں کی تاویل و تعبیر بتایا کرتے تھے حضرت امام سیوطی لکھتے ہیں

وکان الصدیق مع ذلك غایة فی علم التعبیر وقد کان یعبر الرؤیا فی زمن النبی ﷺ (تاریخ الخلفاء ص ۴۳)

بلکہ آپ ﷺ نے حضرت سمرہ بن جندب کو حکم دیا تھا کہ وہ جب بھی خواب دیکھیں تو اس کی تعبیر حضرت ابو بکر سے پوچھ لیا کریں أمرت أن أؤول الرؤیا أبابکر (ایضا)

یہ بات کس سے مخفی ہوگی کہ حضرت امام محمد بن سیرین (۱۱۰ھ) علم تعبیر و تاویل میں بہت اونچے مقام پر کھڑے ہیں اللہ تعالی نے آپ کو اس علم میں کمال عطا فرمایا تھا آپ حضرت ابو بکر صدیق کے علم تعبیر کو اس طرح خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

کان اعبر ھذہ الامة بعد نبیھا ابو بکر (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۳۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۴۳)

حضرت امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) بھی لکھتے ہیں۔

کان من أعبر الناس (تاریخ الخلفاء ۱۰۵)

حضرت ابو بکر صدیق کی تعبیر رؤیا کے بہت سے واقعات منقول ہیں ہم ان میں سے کچھ یہاں نقل کرتے ہیں انہیں دیکھئے اور اندازہ کیجئے کہ اللہ تعالی نے آپ کو اس باب میں بھی کس کمال کا علم فرمایا تھا۔

☆...... محاصرہ طائف کے دوران حضور اکرم ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک دودھ کا پیالہ آپ کے سامنے رکھا گیا آپ نے یہ خواب حضرت ابو بکر صدیق سے بیان فرمایا حضرت ابو بکر صدیق نے یہ خواب سن کر فرمایا کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قلعہ ابھی فتح نہ ہوگا۔ پھر آپ نے دوسرے حضرات سے بھی اس معاملہ میں رائے طلب کی۔ تاہم آپ نے حضرت ابو بکر صدیق کی تعبیر کی رو سے محاصرہ ختم فرمادیا اور مسلمانوں کی جماعت کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا آپ نے جاتے جاتے دعا فرمائی اور بعد میں یہ قلعہ خود بخود فتح ہو گیا اور یہاں کے سب لوگ مسلمان ہو گئے (سیرت المصطفی ج۳ ص ۶۳)

☆......ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق سے اپنا ایک خواب بیان فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ کالی بکریاں میرے پیچھے پیچھے آرہی ہیں اور ان کے پیچھے سفید چلی آرہی ہیں حضرت ابو بکر صدیق نے اس کی تعبیر میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اہل عرب آپ کا اتباع کریں گے اور اہل عجم اہل عرب کا اتباع کریں گے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہی تعبیر صبح ایک فرشتہ نے بھی دی تھی (رایت کانما تبعنی غنم سود وتبعتها غنم ابیض فقال ابوبکر رضی الله عنه تتبعك العرب وتتبع العرب العجم (تعطیر الانام ص ۷) فقال نبی ﷺ هكذا عبرها الملك بسحر (مستدرک حاکم ج ۴ ص ۲۴۳)

☆...... ایک مرتبہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ حضور میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک سائبان سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے اور لوگ اسے کھا رہے ہیں کوئی کم اور کوئی زیادہ۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اس پر عرض کی کہ یارسول اللہ اگر اجازت ہو تو میں اس کی تعبیر بتاؤں

آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ تم ہی اس کے اہل ہو حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ یہ سائبان تو قرآن کریم ہے اور گھی اس کی تلاوت ہے اور شہد اس کا مٹھاس ہے اس سے کوئی زیادہ نفع پا رہا ہے اور کوئی کم۔۔۔ (الاشارات فی علم العبارات ج ۲ ص ۴)

☆......ایک مرتبہ حضور علیہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق سے فرمایا

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ہم دونوں ایک بلندی کی جانب جا رہے ہیں تو میں تم سے دو زینے آگے بڑھ گیا ہوں یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق نے کہا کہ یا رسول اللہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پہلے اپنے پاس بلا لیں گے اور میں آپ کے بعد ڈھائی سال زندہ رہوں گا

يقبضك الله تعالى الى رحمته وأعيش بعدك سنتين ونصفا (تعطیر الانام فی تعبیر المنام ص ۷)

☆...... صحابی رسول حضرت خالد بن سعید اموی کہتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے ایک خوفناک خواب دیکھا کہ میں آگ کے گڑھے کے دہانے کھڑا ہوں اور میرا باپ مجھے اس میں دھکیل رہا ہے اتنے میں حضور علیہ ﷺ آئے اور انہوں نے مجھے پکڑ کر اس میں گرنے سے بچا لیا۔ میں اس خواب سے بہت ڈر گیا اور میں نے کہا کہ بخدا یہ خواب سچا معلوم ہوتا ہے صبح صبح حضرت ابو بکر صدیق سے ملاقات کی اور ان سے اس خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے اس کی تعبیر میں فرمایا کہ اے خالد میں تمہارا خیر خواہ ہوں حضور علیہ ﷺ جو دعوت دے رہے ہیں تم اسے قبول کر لو اور میں سمجھتا ہوں کہ تم اس دین کو قبول کر لو گے اور اس آگ میں گرنے سے بچ جاؤ گے البتہ تمہارے باپ کی قسمت میں قبول اسلام نہیں معلوم ہوتا۔ أريد بك خيرا هذا رسول الله ﷺ فاتبعه فانك ستتبعه وتدخل معه فى الاسلام والاسلام يحجزك ان تدخل فيها وأبوك واقع فيها (مستدرک حاکم ج ۳ ۲۷۷) چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت خالد نے قبول اسلام کی دولت پائی اور ان کا باپ اس دولت سے محروم رہا۔ انہوں نے

☆...... حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور ﷺ کی وفات سے چند روز پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ تین چاند ان کے حجرہ میں گرے ہیں آپ نے اپنے والد حضرت ابو بکر صدیق سے اس کا تذکرہ کیا حضرت ابو بکر نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا خاموش رہے جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا اور حضرت عائشہ صدیقہ کا حجرہ آپ کا مدفن اور روضہ بنا تو آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ

هذا احد اقمارك وهو خيرها (مؤطا امام مالک ص ۱۵۴ مستدرک ج ۴ ص ۴۳۷)

اے عائشہ یہ تمہارے حجرہ کا پہلا اور سب سے بہتر چاند ہے

☆...... ایک مرتبہ ایک شخص حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک چھوٹے سے سوراخ سے بڑا بیل نکلا ہے اور اس نے چاہا ہے کہ پھر سے اس سوراخ میں چلا جائے لیکن وہ جا نہ سکا آپ نے اس کی تعبیر میں فرمایا کہ وہ بیل بات ہے جو اپنی جگہ سے نکلتی ہے تو پھر وہ اپنی جگہ پر واپس نہیں جا سکتی (تعبیر الرؤیا کلاں ص ۳۰۷)

☆......ایک مرتبہ کسی نے حضرت ابو بکر صدیق سے کہا کہ مجھے خواب میں ایک درخت کے ستر پتے شمار کر کے دئے گئے ہیں آپ نے اس کی تعبیر میں فرمایا کہ تجھ پر ستر لکڑیاں پڑیں گی۔ اور ایسا ہی ہوا کہ اسے اسی ہفتے میں ستر چھڑیاں ماری گئیں

پھر اسی شخص نے دوسرے سال میں وہی ستر پتوں والا خواب دیکھا اور پھر سے حضرت ابو بکر سے اس کی تعبیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ تجھے ستر ہزار درہم ملیں گے۔ اس شخص نے کہا کہ جناب والا گزشتہ سال میں نے یہی خواب دیکھا تھا اس کی تاویل ستر لکڑی تھی اور اس سال دیکھے گئے اسی خواب کی تعبیر ستر ہزار درہم ہے اس کی تعبیر میں فرق بتایئے آپ نے فرمایا کہ گزشتہ سال تو نے خواب فصل خزاں میں دیکھا تھا اس وقت سب درخت خشک تھے اور پتے گراتے تھے اس کی تاویل وہی تھی اور اس سال موسم بہار ہے اور درختوں کا رخ ترقی کی طرف ہے اس کی تاویل یہی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس خواب دیکھنے والے نے ستر ہزار درہم پائے (تعبیر الرؤیا کلاں

ص ۶۳)

☆......ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں خون کا پیشاب کررہاہوں حضرت ابوبکر صدیق نے اس پر فرمایا کہ تم اپنی بیوی کے پاس زمانہ ایام میں جانے سے توبہ کرو اور آئندہ اس طرح کی حرکت نہ کرنا (تاریخ الخلفاء ۱۰۶)

☆......سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کی روحانی بلندی

اللہ تعالی نے حضرت ابوبکر صدیق کو روحانیت کے جس مقام بلند پر فائز فرمایا وہ اپنی مثال آپ تھا آپ کی روحانیت عجیب شان کی تھی اللہ تعالی اور اسکے رسول خاتم ﷺ کی محبت وعقیدت اور انکے ادب وعظمت سے آپ کا قلب ہر وقت معمور رہتا تھا آپ ایک عجیب قلبی شان کے حامل تھے اور اسی امتیازی شان کی وجہ سے آپ دوسرے سب صحابہ سے افضل مانے گئے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) امام ابوبکر بن عیاش (۱۹۳ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں

وهذا مما يعرف به ان ابابكر رضي الله عنه لن يكون احد مثله فان اليقين والايمان الذى كان فى قلبه لايساويه فيه احد قال ابوبكر بن عياش ماسبقهم ابوبكر بصلاة ولا صيام ولكن بشئى وقر فى قلبه (منہاج السنۃ ج۸ ص ۴۹۳ ج۶ ص ۲۲۳)

علامہ ابن عماد حنبلی (۱۰۸۹ھ) لکھتے ہیں

ونص ﷺ ان سبقه لغيره بواقر وقر فى صدره (شذرات الذہب ج۱ ص ۲۴)

شیخ ابونصر سراج طوسیؒ (۳۷۸ھ) نے اپنی مایہ ناز تالیف کتاب اللمع فی التصوف میں حضرت بکر بن عبداللہ المزنیؒ سے اسے نقل کیا ہے اور اسکے آگے ایک بزرگ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ چیز جو

ان کے دل کے اندر تھی وہ محبت الٰہی اور خلوص تھا (کتاب اللمع ص ۱۹۷)
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ

چند بار کتاب میں دیکھا ہے ﴿ ان ابابکر لم یفضلکم بکثرۃ الصیام والصلوۃ ولکن بما وقر فی قلبہ او کماقال ﴾ یعنی حضرت ابو بکرؓ کی بزرگی صحابہ پر اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ وہ اوروں سے زیادہ نماز روزہ کرتے تھے لیکن اس چیز کی وجہ سے (وہ سب سے افضل ہوئے) جو ان کے قلب میں القاء کی گئی تھی بزرگی زیادہ نفلوں کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ ایک خاص مناسبت ہے جس کو حقیقت شناس اور اہل نظر پہچانتے ہیں(وعظ۔ شعبان ص ۱۷)

حضرت حکیم الامت ایک اور وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں

حضرت صدیق اکبر کی نسبت فرمایا گیا کہ ابو بکر کثرت صوم وصلوۃ سے نہیں بڑھے بلکہ انکے قلب میں ایک شئے ہے جس کی وجہ سے انکو فضیلت ہے۔ ایک عالم تاریخ سے نقل کرتے تھے کہ ان کی اہلیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت ابو بکر گھر میں کیا کرتے تھے ؟ کہا کچھ نہیں اتنی بات تھی کہ شب کو مراقب ہو کر بیٹھ جاتے تھے اور تھوڑی دیر میں ایک آہ کرتے تھے جس سے جلے ہوئے گوشت کی بو آتی تھی غرض حضرت ابو بکر صدیق کی کوئی ظاہری وضع یا حالت ممتازنہ تھی(وعظ۔ الصبر ص ۳۸)

یہ صرف حضرت تھانوی کا بیان نہیں ہے اس سے پہلے علامہ ابن عماد حنبلی (۱۰۸۹ھ) بھی اسے نقل کر آئے ہیں آپ لکھتے ہیں

وجاء انہ کان اذا تنفس یشم منہ رائحۃ کبد مشویۃ
(شذرات الذھب ج ا ص ۲۴)

اس سے آپ حضرت ابو بکر صدیق کی قلبی حالت اور ان کے روحانی مقام کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں

☆……سیدنا حضرت ابوبکر صدیق امت کے پہلے ملہم

اللہ تعالی کے مقبولین میں انبیاء کرام کے علاوہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جس سے اللہ بات کرتا ہے اور اپنی بات ان کے دل میں اتارتا ہے پھر اللہ کے یہ بندے وہی بات کہتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں جو ان کے دل پر اتاری جاتی ہے وقتی طور پر اچھے اچھے لوگ بھی اس بات کی تہہ تک نہیں پہنچ پاتے مگر جب بات کھلتی ہے تو وہ بھی پھر پکار اٹھتے ہیں کہ یہ اللہ کی بات ہے اور یہی حق تھا اور اسی کی ضرورت تھی

حضور اکرم ﷺ کے صحابہ عظام میں جن بزرگوں کو سب سے زیادہ اس عنوان سے اللہ کی بات دل پر لینے کی سعادت نصیب ہوئی وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے آپ کو خود لسان نبوت نے اس شان کا حامل قرار دیا ہے اور آپ کے حالات وواقعات اس حقیقت کے شاہد ہیں تاہم اس میں بھی شک نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کو بھی اس دولت عظیمہ سے وافر حصہ ملا تھا اور بعد کے حالات وواقعات نے اس کی تصدیق بھی کردی تھی اور خود اس امت کے محدث حضرت عمر فاروق اعظم نے اس کا برملا اظہار فرمایا ہے آیئے اسے بھی ملاحظہ کرتے جائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت کے بعد حضرت ابوبکر کو جن مختلف گروہوں کا مقابلہ کرنا پڑا ان میں سے ایک مانعین زکوۃ کا گروہ بھی تھا حضرت ابوبکر صدیق نے ان کے ساتھ قتال کی ٹھان لی جبکہ حضرت عمر اور دیگر صحابہ حضرت ابوبکر صدیق کے موقف سے شروع میں متفق نہ تھے تاہم حضرت ابوبکر صدیق اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہ ہوئے اور جب حضرت عمر پر حقیقت کھلی تو پھر آپ نے ان کا پورا پورا ساتھ دیا اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت فاروق رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں۔

فو الله ما هو الا ان رایت ان الله شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفت انه الحق (صحیح بخاری ج اص ۱۹۶)

(ترجمہ) قسم خدا کی بات صرف یہ تھی کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر کو قتال کے باب میں شرح صدر ہو گیا ہے سو مجھ کو بھی معلوم ہو گیا کہ یہی حق ہے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اس پر لکھتے ہیں

اکثر اولیاء اللہ کی حکایات الہام کی منقول ہے اس حدیث میں اس کا اثبات ہے اسی کو شرح صدر سے تعبیر کیا گیا ہے حقیقت اس کی یہ ہوتی ہے کہ بلاواسطہ نظر و اکتساب کے کسی حقیقت کا قلب میں القاء ہو جاوے سو قصہ مذکورہ میں دونوں حضرات کو یہی پیش آیا کیونکہ اس مناظرہ میں جس قدر کلام منقول ہے وہ انتاج معتاد کے لئے کافی نہیں اولا حضرت ابو بکر کو الہام ہوا اور ان کے کلام فیض سے حضرت عمر کو الہام ہو گیا اور چونکہ نصوص شرعیہ اس الہام کے موافق تھیں اس لئے اس پر عمل بھی جائز ہوا (التکشف فی مہمات التصوف ص ۳۱۶)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالی حضرت ابو بکر صدیق سے بھی باتیں کرتا تھا اور آپ کے دل پر بھی اپنی باتیں اتارتا تھا۔

(۲)...... جب حضرت ابو بکر صدیق کا سفر آخرت قریب آیا تو آپ نے سب کے سامنے کہا کہ میں عمر بن الخطاب کو اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہوں تم میرا کہا سنو اور مانو اس وقت کسی نے بھی آپ کے اس اعلان سے اختلاف نہیں کیا سب نے حضرت عمر کو آپ کا جانشین تسلیم کر لیا حضرت عمر فاروق جب اس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں تو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالی کا الہام تھا جو حضرت ابو بکر صدیق کے دل پر اتار اگیا۔ حضرت عمر نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا

انا عمر ولم احرص علی امرکم ولکن المتوفی او صی الی بذلك والله

الهمه ذلك (اخرجه مالك ۔التکشف ص ۳۰۸)

(ترجمہ) میں عمر ہوں مجھے تم پر حاکم بننے کی کوئی خواہش نہ تھی لیکن متوفی (یعنی حضرت ابو بکر صدیق) نے مجھے اس کی وصیت فرمائی تھی اور اللہ تعالی نے ان کے قلب میں اس کا القاء (الہام) فرمایا تھا

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق صاحب الہام والقاء تھے اور اس کی شہادت امت کے محدث سیدنا حضرت عمر فاروق دے رہے ہیں۔

(۳)......جب حضرت ابو بکر صدیق کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت حبیبہ بنت خارجہ حمل سے تھیں اس وقت آپ نے وراثت کی تقسیم کے متعلق حضرت عائشہ کو بلا کر کہا اپنے بھائیوں اور بہنوں پر شریعت کے مطابق وراثت تقسیم کر دینا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا حضرت عائشہ نے کہا اے ابا جان یہ میری بہن اسماء ہے یہ دوسری کا ذکر کہاں سے آگیا ؟اس وقت آپ نے کہا

ذو بطن ابنته خارجه أراها جارية (موطا امام مالک ص ۳۱۴)

(ترجمہ) حضرت حبیبہ کا جو حمل ہے میرا گمان غالب یہ ہے کہ وہ لڑکی ہو گی

حضرت ابو بکر صدیق کے الفاظ ﴿أراها جارية﴾ یہ بطور الہام کے تھے اللہ تعالی نے آپ کے دل میں یہ بات ڈال دی اور آپ نے اپنی بیٹی کو قبل از وقت اس کی نصیحت فرمادی چنانچہ آپ کے ہاں پھر بیٹی کی پیدائش ہوئی جس کا نام ام کلثوم رکھا گیا

جو لوگ اس روایت سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر کو علم غیب تھا وہ غلط کہتے ہیں بیٹی کی پیدائش ہو گی یہ آپ کا علم غیب تھا یا آپ نے بطور الہام یہ بات کہی تھی ؟اس کی وضاحت خود حضرت ابو بکر نے فرمادی ہے تاکہ آپ کے بارے میں آئندہ کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہے آپ نے خود فرمایا کہ یہ بات میرے دل میں ڈالی گئی ہے کہ اس حمل سے لڑکی کی پیدائش ہو گی

وذو بطن ابنته خارجة قد ألقى في نفسي انها جارية فاحسنوا
اليها (المصنف لعبدالرزاق ج ۹ ص ۱۰۱)۔

حضرت ہشام بن عروہ کی روایت میں ﴿قد ألقى في روعي﴾ (میرے جی میں یہ بات ڈالی گئی) کے الفاظ مروی ہیں (ایضاً حاشیہ) محدثین نے اسے اونچے درجے کی فراست اور ظن بھی کہا ہے حافظ ابن حجر نے ظن کے الفاظ نقل کئے ہیں ما اظنها الا أنثى (الاصابہ ج ۴ ص ۲۶۹) ان واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق حضور ﷺ کی امت میں ولایت کے سب سے اعلیٰ ترین مقام پر کھڑے تھے اور روحانیت میں بہت اعلیٰ مقام پائے ہوئے تھے اور آپ اونچے درجہ کے صاحب الہام بزرگ تھے اور خدا تعالیٰ ان کے دل پر بلا کسی نظر و فکر کے اپنی باتیں اتار دیتا تھا اور وہ واقع کے مطابق نکلتی تھیں

☆...... حضرت ابو بکر کا حلم و تواضع

حضرت ابو بکر صدیق روحانیت میں اس قدر اونچا مقام رکھنے کے باوجود بہت متواضع اور حلیم تھے، آپ عامۃ المسلمین میں اس طرح مل کر بیٹھتے تھے کہ کوئی شخص تمیز نہ کر سکتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی نے آپؓ پر کسی بات کی تہمت لگائی تو آپ نے فرمایا

"تم نے میرے بے شمار عیبوں میں سے صرف ایک ہی عیب بتایا ہے۔"

امام اصمعی کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص حضرت ابو بکر صدیق کی تعریف کرتا تو آپ فرماتے

اللهم أنت أعلم مني بنفسي وأنا اعلم بنفسي منهم اللهم اجعلني خيرا مما يظنون واغفرلي مالا يعلمون ولاتواخذني بما يقولون (کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۳۸)

اے اللہ آپ مجھ سے زیادہ مجھے جانتے ہیں اور جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں وہ بھی جانتا ہوں اے اللہ یہ لوگ میرے بارے میں جو گمان رکھتے ہیں اس سے اچھا مجھے بنادے اور میرے گناہوں کو معاف کردے اور ان کی بے جا تعریف پر میری پکڑ نہ فرما۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کبر اور غرور کی وجہ سے اپنا کپڑا لٹکا کر چلے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی طرف نہ دیکھے گا حضرت ابو بکر نے سنا تو آپ گھبرا گئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ حضور میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے کپڑے کا ایک کنارہ لٹکتا رہتا ہے اور مجھے اس کا خیال نہیں رہتا تاہم اب میں اس کا خیال رکھوں گا اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ

انک لست تصنع ذلك خيلاء

تم تو اپنا کپڑا غرور کی وجہ سے نہیں لٹکاتے ہو (صحیح بخاری ج ا ص ۵۱۷)

اس میں حضور ﷺ نے خود گواہی دی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق غرور و تکبر سے بہت دور ہیں اور جن باتوں کو خدا اور اس کا رسول ناپسند کرتے ہیں حضرت ابو بکر اس میں ملوث نہیں ہیں حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس پر لکھتے ہیں

نزع خیلاء از صدر صدیق وایں دلالت می کند بر موافقت قوت عاملہ او با قوت عاملہ پیغمبر واین تلو عصمت است......(ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۴۹۰)

حضرت ابو بکر صدیق کی فضیلت میں سے یہ بھی ہے کہ خود بینی یعنی فخر و غرور کو اپنے سینہ سے نکال دینا اور یہ دلالت کرتا ہے ان کی قوت عاملہ کی موافقت پر پیغمبر کی قوت عاملہ کے ساتھ۔

حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری خلیفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ارشاد فرماتے ہیں

حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اگر تمہیں یہ دیکھنا منظور ہو کہ مردہ زمین پر چل رہا ہے تو میرے ابو بکر صدیق کو دیکھو۔ اللہ اکبر آپ نے اس میں حضرت صدیق اکبر کے متعلق کس قدر بلند عبدیت کی خوش خبری فرمائی ہے یعنی اللہ تعالی کی عظمت کا کس درجہ قوی استحضار حضرت صدیق اکبر کو نصیب تھا کہ جس نے آپ کو اپنی ہستی سے اس درجہ بے خبر کر دیا تھا یعنی جس طرح مردہ بدست زندہ کا حال ہوتا ہے اسی طرح حضرت صدیق اکبر کو تفویض اور تسلیم کا حال غالب ہو کر مقام بن گیا تھا (معرفت الہیہ ص ۲۱۷)

جب حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت یزید بن ابی سفیان کو ملک شام کا امیر بنا کر روانہ کیا تو وہ گھوڑے پر سوار تھے اور آپ پیدل چل رہے تھے حضرت یزید بن ابی سفیان نے عرض کی کہ آپ سوار ہو جائیے یا پھر میں نیچے اتر کر پیدل چلتا ہوں آپ نے فرمایا کہ

ماأنت بنازل وماأنا براكب انى احتسب خطاى هذه فى سبيل الله (مؤطا امام مالک ص ۲۹۷)

تم نیچے اترو گے اور نہ میں سوار ہوں گا میں تو بہ نیت عبادت اپنے یہ قدم اللہ کے راستہ میں اٹھا رہا ہوں

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کو بہت بھلا برا کہا اور سخت زبان استعمال کی وہاں ابو برزہ کھڑے تھے انہوں نے کہا کہ حضور اجازت ہو تو میں اس کا سر ابھی قلم کئے دیتا ہوں آپ نے اسے ڈانٹ دیا اور فرمایا نہیں۔ یہ حق تو بس حضور ﷺ کے لئے ہے کہ اس ذات مقدس کے بارے میں زبان کھولنے والا اس لائق نہیں رہتا کہ اسے زندہ رہنے دیا جائے

فانتهره وقال ماهى لاحد بعد رسول الله ﷺ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۸)

اس میں بتایا گیا کہ حضور ﷺ کے بارے میں (تیز) چلنے والی زبان اور لکھنے والے گستاخ ہاتھ اس

لائق نہیں رہتے کہ اسے زندہ رہنے کا حق دیا جائے یہ ہاتھ اور زبان اس لائق ہے کہ اسے ہمیشہ کے لئے خاموش کردیا جائے اس سے آپ کے اس عقیدے کا کھلا اظہار ہوتا ہے کہ گستاخ رسول ان کے ہاں کس سزا کا مستوجب ہے

☆...... حضرت ابوبکر صدیق کی عبادت کا منظر

حضرت ابوبکر صدیق کو اللہ تعالی کی عبادت اور اس کے حضور کھڑے رہنے سے خاص شغف تھا ابن الدغنہ کے کہنے پر جب آپ مکہ مکرمہ واپس آگئے تو آپ نے وہاں ایک جگہ عبادت کے لئے مخصوص کرلی تھی اور آپ وہاں نماز پڑھتے آپ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت رو پڑتے تھے (دیکھئے صحیح بخاری)

حضرت ابوبکر جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ان کی توجہ صرف خدا کی جانب ہوتی تھی آپ کا سارا دھیان نماز میں رہتا نماز میں آپ کی توجہ ادھر ادھر نہیں ہوا کرتی تھی آپ اسے مقام نماز کے منافی جانتے تھے ایک مرتبہ حضور ﷺ کسی نزاع کا فیصلہ کرنے کے لئے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے ہاں گئے ہوئے تھے نماز کا وقت آگیا موذن نے حضرت ابوبکر سے نماز پڑھانے کی درخواست کی آپ نماز پڑھا رہے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے اور شریک نماز ہوگئے لوگوں نے تالیوں (کہ اس وقت اس کا منع ہونا نہیں آیا تھا) کے ذریعہ آپ کو متوجہ کیا مگر چونکہ آپ کی توجہ صرف خدا کی طرف تھی اس لئے آپ اس آواز پر توجہ نہ دے سکے مگر جب مسلسل آوازیں آنے لگیں تو مڑ کر دیکھا تو پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ آگئے ہیں آپ نے ہٹنا چاہا مگر حضور ﷺ نے آپ کو منع فرمادیا...... (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۳۴)

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی نماز کا یہ حال تھا کہ جیسے کوئی ستون ہے اور

حضرت ابوبکر کے نماز کی بھی یہی کیفیت تھی۔ حضرت امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ دراصل ان کے نماز کی خشوع کی بناء پر تھا (کنز العمال ج ۱۲ص ۲۳۶)

سالم بن عبیسہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ آؤرات بھر ہمارے ساتھ عبادت کر کے صبح کردو (تاریخ الخلفاء ص ۹۹) آپ کبھی فرماتے کہ دروازہ بند کردو تاکہ ہم صبح تک عبادت کریں۔ حضرت ابوبکر قطع نظر اس سے کہ گرمی ہو یا سردی کے دن آپ اکثر روزہ رکھا کرتے تھے (کنز العمال ج ۱۲ص ۲۳۶)

☆...... حضرت ابوبکر صدیق کا زہد و تقویٰ

حضرت ابوبکر صدیق کو ہمیشہ اس بات کا خیال رہتا کہ آپ کے پیٹ میں جو کچھ بھی جائے وہ رزق حلال ہو کوئی ایسا کھانا پینا جس میں ذرا سا بھی آپ کو شبہ ہوتا آپ کبھی اسے ہاتھ نہ لگاتے تھے اور اگر کبھی غلطی سے یا بے خیالی میں اسے کھا پی لیا اور جونہی معلوم ہوتا آپ قے کر کے اپنے پیٹ سے اسے جب تک نہ نکال دیتے آپ کو چین نہ آتا تھا آپ کے ہاں ایک غلام تھا جس سے آپ نے یہ طے کر رکھا تھا کہ وہ دن کو محنت مزدوری کیا کرے گا اور اس مزدوری میں سے جو کچھ ملے گا اس سے وہ خود بھی کھالے گا اور آپ کو بھی کھلا دے گا ایک دن وہ حسب معمول کھانا لے کر آیا تو آپ نے اس میں سے ایک لقمہ تناول فرمالیا غلام نے عرض کیا کہ حضرت...... آپ ہر رات مجھ سے پوچھتے ہیں کہ یہ کھانا تو کس طرح لایا ہے اور کہاں سے لایا ہے آج آپ نے نہیں پوچھا اور بغیر پوچھے اس میں سے کچھ تناول فرمالیا؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ آج مجھ پر بھوک کا بہت غلبہ تھا اس لئے میں نے تجھ سے نہیں پوچھا۔ اچھا اب بتا کہاں سے لایا۔ غلام نے عرض کیا کہ زمانہ جاہلیت میں (یعنی قبل از اسلام) میرا لوگوں سے ملنا جلنا رہتا تھا ان کا ایک آدمی بیمار تھا میں نے

اس پر رقیہ ٹونہ وغیرہ کیا یعنی ان کے بیماری پر مشرکانہ منتر پڑھ لیا ان لوگوں نے اس پر مجھے کچھ رقم وغیرہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ بات آئی گئی ہو گئی آج جب میں ان کے پاس سے گذرا تو ان کے ہاں شادی تھی ان لوگوں نے وعدہ کے مطابق مجھے وہ نذرانہ دیا جس سے میں کھانا لے کر آیا۔ آپ نے یہ بات سنی تو فرمایا کہ بھلے آدمی تو نے تو میری ہلاکت کا سامان تیار ہی کر لیا تھا۔ پھر آپ نے اپنے حلق میں انگلی ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی لیکن اس سے ابکائی تو آئی مگر الٹی نہ ہوئی لوگوں نے جب یہ حال دیکھا تو آپ سے کہا کہ پانی پیئے بغیر آپ کو قے نہیں آئے گی آپ نے پانی کا بڑا پیالہ منگوایا اور خوب پانی پیا پھر آپ نے قے کر لی اور جو کچھ آپ کے پیٹ میں تھا سب خارج کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے یہ ساری تکلیف آپ نے محض ایک لقمہ کی وجہ سے اٹھائی آپ نے ارشاد فرمایا

اگر یہ لقمہ نہ نکلتا اور اس کے نکالنے میں میری جان بھی نکل جاتی تو بھی میں اس کی پرواہ نہ کرتا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ سنا ہے ہر وہ جسم جو حرام کھانے سے بنا ہے وہ دوزخ کا زیادہ حقدار ہے پس مجھے اس کا خوف ہوا کہ کہیں اس لقمہ کی وجہ سے میرے جسم کا کوئی حصہ (یعنی گوشت) نہ بن جائے اسلئے اسے نکال دیا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۱ص ۶۵)

آپ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا اور آپ کو پتہ نہ تھا کہ یہ دودھ صدقہ کا ہے جب آپ کو بتایا گیا تو آپ نے اسی وقت الٹی کر کے اسے باہر نکال دیا (موسوعۃ آثار الصحابہ ج ۱ص ۲۳)

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر حضور ﷺ اور دوسرے صحابہ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے درمیان میں ایک جگہ پڑاؤ ہوا لوگ مختلف جگہ ٹھہر گئے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت ابو سعید الخدری وغیرہ ایک اعرابی کے ہاں ٹھہرے ان کے ساتھ ایک اور اعرابی تھا میزبان کی اہلیہ حاملہ تھی اس اعرابی نے میزبان کی بیوی سے شرط کر لی کہ اگر وہ ان سب کو بکری کا گوشت کھلائے گی تو اس کے لڑکا

پیدا ہوگا عورت نے یہ شرط منظور کر لی جس پر اعرابی نے کچھ مسجع قسم کے جملے پڑھ لئے حضرت ابوبکر کو اس کی خبر نہ تھی کھانے کے بعد جب بات واضح ہوئی کہ یہ سارا قصہ ہوا ہے تو آپ سے برداشت نہ ہو سکا فوراً قے کر دی اور سب کھانا باہر نکال پھینکا (مسند احمد ج ۳ ص ۵۱)

حضرت ابوبکر صدیق نہ صرف یہ کہ قے کر دیتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے کہ

اے اللہ اس کھانے کا اثر جو میری رگوں اور آنتوں میں سرایت کر گیا ہے اس پر مؤاخذہ نہ فرمائیے (اقوال سلف ج ا ص ۷۰)

حضرت ابوبکر صدیق کے زہد و تقویٰ کا رنگ آپ کے بچوں میں بھی نظر آتا تھا اور وہ بھی ہر اس کام سے اجتناب کرتے تھے جس کو وہ تقویٰ کے خلاف جانتے تھے ایک مرتبہ حضرت اسماء کی ماں (قتیلہ بنت عبدالعزیٰ جس نے اسلام قبول نہ کیا تھا اور حضرت ابوبکر نے زمانہ جاہلیت ہی میں ان کو طلاق دے دی تھی) اپنی بیٹی کے لئے کچھ چیزیں لے کر آئیں چونکہ وہ مسلمان نہ تھیں اس لئے بیٹی نے ان کا ہدیہ لینے کو پسند نہ کیا اور لینے سے انکار کر دیا اور حضرت عائشہؓ کے ذریعہ حضور ﷺ سے مسئلہ معلوم کرایا تو آپ نے اس ہدیہ کو قبول کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی

فابت ان تقبل هديتها او تدخلها الى بيتها وارسلت الى عائشة سلى رسول الله ﷺ فقال لتدخلها ولتقبل هديتها قال وانزل الله تبارك وتعالى لاينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم فى الدين (طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۱۹۸)

رافع بن ابی رافع کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر کا رفیق رہا ہوں مجھے پتہ ہے کہ ان کے پاس ایک فدکی کپڑا تھا جس کے سروں کو کانٹوں سے جوڑ رکھا تھا جب سوار ہوتے تو میں اور وہ اسی کو اوڑھ لیا کرتے تھے اور میں اور وہ دونوں اسی کو پہنتے رہتے تھے جب اترتے تھے (کتاب الزہد ص ۱۶۲) اور یہی وہ کپڑا تھا جس سے قبیلہ ہوازن والوں نے ان پر عیب لگایا تھا اور کہا تھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ

کے بعد ہم ذوالخلال (کپڑے میں لگے کانٹوں والے) سے بیعت کریں گے ...... رواہ ابن ابی شیبہ (ازالہ ج ۳ ص ۸۳)

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کا خوف خدا اور خشیت

حضرت ابو بکر صدیق کا خوف خدا اور خشیت الٰہی کس درجے کا تھا اسے دیکھئے امام مطرف بن عبداللہ (۲۶۱ھ) نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق فرماتے تھے کہ

اگر آسمان سے کوئی ندا کرنے والا ندا کرے کہ جنت میں صرف ایک شخص داخل ہوگا تو میں یہی امید رکھوں گا کہ وہ واحد شخص میں ہی ہوں گا اور اگر آسمان کا ندا کرنے والا یہ ندا کرے کہ صرف ایک شخص جہنم میں داخل ہوگا تو مجھے یہی ڈر دامن گیر رہے گا کہ کہیں میں ہی تو وہ شخص نہ ہوں

امام مطرف فرماتے ہیں کہ

اللہ کی قسم یہی عظیم ترین خوف اور عظیم ترین رجاء ہے (کتاب اللمع فی التصوف ص ۱۹۴)

آپ نے ایک مرتبہ ایک پرندہ کو دیکھا جو درخت پر بیٹھا ہوا تھا آپ نے کہا اے پرند تیرے مزے ہیں تو پھل کھالیتا ہے اور درخت پر بسیرا کرلیتا ہے کاش کہ میں کوئی پھل ہوتا جس کو کوئی پرند کھالیتا (کنز العمال ج ۱۲ ص ۷ ۲۳)

ایک اور مرتبہ آپ نے فرمایا کہ

میں سڑک کے کنارے درخت کا کوئی پتہ یا سبزہ ہوتا کہ وہاں سے گزرنے والا کوئی جانور مجھے کھالیتا اور میں پیدا ہی نہ کیا گیا ہوتا (کتاب الزہد ص ۷ ۶ اللامام احمد) ان کا یہ کہنا عذاب الٰہی اور یوم حساب کے ڈر کی وجہ سے تھا (کتاب اللمع فی التصوف ص ۱۹۷)

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ

کاش کہ میں مؤمن بندہ کے بدن کا کوئی بال ہوتا (ایضاص ۱۶۲۔ صفوۃ الصفوۃ ص ۱۳۱)

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق کا حضرت ابو بکر صدیق کے پاس جانا ہوا تو آپ نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر صدیق اپنی زبان کو اپنے ہاتھ سے کھینچ رہے ہیں حضرت عمر نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ بس کریں بس کریں اللہ آپ کو بخشے آپ نے فرمایا کہ ان هذا اوردنی الموارد (مؤطاامام مالک ص ۷۹۹۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۸)

حضرت امام غزالی نقل کرتے ہیں کہ

کسی بزرگ کو خواب میں حضرت ابو بکر صدیق کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ اکثر اپنی زبان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہی ہے جس نے مجھے ہلاکت کے مقام میں پہنچایا تو بتایئے اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے کہا لا الہ الا اللہ تو اس نے جنت میں داخل کر دیا (احیاء العلوم ازالہ ج ۳ ص ۸۲)

یعنی زبان اگر نیکی کے لئے کھلے تو یہ سعادت ہے اور برائی کے لئے کھلے تو پھر یہ شقاوت ہی شقاوت ہے حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں

حضرت ابو بکرؓ کو دیکھا گیا کہ آپ اپنی زبان کو پکڑ کر کھینچ رہے اور فرمارہے ہیں ان هذا أوردنی الموارد کہ اس نے مجھ کو مصیبت میں ڈالا ہے (مضار المعصیہ ص ۸) اور یہ وہ ابو بکر ہیں جنکی نسبت دنیا ہی میں یہ بشارت ہے ﴿ ابوبکر فی الجنة ﴾ (دیکھو) ان کو صرف جنت ہی میں جانا مقصود نہ تھا بلکہ اپنے مالک کو راضی کرنا بھی مقصود تھا دیکھو اگر کوئی آقا اپنے غلام کی دعوت کر دے تو وہ غلام اگر وفادار ہے تو اس کو کھانا کھانے سے زیادہ اس کا اہتمام ہوگا کہ آقا خوش ہو اور اگر ذرا بھی اس کو احتمال اس کا ہے کہ آقا مجھ سے ناراض ہے تو وہ سارا کھانا اسکے واسطے زہر ہو جائے گا (وعظ۔ الخضوع ص ۱۰)

☆......ایک شبہ کا ازالہ

اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اسی کو بھیجیں گے جس سے راضی ہونگے پھر کیا وجہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس قدر فکر تھی؟

جواب یہ ہے کہ......بیشک آپ جانتے تھے لیکن بسبب خوف الٰہی کے ان کو یہ احتمال ہوتا تھا کہ خدا جانے اس وقت بھی وہ رضاء حاصل ہے یا نہیں ابوبکرؓ ایسا دل کہاں سے لاتے کہ اس وقت کی رضا پر کفایت کر کے بے فکر ہو جاتے ہمارا دل تو پتھر کا ہو گیا ہم کو تو فکر نہیں۔ اب اس حدیث پر جو شبہ تھا وہ رفع ہو گیا۔

دیکھو اگر کسی کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو اگر محبوب کی ذرا بھی ناک چڑھتی ہے تو محبّ کی جان نکل جاتی ہے اور اس کی پوری سعی یہ ہوتی ہے کہ محبوب مجھ سے ایک منٹ کو بھی ناراض نہ ہو جائے جب محبوب مجازی کے محبین کی یہ کیفیت ہے تو محبوب حقیقی کے محبین کی تو جو حالت ہو کم ہے لیکن ہم کو تو محبوب حقیقی کے بدون قرار آ گیا ہے اسلئے کہ یہ امر ہماری سمجھ میں نہیں آتا (امثال عبرت ص ۱۲۴)

حضرت زید بن ارقم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق نے پانی مانگا تو آپ کے لئے شہد اور پانی کا پیالہ لایا گیا جب آپ اسے اپنے منہ کے قریب لے گئے تو بے اختیار اتنا روئے کہ ہچکی بندھ گئی اور آپ کے پاس بیٹھنے والے بھی رو پڑے تھوڑی دیر بعد آپ تو خاموش ہو گئے مگر پاس بیٹھنے والے روتے رہے۔ پھر آپ وہ پیالہ منہ کے قریب لے گئے تو اس بار بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے پاس بیٹھنے والوں نے محسوس کیا کہ اب ہم شاید آپ سے رونے کا سبب معلوم نہ کر پائیں گے اور آپ اسی حال میں انتقال کر جائیں گے تاہم کچھ دیر بعد آپ نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا اور کچھ

افاقہ ہوا تو لوگوں نے آپ سے رونے کا سبب دریافت کیا آپ نے کہا میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کو دیکھا کہ آپ کسی چیز کو خود بخود ہٹانے لگے پھر ارشاد فرمایا دور ہو جا مجھ سے دور ہو جا ...... حالانکہ آپ کے پاس کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ کسی چیز کو دور کر رہے ہیں حالانکہ اس وقت یہاں کوئی چیز نظر نہیں آرہی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ

هذه الدنيا تمثلت لى بما فيها فقلت لها اليك عنى اليك عنى فتنحت

یہ دنیا اپنی مثالی صورت میں اپنے سارے سازوسامان کے ساتھ میرے پاس آئی تھی میں نے کہا دور ہو جا مجھ سے دور ہو جا مجھ سے وہ میری دھتکار دینے کی وجہ سے مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔

مگر ساتھ ہی یہ کہہ گئی

اما والله لئن انفلت عنى لاينفلت منى من بعدك

آپ سن لیں کہ اگر آپ مجھ سے بچ گئے تو کیا ہے آپ کے بعد آنے والے میری طرف التفات کئے بغیر نہ رہیں گے

حضرت ابو بکر نے اپنے پاس بیٹھنے والوں کو یہ بات سنا کر فرمایا کہ مجھے خوف ہو رہا ہے کہ دنیا نے جو بات اللہ کے نبی سے کہی تھی کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اب وہ مجھے چمٹ گئی ہے چنانچہ اسی فکر و خوف نے مجھے رلا دیا ہے فذلك الذى ابكانى (حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۳۰)

حضرت امام حافظ ابو نعیم (۴۳۰ھ) اس پر لکھتے ہیں

كان رضى الله عنه من احواله العزوف عن العاجلة والأزوف من

الآجلة وقد قيل ان التصوف تطليق الدنيا بتاتا والاعراض عن منالها ثباتا (ایضاص ۶۴)

حضرت ابو بکر دنیا کی رنگینیوں سے بہت دور اور آخرت کی یاد میں منہمک رہنے والے تھے اسی لئے کہا گیا ہے کہ تصوف در حقیقت دنیا سے کنارہ کشی اور اس کے ساز وسامان سے بے التفاتی کو کہتے ہیں۔

جس طرح آپ نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کی تعلیمات اور ہدایات کی روشنی میں دنیا اور دنیوی خواہشات سے بچایا ہوا تھا آپ کی کوشش تھی کہ دوسرے لوگوں کو بھی دنیا کے قابو میں جانے سے بچائیں اور انہیں کسی ایسی چیز میں مبتلا نہ کریں جس سے ان کا دل دنیا کی طرف مائل ہو جائے اس بارے میں آپ کو سب سے زیادہ فکر حضور کے صحابہ کرام بالخصوص اجلہ صحابہ کے بارے میں رہتی تھی۔

ایک مرتبہ کسی نے حضرت ابو بکر صدیق سے کہا کہ آپ کو اہل بدر کی فضیلت معلوم ہی ہے تو آپ ان حضرات کو کوئی منصب یا عہدہ کیوں نہیں دے دیتے آپ نے اس کے جواب میں فرمایا

انی أری مکانهم ولکنی أکره ان ادنسهم بالدنیا (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۴۷)

مجھے اہل بدر کے مقام اور ان کے رتبہ کا اچھی طرح علم ہے لیکن میں نہیں چاہتا کہ ان کو دنیا کی گندگی میں اور اس کی خرابیوں میں اتار دوں۔

آپ نے مزید فرمایا کہ

میں کسی بدری صحابی کو عامل نہ بناؤں گا اور ان کو موقع دوں گا کہ اپنے بہترین اعمال کے ساتھ خدا سے ملاقات کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اور صلحاء کے ذریعہ سے امتوں کی مصیبت اور عذاب کو اس سے زیادہ دفع کرتا ہے جتنی ان سے مدد حاصل ہو سکتی ہے...... (طبری ج ۲ ص ۱۳۹)

☆...... حضرت ابو بکر صدیقؓ کی رقت قلبی

اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے خوف اور فکر آخرت میں مؤمن کی آنکھ سے آنسو کا قطرہ نکل پڑے اور اس کا دل کانپ جائے یہ مؤمن کے لئے بڑی نعمت ہے اور ایسی آنکھ کے لئے دوزخ سے بچاؤ کی بشارت دی گئی ہے سیدنا حضرت صدیق اکبر بہت نرم دل تھے اور خوف خدا اور فکر آخرت سے ان کے آنسو نکل پڑتے تھے قرآن کریم کی تلاوت کے وقت تو آپ اکثر رو پڑتے تھے (صحیح بخاری ج ا ص ۵۵۲) اس سے کفار کی عورتیں اور بچے تک متاثر ہو جاتے تھے (ایضاج اص ۶۸) ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ان سے کہا کہ حضرت جبرئیل آئے ہیں جو تمہیں اللہ کا سلام پہنچا رہے ہیں آپ نے یہ سنا تو رو دئے اور کہا کہ میں تو اپنے رب سے راضی ہوں خوش ہوں (کنزالعمال)

حضور ﷺ نے جب حضرت ابو بکر صدیق کو نماز کی امامت کے لئے فرمایا تو حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ حضور...... جب ابو بکر آپ کے مصلی پر کھڑے ہوں گے تو وہ اپنے آپ کو سنبھال نہ پائیں گے رو پڑیں گے اور لوگوں کو قرات کی آواز بھی سنائی نہ دے گی (صحیح بخاری) حضور اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد جب آپ کا ذکر کرتے تو آپ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑتے تھے ایک مرتبہ آپ حضرت عمر فاروق کو لے کر حضرت ام ایمن کے گھر تشریف لے گئے کیونکہ حضور ﷺ اکثر آپ کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے چنانچہ جب یہ دونوں وہاں پہونچے تو وہ ان کو دیکھ کر رونے لگیں انہوں نے ان کو تسلی دی تو ام ایمن نے کہا کہ میں اس لئے رو رہی ہوں کہ حضور ﷺ کے بعد اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ ان دونوں نے جب یہ بات سنی تو یہ بھی بے اختیار رو پڑے۔ (تاریخ ابن کثیر) جب سورہ زلزال نازل ہوئی اور حضرت ابو بکر نے سنی تو رو پڑے حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا بات ہے کیوں رو رہے ہو عرض کی مجھے اس سورت نے رلا دیا ہے تبکینی ھذہ السورۃ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۴۰) آپ ابھی پڑھ آئے ہیں

ایک مرتبہ آپ کے سامنے کھانے پینے کے لئے کچھ اچھی چیزیں پیش کی گئیں آپ ابھی پیالہ منہ کے قریب ہی لے گئے تھے کہ آپ پر رقت طاری ہو گئی اور اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی بھیگ گئی تھی۔

☆......حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت خلق کا ایک منظر

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کے دل میں خدا کے بندوں کی خدمت کا جذبہ ہر وقت موجزن رہتا تھا آپ کسی کو تکلیف میں نہ دیکھ سکتے تھے دکھی لوگوں اور مجبوروں و معذوروں کی خدمت کرتے آپ کو بہت خوشی ہوتی تھی گویا آپ "خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَنْفَعُ النَّاسِ" پر پورا یقین رکھتے ہوئے خدمت خلق کو ایمان کا ضروری جز سمجھتے تھے اور خود اس کا جیتا جاگتا ثبوت تھے۔ آپ ہمسایوں کی بکریاں دوھ دیتے۔ معذور اور نابینا لوگوں کے ضروری کام کاج کر دیا کرتے تھے اور آپ ایسا کرتے خوشی محسوس فرماتے تھے۔

جب آپ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ مقرر ہوئے تو ایک پڑوس کی لڑکی (جسکی بکریوں کا دودھ آپ دوھ دیتے تھے) نے کہا کہ اب تو حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہو گئے ہیں۔ اب وہ ہماری خدمت کیوں کریں گے؟ آپؓ نے جب یہ سنا تو لڑکی سے کہا کہ ابو بکر اب بھی تمہاری خدمت پہلے کی طرح کر دیا کرے گا۔ (صفوۃ الصفوۃ ج ا ص ۱۳۴۔ ریاض ج ا ص ۲۰۲)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ضعیفہ مجبور عورت کی خدمت کرنی چاہی اور علی الصبح مدینہ کے قریب اس کے مکان پر جاتا تھا لیکن جب بھی اس کے مکان پر پہنچتا تو معلوم ہوتا کہ میرے پہنچنے کے قبل ہی کوئی دوسرا شخص اس کا کام کر کے چلا جاتا تھا۔ ایک روز آپ نے چھپ کر دیکھا کہ کون وہ شخص ہے جو مجھ سے پہلے ہی سارے کام کر جاتا ہے؟ جب آپ نے اس شخص کو

دیکھا تو وہ بزرگ ابوبکر صدیقؓ تھے۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ قسم ہے۔ روز آپ ہی اس نیکی کے کام میں آگے بڑھ جاتے ہیں (کنزالعمال ج ۶ ص ۳۱۲)۔

حضورِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت فرمایا کہ کوئی کام ایسا تو نہیں جو حضرت ﷺ کرتے ہوں اور میں نہ کرتا ہوں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ حضورؐ ہر آٹھویں دن میٹھا بنا کر اس طرف (ایک جانب اشارہ کیا کہ وہاں) جایا کرتے تھے۔ آپ نے کہا کہ اچھا میٹھی چیز تیار کر دو میں بھی جایا کروں گا۔ غرض اُس طرف تشریف لے گئے تو ایک غار میں دیکھا کہ ایک نہایت ہی ضعیف، آنکھوں سے معذور اور کوڑھی شخص ہے جس نے آپؓ کے پاؤں کی آہٹ سنکر فوراً منہ کھول دیا یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر کا گمان درجۂ یقین کو پہنچا اور اُنگلی سے تھوڑا سا حلوا نکال کر اس کے منہ پر رکھ دیا حلوا پاتے ہی وہ ایک مرتبہ سر سے پاؤں تک کانپ گیا اور کرخت آواز میں بولا: "کیا محمدؐ وفات پا گئے؟" آپؓ نے سکوت کے بعد فرمایا کہ ہاں! اس شفیق نبیؐ نے وفات پائی۔ اس کے پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ میرا نام ابوبکرؓ ہے اور مسلمانوں نے مجھ کو اپنا امام اور رسول ﷺ کا خلیفہ بنایا ہے۔ اس کے بعد آپؓ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے میٹھی چیز لاتے تھے، اور میں نے اسی عمل کو اپناتے ہوئے یہ عمل کیا ہے۔ لیکن اب تحیر میں ہوں کہ کہیں میرا خیال غلط تو نہ تھا۔ اس نے کہا کہ تمہارا خیال درست ہے لیکن واقفیت نہ ہونے کی بناء پر کھلانے میں غلطی ہوئی اور وہ طریقہ تم نے نہیں برتا۔ اُے محمدؐ کے جانشین! میں جب منہ کھولتا تھا تو تمہارا نبیؐ اس میٹھی چیز کو اپنی زبان پر رکھ کر میرے منہ میں اُتار دیتے تھے اور جسم سے جسم نہیں ملتا تھا۔ تم نے جو اُنگلی سے چٹایا اور اُنگلی لگ جانے کی وجہ سے جو اذیت ہوئی تو میں سمجھ گیا کہ محمد کو اللہ نے دنیا سے اُٹھا لیا۔ میں مسلمانوں میں سے نہیں ہوں اور نہ مجھ کو محمد کی نبوت پر کچھ ایسا یقین تھا۔ لیکن آج یہ دیکھ کر کہ ان کے جانشین اور اصحاب کس استقلال اور خلوص کے ساتھ اپنے رسولؐ کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں اور شریعت

محمدیہ کی اشاعت میں للّٰہیت کے ساتھ سرگرم ہیں تو اُن سے ان کی نبوت پر پورا یقین آگیا۔ جس کے ساتھی اچھے ہوں، وہ ضرور اچھا ہے۔ وہ ضرور پیغمبر تھا۔ یہ کہہ کر اس نے باواز بلند کلمۂ طیبہ پڑھا اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھوں دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا۔ (وعظ سعید ص)

حضرت ابوبکر صدیق کس طرح اپنے ساتھیوں کی خدمت بجالاتے تھے اسے دیکھئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق چند صحابہ کو لے کر سفر پر چلے حضرت صدیق اکبر نے ان سے فرمایا کہ بھائی کسی کو امیر مقرر کرلو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ سے زیادہ افضل ہم میں کون ہے کہ جسے امیر بنادیں آپ افضل الصحابہ ہیں فرمایا کہ میں اس قابل نہیں ہوں کوئی اور بن جائے عرض کیا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا ہے آخر کار سب نے مل کر حضرت ابوبکر کو ہی امیر بنادیا حضرت نے فرمایا کہ جب میں امیر بن گیا تو اطاعت کروگے عرض کیا کہ لازمی طور پر کریں گے عہدوپیمان لیا کہ منحرف تو نہیں ہوگے عرض کیا کہ قطعاً نہیں جب منزل پر پہونچے تو سب کے بستر کھول کر بچھانے شروع کیے لوگوں نے کہا کہ حضرت ہم بچھائیں گے فرمایا کہ امیر کے کام میں دخل مت دو امیر کی اطاعت واجب ہے کسی کو بستر نہیں بچھانے دیا خود ہی سب کے بستر بچھائے۔ غرض کبھی جگہ صاف کررہے ہیں کبھی کپڑے بچھارہے ہیں جہاں کوئی آیا کہ حضرت یہ کام میں کروں گا فرماتے کہ میں امیر ہوں اور امیر واجب الاطاعت ہوتا ہے کھانا پکانے کا وقت آتا تو آپ جنگل سے لکڑیاں لارہے ہیں کبھی بازار سے سودا خریدنے جارہے ہیں لوگوں کے عرض کرنے پر فرماتے کہ امیر کے کام میں دخل مت دو لوگ عاجز آگئے کہ ہم کس مصیبت میں گرفتار ہوگئے کہ ہمارے امام مقتداء بڑے ہیں اور ساری خدمات انجام دے رہے ہیں ہمارے جوتے بھی سیدھے کررہے ہیں بستر بھی بچھارہے ہیں کھانا بھی پکارہے ہیں اور کوئی بول بھی نہیں سکتا۔۔ (خطبات طیب ص۲۰۶)

☆...... حضرت ابوبکر صدیق کی جرأت وشجاعت

کسی نازک موقع پر استقامت واستقلال کا پہاڑ بن کر کھڑا ہونا ہی سب سے بڑی بہادری ہوتی ہے حضور اکرم ﷺ کے وصال مبارک اور بعد میں پیدا ہوئے حالات میں آپ کی استقامت نے اس بات کی پوری تصدیق کردی کہ آپ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ جرأت مند اور بہادر تھے اور صحابہ کرام بالخصوص حضرت علی مرتضیٰؓ نے بھی اس حقیقت کا کھلے بندوں اعتراف کیا ہے۔ حضرت علیؓ مرتضیٰ غزوہ بدر کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس دن حضرت ابوبکرؓ تلوار نکالے حضور ﷺ کا پہرہ دے رہے تھے جو کوئی آپ کی جانب بڑھتا حضرت ابوبکرؓ اس پر پل پڑتے اس پر حضرت علیؓ بے ساختہ کہہ پڑے ﴿أشجع الناس ابوبکرؓ﴾ کہ ابوبکرؓ سب سے زیادہ بہادر شخص ہیں (تاریخ الخلفاء ص ۷۴ للامام السیوطیؒ۔ ریاض ج ا ص ۱۳۸)

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی فرماتے ہیں

سیدنا صدیق اکبر باوجود کامل صاحب تفویض ہونے کے سلطنت کا انتظام کرتے تھے اور ایسا انتظام کیا جسکی نظیر نہیں مل سکتی یہ تمکین کامل کا نتیجہ تھا اسی تمکین وثبات فی المواطن وادائے حقوق جمیع المقامات کی بناء پر حضرات صحابہ فرماتے ہیں

کان ابوبکر اشجع بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ابوبکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ بہادر تھے اور یہ منافی تفویض اسلئے نہیں کہ یہ سب منجانب اللہ ماموربہ یاماذون فیہ ہیں تو امتثالاً للامر ان کو اختیار کرنا عین تفویض ہے (التعرف بالتصرف ص ۲۶)

☆...... ایک شبہ کا ازالہ

سیدنا صدیق اکبر کے اشجع ہونے کے متعلق ایک اشکال اور اسکا جواب تتمیماً للفائدہ ذکر

کیئے دیتا ہوں وہ اشکال یہ ہے کہ بادی النظر میں واقعات جنگ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ شجاعت میں زیادہ ہیں۔

(الجواب) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے اسکا جواب دیا ہے اور عمدہ جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ شجاعت دو ہیں ایک شجاعت امراء کی اور دوسری شجاعت فتیان (جوانوں) کی اور اول مصعب (یعنی مشکل) ہے دوسری سے۔ کیونکہ پہلی کا تعلق صرف اپنی ذات سے ہے کہ جان سے ہاتھ دھولیا اور دوسری کا تعلق جمہور سے ہے کہ وہاں جان سے ہاتھ دھونے سے کام نہیں چلتا سو حضرت صدیق اکبر کی شجاعت...... شجاعت امراء کی تھی اور حضرت علی کی شجاعت فتیان کی تھی۔ سپاہی کی شجاعت تو یہ ہے کہ میدان میں دشمن کے مقابل قوی القلب رہے اور امراء و سلاطین کی شجاعت یہ ہے کہ سخت خطرات و حوادث میں مستقل مزاج رہیں پریشان واز جارفتہ نہ ہوں ہر حادثہ کی مناسب تدبیریں کریں اور واقعات شجاعت جو زیادہ ہیں وہ میدان حرب کے متعلق ہیں اور حضرت صدیق اکبر کے واقعات شجاعت میدان حرب کے متعلق زیادہ نہیں بلکہ انتظام و خطرات حوادث کے متعلق ہیں اور ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ واقعی صدیق کے برابر قوی القلب صحابہ میں کوئی بھی نہ تھا۔

☆...... حضرت ابو بکر صدیق کی شجاعت کی ایک جھلک

صدیق اکبر کی شجاعت اور قوت قلب یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ مستقل مزاج رہے خود بھی سنبھلے اور تمام صحابہ کرام کو بھی سنبھالا۔ پھر اسکے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مشتہر ہوئی اور تمام اطراف سے

شورش برپا ہوئی مسلمان نرغہ میں آ گئے قبائل عرب مرتد ہونے لگے مخالف سلطنتوں نے پیش قدمی کا ارادہ کیا اس وقت تمام صحابہ گھبرا گئے مگر حضرت صدیق اکبر کے قلب کو تزلزل نہیں ہوا چنانچہ خلافت پر متمکن ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ حضرت اسامہ کے لشکر کو شام کی طرف روانہ کیا حالانکہ اس نرغہ کی حالت میں بظاہر اس کی ضرورت تھی کہ مدینہ میں لشکر رکھا جاتا کیونکہ ایسی حالت میں پائے تخت کو لشکر سے خالی کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا مگر حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ

جیش اسامہ کے بھیجنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود انتظام فرما چکے تھے آپ روانگی کا حکم دے چکے تھے اور اسامہ کیلئے جھنڈا خود باندھ چکے تھے تو جس جھنڈے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہو میں اسکو نہیں کھول سکتا چاہے مدینے والے زندہ رہیں یا فناء ہو جائیں یہ لشکر جائے گا اور ضرور جائے گا۔ چنانچہ یہ لشکر روانہ ہوا اور خدا تعالیٰ نے اسکی روانگی سے دشمنوں کے قلب پر رعب طاری کر دیا وہ سمجھ گئے کہ مسلمانوں میں ان کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات سے کچھ ضعف نہیں آیا بلکہ وہ بدستور اسی قوت کے ساتھ دشمنوں کی سرکوبی کو موجود ہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھے اور وہی نظام قائم ہے جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا اس کے بعد حضرت صدیق اکبر نے مرتدین کی سرکوبی کی طرف توجہ کی اور ایک لشکر اس کام کیلئے روانہ کیا اس معاملے میں حضرت عمر بھی گھبرا گئے تھے مگر حضرت صدیق نہیں گھبرائے اور نہایت استقلال سے ایک سال میں تمام اہل عرب کو اسلام پر پختہ کر دیا جو ضعیف الاسلام لوگ مرتد ہو گئے تھے ان کو تہ تیغ کیا یا انہوں نے توبہ کر کے اسلام کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ جزیرہ عرب تمام فتنوں سے پاک ہو گیا اور دوسرے سال حضرت صدیق اکبر نے مخالف سلطنتوں کی طرف نہایت اطمینان سے از خود پیش قدمی

کی کسی مخالف کو اپنی طرف پیش قدمی کرنے یا بڑھنے کا موقع نہیں دیا...... یہ جواب ہو اس اشکال کا (وعظ التعرف ص ۲۷)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ

شریعت کے قوانین میں حقائق اور مصالح واقعیہ مرعی ہوتے ہیں اور باقی جتنے قوانین ہیں وہ سب اغراض کے تابع ہیں شریعت کے قوانین اٹل ہیں اور اکثر انکا نفع جب معلوم ہوتا ہے کہ جب ان پر عمل کیا جائے چنانچہ حضور سرور عالم ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو تین اہم امور در پیش تھے ایک تو مانعین زکوۃ کے خلاف جہاد کرنے کے متعلق اختلاف رائے تھا دوسری مرتدین کے خلاف لشکر بھیجنا جو مسیلمہ کذاب سے جا ملے تھے تیسرے جیش اسامہ کی روانگی کا مسئلہ در پیش تھا جسکے جھنڈے کو خود حضور سرور عالم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے باندھا تھا مگر قبل روانگی حضور ﷺ مرض وفات میں علیل ہو گئے اور وہ لشکر بھی اس پریشانی میں روانہ نہ ہو سکا......

مانعین زکوۃ کے خلاف جہاد کے جواز میں صحابہؓ کو کلام تھا لیکن صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کی یہ قطعی رائے تھی کہ انکے خلاف جہاد کرنا واجب ہے کیونکہ وہ تادیل کے ساتھ ایک رکن اسلام کے منکر تھے چنانچہ حضرت صدیق اکبر نے ...... مانعین زکوۃ کے خلاف جہاد کی کاروائی بھی شروع کر دی مرتدین کے ساتھ مقابلہ میں بھی لشکر کشی کر دی اور جیش اسامہ کو بھی روانہ کر دیا اس سے تمام کفار پر رعب طاری ہو گیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس کوئی اندرونی کوئی بڑی زبردست قوت ہے کہ تین تین جگہ لڑائی چھیڑ رکھی ہے۔

دیکھئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے شریعت مقدسہ پر بلالحاظ دیگر مصالح کے عمل فرمایا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کفار مرعوب و مغلوب ہو گئے جسکا پہلے سے کسی کو علم بھی نہ تھا مسلمانوں کی دھاک تمام بلاد و امصار میں بیٹھ گئی غرض اکثر شریعت مقدسہ کے مصالح اس پر عمل کرنے کے بعد معلوم ہوتے ہیں (افاضات ج ۹ ص ۱۵۲)

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی حضرت عمر فاروقؓ پر فضیلت کا ایک سبب حضرت صدیق اکبر کی قلبی قوت بھی ہے۔

حضرت عمر پر جو فضیلت حضرت صدیق اکبر کو ہے اس فضیلت کے اسباب میں سے ایک سبب قوت بھی ہے چنانچہ وہ قوت اس طرح ظاہر ہوئی کہ باوجود اسکے کہ حضرت عمرؓ فاروق کی شان قوت دینیہ کی ظاہر ہے مگر جس وقت مانعین زکوۃ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور نصوص و وجوب زکوۃ میں تاویل کی تو حضرت صدیق اکبر نے ان سے جہاد کی تیاری کی............ یہ سن کر حضرت عمر فاروق کی رائے بدل گئی یہاں پر حضرت صدیق اکبر کی قوت قلبی کا اندازہ ہو سکتا ہے مصالح کی بھی پرواہ نہیں کی اور زکوۃ وصول کی سب ڈھیلے پڑ گئے اور اس ہمت سے تمام عرب پر حضرت صدیق اکبر کا رعب اور ہیبت چھا گئی (افاضات ج ا ص ۱٦٦)

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کی قوت قلب اور شرح صدر کی دولت نیز آپ کی بے مثال استقامت و شجاعت اور ہمت و عزیمت کا تقاضا تھا کہ آپ آنحضرت ﷺ کے بعد اس امت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیں اور انتہائی نازک وقت میں اس امت کو سہارا دیں اور اپنے وجود مبارک سے خلافت اسلامیہ کی ایک ایسی بنیاد ڈالیں کہ آپ کے بعد آنے والے خلفاء انہی بنیادوں

پر اسلام کی عمارت تعمیر کریں صحابہ کرام اس حقیقت سے پوری طرح واقف تھے کہ اسلامی زندگی کے اس نہایت ہی اور نازک موڑ پر جس آہنی شخصیت کی ضرورت ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق کی ذات گرامی ہے چنانچہ سب نے بالاتفاق آپ کے ہاتھ پر اپنے ہاتھ رکھ دئے۔

☆......خلافت صدیقی خلافت فاروقی سے افضل ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ اصل چیز بنیاد کا مستحکم کرنا ہوتا ہے قانون سازی ہوتی ہے یہی دقت طلب مسئلہ ہوتا ہے جب یہ مسئلہ حل ہو جائے تو اگلے مراحل آسان ہو جاتے ہیں اور اس پر پھر زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دور خلافت کی ایک قلیل سی مدت (جو تقریبا دو ڈھائی سال ہوتی ہے) میں اس عظیم الشان اور مہتم بالشان مہم کو نہایت کامیابی سے ہمکنار کیا

یہ صحیح ہے کہ حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں اسلام کا جھنڈا دور دور تک لہرایا اور کئی علاقے اسلامی مملکت کے زیر ہوتے چلے گئے مگر اہل نظر بتاتے ہیں کہ اس کا سبب حضرت صدیق اکبر کی رکھی وہ بنیاد تھی جس نے فتوحات کا باب کھولا اگر حضرت صدیق اکبر کے دور خلافت میں یہ بنیاد مستحکم نہ ہو پاتی تو حضرت عمرؓ کے دور کا جو نقشہ تاریخ میں ملتا ہے وہ اس شان کا نہ ہوتا۔ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کا پہلے ہونا در حقیقت خدا کی ایک بہت بڑی رحمت ہے اور یہ اگلی سب خلافتوں سے بہتر اور افضل ہے۔ نیز خود حضرت عمر فاروق اس کا برملا اعتراف کرتے رہے کہ حضرت ابوبکر کی وجہ سے بہت سے مشکل مسائل آسان ہو گیے تھے آپ فرماتے ہیں

اس معاملہ میں میں نے حضرت ابوبکر صدیق کو اپنے سے زیادہ پختہ ارادہ والا اور امر کا نافذ کرنے والا پایا اور لوگوں کو صدیق اکبر نے کام کرنے کے ایسے بہترین طریقے

بتائے کہ بہت سے لوگوں کے دشوار کام جب میں ان کا خلیفہ ہوا مجھ پر آسان ہو گئے
(کنز العمال ج ۳ ص ۳۰۰ ماخوذ از حیاۃ الصحابہ ج ۱ ص ۴۶۸)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ارشاد فرماتے ہیں

خلافت صدیقیہ خلافت عمریہ سے افضل ہے مگر ظاہر بین لوگ خلافت عمریہ کو بوجہ فتوحات کے خلافت صدیقیہ سے افضل سمجھتے ہیں کیونکہ انکے زمانہ میں جدید فتوحات کچھ زیادہ نہ ہوئیں تھیں بلکہ انکی خلافت کا زیادہ زمانہ خود مسلمانوں کو سنبھالنے میں صرف ہوا حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد بعض قبائل مرتد ہو گئے تھے کچھ لوگوں نے زکوۃ کی فرضیت کا انکار کر دیا تھا تو حضرت صدیق اکبر کا زمانہ خلافت اس فتنہ ارتداد کے فرو کرنے اور مسلمانوں کی حالت سنبھالنے میں صرف ہوا مخالفین کے ملک فتح کرنے کی زیادہ نوبت نہ آئی اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں شاید کوئی دن بھی جدید فتوحات سے خالی نہ رہا روزانہ یہی خبریں آتی تھی کہ آج فلاں شہر فتح ہو گیا اور کل فلاں شہر پر حملہ ہے یہاں تک کہ دس سال کے عرصہ میں حکومت اسلامیہ شرقا وغربا پھیل گئی اس لئے بعض لوگ خلافت عمریہ کو خلافت صدیقیہ سے افضل شمار کرتے ہیں

مگر عقلاء خوب جانتے ہیں کہ مکان کی خوبصورتی میں زیادہ کمال اس شخص کا ہے جس نے کہ اول نقشہ تیار کیا تھا اور بنیادیں قائم کی تھی کیونکہ اس کو بہت دماغ سوزی سے کام کرنا پڑا ہے مکان کا خوبصورت نقشہ بنانا اور بنیاد کا مستحکم کرنا یہ بڑا کام ہے دیواریں قائم کرنے والے کا اتنا بڑا کمال نہیں کیونکہ وہ تو اینٹ پر اینٹ رکھتا چلا گیا ہے اسکو کون سی دماغ سوزی کرنی پڑی ظاہر بین لوگ دوسرے معمار کی تعریف کرتے ہیں کیونکہ مکان کو اسی نے مکمل کیا مگر حقیقت شناس سمجھتا ہے کہ اس مکان کی خوبصورتی میں بڑا کمال نقشہ بنانے والے اور بنیاد قائم کرنے والے کا ہے اسی طرح جو اسرار شناس ہیں وہ جانتے ہیں

کہ خلافت صدیقیہ سے خلافت عمریہ کو کوئی بھی نسبت نہیں ہے کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ کو حکومت اسلامیہ اور خلافت کی بنیاد قائم کرنے میں جو تعب برداشت کرنا پڑا اسکا عشر عشیر بھی حضرت عمر کو نہیں پیش آیا۔ یہ کام اسی عالی حوصلہ خلیفہ کا تھا کہ ایسے فتنے کے زمانہ میں جبکہ خود اپنی ہی جماعت قبضہ سے باہر ہوا چاہتی تھی تمام فتنوں کا مقابلہ کر کے اور ان کو یکدم نیست و نابود کر کے ڈھائی سال کے عرصہ میں خلافت اسلامیہ کے کھونٹے گاڑ دیئے اور نظام حکومت کو ایسے مستحکم اصول پر قائم کر دیا کہ بعد کے خلیفہ کو کوئی پریشانی ہی پیش نہ آسکے حضرت عمر کی خلافت میں وہ اصول جاری ہو گئے اور وہ نظام صدیقی شائع ہو گیا تو بڑا کمال حضرت صدیق اکبرؓ کا ہے اور جس قدر فتوحات حضرت عمر کے زمانہ میں ہوئی ہیں ان سب کا ثواب حضرت صدیق اکبر کے صحیفہ اعمال میں داخل ہوگا اہل تمدن و سیاست اسکو خوب سمجھتے ہیں کہ قانون جاری کرنے والے سے زیادہ مشکل قانون بنانا ہے قانون بنانے والے کو جس مشقت کا سامنا ہوتا ہے جاری کرنے والے کو اسکا دسواں حصہ بھی پیش نہیں آتا (وعظ۔الجلاء للابتلاء ص ۱۴ تا ۱۶)

حضرت حکیم الامت ایک اور وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں

محقق اہل سیر کا قول ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے دو سال میں وہ اصول سلطنت بنائے جن پر عمل کر کے حضرت عمر نے دس سال میں وہ انتظامات کئے اور فتوحات کثیرہ حاصل کیں جنکی دنیا میں نظیر نہیں عام طور پر لوگ حضرت فاروق اعظم کو فاتح اعظم سمجھتے ہیں مگر محققین حضرت صدیق اکبر کو فاتح اعظم کہتے ہیں کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ نے فتوحات کا راستہ ہموار کیا ایک نقشہ تیار کر دیا اور یہ کام سب سے زیادہ دشوار ہے حضرت عمر فاروقؓ اسی راستے پر اسی نقشہ کے مطابق چلتے رہے جس سے یہ فتوحات حاصل ہوئیں (وعظ۔التعرف ص ۲۷)

☆...... حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان کرامت

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کے اس توکل علی اللہ اور تعلق بالرسالت کا ثمرہ تھا کہ اللہ تعالی نے بارہا آپ کے ہاتھوں کرامات کا ظاہر فرمائیں حضرت حکیم الامت مشکوۃ شریف کے حوالہ سے لکھتے ہیں

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر نے مہمانوں کی دعوت کی اور خود بھی شریک طعام تھے جس میں ہر شخص یہ محسوس کر رہا تھا اور مشاہدہ میں بھی آرہا تھا کہ ہر لقمہ اٹھانے کے بعد کھانا پہلے بھی زیادہ بڑھتا جاتا گویا اور پیدا ہو جاتا حضرت صدیق اکبر نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے اہلیہ نے جواباً عرض کیا اے آنکھوں اور کلیجہ کی ٹھنڈک اس وقت تو یہ کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے چنانچہ ان سب لوگوں نے خوب کھانا کھایا اور رسالتماب کی خدمت میں بھی روانہ کیا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جان نوش فرمایا(کرامات صحابہ ص ۱۴۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۷)

اللہ تعالی نے بارہا سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھوں کرامات کا ظہور فرمایا اور کئی خرق عادت واقعات آپ کے ہاتھوں صادر ہوئے اور یہ صرف آپ کی حیات تک ہی نہیں بلکہ آپ کے انتقال پر بھی آپ کیلئے ایک کرامت ظاہر کی گئی حضرت حکیم الامت لکھتے ہیں

حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کے وقت مکہ معظمہ تھرایا جس پر آپ کے والد ماجد حضرت ابو قحافہ نے پوچھا کہ یہ زلزلہ کیسا لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے صاحبزادہ نے جام رحلت نوش فرمایا ہے جس پر جناب ابو قحافہ نے فرمایا کہ یہ تو بڑی سخت مصیبت آن پڑی ...... آپ لوگوں نے دیکھا کہ مکہ معظمہ کانپا اور تھرایا اور زلزلہ پذیر ہو کر آپ کی کرامت کا ظہور ہوا (ایضاص ۱۳۔ تاریخ

الخلفاء ص ۶۲)

حکیم الامت حضرت تھانوی تاریخ الخلفاء للامام السیوطی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

ابو یعلی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ایک واقعہ کے تحت نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا سے کس دن رحلت فرمائی انہوں نے کہا کہ پیر کے دن اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ایک رات کے بعد اسی چیز کا امیدوار ہوں چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے منگل کی رات میں داعی اجل کو لبیک کہا اور صبح ہونے سے پہلے آپ دفن کیے گئے

حضرت تھانوی اس پر لکھتے ہیں

سیدنا حضرت صدیق اکبر کی یہ بڑی کرامت ہے کہ آپ نے جو حکم لگایا تھا اسی وقت وفات پائی اگرچہ ذہوق روح (روح کا نکلنا) رات کو ہوا لیکن وفات کے مقدمات یقینیہ دن ہی میں واقع ہوئے جو موت کے حکم میں ہیں (ایضاص ۱۳)

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قرۃ العینین کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

ایک مرتبہ حضور پرنور سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق کو بیمار دیکھا اور پھر اس بیماری کی اطلاع کیلئے حضرت عائشہ کے پاس گئے اور ان سے صدیق اکبر کی علالت کو بیان ہی فرمارہے تھے کہ عین اسی وقت صدیق اکبرؓ نے ہادی کل کے در دولت پر حاضر ہو کر اندر آنے کی اجازت چاہی جس پر حضرت عائشہ کو کہا کہ ابا جان تو آرہے ہیں اس پر حضور رحمۃ للعالمین اس بات سے کہ شافی مطلق نے اتنی جلد اچھا کر دیا تعجب فرمایا صدیق اکبرؓ نے کہا کہ حضور جونہی میرے پاس سے نکلے جبرئیل امین نے آکر مجھے ایک دوا سنگھائی اور میں تندرست ہو گیا اس واقعہ کو ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے بھی بیان کیا ہے۔ (ایضاص ۱۵)

☆...... حضرت ابو بکر صدیقؓ کے لشکر کی کرامت

یہ تو آپ کی اپنی ذات کی بات تھی لیکن آپ کے ماتحت کام کرنے والے عاملین بھی عنداللہ اس رتبہ کے تھے کہ اللہ نے انہیں بھی کرامات سے نوازا تھا اور ان کو بھی اپنا مقرب بنایا تھا آپ نے مرتدین اور دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے جن جماعتوں کو بھیجا تھا ان میں سے ایک جماعت کے امیر حضرت علاء بن حضرمیؓ بھی تھے آپ اللہ تعالی کے مستجاب الدعوات بندوں میں سے ایک تھے اور بہت ہی عبادت گذار اور اونچے درجہ کے صحابہ کرام میں سے تھے آپ جب ایک جگہ فوج کے ساتھ رکے اور لوگ ابھی زمین پر اترے بھی نہ تھے کہ اونٹ فوج کے سامان (جس میں کھانا پانی اور دیگر ضرورت کی چیزیں رکھی ہوئیں تھیں) کے ساتھ بھاگ پڑے اور یہ لوگ اکیلے رہ گئے چونکہ رات کا وقت تھا اسلئے ایک اونٹ کو بھی قابو نہ کرپائے فوج کے لوگ انتہائی پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کو دیکھنے اور سہارا دینے کی کوشش کر رہے تھے کہ حضرت علاء بن حضرمی نے ان سب کو ایک جگہ جمع ہونے کے لئے کہا سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو کیا تم مسلمان نہیں ہو کیا تم نے اللہ کے راستہ میں جہاد نہیں کیا؟ کیا تم انصار اللہ نہیں ہو؟ انہوں نے کہا بیشک ہم ہیں آپ نے فرمایا کہ

ابشروا فواللہ لایخذل اللہ من کان فی مثل حالکم

خوش ہو جاؤ اللہ کی قسم جس شخص کی حالت تمہارے جیسی ہو اللہ اسے کبھی بے سہارا نہیں کرتا

اتنے میں نماز فجر کا وقت ہوا نماز پڑھ کر آپ نے نہایت تضرع کے ساتھ دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا فرمائی اور لوگوں نے بھی اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا مگر یہ حضرات دعا میں لگے رہے حضرت علاء بن حضرمی دعا فرما رہے تھے

اذقدخلق اللہ الی جانبھم غدیرا عظیما من الماء القراح فمشی

ومشی الناس الیه فشربوا واغتسلوا (البدایہ ج۶ ص ۳۳۳)

کہ اچانک دیکھا کہ ان کے ایک جانب خالص پانی کا ایک تالاب بنا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ اور آپ کی فوج نے اس تالاب سے خوب سیر ہو کر پیا اور غسل کیا

اس پر کچھ دیر بھی نہ گذری نہ تھی کہ فوج کے وہ اونٹ جو رات کے وقت بھاگ چکے تھے سامان سے لدے لدائے واپس آرہے ہیں اور ان میں سے ایک چیز بھی گم نہ ہوئی تھی چنانچہ پھر اونٹوں نے بھی پیٹ بھر بھر کر پانی پیا۔ پھر آپ نے دشمن پر بھرپور اور کامیاب حملہ کیا ان میں سے بہت سے لوگ مارے گئے اور بہت سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

جب آپ یہاں سے کامیابی کے ساتھ آگے بڑھے تو معلوم ہوا کہ دشمن کے وہ لوگ جو فرار ہوئے تھے وہ کشتیوں میں سوار ہو کر دریا پار جا چکے ہیں چنانچہ آپ نے اپنی فوج سے کہا کہ جلد دریا کے کنارے پہنچیں تاکہ دشمن کا تعاقب کیا جائے دریا کے کنارے پہنچنے پر معلوم ہوا کہ یہاں سے مسافت دور ہے اور کشتیوں پر وہاں تک پہنچنا مشکل تھا چنانچہ آپ نے اللہ کے حضور اس طرح دعا کی

یا علیم یا حلیم یا علی یا عظیم انا عبیدك وفی سبیلك نقاتل عدوك اللهم فاجعل لنا الیهم سبیلا (حلیۃ الاولیاء ج۱ ص ۳۸)

اے علیم اے حلیم اے بلند بالا ذات اے عظمت والے ہم تیرے بندے ہیں اور تیرے راستے میں تیرے دشمن سے لڑنے کیلئے نکلے ہیں اے اللہ ان تک ہمیں پہنچنے کا راستہ بنا

اور حکم دیا کہ یہ ورد اور وظیفہ پڑھتے ہوئے اپنے اپنے گھوڑے دریا میں اتار دو چنانچہ فوج سواری سمیت دریا میں اتر پڑی اس وقت سب کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے۔

یا أرحم الراحمین یاحکیم یاکریم یا أحد یا صمد یاحی یا قیوم یا ذی الجلال والاکرام لااله الا أنت یاربنا

یہ پڑھتے ہوئے سب دریا میں اتر پڑے اور آپ مع فوج کے اس دریا پر ایسے چل رہے تھے جیسے کوئی زمین پر آرام کے ساتھ چل رہا ہو اور پانی صرف ان کے جانوروں کے پاؤں اور گھٹنوں تک ہی پہنچتا تھا۔ چنانچہ آپ مع فوج کے سکون کے ساتھ دوسری جانب کے کنارے پہنچ گئے اور ان میں سے کسی کو بھی تکلیف نہیں ہوئی اگر یہ لوگ کشتیوں پر جاتے تو دوسری جانب پہنچنے کے لئے کم از کم انھیں ایک دن چاہئیے تھا سو آپ وہاں پہنچے دشمن پر حملہ کیا ان سب کو زیر کیا اور ان کا سب سازوسامان اپنے ساتھ لے کر واپس اسی دریا کے رستے آئے اور ان سازوسامان میں سے کوئی ایک چیز بھی برباد اور گم نہ ہوئی اور یہ سب کچھ ایک دن میں ہوا۔

حضرت علاء بن حضرمی نے اس کی پوری داستان حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں لکھ کر روانہ فرمائی چنانچہ حضرت صدیق اکبر کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے اللہ کا شکر ادا فرمایا اور ان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ایک شخص کو روانہ بھی فرمایا (البدایہ ج۶ ص ۳۳۳)

حضرت علاء بن حضرمی کی اس کرامت کو دیکھنے والوں میں سیف بن عمرو تمیمی بھی تھے ان کا کہنا ہے کہ میں ان واقعات کا مشاہد ہوں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں بطور کرامت دکھائے ہیں وماأجرى الله على يديه من الكرامات اس کرامت کو دیکھتے ہوئے ہجر کے ایک راہب (پادری) نے اسلام قبول کرلیا جب اس سے پوچھا گیا کہ تیرے اسلام قبول کرنے کا سبب کیا بنا ہے؟ تو اس نے کہا۔

خشيت أن لم أفعل ان يمسخني الله لما شاهدت من الايات

میں نے وہ نشانات وکرامات دیکھے ہیں جو ان کے ہاتھوں پر رونما ہوئے ہیں اگر اب بھی میں ایمان نہ لاتا تو مجھے ڈر تھا کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھے مسخ ہی نہ فرمادے

پھر اس راہب نے کہا میں نے سحری کے وقت ہوا میں یہ آواز سنی ہے کوئی کہہ رہا تھا

اللهم أنت الرحمن لااله غيرك والبديع ليس قبلك شئى والدائم غير

الغافل والذی لایموت وخالق مایری ومالایری وکل یوم أنت فی شأن وعلمت اللھم کل شئی علما

اس نے کہاکہ اس سے مجھے یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ فوج خدائی فوج ہے

فعلمت ان القوم لم یعاونوا بالملائکۃ الا وھم علی أمر اللہ

اگر یہ لوگ اللہ کے حکموں پر عمل کرنے والے نہ ہوتے تو فرشتوں کے ذریعہ ان کی نصرت واعانت کبھی نہ کی جاتی

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی فرماتے ہیں

حضرت علاء بن حضرمی حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت میں جب غزوہ مرتدین کیلئے بحرین پر گئے اور راستہ میں دریا پڑا تو ساتھیوں نے اس وجہ سے کہ کشتی تیار نہ تھی ٹھہرنے کو کہا فرمانے لگے خلیفہ (حضرت ابو بکر صدیق) کا حکم ہے جلدی پہنچنے کا اسلئے میں ٹھہر نہیں سکتا اور یہ کہہ کر دعا کی کہ

اے اللہ جس طرح تو نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کیا اسی طرح آج ہم کو ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پار اتار دے...... اور یہ دعا کر کے گھوڑا دریا میں ڈال دیا دریا پایاب ہو گیا اور سارا لشکر دریا پار ہو گیا (مہمات الدعا حصہ دوم ص ۸)

دیکھنے کے قابل بات یہ ہے کہ اس پر انہیں اطمینان کس قدر تھا خطرہ تک اس کے خلاف کا قلب پر نہیں گذرا۔ کیا ٹھکانہ ہے قوت ایمانیہ کا کون ان حضرات کی ریس کر سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہیبت چھا گئی تمام بحرین پر کہ یہ آدمی ہیں یا فرشتے۔ (افاضات ج ۱ ص ۱۶۷)

حضرت امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی (۴۳۰ ھ) اس واقعہ پر لکھتے ہیں

ان لیقینهم تنفلق الصخور وبیمینهم تنفتق البحور (حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۳۸)

اولیاء اللہ کے یقین کی طاقت سے بڑی بڑی چٹانیں تک پھٹ جاتی ہیں اور ان کے ہاتھ کے اشارے سے سمندر راستہ دے دیتے ہیں۔

دشت تو دشت ہیں صحرا بھی نہ چھوڑے ہم نے　　بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر کے عامل اور آپ کے خدام کس پائے کے معزز لوگ تھے اور اللہ کے ہاں ان کا کیا مقام تھا جب آپ کے خداموں کا عنداللہ یہ مقام تھا تو غور کیجئے آپ خود کس مقام بلند پر فائز ہونگے۔

ساقی تیرا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا　　جب تو نے مے ظالم شیشے میں بھری ہوگی

مرتبے میں سب سے افضل تو ہے بعد الانبیاء

جناب حافظ نور محمد انور صاحب مرحوم (لاہور)

ص	صاحب صدق وصفا اے جانشین مصطفیٰ	مرتبے میں سب سے افضل تو ہے بعد الانبیاء
د	دین حق کو سب سے پہلے کرلیا تو نے قبول	تھی خدا کی دین تجھ پر اے رفیق مصطفیٰ
ی	یار غار سید کونین ختم المرسلین ﷺ	بحر علم ومعرفت گنج کرم کان سخا
ق	قابل صد فخر تھے سب کام تیرے بالیقین	زندگی بھر دین کی خدمت تو نے کی بے انتہا
ا	اذھما فی الغار ہے حق میں ترے فرمان حق	تجھ پہ راضی ہے خدا بھی اور محبوب خدا
ک	کردیا ق سارا اثاثہ تو نے بیشک وقف دیں	جب طلب اصحاب سے حضرتؐ نے مال وزر کیا
ب	باہمی اخلاص سے تو نے گزاری زندگی	مونس وخوار تھا ہر ایک کا تو بے ریا
ر	روضہ اقدس میں انور اب بھی جا کے دیکھ لو	
ؓ	یار کے پہلو بہ پہلو یار ہے لیٹا ہوا	

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کو
اکابرین امت کا خراج عقیدت و محبت
تابعین کرام آپ کی مدح میں

(۱)...... حضرت امام مسروق تابعی (۶۳ھ) کا بیان

آپ ارشاد فرماتے ہیں

حب ابی بکر وعمر ومعرفة فضلهما من السنة (ازالہ ج۲ ص۵۳۶)

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی محبت اور ان کی فضیلت کو پہچاننا سنت میں سے ہے

(۲)...... حضرت امام سعید بن المسیب (۹۴ھ) کا ارشاد گرامی

تابعی جلیل حضرت امام سعید بن المسیب (۹۴ھ) فرماتے ہیں کہ

آپؓ رسول اللہ ﷺ کے وزیر تھے اور حضور ﷺ ان سے ہر امر میں مشورہ فرمایا کرتے تھے اور وہ آپ کے ثانی تھے اسلام میں اور آپ کے ثانی تھے غار میں اور آپ کے ثانی تھے یوم بدر والے عریش میں اور آپ کے ثانی ہیں قبر میں اور رسول اللہ ﷺ کسی کو ان پر مقدم نہیں کیا کرتے تھے (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۶۔ تاریخ الخلفاء ص ۶۱۔ ازالۃ ج ۳ ص ۷۱)

(۳)...... تابعی کبیر حضرت امام ابراہیم نخعی (۹۶ھ) کا بیان

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت ابوبکر کو ان کی شفقت اور رحم دلی کی بناء پر اواہ کے لقب سے بھی نام فرماتے تھے (تاریخ ص ۶۰۔ ازالۃ ج ۳ ص ۸۵) کان یسمی الاواہ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص۱۷۲)

(۴) ...... حضرت علامہ امام شعبی (۱۰۳ھ) کا بیان

علامہ زیلعیؒ نے حضرت امام شعبیؒ سے نقل کیا ہے کہ

خدائے پاک نے آپؓ کو چار بے نظر خصوصیات سے نوازا ہے جو اور کسی میں نہیں۔ (۱) آپ صدیق ہیں، سو آپ کے کسی اور کو یہ لقب عطا نہیں ہوا۔ (۲) آپ نے غار میں آنحضرت کا ساتھ دیا۔ (۳) آپ نے حضور انورؐ کے ساتھ ہجرت کی۔ (۴) حضورؐ نے جملہ مسلمانوں کو مقتدی اور آپ کو امام بنایا۔

(۵) ...... حضرت قاسم بن محمد (۱۰۷ھ) کا بیان

ایک مرتبہ ایک شخص نے مجلس میں یہ بات کہی کہ خدا کی قسم حضور ﷺ کسی ایسی جگہ نہ تھے جہاں حضرت علی آپ کے ساتھ نہ ہوں یہ سن کر قاسم بن محمد نے کہا کہ بھائی قسم نہ کھاؤ اس نے کہا کہ آپ کوئی ایسا موقع بتائیں جہاں حضرت علی نہ ہوں آپ نے کہا کہ کیا آپ اس بات کا انکار کریں گے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثانی اثنین اذھما فی الغار۔ (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۵۳۶) یعنی بتایئے کہ غار ثور میں سوائے ابو بکر کے اور کون آپ کے ساتھ تھا

(۶)...... حضرت امام محمد بن سیرین (۱۱۰ھ) کا ارشاد

حضرت امام محمد بن سیرین (۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ

ماأظن رجلا ینتقص ابابکر وعمر یحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۹)

میں نہیں سمجھتا کہ ایک شخص حضرت ابو بکر اور حضرت کی تنقیص کرتا ہو اور وہ حضور ﷺ سے محبت بھی رکھے۔ (یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ حضور ﷺ سے محبت کرنے والا کبھی بھی حضرات شیخین کی تنقیص کرے گا)

(۷)...... حضرت ربیع بن انس بصری کا بیانؒ

حضرت ربیع بن انس فرماتے ہیں

کتب سابقہ میں آپ کو مثل آب رحمت کے بتلایا گیا ہے کہ باران رحمت جہاں برستا ہے نفع پہنچاتا ہے اور فرمایا کہ انبیاء سابقین کے اصحابؓ میں کوئی بھی آپؓ کے برابر نہ تھا۔

مکتوب فی الکتاب الاول مثل ابی بکر الصدیق مثل القطر اینما وقع نفع

(تاریخ ص ۶۰۔ ازالہ ج ۱' ۱۲۴)

(۸)...... حضرت ابو حصین عثمان بن عاصم (۱۲۸) کا ارشاد گرامی

آپ فرماتے ہیں

اولاد آدمؑ میں انبیاء و مرسلین کے بعد آپؓ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں ہوا اور آپ فتنہ ردۃ کے موقع پر وہاں کھڑے تھے جہاں انبیاء کھڑے ہوتے ہیں۔ (تاریخ ص ۶۰)

(۹)...... ایک مرتبہ ایک آدمی امام زین العابدین (۱۲۱ھ) کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو حضور ﷺ کا کس قدر تقرب حاصل تھا آپ نے فرمایا کہ جس قدر اب ہے (یعنی روضہ اقدس کو دیکھ لو سب سے زیادہ قریب ہیں)

ماکان منزلة ابی بکر و عمر من النبی ﷺ فقال منزلتهما الساعة

(مسند احمد ج ۴ ص ۷۰ تہذیب ج ۷ ۳۰۶ ۔ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۵۲۳)

(۱۰)...... حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ (۱۵۰ھ) فرماتے ہیں

افضل الناس بعد النبیین علیهم الصلوة والسلام ابوبکر الصدیق (

شرح الفقہ الاکبر ص ۹۷)

انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں

کسے عزت ملی صدیق کی مدحت طرازی کی ‌ ‌ بتادے شیوہ زین العابدین تیرا ہے یا میرا

خطبات صدیقی

حضرت ابوبکر صدیق کے قومی سطح کے فکر انگیز خطبات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆......وصال نبوی ﷺ پر خطبہ مبارک

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر حضرت ابوبکر صدیق کو پہونچی تو آپ فورا دوڑے دوڑے آئے اس وقت مسجد نبوی میں لوگ جمع ہو رہے تھے آپ نے کسی سے بات نہ کی سیدھے گھر کے اندر تشریف لے گئے جہاں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک یمنی چادر میں ملبوس تھے آپ جسد مبارک کے قریب تشریف لائے چہرہ انور سے چادر ہٹائی اس پر جھکے بوسہ دیا اور آپ کو مخاطب کر کے فرمایا

میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ زندگی میں بھی پاک وصاف رہے اور اب موت کے بعد بھی پاک صاف ہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اللہ آپ کو ہرگز دو موتیں نہیں دے گا وہ موت جو اللہ نے آپ کیلئے مقدر کی تھی وہ تو آپ کو آہی گئی۔)

پھر آپ مسجد میں تشریف لائے یہاں صحابہ کرام غم کے مارے نڈھال تھے حضرت عمر فاروق بھی شدت غم کی وجہ سے اپنے آپ میں نہ تھے حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو بٹھایا پھر آپ نے بآواز بلند اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور اسکے بعد فرمایا

جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ بیشک آپ پر موت واقع ہو گئی مگر ہاں جو شخص اللہ کی بندگی کرتا ہے تو بیشک اللہ زندہ ہے اور اس کیلئے موت نہیں (تاریخ ابن کثیر ج

۵ ص ۴۲۴) (پھر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیتیں پڑھیں جس کا ترجمہ یہ ہے)

(ترجمہ) (اے محمد ﷺ) آپ کو بھی موت آنی ہے اور بے شبہ وہ بھی مرنے والے ہیں (پ ۲۳ زمر) اور محمد (ﷺ) نہیں مگر ایک رسول جن سے پہلے بھی اور رسول گذر چکے ہیں پس اگر ان کو موت آجائے یا قتل کر دئے جائیں کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے کو لوٹ جاؤ گے اور جو شخص ایسا کرے گا تو وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اللہ شکر کرنے والے کو عنقریب جزا دے گا (پ ۴ آل عمران)

یہ سن کر لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور حقیقت انکے سامنے موجود تھی آپ نے اس قدر مؤثر اور دل نشین انداز میں یہ خطبہ دیا کہ اب ہر شخص کی زبان پر یہ آیتیں تھیں۔

☆......بیعت خلافت کے موقع پر خطبہ

آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد جب سب مسلمانوں نے حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت کر لی تو حضرت عمر فاروق نے سب سے پہلے ایک مختصر تقریر فرمائی پھر آپ نے حضرت ابو بکر صدیق کو تقریر کرنے کی گذارش کی چنانچہ کئی مرتبہ گذارش کے بعد آپ منبر پر تشریف لائے اور اللہ کی حمد و ثناء اور آنحضرت ﷺ پر درود و سلام کے بعد ارشاد فرمایا

اے لوگو خدا کی قسم نہ میں کبھی دن میں اور نہ کبھی رات میں امارت کا خواہاں تھا نہ اسکی طرف مجھے رغبت تھی اور نہ میں نے کبھی پنہاں یا آشکارا اللہ تعالیٰ سے اسکے لئے دعا

کی البتہ مجھے خوف ہوا کہ کوئی فتنہ نہ برپا ہو جائے اسلئے اس بار گراں کو اٹھانے کیلئے تیار ہو گیا ورنہ امارت میں مجھے کوئی راحت نہیں بلکہ یہ ایک ایسا بوجھ مجھ پر ڈالا گیا ہے جس کے برداشت کرنے کی طاقت میں اپنے اندر نہیں پاتا اور اللہ کی امداد کے بغیر اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا کاش آج میری بجائے کوئی ایسا شخص امیر ہوتا جو اس بوجھ کو اٹھانے کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتا مجھے تم نے اپنا امیر بنایا حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر سیدھے راستہ پر چلوں تو میری مدد کرنا اور اگر غلطی کروں تو میری اصلاح کرنا صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے تم میں سے جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ اسکا حق دلوا دوں انشاء اللہ اور تم میں سے جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ اس سے حق لے لوں انشاء اللہ۔ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے وہ ذلیل کر دی جاتی ہے اور جس قوم میں بے حیائی کا رواج ہو جاتا ہے اس پر عام طور پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے...... جب تک میں اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرنا اور جب خدا اور رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں ہے...... اب نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ اللہ تم پر رحم فرمائے (البدایہ ج ۵ ص ۲۴۸)

☆...... خدا سے ڈرتے رہنے کی تاکید و ہدایت

ایک مرتبہ آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا

اے لوگو میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرتے رہنے کی۔ اور اس بات کی کہ تمہیں اسکی شایان شان تعریف کرنی چاہئیے اور اسکی طرف رغبت کے ساتھ

تمہارے دلوں میں اسکا ڈر بھی موجود رہے اور اس سے سوال کرنے میں خوب الحاح وزاری کرو اسلیئے کہ اللہ تعالی حضرت زکریا اور انکے اہل بیت کی تعریف میں فرمایا

انهم كانوا يسارعون فى الخيرات ويدعوننا رغبا ورهبا وكانوا لنا خاشعين

(ترجمہ) وہ لوگ دوڑتے تھے بھلائیوں پر اور پکارتے تھے اللہ کو توقع سے اور ڈر سے اور تھے ہمارے آگے عاجز (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲۹۲)

اے اللہ کے بندو تمہیں یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالی نے اپنے حق کے عوض تمہاری جانیں گروی رکھی ہیں اور اس معاملہ کا تم سے پختہ عہد لیا ہے اور کمتر اور فانی چیز کے عوض کثیر اور باقی سے عطا فرمایا ہے۔ یہ کتاب اللہ تمہارے درمیان ہے جس کے عجائب ختم ہونے والے نہیں اور جس کی روشنی ماند نہیں پڑے گی ۔ پس اللہ کے فرمان پر ایمان رکھو اور اسکی کتاب سے فائدہ اٹھاتے رہو اس نے تمہیں اپنی بندگی کیلیئے پیدا کیا ہے اور تم پر محاسب فرشتوں کو مقرر کر دیا ہے جو تمہارے افعال کو جانتے ہیں۔

اے خدا کے بندو تم یقین مانو کہ تمہاری صبح اور شام اس مقررہ وقت میں ہوتی رہے گی جس کی حد تمہیں معلوم نہیں ہے پس اگر تم سے یہ ہو سکے کہ اللہ کی اطاعت میں رہتے ہوئے تمہارا وقت پورا ہو جائے تو زندگی کی فرصت میں عمل میں پیش قدمی کرو اسلیئے کہ بہت سی قومیں فرصت کے لمحات دوسروں کی نذر کر چکیں ہیں تمہیں انکی مانند نہ ہونا چاہیئے پس تمہاری رفتار تیز ہونی چاہیئے بہت ہی تیز اسلیئے کہ تمہارا پیچھا کرنے والا بڑا ہی تیز رفتار ہے۔ (العقد الفرید ج ۴ ص ۱۴۶ حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۷۰ ۔ماخوذ از صدیق اکبر ص ۲۰۶)

☆...... جہاد میں اپنی نیتوں اور ارادوں کو پاک رکھنے کی تاکید

ایک مرتبہ آپ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

اے لوگو اللہ تعالی نے مسلمانوں پر جہاں اور فرائض مقرر فرمائے ہیں وہاں جہاد بھی ایک فرض ہے جس کا ثواب بھی اللہ تعالی کے نزدیک بہت بڑا ہے تمہیں چاہیئے کہ اپنی نیتوں کو پاک وصاف اور اپنے ارادوں کو نیک رکھو اور تاکہ تمہارے احسانات زیادہ ہو جائیں۔اے لوگو تمہیں چاہیئے کہ اپنے آپ کو اللہ کے فریضہ کی ادائیگی اور اپنے نبی کریم ﷺ کی سنت کے اتباع میں جلدی کریں آپ جس نیک کام کی طرف جارہے ہیں اس میں دو ہی باتیں ہیں فتح ہے یا پھر شہادت ہے اگر آپکو شہادت نصیب ہو گئی تو جو لوگ آپ سے پہلے جا چکے ہیں آپ ان سے جاملیں گے اور جو شخص آپ میں سے مر جائے گا تو اس کا اجر اللہ تعالی جل جلالہ پر ہے (فتوح الشام ص ۲۸)

اے لوگو بیشک ہر کام کے کچھ اصول و قواعد ہوتے ہیں جس آدمی نے ان کی پابندیاں کیں تو یہ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں انہی قاعدوں میں سے یہ بھی ہے کہ جس نے اللہ کے لئے کام کیا تو اللہ تعالی اس کی مشقت اور کوشش کی طرف سے کافی ہو گیا قصد اور ارادہ کو ہر کام میں زیادہ دخل ہے سن لو اس آدمی میں دین نہیں اس آدمی میں ایمان نہیں اس آدمی کے لئے اجر نہیں جس کی نیت صحیح نہیں اور نہ ایسے آدمی کے عمل کا اعتبار ہے۔ سن لو کہ اللہ تعالی کی کتاب میں جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب اتنا ہے کہ مسلمان کے لئے لائق نہیں کہ اس میں شرکت سے رہی جائے اور وہ ثواب نجات پالینا ہے جس پر اللہ تعالی نے اشارہ فرمایا ہے اس کے ذریعہ انسان رسوائیاں سے نجات پا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے دنیا اور آخرت کی کرامت حاصل

ہوتی ہے (حیاۃ الصحابہ ج ۱ ص ۷۰۴ بحوالہ کنز)

☆......جو آج زندہ ہے کل مر جائے گا عمل کرتے رہو

یک مرتبہ آپ نے خطبہ دیا تو حمد و صلوۃ کے بعد فرمایا
میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ بزرگ و برتر کا ڈر ہر کام میں اور ہر حال میں تمہارے پیش نظر رہے اور اپنی پسند اور ناپسندیدگی کے بارے میں حق کا التزام رہے سچائی سے ہٹ کر خیر نہیں دروغ گو حق سے انحراف کرتا ہے اور حق سے انحراف کرنے والا (انجام کار) ہلاک ہو جاتا ہے۔ خبردار اپنی بڑائی نہ کرنا خاکی مخلوق جو پھر خاک میں مل جائے گی اسے بڑائی کب زیب دیتی ہے جو آج زندہ ہے اور کل مردہ۔ عمل جاری رکھو اور اپنا شمار مر جانے والوں میں کرتے رہو جو بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے اسے اللہ کے حوالہ کر دو اپنے فائدے کیلئے اچھے اعمال پہلے سے کر رکھو کل یہی ذخیرہ تمہارے پاس ہوگا اللہ تعالی کا ارشاد ہے

یوم تجد کل نفس ماعلمت من خیر محضرا وماعملت من سوء تود لو ان بینھا وبینه امدا بعیدا ویحذرکم اللہ نفسه واللہ رؤف بالعباد (آل عمران ۳۰)

(ترجمہ) جس دن کہ ہر شخص اپنے اچھے کیے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کیے ہوئے کاموں کو بھی اور اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا خوب ہوتا کہ اس شخص کے اور اس روز کے درمیان دور دراز کی مسافت حائل ہوتی اور اللہ تعالی تم کو اپنی ذات سے ڈراتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہیں

☆..... آدمی کو چاہیئے کہ ہمیشہ اللہ تعالی کے ساتھ جڑا رہے

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اس بات کی کہ فقر و تنگدستی کے زمانہ میں بھی اللہ کی تابعداری کرنا اور تم کو تاکید کرتا ہوں اس بات کی بھی کہ بھوکے رہتے ہوئے اللہ کے ساتھ رہنا اپنے فقر و فاقہ کی حالت کو اللہ کو نہ چھوڑ دینا اور تقوی و پرہیزگاری کو کسی حال میں نہ چھوڑنا اللہ تعالی اپنی جن خوبیوں اور جن صفتوں کا مستحق ہے اس کی شان کے موافق اس کی خوبیوں اور اس کی صفتوں کو بیان کرتے رہنا اس سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے رہنا بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے

خوب سمجھ لو اور اس کا یقین رکھو کہ اگر اللہ کی عبادت و طاعت میں پورے پورے باخلاص رہو گے تو اس حال میں ایک تو تم اپنے رب کے اطاعت گذار اور وفا شعار بندے بنو گے...... دوسرے اپنے حق و ثواب کو ضائع ہونے سے بچاؤ گے

اے لوگو اللہ نے تم پر جو فرائض مقرر کیئے ہیں ان کو اپنی محنت کے زمانہ میں پورا کرو اور فرائض کے علاوہ اپنے مرنے سے پہلے نوافل کا بھی اہتمام کرو اپنے فقر و فاقہ میں اپنے پچھلے بزرگوں کے طریقہ پر رہو...... اے اللہ کے بندو ان لوگوں میں غور کرو جو تم سے پہلے جا چکے ہیں کہ وہ کل کہاں تھے اور آج وہ کہاں ہیں وہ بادشاہ کہاں ہیں جنہوں نے بنجر زمین میں ہل چلوا دیئے ان کو آباد کیا نئی بستیاں بنائیں ؟ بات یہ ہے کہ وہ بھلا دیئے گئے اور ان کے تذکرے بھی فراموش کر دیئے گئے پس آج وہ ایسے گم نام ہو چکے ہین کہ جیسے وہ کبھی تھے ہی نہیں۔ اور وہ ہیں ان کے اجڑے گھر اس وجہ سے کہ وہ لوگ ظلم کرنے والے تھے اور وہی لوگ اب قبروں کے

اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں ﴿هل تحس منهم من احد او تسمع لهم ركزا﴾ سو آپ ان میں سے کسی کو بھی دیکھتے ہیں یا ان کی آہستہ آواز بھی سنتے ہیں۔۔۔
کہاں گئے تمہارے وہ دوست ساتھی اور بھائی برادر ہاں وہ پہنچ گئے ہیں اپنے کئے ہوئے اعمال کے ٹھکانوں پر۔ وہ پہنچ گئے ہیں نیک بختی اور بدبختی کے مقام پر ۔ بیشک اللہ تعالی کی اپنی مخلوق میں سے کسی کے ساتھ کوئی قرابت رشتہ داری نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ اس کو کوئی بھلائی دے یا اس کی وجہ سے کوئی برائی ہٹائے البتہ جو بھی اس کی بات مانے گا وہ اس کو بھلائی عطا کرے گا اور برائی کو اس سے دور رکھے گا اور سب سے بڑی خیر اور بھلائی یہ ہے کہ آدمی دوزخ سے دور رہے اور سب سے بڑی برائی اور بربادی یہ ہے کہ آدمی جنت سے دور رہ جائے۔ میں کہتا ہوں اپنی یہ بات پھر اللہ سے معافی مانگتا ہوں اپنے گناہوں کے واسطے اور تمہارے گناہوں کے واسطے (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۷۰)

☆.....اس میں کوئی خیر نہیں جو اللہ کے بجائے لوگوں سے ڈرتا ہو

حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے ایک اور خطبہ میں فرمایا

آدمی کے اس کلام میں کوئی خیر و بھلائی نہیں ہے جو اللہ کے لئے نہ کہا جائے اور اس مال میں کوئی خیر و بھلائی نہیں جو اللہ کے لئے خرچ نہ کیا جائے اور اس آدمی میں کوئی خیر نہیں جس کی جہالت اس کے حلم پر غالب آجائے اور اس میں بھی کوئی خیر نہیں جو اللہ کی خوشی کے لئے اس کے حکموں کو بجالانے میں لوگوں کی ملامت کی پروا اور ان کا خوف رکھتا ہو (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۷۱)

☆......دنیا کے عیش و عشرت سے آخرت کا سفر اچھا ہے

حضرت عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر صدیق کے مرض الوفات میں ان کی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا اور سلام کیا تو آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا

میں نے دنیا کو دیکھا ہے وہ بڑے زور وشور سے آئی لیکن اس کو قبول نہیں کیا گیا (عنقریب ایک ایسا زمانہ آئے گا) تم لوگ دیواروں پر ریشم کے کپڑے لٹکاؤ گے قیمتی کپڑوں کے تکیے بناؤ گے اور کھردرے اون کے کپڑوں سے تم کو ایسی تکلیف معلوم ہوگی جیسے تم کیکر کے کانٹوں پر پڑے ہو اور اللہ کی قسم تمہارا کوئی اپنا آدمی آوے اور ناحق کسی کی گردن مار دے تو مقتول کے لئے یہ بہتر ہوگا اس سے کہ وہ دنیا کے گڑھے میں آرام سے سوتا ہے

(یعنی دنیا کے چنگل میں پھنسنے سے بہتر ہے کہ اس کو اسکا اپنا ہی کوئی آدمی مار دے تا کہ وہ دنیا کے عیش و عشرت سے بچ بچا کر چلا جائے) (حلیہ ج ا ص ۶۹)

☆......اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کا انجام نہایت ہی ذلت ناک ہوگا

یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق نے خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا

قیامت کے دن ایک ایسے بندے کو پیش کیا جائے گا جس پر اللہ نے انعام کیا اور اس کے رزق میں وسعت دی اور اس کو اچھی جسمانی صحت عطا کی اور پھر اس نے اپنے رب کی نعمتوں کے ساتھ کفر کیا اب یہ اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا اس سے کہا جائے گا کہ اپنے اس دن کے لئے تو نے کیا عمل کیا اور اپنے نفس کے لئے یہاں تو نے

کون سی نیکی کی تھی تو اس کو کوئی نیکی نہیں ملے گی جو اس نے کی ہو تو یہ رونا شروع کر دے گا یہاں تک کہ روتے روتے اس کے آنسو ختم ہو جائیں گے پھر اس کو شرم دلائی جائے گی اور ذلیل کیا جائے گا کہ اس نے اللہ کی اطاعت کو کیسے ضائع کیا پھر وہ اتنا روئے پیٹے گا کہ اس کی آنکھوں کی پتلیاں اس کے رخساروں پر آپڑیں گی اور دونوں رخسارے اتنے پھول جائیں گے کہ وہ کوس در کوس ہو جائیں گے پھر اسے عار دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا یہاں تک کہ یہ کہے گا کہ اے پروردگار مجھے دوزخ میں بھیج دے اور اس مقام سے مجھے ہٹا دے اور یہ مطلب ہے اللہ کے ارشاد انه من یحادد الله ورسوله فان له نار جهنم......الایۃ کا (کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا (جیسا یہ لوگ کہہ رہے ہیں) تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور سے نصیب ہو گی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور یہ بڑی رسوائی ہے۔ (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ج ۲ ص ۱۱۰)

☆......اللہ کا نور کبھی بجھایا نہ جاسکے گا

نعیم محمد بن الرجبی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اے لوگو جان لو کہ تم صبح و شام میں داخل ہو رہے ہو ایک مدت معینہ کے اندر جس کا علم تم سے مخفی رکھا گیا ہے تو اگر تم میں استطاعت ہو کہ اس مدت کو گزار دو اس طرح کہ تم (فتنوں سے) بچتے رہو تو ایسا کرو اور تم میں اس کی استطاعت ہرگز نہ ہو گی مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور بہت سی قومیں ہیں جنہوں نے (اپنے کردار کو چھوڑ کر) دوسروں کے اعمال اختیار کر لئے اور تباہ ہو گئیں تو اللہ نے تم کو روکا اس

سے کہ تم ان جیسے نہ بن جانا ارشاد فرمایا ﴿ ولاتکونوا کالذین نسوا الله فانساهم انفسهم اولئك هم الفاسقون ﴾ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ (کے احکام) سے بے پرواہی کی تو اللہ تعالی نے خود ان کی جان سے ان کو بے پرواہ بنادیا یہی لوگ نافرمان ہیں وہ تمہارے بھائی کہاں گئے جن کو تم پہچانتے تھے ان کے اعمال کا دفتر بند ہو چکا ہے اور وہاں جو کچھ پہلے بھیج چکے تھے اس پر پہنچ گئے کہاں ہیں وہ دور گزشتہ کے نافرمان لوگ جنہوں نے شہروں کی بنیادیں رکھیں اور چار دیواریوں سے ان کو بند کیا تھا اب وہ خود پتھروں کے نیچے پہنچ گئے ہیں یہ اللہ کی کتاب ہے جس کے عجائب ختم نہ ہوں گے اور اس کا نور کبھی بھی بجھایا نہ جاسکے گا تاریک دن میں اس سے روشنی حاصل کیا کرو اللہ کی کتاب اور اس کے بیان سے نصیحت حاصل کرو دیکھو اللہ تعالی نے ایک قوم کی تعریف فرمائی ہے ﴿ انهم كانوا يسارعون فى الخيرات و يدعوننا رغبا ورهبا وكانوا لنا خاشعين (ترجمہ) وہ لوگ دوڑتے تھے بھلائیوں پر اور پکارتے تھے اللہ کو توقع سے اور ڈر سے اور تھے ہمارے آگے عاجز (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲۹۲)

☆...... ہمارے اعمال اللہ کے انعامات کا مقابلہ نہیں کر سکتے

حضرت ابو بکر صدیق نے غزوہ روم کے لئے جب ارادہ فرمایا تو آپ نے بڑے صحابہ کرام کو بلایا وران کے سامنے ایک خطبہ دیا آپ نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا

اللہ بڑی عزت والا اور انتہائی بزرگ ہے اس کی نعمتیں حد شمار سے باہر ہیں ہمارے اعمال اس کے انعامات کا مقابلہ نہیں کر سکتے تمام تعریف اسی کے لئے ہے اللہ پاک

نے تمہارے لئے تمہارے کلمہ کو جمع کر دیا تمہارے آپس کے جھگڑوں کی اصلاح کر دی اور تم لوگوں کو اسلام کی ہدایت دی اور شیطان کو تم سے دور کر دیا اب شیطان کو تم سے شرک کی امید نہیں کہ تم علاوہ اللہ کے کسی اور کو معبود بناؤ گے آج تمام عرب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں میری رائے یہ ہے کہ مسلمان ملک شام کو رومیوں کے جہاد کے لئے جائیں اللہ مسلمانوں کی ضرور مدد کرے گا اور اللہ اپنے کلمہ کو اونچا کر کے رہے گا اور اس جہاد میں مسلمانوں کو بڑا اجر نصیب ہوگا اس جہاد میں جو مارا جائے گا وہ شہادت کی موت پائے گا اور اللہ کے نزدیک بھلے لوگوں کے لئے بڑی خیر ہے اور جو زندہ رہے گا دین کا پاسبان ہو کر زندہ رہے گا اور اللہ اسے مجاہدین کا ثواب بھی دے گا۔۔ (حیاۃ الصحابہ ج اص ۴۷۲ بحوالہ ابن عساکر)

☆......مؤمن میں خوف اور امید دونوں ہونی چاہئیے

جب آپ نے حضرت عمر فاروقؓ کو اپنا جانشین اور مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کیا تو ان کو بلا کر تقوی و پرہیز گاری کی وصیت کی اور اس میں فرمایا......

اے عمر یقین جانو کہ اللہ کا جو حق رات میں ہے وہ اس کو دن میں قبول نہیں کرے گا اور جو حق دن سے متعلق ہے اللہ اس کو رات میں قبول نہیں کرے گا (یعنی ہر عمل اسکے وقت پر کرنا چاہئیے) اور اللہ تعالی نفل کو اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک تم فرض ادا نہ کرو۔

اے عمر...... کیا تم نہیں دیکھتے کہ دراصل ترازو ان ہی لوگوں کی بھاری ہے جن کی ترازو قیامت کے دن حق کی پیروی کرنے کی وجہ سے بھاری ہو اور حق بھی یہی ہے

کہ کل قیامت کے دن جس ترازو میں حق کے سوا کچھ اور نہ ہو اس کو ہی بھاری ہونا چاہیئے اسکے برعکس اتباع باطل کی وجہ سے جن لوگوں کی ترازو قیامت کے دن ہلکی ہو گی انکی ترازو ہلکی ہو گی اور جس ترازو میں باطل کے سوا اور کچھ نہ ہو اس کو ہلکا ہی ہونا چاہیئے۔

اے عمر...... کیا تم نہیں دیکھتے کہ دنیا میں تنگی اور فراخی کی آیات ایک ساتھ اتری ہیں تاکہ مؤمن میں خوف بھی ہو اور امید بھی۔ مگر ہاں مومن کو اللہ سے ایسی ہی چیز کی تمنا اسکی رغبت کرنی چاہیئے جو اسکا حق ہو اور اسی طرح اس کو ایسا خوف نہیں کرنا چاہیئے کہ پھر وہ خود ہی اپنے ہاتھوں اس میں واقع ہو جائے (یعنی آدمی خوف کرے تو اسے چاہیئے کہ اس سے بچے بھی)

اے عمر کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے اہل دوزخ کا ذکر انکے بدترین اعمال کے ساتھ کیا۔ جب تم ان کو یاد کرو گے تو کہو گے کہ میں امید کرتا ہوں کہ میں ان میں سے نہیں ہونگا اور اللہ نے اہل جنت کا ذکر انکے بہترین اعمال کے ساتھ کیا ہے کیونکہ انکے جو برے اعمال تھے اللہ نے ان سے در گذر فرمایا جب تم ان لوگوں کو یاد کرو گے تو کہو گے میرا عمل ان جیسا کہاں ہے؟

اگر تم نے میری وصیت یاد رکھی تو ایسا غائب جو تم کو حاضر کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہو موت کے سوا۔ اور کچھ نہ ہو گا (یعنی موت تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو گی) در آں حالیکہ تم موت کو عاجز کرنے والے نہیں ہو (ابن اثیر ج ۲ ص ۲۹۳)

صدیق نے پھیلائی ہے اسلام کی خوشبو	گلزار وفا کے گل تر جھوم رہے ہیں
کس اوج پہ ہے قسمت صدیق مکرم	در پیش ہے ہجرت کا سفر جھوم رہے ہیں

مکتوبات صدیقی

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کے چند اہم مکتوبات

(۱)...... فتنہ ارتداد کے وقت جنگ شروع کرنے سے پہلے بھیجی جانے والی ایک اہم تحریر

حضور اکرم ﷺ کے وصال پر جب اہل ارتداد کا فتنہ برپا ہوا اور اس پر بڑا شور اٹھا تو آپ نے جنگ شروع کرنے سے قبل ان کے نام ایک خط بھیجا اس کا ایک حصہ ملاحظہ فرمایئے آپ نے اپنے خط میں تحریر فرمایا

میں تم لوگوں کو سمجھاتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو۔ اور اللہ کی طرف سے جو تمہارا حصہ مقرر ہوا ہے اور تمہارے نبی تمہارے پاس جو چیز لائے ہیں اس کو قبول کرو اور نبی کے بتائے ہوئے راستہ پر چلو اور اللہ کے دین کی رسی کو مضبوط پکڑو کیونکہ جسے اللہ ہدایت نہیں دیتا وہ گمراہ ہو جاتا ہے اور ہر وہ آدمی جسے اللہ تندرست نہیں رکھتا وہ بیمار ہو جاتا ہے اور جس کی مدد اللہ نہیں کرتا وہ رسوا ہو جاتا ہے۔ ہاں جس کو اللہ ہدایت دیتا ہے وہ ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کرتا ہے وہ گم راہ ہو جاتا ہے اور پھر دنیا میں اسکا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا جو اس کو خدا سے قریب کر دے اور آخرت میں اسکی طرف سے کوئی فدیہ یا بدلہ نہیں لیا جاتا پس جو شخص ایمان لائے گا وہ اسکے کیلئے بہتر ہوگا اور جو اس کو چھوڑ دے گا تو اس کو معلوم ہونا چاہئیے کہ وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتا (ماخوذ از۔ صدیق اکبر ص ۴۱۰)

(۲)...... اہل یمن کے نام حضرت ابوبکر صدیق کا پیغام

السلام علیکم ...... میں تم لوگوں سے اس اللہ پاک کی تعریف بیان کرتا ہوں جس کے

سوا کوئی معبود نہیں۔ امابعد۔ اللہ نے مؤمنین پر جہاد فرض کردیا ہے اور ان کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ آسانی میں ہوں یا تنگی میں گھر سے نکلیں اور اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ کے راستہ میں جہاد کریں جہاد ایک پختہ فریضہ ہے اور جہاد کا ثواب اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے ہم نے مسلمانوں کو ملک شام کی طرف رومیوں سے جہاد کرنے کے لئے نکالا ہے مسلمانوں نے ہماری اس آواز پر لبیک کہا اور ان کی نیت اس بارے میں نہایت اچھی رہی اور ان کے ارادے نہایت پختہ رہے اے اللہ کے بندو تم بھی اس کام کی طرف جلدی کرو جس کی طرف مسلمانوں نے سبقت کی ہے اور جہاد کے لئے اپنی نیتیں خالص کرو تم لوگ دو نیکیوں میں سے ایک سے محروم نہ رہو گے یا تمہارے حصہ میں شہادت ہو گی یا فتح اور غنیمت۔ بیشک اللہ تعالی بغیر عمل کے بندوں کی باتوں سے راضی نہیں اور جہاد دشمنان خدا سے اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ وہ دین حق کا اتباع نہ کریں اور اللہ کی کتاب کے فیصلہ کا اقرار نہ کریں اللہ تمہارے لئے تمہارے دین کی حفاظت فرمائے اور تمہارے دلوں کو ہدایت دے اور تمہارے اعمال کو پاک صاف بنائے (حیاۃ الصحابۃ ج ۱ ص ۴۷۶ بحوالہ کنز ج ۳ ص ۱۴۳)

☆...... صحابہ عظام کو نصائح اور وصایا...... ☆

☆...... حضرت عمر فاروقؓ کے نام پروانہ

آپ نے حضرت عمر فاروق کو جب اپنا جانشین کردیا تو انہیں ایک پروانہ دیا اس میں آپ نے لکھا

یہ وہ پروانہ ہے جو ابو بکر محمد رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ اس وقت لکھ رہا ہے جبکہ دنیا کے ساتھ اس تعلق کی آخری گھڑی اور آخرت کے ساتھ اسکے تعلق کی پہلی گھڑی شروع ہو رہی ہے اور یہ ایسے عالم میں لکھوائی جارہی ہے جبکہ کافر بھی مومن ہو جاتا ہے اور گنہ گار فاجر بھی ڈرنے لگتا ہے۔ میں نے عمر کو تم پر دنیا کا حاکم بنایا ہے اگر انہوں نے نیکی کی راہ اختیار کی اور عدل کیا تو یہ وہی بات ہوگی جو میں انکے متعلق جانتا ہوں اور جو میری رائے انکے بارہ میں ہے لیکن اگر انہوں نے ظلم کیا اور وہ بدل گئے تو مجھ کو غیب کا علم نہیں ہے (وان جار وبدل فلا اعلم لی بالغیب) میں نے تو خیر خواہی کا ارادہ کیا ہے بہر حال ہر انسان جیسا کرے گا ویسا پائے گا اور جو لوگ کہ ظالم ہیں ان کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیسی پلٹی کھاتے ہیں

☆...... حضرت خالد بن ولیدؓ کے نام لکھے گئے خط میں نصیحت

ایک مرتبہ آپ نے حضرت خالد بن ولید کے نام مکتوب لکھا تو اس میں یہ بھی فرمایا

تمہارے دل میں پندار نہ پیدا ہو جائے ورنہ گھاٹے مین رہو گے اور تائید الہی سے محروم ہو جاؤ گے اور اپنے کسی کارنامہ پر خبردار نہ اترانا اسلیئے کہ احسان جتانا صرف اللہ تعالی کو شایاں ہے اور وہی بدلہ دینے والا بھی ہے

☆...... حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کو نصیحت

حضرت ابو بکر صدیق نے جب حضرت یزید بن ابی سفیان کو شام کی امارت کے لئے روانہ کیا تو ان

کو بلا کر فرمایا کہ

اے یزید وہاں تمہارے عزیز واقارب ہیں ممکن ہے کہ تم ان کو امارت دینے میں ترجیح دو یہ وہ سب سے بڑی چیز ہے جس کا میں تم سے اندیشہ کرتا ہوں کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی کام کاج کا ذمہ دار ہوا اور وہ محض قرابت داری کی وجہ سے ان پر کسی کو امیر بنادے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے اور اللہ اس کی طرف سے کسی فدیہ اور کفارہ کو قبول نہیں کرے گا یہاں تک کہ اس کو جہنم میں داخل کردے گا۔

آپ نے ساتھ ہی انہیں حضور ﷺ کے اس ارشاد کی جانب بھی متوجہ کیا کہ

من اعطی احدا حمی اللہ فقد انتهك فی حمی اللہ شیئا بغیر حقه فعلیه لعنة اللہ (مسند احمد ج ا ص ۱۰)

جو شخص کسی کو اللہ کی چراگاہ عطا کرے (یعنی کوئی عہدہ دے) اور وہ بغیر کسی حق کے اس چراگاہ میں ارتکاب محرمات کرے (یعنی عہدہ میں خیانت کا مرتکب ہو) تو اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

پھر آپ نے ان کے ساتھ بھیجے جانے والے لشکر کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا

تم اللہ سے تقوی کو لازم پکڑو کیونکہ وہ تمہارے باطن کو تمہارے ظاہر کی طرح دیکھتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بہتر آدمی وہی ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ کا سب سے زیادہ مقرب بندہ وہی ہے جو اپنے عمل کے ذریعہ سے سب سے زیادہ اللہ کے قریب ہے تم لوگ جاہلیت کی باتوں سے بچنا کیونکہ اللہ ان باتوں کو اور ایسے لوگوں کو مبغوض رکھتا ہے اور جب تم اپنے لشکر کے پاس پہنچو تو خوش اخلاقی سے پیش آنا اور بھلائی کے ساتھ اپنے

معاملہ کا آغاز کرنا اور ان سے اس کا وعدہ بھی کرنا اور جب ان کو نصیحت کرو تو اختصار سے کام لینا کیونکہ کثرت کلام میں آدمی بھول جاتا ہے کہ اس نے کیا کہا تھا۔ اپنے نفس کی اصلاح کرو تو لوگ ٹھیک رہیں گے اور نمازوں کو اپنے وقت میں مکمل خشوع کے ساتھ ادا کرنا جب دشمن کے قاصد تمہارے پاس آئیں تو ان کا اکرام کرنا اور ان کا قیام وہاں مختصر ہو تاکہ جب وہ واپس جائیں تو وہ تمہارے حالات سے باخبر نہ ہو جائیں اور ان کو اہل لشکر نہ دکھانا ورنہ وہ تمہارا حال دیکھ لیں گے ان لوگوں کے ساتھ اپنے لوگوں کو بات چیت سے منع کرنا تم خود ہی گفتگو کرنا اپنے بھید کسی پر نہ کھولنا ورنہ معاملہ بگڑ جائے گا بات سچ کہنا تاکہ مشورہ بھی صحیح ملے اپنی کوئی بات اپنے مشیر سے نہ چھپانا ورنہ تمہاری بات تمہارے سر پڑ جائے گی رات کے وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ بات چیت کرنا تاکہ آس پاس ہونے والی خبریں معلوم ہوں اور پوشیدہ باتوں کا پتہ چلے ...... خیانت سے بچنا کیونکہ خیانت فقر کا باعث ہوتی ہیں اور مدد کو دور کر دیتی ہے (تاریخ ابن اثیر ج ۲ ص ۲۷۷)

حضرت ابو بکر حضرت یزید بن سفیان کے قافلہ کو الوداع کہنے کے لئے کچھ دور تک ان کے ساتھ چلتے رہے آپ پیدل چلے جا رہے تھے اور یزید بن ابی سفیان سواری پر تھے انہوں نے کہا کہ حضرت میں پیدل چلتا ہوں آپ سوار ہو جایئے آپ نے فرمایا کہ نہیں تم جہاں ہو وہیں رہو اللہ کے راستے میں اٹھے قدم کی بات ہی اور ہے ۔ پھر آپ نے فرمایا

اے یزید دھیان رکھنا کہ وہاں تمہارا ایسے لوگوں سے واسطہ پڑے گا جنہوں نے اپنی زندگی عبادت خانوں کے واسطے نذر کر دی ہے تم ان لوگوں کو کچھ نہ کہنا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا اور تم کو ایسے لوگ بھی ملیں گے جو تمہارے پاس الوان نعمت لے کر آئیں گے تم ان کھانوں میں سے جب کھاؤ تو ان کھانوں پر اللہ کا نام لو...... اور

تم کو ایسے لوگ بھی ملیں گے جن کے سر بیچ سے منڈے ہوں گے تم ان کو تلوار سے کھٹکھٹانا۔ دیکھنا کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی عورت بچے مریض اور راہب پر ہاتھ اٹھانا نہ گھروں کو برباد کرنا نہ کسی درخت کو اکھاڑ دینا نہ کسی جانور کو نقصان پہنچانا نہ تو مثلہ کرنا نہ دھوکہ دینا اور اللہ غیب سے اسی کی مدد کرتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں بیشک اللہ قوی اور زبردست ہے جاؤ میں تمہیں اللہ کے حوالے کررہا ہوں۔ (فتوح الشام ص ۲۰۔ موسوعۃ آثار الصحابۃ ج ۱ ص ۸۱۔ مؤطا امام مالک ص ۲۹۷)

☆...... حضرت عمرو بن العاصؓ وغیرہم کو ہدایت

حضرت ابو بکر نے جب حضرت عمرو بن العاص کو ملک شام کی جانب روانہ فرمایا تو آپ ان کو چھوڑنے کے لئے ان کے ساتھ چلے اور چلتے ہوئے ان سے فرمایا

اے عمرو بن عاص...... اپنی خلوت وجلوت میں اللہ سے ڈرنا اور اس سے شرمانا اللہ تم کو اور تمہارے عمل کو دیکھتا ہے اور تم نے دیکھ لیا ہے کہ میں نے ان حضرات پر جو تم سے باعتبار اعمال صالحہ کے آگے ہیں اور ان سے جو اسلام اور اہل اسلام میں تم سے زیادہ غنی ہیں تم کو مقدم کیا ہے لہذا تم آخرت کے لئے اعمال کرنے والے بن جاؤ اور جو کچھ کہ تم کرو اس سے تمہارا مقصد رضا الٰہی ہو اور تم ان لوگوں کے لئے جو تمہارے ساتھ ہیں باپ جیسے ہو جاؤ لوگوں کے چھپے ہوئے بھیدوں کی ہر گز چھان بین نہ کرنا ان کے ظاہر پر اکتفا کرنا اور اپنے کام میں غفلت نہ برتنا اور جب دشمن سے جنگ کرنا سچائی کے ساتھ کرنا بزدلی نہ دکھانا خیانت نہ کرنا خیانت کرنے والے کو سزا

دینااور جب اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرنا زیادہ لمبی چوڑی بات نہ کرنا اپنے آپ کو اصلاح کرلو تمہاری رعایا تمہارے لئے بھلی ہو جائے گی (کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۳ حیاۃ الصحابہ ج ۲ ص ۱۲۷)

پھر آپ نے انہیں ایک خط بھی لکھا جس میں فرمایا کہ

تم ظاہر و باطن میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے سہولتیں پیدا کر دیتا ہے اور جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا وہاں سے اس کو رزق دیتا ہے جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کا اجر بڑھاتا ہے۔ بلاشبہ اللہ سے تقوی بندگان خدا کی آپس میں بہترین نصیحت ہے تم اللہ کے ایسے راستے میں ہو جس میں افراط و تفریط اور مداہنت کی گنجائش نہیں ہے جس میں دین کا استحکام اور خلافت کی حفاظت کا راز مضمر ہے تم سستی اور کاہلی اختیار نہ کرنا (تاریخ طبری ج ۲ ص ۵۸۸)

☆...... حضرت ابو بکر صدیقؓ کی قیمتی ہدایات

حضرت ابو بکر صدیق نے مختلف اہم شخصیات کو جو خطوط روانہ فرمائے اور جو ہدایات دیں اس میں جو قیمتی کلمات بھی تھے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں

☆...... اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالی اپنے دین کو سارے دینوں پر غالب کرے گا خواہ مشرکین اسے کتنا ہی ناپسند کرتے ہوں

☆...... جو لوگ دعوت حق قبول کریں کالے ہوں یا گورے ان کا اسلام تسلیم کرو جن کو اسلام کی دعوت دو ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آو

☆......اپنے ساتھیوں میں اختلاف رائے کو راہ نہ پانے دو کہ جس سے ان میں کمزوری پیدا ہو جائے عجلت میں کوئی قدم نہ اٹھانا"......

☆......جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد کرے گا اور جو اللہ کی مدد سے اعراض کرے گا اللہ اس سے بے نیاز ہو جائے گا

☆...... حضرت اسامہؓ کے لشکر کو قیمتی نصیحتیں

حضرت اسامہ کی قیادت میں آپ نے جو لشکر عرب اور شام کی جانب روانہ کیا تو آپ نے انہیں درج ذیل نصیحتیں فرمائی

اے لوگو ذرا ٹھہرو میں تمہیں دس باتوں کی وصیت کرنا چاہتا ہوں تم ان کو اچھی طرح یاد رکھنا دیکھو خیانت نہ کرنا...... فریب نہ کرنا...... سرکشی اور بغاوت نہ کرنا ......دشمن کے ہاتھ پیر مت کاٹنا...... چھوٹے بچہ کو......اور بوڑھے کو اور عورت کو قتل نہ کرنا...... کھجور کے درخت کو نہ اکھاڑنا اور نہ جلانا...... پھل دار درخت کو نہ کاٹنا ......بکری گائے اور اونٹ سوائے کھانے کے نہ ذبح کر دینا...... (تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۶۳)

امامت دے گئے خود مصطفیٰؐ صدیق اکبرؓ کو
کہ یہ اول خلیفہ ہوں گے لکھا ہے مقدر میں
مٹے فتنے جہاد ایسا کیا صدیق اکبرؓ نے
ہوا اسلام قائم دورۂ صدیق اکبرؓ میں

﴿ از حکیم اختر رائے بریلی ﴾

ملفوظات صدیقی

حضرت ابوبکر صدیق کے فرمودات وارشادات

اب ہم آپ کے سامنے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سبق آموز اور قیمتی فرمودات نقل کرتے ہوئے اس بات کی درخواست کریں گے کہ آپ کے ان فرمودات کو غور سے پڑھیں اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

☆...... حضرت جنید بغدادی کہتے ہیں کہ توحید میں سب سے اونچا کلام حضرت ابوبکر صدیق کا ہے جو یہ ہے۔

سبحان من لم یجعل لخلقه سبیلا الا بالعجز عن معرفته

(ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۷۹)

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے لئے کوئی راہ (اپنی معرفت کی نہیں بنائی مگر اپنی معرفت سے عاجز ہونے کی۔

اس کا معنی یہ ہے کہ یہ ارشاد معرفت ذات سے متعلق ہے کہ اس کی معرفت سے عجز ہی عین معرفت ہے یہاں ان لوگوں کا عجز مراد ہے جو اس ذات کو صفات وافعال کے واسطے سے پہچان چکے ہوں گے اور آگے بڑھ کر ذات بحت کی طلب میں سرگرداں ہوں ان کا منتہائے معرفت یہی قول ہوگا۔ یہاں مطلقاً عجز مراد نہیں ورنہ منکرین خدا دہرئے اور کمیونسٹ سب سے بڑے عارف قرار پائیں گے (ایضاً ص ۸۰)

☆......ارشاد فرمایا کہ...... جو تم میں سے رو سکے اس کو چاہیے کہ وہ ضرور روئے اور جو نہ رو سکے تو چاہیے کہ رونا بنا جائے (کتاب الزہد والرقاق ص ۲۱)

☆...... طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا اس شخص کے لئے خوشی ہے جو النأناۃ میں مر گیا راوی کہتے ہیں کہ میں نے طارق سے النأناۃ کا مطلطب پوچھا تو کہا کہ میرا خیال ہے کہ ابو بکر کی مراد یہ ہے کہ نیا نیا مسلمان ہوا اور مر گیا یا شروع اسلام میں ہی فوت ہو گیا (کتاب الزہد ص ۴۵)

☆...... زبیر بن عوام کہتے ہیں حضرت ابو بکر نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ خدا سے شرماؤ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں جس وقت میدان میں قضائے حاجت کے لئے جاتا ہوں تو اپنے کپڑے سے نقاب ڈالے رکھتا ہوں اس لئے کہ اپنے رب سے مجھے شرم آتی ہے (کتاب الزہد ص ۵۲)

☆...... ایک مرتبہ آپ نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ بولتی نہیں ہے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس نے چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ سب جاہلیت کی باتیں ہیں اب اس طرح کی اجازت نہیں ہے اس نے کہا کہ آپ کون ہیں فرمایا کہ میں مہاجرین میں سے ایک شخص ہوں کہا کون سے مہاجرین میں سے فرمایا کہ قریش میں سے ہوں کہنے لگی کہ کون سے قریش سے فرمایا کہ بڑی بی آپ بہت پوچھنے والی ہیں میں ابو بکر ہوں اس نے پوچھا کہ بتاؤ ہم لوگ کب تک اس اچھی حالت پر رہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے کفر کے بعد ہمیں عطا فرمائی ہے آپ نے فرمایا کہ

جب تک تمہارے پیشوا درست رہیں گے تم اچھی حالت میں رہو گے اس نے کہا کہ پیشوا کون لوگ ہیں ارشاد فرمایا کہ کیا تمہاری قوم میں سردار اور بزرگ نہیں ہیں جو لوگوں کو حکم کرتے ہیں اور لوگ پھر ان کی باتیں مانتے ہیں۔ اس نے کہا کیوں نہیں ایسے لوگ ہیں ارشاد فرمایا کہ پیشوا بھی انہی کی طرح لوگوں کے لئے ہوں گے (سنن دارمی ج ۱ ص ۸۱)

☆...... ارشاد فرمایا...... حضور ﷺ پر درود بھیجنا گناہوں کو اس سے زیادہ مٹا دینے والا ہے جس

قدر پانی آگ کو مٹا دیتا ہے اور حضور ﷺ پر سلام بھیجنا زیادہ افضل ہے غلاموں کے آزاد کرنے سے اور رسول اللہ ﷺ کی محبت زیادہ فضیلت رکھتی ہے نفسوں کے خون دل سے (یعنی جان سے زیادہ عزیز اور پیاری چیز ہے) یا یہ فرمایا کہ جہاد سے بھی۔

أفضل من نهج الانفس او قال من ضرب السيف فى سبيل الله

(ازالہ ج ۲ ص ۲۱۲)

☆......ارشاد فرمایا...... جس نے خالص محبت الٰہی کا مزہ چکھ لیا وہ اس کو دنیا کی طلب سے متنفر کر دے گی اور تمام انسانوں سے متوحش کر دے گی (احیاء العلوم)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس پر فرماتے ہیں کہ

لوازم محبت خاصہ کے بارے میں یہ انتہائی تحقیق ہے (ازالہ ج ۳ ص ۸۰)

☆......ایک مرتبہ آپ نے ممبر پر روتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

اللہ سے معافی اور عافیت کا سوال کرو اسلئے کہ تم مین سے کسی کو ایمان کے بعد عافیت سے زیادہ بھلی بات نہیں دی گئی (مسند احمد ج ۱ ص ۷)

☆......آپ فرماتے ہیں

عليكم بالصدق فانه مع البر وهما فى الجنة واياكم والكذب فانه مع الفجور وهما فى النار (مسند احمد ج ۱ ص ۷)

صدق اختیار کرو اس کا جوڑ نیکی سے ہے اور یہ دونوں جنت میں لے جاتے ہیں اور کذب سے بچتے رہو اس کا جوڑ فجور سے ہے اور یہ دونوں دوزخ لے جاتے ہیں

☆......آپ فرماتے ہیں اے لوگو جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ ایمان کی ضد ہے۔

فان الكذب مجانب للايمان (مسند احمد ج ۱ ص ۱۰)

حضرت امام شمس الدین ذہبی (۷۴۸ھ) اس پر لکھتے ہیں

میں کہتا ہوں کہ صدیق اکبر نے سچ فرمایا ہے جھوٹ نفاق کی جڑ ہے اور منافق کی علامت ہے مومن معصیت اور ناجائز شہوت رانی کا مرتکب تو ہو سکتا ہے لیکن اس کی فطرت میں خیانت اور کذب بیانی راسخ نہیں ہو سکتی (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲۸)

☆..... آپ فرماتے ہیں کہ

ایک مؤمن بھائی کی دوسرے مؤمن بھائی کے لئے خدا واسطے کی جانے والی دعا قبول کی جاتی ہے (کتاب الزہد ص ۱۶۶ الادب المفرد ص ۱۹۰)

☆..... ارشاد فرمایا..... تم میں سے کوئی مسلمانوں میں سے کسی کو ہرگز حقیر نہ سمجھے کیونکہ مسلمانوں میں جو دنیا میں کم رتبہ ہے وہ اللہ کے نزدیک بڑے مرتبہ والا ہے (احیاء العلوم)

☆..... ارشاد فرمایا..... ہم نے بزرگی تقوی میں پائی اور غناء کو یقین میں پایا اور شرف کو تواضع میں پایا (ایضاً ازالہ ج ۳ ص ۱۲۹)

☆..... عبداللہ بن لبیہ شاعر کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابو بکر کو ایک مصرعہ سنایا

﴾ الاكل شئى ماخلا الله باطل ﴿ (اللہ کے سوا باقی چیزیں باطل ہیں)

تو آپ نے فرمایا کہ تم نے صحیح کہا ہے پھر میں نے دوسرا مصرعہ سنایا (وكل نعيم لامحالة زائل) آپ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ کی پاس جو نعمتیں ہیں وہ کبھی زائل نہیں ہوں گی (تاریخ الخلفاء ص ۱۰۷)

☆..... آپ فرماتے ہیں کہ غناء کو نکاح میں تلاش کرو یعنی یہ نہ سمجھو کہ غریب ہیں اس لئے نکاح نہیں کرتے نکاح کرنے پر اللہ تعالی غربت کو دور کر دیں گے ابتغوا لغنى فى النكاح (موسوعۃ آثار الصحابہ ج ا ص ۲۲)

(نوٹ) ان يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله ارشاد ربانی بھی ہے

☆..... ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا

اللہ تجھ پر رحم فرمائے اللہ تجھے بابرکت بنائے فرض نمازوں کو اپنے وقت پر ادا کرنا۔ زکوۃ دل کی خوشی سے دینا۔ رمضان کے روزے رکھنا اور حج بیت اللہ کرنا اور حکمران کبھی نہ بننا (ریاض ج اص ۲۵۳)

⁘...... حضرت ابو بکر صدیق قرآنی حکم استقاموا کی تفسیر لم یشرکوا باللہ شیئا سے فرماتے ہیں کہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہیں ٹھہرایا (کتاب الزہد ص ۵۳)

⁘...... حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے جب نیا کپڑا پہنا تو وہ مجھے چونکہ بہت اچھا لگا تو میں اس کی طرف دیکھنے لگی اتنے میں میرے والد حضرت ابو بکر نے مجھے کہا کہ کیا تو نہیں جانتی کہ اللہ تجھے دیکھتا ہے ان اللہ لیس بناظر الیک ؟(کتاب الزہد ص ۶۵) پھر فرمایا کہ جب کوئی شخص دنیا کی زیب و زینت کی وجہ سے عجب کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اللہ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس سے دست بردار نہ ہو جائے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ نے وہ کپڑا اتار دیا اور اسے راہ خدا میں صدقہ کر دیا اس پر حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ امید ہے کہ یہ تیرے لئے کفارہ ہو جائے۔عسی ذلک ان یکفر عنك (حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۲۷۔ موسوعۃ ج ا ص ۸۲)

⁘...... حضرت یحیٰ بن کثیر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر نے اپنے خطبہ میں فرمایا

این الوضاء الحسنة وجوههم المعجبون بشانهم؟این الملوك الذین بنوا المدائن وحصنوها بالحیطان؟ این الذین کانوا یعطون الغلبة فی مواطن الحرب؟ قد تضعضع بهم الدهر فاصبحوا فی ظلمات القبور الوحاء الوحاء النجاء النجاء (صفوۃ ج ا ص ۱۳۶)

کہاں گئے وہ خوبصورت جو اپنے حسن جمال اور شباب پر فخر کیا کرتے تھے کہاں گئے وہ بادشاہ جنہوں نے شہر بنائے اور ان کے چاروں طرف فصیلیں بنا کر انہیں قلعہ بند کر دیا۔ کہاں گئے وہ بہادر جو

لڑائیاں جیتتے اور دشمن پر فتح پاتے تھے۔ انقلاب زمانہ نے انہیں ہلا ڈالا اور تہہ وبالا کر دیا۔ اور وہ اندھیری قبروں میں جالیے"۔ لوگو۔ نیک کاموں کے لئے جلدی کرو اور اللہ کے عذاب سے اپنے کو بچالو (صفوۃ الصفوۃ ج ا ص ۱۳۶ حلیۃ ج ا ص ۶۹)

☆...... آپ فرماتے ہیں کہ

جب کوئی جانور خدا کی تسبیح سے غافل ہو جاتا ہے تو وہ شکاری کے قابو آجاتا ہے جب کسی درخت کا پتہ تسبیح سے غفلت برتا ہے تو وہ گر پڑتا ہے

ماصید من صید ولاعضد من شجرۃ الا بما ضیعت من التسبیح (کتاب الزہد ص ۱۶۴۔ ابن ابی شیبہ۔ موسوعۃ ص ۸۲ ازالۃ ج ۳ ص ۸۴)

☆...... ایک مرتبہ آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ انسان کس بات پر ناز کرتا پھرتا ہے وہ تو پیشاب کرنے کی جگہ سے دو مرتبہ نکلا ہے (خلق من مجری البول مرتین (ابن ابی شیبہ (موسوعۃ ج ا ص ۵۷)

☆...... آپ فرماتے تھے کہ اگر کسی پر کوئی مصیبت آئے تو صبر کرنا چاہئیے اور گریہ وشور سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہے (تاریخ الخلفاء ص)

☆...... آپ نماز جنازہ پڑھاتے وقت یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ

اللھم عبدك اسلمه الاهل والمال والعشيرة والذنب عظيم وانت غفور رحيم

اے اللہ اس شخص کے اہل وعیال اور مال ودولت نے اسے تیرے حوالہ کر دیا ہے اس کے گناہ اگرچہ زیادہ ہیں لیکن تیری بخشش ومہربانیاں اس سے بہت زیادہ ہیں (تاریخ الخلفاء ص ۹۶)

☆...... آپ ارشاد فرماتے ہیں

جب آدمی دنیا کی زینت میں سے کسی زینت پر عجب کرتا ہے تو جب تک اس سے علیحدگی اختیار نہیں کرتا اس وقت تک اللہ تعالی اس سے ناراض رہتے ہیں (اقوال سلف ج ا ص ۷۰)

☆☆☆حضرت ابو بکر صدیق کے درج ذیل ملفوظات والد گرامی حضرت الحاج ابراہیم یوسف باوا صاحب رنگونی مرحوم نے اپنے ایک مضمون میں نقل کئے ہیں انہیں بھی غور سے پڑھئے

۱..... فقیر کے سامنے صدقہ عاجزی سے باادب پیش کر۔ کیونکہ خوشدلی سے صدقہ دینا قبولیت کا نشان ہے۔

۲۔ دولت آرزو سے حاصل نہیں ہوتی۔ جوانی خضاب سے واپس نہیں آتی۔ صحت دواؤں پر منحصر نہیں ہے۔

۳۔ عبادت ایک پیشہ ہے۔ اس کی دکان خلوت ہے۔ اس کا راس المال تقویٰ ہے اور اس کا نفع جنت ہے۔

۴۔ جو بھی نیکی کرے بہتر ہے، لیکن امیر کریں تو زیادہ بہتر ہے۔

۵۔ گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے۔ لیکن گناہ سے بچنا واجب تر ہے۔

۶۔ مصیبت میں صبر کرنا مشکل ہے لیکن صبر کے ثواب کو ضائع ہونے سے بچانا سخت مشکل ہے۔

۷۔ زمانے کی گردش عجیب ہے۔ لیکن اس سے غفلت عجیب تر ہے۔

۸۔ جو امر کے سامنے آجائے وہ نزدیک ہے۔ لیکن موت اس سے بھی نزدیک تر ہے۔

۹۔ مرد شرم کریں تو اچھا ہے۔ لیکن عورتیں کریں تو بہت ہی اچھا۔

۱۰۔ بوڑھا توبہ کرے تو بہتر ہے اور اگر جوان کرے تو بہت ہی بہتر ہے۔

۱۱۔ امیر بخشش کرے تو خوب ہے۔ اور محتاج کرے تو خوب تر ہے۔

۱۲۔ جوان کا گناہ بھی برا ہے۔ لیکن بوڑھے کا سخت برا ہے۔

۱۳۔ جاہل دنیا میں مشغول ہو تو برائی ہے اور عالم ہو تو سخت ترین برائی۔

۱۴۔ امیر تکبر کریں تو برا ہے لیکن غریب کریں تو بہت برا ہے

۱۵۔ نماز کو سجدہ سہو، روزے کو صدقہ، حج کو فدیہ اور ایمان کو جہاد مکمل کرتا ہے

۱۶۔ جسے رونا نہ آتا ہو، وہ رونے والوں پر رحم کرے

۱۷۔ زبان کو شکایت سے بند کر، خوشی کی زندگی عطا ہو گی

۱۸۔ اس دن پر رو جو تیری عمر سے گذر گیا اور میں کوئی نیکی نہ کی

۱۹۔ موت کی تمنا کوئی نہیں کر سکتا مگر وہ جسے اپنے عمل پر وثوق ہو گا

۲۰۔ مسئول پر مسائل کا حق جواب ہے اور عمدہ جواب حسن خلقی ہے

۲۱۔ ہر عمل کے ثواب کا ایک اندازہ ہے مگر صبر کا ثواب بے اندازہ ہے

۲۲۔ شکر گذار مومن عافیت سے زیادہ قریب ہے

۲۳۔ خدا کا خوف بقدر علم ہوتا ہے اور بے خوفی بقدر جہل

۲۴۔ کسی کی تکلیف اپنے اوپر لے لینا حقیقی سخاوت ہے

۲۵۔ تو دنیا کے سامانوں میں مگن ہے اور دنیا تجھ کو اپنے سے نکالنے میں سرگرم ہے

۲۶۔ جس کا سرمایہ دنیا ہے ان کے دین کا نقصان زبانیں بیان نہیں کر سکتی۔

۲۷۔ علم کے سبب کسی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ بخلاف مال کے۔

۲۸۔ پیغمبروں کی میراث علم ہے اور فرعون و قارون وغیرہ کی کافروں کی میراث مال ہے

۲۹۔ صبح خیزی میں مرغ سحر کا تجھ سے سبقت لے جانا، تیرے لئے باعث شرم ہے۔

۳۰۔ وہ علماء خدا تعالیٰ کے دشمن ہیں جو امراء کے پاس جائیں اور وہ امراء خدا تعالیٰ کے دوست ہیں جو علماء کے پاس جائیں۔

۳۱۔ بندے کے دل میں جب کسی دینوی زینت کے باعث تکبر پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دشمن رکھتے ہیں یہاں تک کہ وہ زینت اس سے چھن جائے

۳۲۔ وہ لوگ بہتر نہیں جو آخرت کے لئے دنیا کو ترک کرتے ہیں، بہتر وہ ہیں جو دنیا و آخرت دنوں کو حاصل کرتے ہیں۔

۳۳۔ پرانے گناہوں کو نیکیوں سے مٹاؤ

۳۴۔ جو اللہ تعالیٰ کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کاموں میں لگ جاتے ہیں۔

۳۵۔ مومن کو اتنا علم کافی ہے کہ اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے

۳۶۔ بُعد سفر (آخرت) اور قلت توشہ سے ڈرتا رہے

۳۷۔ مومن کے خوف ورجا کو وزن کریں تو دونوں برابر ہونگے

۳۸۔ شریف علم پڑھ کر متواضع ہو جاتا ہے اور ذیل علم پڑھ کر متکبر ہو جاتا ہے

۳۹۔ بُروں کی صحبت سے تنہائی بدرجہا بہتر ہے اور تنہائی سے نیکوں کی صحبت بدرجہا بہتر ہے

۴۰۔ طالب دین عمل میں ترقی کرتا ہے اور طالب دنیا علم میں۔۔

۴۱۔ جو نصیحت سے متاثر نہ ہو، وہ سمجھ لے کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔

۴۲۔ علم کی قوت حد سے بڑھے تو مکاری و بسیار دانی پیدا کرتی ہے اور ناقص ہو تو حماقت و بے وقوفی پیدا کرتی ہے۔

۴۳۔ آنکھ کاکاسہ دل کا دروازہ ہے، دل کی تمام آفات اس راہ سے داخل ہوتی ہیں۔ آنکھ پر کنٹرول رکھ، تمام آفات (شہوات ولذات وغیرہ) سے محفوظ رہے گا۔

۴۴۔ مانگنے سے پہلے عطا کر اگر مانگنے کے بعد دیا تو جتنا تو نے دیا اس سے دگنی سائل کی آبرو تو نے لی

۴۵۔ انسان ضعیف ہے، تعجب ہے وہ خدائے قوی کی نافرمانی کیسے کرتا ہے۔

۴۶۔ بدبخت ہے وہ شخص جو خود مر جائے اور اس کا گناہ نہ مرے۔ یعنی کوئی بری بات جاری کر جائے، مثلاً کھوٹہ سکہ بنانا، برا کھیل جاری کرنا، بری کتاب شائع کرنا، دین میں نئی بات پیدا کرنا وغیرہ

۴۷۔ خبردار کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے کیوں کہ چھوٹے درجے کا مسلمان بھی اللہ کے نزدیک بڑا ہے۔

۴۸۔ آپ نے فرمایا۔

اے اللہ کے بندو! آپس میں قطع تعلق نہ کرو، بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، بھائی بھائی رہو، جس میں یہ اوصاف ہوں وہ حوادث وآفات سے محفوظ رہتا ہے اور مقرب خدا بن جاتا ہے...... راست بازی و قناعت کمال صبر ودوام شکر۔ دائمی فقر وزہد حاضر۔ فکر و تدبیر اور عادت صوم۔ جدو جہد اور عجز وانکسار، نرم خوئی، رحمدلی، خوئے محبت اور حیاداری علم نافع اور حلم دائم۔ ایمان دائم اور عقلی ثابت۔

۴۹۔ اس امر دین کا آخر انہیں چیزوں سے درست ہوگا جن سے اس کا اول درست ہوا تھا اور ان باتوں کا تحمل وہی کر سکتا ہے جو قدر میں سب سے افضل اور اپنے نفس پر سب سے زیادہ قابو پانے والا ہے

۵۰۔ جس نے اللہ کی خالص محبت کا مزہ چکھ لیا اس کا منہ دنیا سے پھر جائے گا اور اس کو تمام دنیا سے وحشت ہو جائے گی

حضرت صدیقؓ کی بھی شان کیسی شان ہے
روح ایمان وعمل صدق وصفا کی جان ہے
خانقاہ ومدرسہ محراب ومیدان جہاد
حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ سب فیضان ہے
(مولانا مفتی نسیم احمد فریدی صاحب مرحوم)

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مناجات اور دعائیں

حضرت ابوبکر نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ حضور مجھے کوئی ایسی دعا تلقین فرمایئے جسے میں نماز میں مانگ لیا کروں آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح کہو۔

اللهم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولایغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرة من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحيم (مسند احمد ج ۱ ص ۸)

اے اللہ میں نے تو (گناہوں کا مرتکب ہو کر) اپنے نفس پر ظلم کیا اور گناہوں کو آپکے سوا کوئی نہیں بخشتا آپ اپنی طرف سے درگذر فرماتے ہوئے میرے گناہ بخشدیں اور مجھ پر رحم فرمائیں بیشک آپ ہی بہت مغفرت بڑی رحمت کرنے والے ہیں

☆☆☆...... آپ صبح شام اور بستر پر جاتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے

اللهم فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة لا اله الا انت رب کل شئی وملیکه اعوذ بك من شر نفسی ومن شر الشيطان وشركه وان اقترف علی نفسی شرا او ان اجره الی مسلم (جامع ترمذی ج ص مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۵)

اے اللہ آسمانوں وزمین کے پیدا کرنے والے ہر غائب وحاضر کا علم رکھنے والے آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ ہر چیز کے پروردگار اور پوری ملکیت رکھنے والے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ سے پناہ چاہتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے

☆☆☆...... آپ اکثر یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے

اللهم هب لی ایمانا ویقینا ومعافاة ونية (ابن ابی الدنیا) ریاض ج ۱ ص ۱۹۳)

☆☆☆......امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ آپ کی زبان پر اکثر کلمہ طیبہ رہا کرتا تھا (ریاض ج ا ص ۱۹۳)

☆☆☆......آپ کی دعاؤں میں سے ایک یہ بھی تھیں

اللهم اجعل خير عمری آخره وخير علمی خواتمه وخير ايامی يوم لقائك (رياض ج ا ص ۱۹۳)

اے اللہ میری آخری عمر میں خیر و برکتیں عطا فرما اور نیک اعمال پر میرا خاتمہ ہو اور تیری ملاقات کے دن کو میرے لئے بہترین دن فرما۔

☆......اللهم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعه وارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابه ولا تجعل مشتبها علی فاتبع الهوی (احیاء العلوم ازالہ ج ۳ ص ۸۲)

اے اللہ مجھے حق کا حق ہونا دکھا دیجئے اور مجھے اس کے اتباع کی توفیق بخش دیجئے اور حق کو مجھ پر مشتبہ نہ کیجئے کہ میں خواہش نفسانی کا اتباع کرنے لگوں ۔

☆......اللهم انی اسألك الذی هو خير لی فی عاقبه الخير اللهم اجعل آخر ماتعطينی من الخير رضوانك والدرجات العلی من جنات النعيم (کتاب الزھد از امام احمد بن حنبل ص ۱۶۷)

اے اللہ میں اس کام کا خواستگار ہوں جس کا انجام اچھا ہو اے اللہ تو مجھے اپنی رضامندی عنایت فرما کہ جو بہترین ہے اور جنات النعیم کے بلند و بالا درجات سے سر فراز فرما

(نوٹ) حضرت ابو بکر کے عہد میں منع زکوۃ کا فتنے نے کس طرح جنم لیا اور آپ نے کس ایمانی غیرت اور دینی حمیت سے اس فتنے کا قلع قمع فرمایا اس کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ آپ کس درجہ کے مؤمن اور اسلام کے سچے خادم اور سپاہی تھے ۔

سوائے صدیق کون پاتا حضور انور کی جانشینی　کہ وہ نہ ہوتے تو یوں جہاں میں بلند دین کا علم نہ ہوتا

خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ

جرات وہمت اور عزیمت واستقامت کا بے مثال پیکر

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ......اما بعد

خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جب اس عالم فانی سے پردہ فرمایا تو اس وقت حالات بہت سنگین صورت اختیار کر گئے تھے ایک گروہ جو ابھی تک اپنے نفاق کو چھپائے ہوئے تھا کھل کر سامنے آ گیا کچھ قبائل اسلامی احکام کی پابندی سے آزاد ہونے لگے کچھ لوگ مسیلمہ کذاب اسود عنسی طلیحہ اسدی جیسے مدعیان نبوت کے ساتھ لگ گئے جبکہ بعض نے حکومت وقت کو زکوۃ دینے سے انکار کر دیا۔ ہشام بن عروہ اپنے والد کی زبانی اس دور کا نقشہ اس طرح بتاتے ہیں

وقد ارتدت العرب اما عامة واما خاصة فی کل قبیلة ونجم النفاق واشرابت الیھودیة والنصرانیة والمسلمون کالغنم المطیرة فی اللیلة الشاتیة لفقد نبیھم وقلتھم وکثرة عدوھم (البدایہ ج ۶ ص ۳۰۴)

(ترجمہ) عرب کے قبائل میں ارتداد کی خطرناک ہوا چل پڑی کئی پورے اور بعض جزوی طور پر ہر جگہ نفاق ابل پڑا یہودیت اور نصرانیت نے بھی سر اٹھایا اس وقت مسلمانوں کی حالت ایسی ہو گئی جیسے سردی کی رات میں بارش میں بھیگی ہوئی بکری کی ہوتی ہے یہ اسلئے کہ ان کے نبی ان میں نہیں رہے اور اسلئے کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہے اور انکے دشمن ایک بڑی تعداد میں موجود ہیں

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس وقت کا حال اس طرح بیان کیا ہے

توفی رسول الله صلی الله علیه وسلم فنزل بابی بکر مالونزل بالجبال لها ضهااشرأب النفاق بالمدینة وارتدت العرب فوالله مااختلفوا فی نقطة الاطار ابی لحطها وغنائها فی الاسلام (ازالۃ الخفاء ج ا ص ۱۳۹)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت ابوبکر پر وہ مصیبت ٹوٹ پڑی کہ اگر پہاڑوں پر پڑتی تو ان کو ریزہ ریزہ کر دیتی نفاق نے مدینہ میں سر اٹھایا اور کئی اہل عرب مرتد ہو گئے مگر خدا کی قسم ان لوگوں نے ایک نقطہ میں بھی اختلاف کیا تو میرے والد اسکو مٹانے اور اسلام کو اس سے بے نیاز کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے

آپ فرماتی ہیں

فنزل ابی مالونزل بالجبال الراسیات لهاضها اشراب النفاق بالمدینة وارتدت العرب فوالله مااختلفوا فی واحدة الاطار ابی بحطها وغنائها عن الاسلام (بلاذری فتوح البلدان ص ۱۰۲)

میرے باپ پر ایسے امور آپڑے کہ اگر وہ مضبوط پہاڑ پر آپڑتے تو انہیں بھی ٹکڑے کر کے رکھ دیتے مدینہ میں تو نفاق زوروں پر آگیا اور اکثر عرب مرتد ہو گئے قسم خدا کی لوگوں نے اسلام کی جس بات سے بھی اختلاف کیا میرے والد اسلام کے دفاع میں اس کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ

حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ہی اہل اسلام کو ایسے حالات سے سابقہ پڑا اگر اللہ تعالیٰ ابوبکر کو عطا فرما کر ہم پر احسان نہ کرتا تو ہم ہلاک ہو جاتے

لقد قمنا بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم مقاما کدنا نهلك فیه لو

لان اللہ من علینا بابی بکر (فتوح البلدان ص ۱۰۱)

حضرت علامہ قاضی عیاض (۵۴۵ھ) اور شیخ الاسلام حضرت علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) کی بیان کردہ تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ مخالفین اسلام تین قسم کے لوگ تھے

(۱) بت پرستی کی جانب لوٹنے والے

(۲) وہ لوگ جنہوں نے کسی مدعی نبوت کی پیروی اختیار کرلی

(۳) وہ لوگ جو اسلام کا دعوی تو رکھتے تھے لیکن زکوۃ ادا کرنے سے مکر گئے اور انکا کہنا تھا کہ زکوۃ دینا صرف حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے اب چونکہ آپ نہ رہے اسلئے اب کسی کو زکوۃ دینا نہ رہا (فتح الباری بشرح صحیح البخاری ج۲۶ص ۱۰۷)

علامہ ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد عامۃ الناس تو اسی دین سے وابستہ رہے جو آنحضرت ﷺ لے کر آئے تھے البتہ کچھ لوگ انتشار کا شکار ہو گئے کچھ مدعیان نبوت کے جال میں آگئے ایک فریق توقف کئے ہوئے تھا وہ ابھی اس بات کے انتظار میں تھا کہ ان حالات میں جو فریق غالب ہوگا ہم اسکے ساتھ ہو جائیں گے ایک بڑا گروہ وہ تھا جو توحید و رسالت اور نماز کا قائل تھا مگر زکوۃ کی فرضیت یا اب اسکے بیت المال میں دینے سے منکر تھا تاہم جمہور مسلمان اسلام پر قائم تھے (دیکھئے الملل والنحل ج۱ص ۶۶)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ایک فریق زکوۃ کا سرے سے منکر تھا جبکہ ایک فریق زکوۃ کی فرضیت کے قائل ہونے کے باوجود بیت المال میں زکوۃ دینے سے انکار کرتا تھا اور انکا کہنا تھا کہ اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ سے یہ فرمایا تھا

خذ من اموالھم صدقة تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ...... الایة (پ ۱۱ التوبة ۱۰۳)

(ترجمہ) لے انکے مال میں سے زکوۃ کہ پاک کرے تو ان کو اور بابرکت کرتو ان کو اسکی

وجہ سے۔اور دعادے ان کو

مطلب یہ تھا کہ تطہیر وتزکیہ چونکہ آپ کے ساتھ خاص تھا آپ جب تک رہے ہم نے اسکی تعمیل کی اب جبکہ آپ نہیں رہے اسلئے یہ حکم منسوخ ہے اب کسی کو یہ حق نہیں کہ ہم سے زکوۃ لے ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسلمانوں پر فقر وفاقہ کی شدت تھی اسلئے اس وقت زکوۃ کی ضرورت تھی اب جبکہ وہ حالت نہیں رہی اسلئے زکوۃ کی فرضیت بھی باقی نہیں رہی جبکہ بعض بیت المال میں زکوۃ بھیجنے کو ایک طرح کا جبر سمجھتے تھے

منکرین زکوۃ کے یہ گروہ تھے جنہوں نے مختلف حیلوں کے ذریعہ زکوۃ نہ دینے کا تہیہ کرر کھا تھا تاہم یہ بات اپنی جگہ حتمی اور قطعی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کوئی بھی اس گروہ میں شامل نہ تھا حضرت امام خطابی (۳۸۸ھ) لکھتے ہیں

لم یرتد احد من الصحابة وانما ارتد قوم من جفاة الاعراب ممن لا نصرة له فی الدین وذلك لایوجب قدحا فی الصحابة المشهورین (ماخوذ از مقام صحابہ ص ۷۴)

(ترجمہ) صحابہ کرام میں سے کوئی بھی مرتد نہ ہوا تھا ہاں بعض گنوار اعرابی جن کا دین کی نصرت میں کوئی دخل نہ تھا وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں ارتداد کی لپیٹ میں آگئے انکے اس رویہ سے مشہور صحابہ کرام کی شان میں کوئی نقص وعیب نہیں آتا

☆...... سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کا موقف

الغرض جب حالات نے یہ رخ اختیار کر لیا تو ان لوگوں نے گفتگو کیلئے سیدنا ابو بکر صدیق کی خدمت میں وفود بھیجے یہ وفود مدینہ منورہ آتے رہے اور انہوں نے یہاں کے مختلف حضرات سے

اس باب میں گفتگو کی اور کہا کہ وہ اس معاملہ میں حضرت ابو بکر صدیق سے گذارش کر کے یہ مسئلہ حل کریں

اس وقت عرب کی عام حالت کی نزاکت کے پیش نظر بعض صحابہ نے آپ سے گذارش کیں کہ آپ اس صورت حال پر غور کریں کہ ان اعراب (گنوار) کو جو اس وقت زکوۃ نہیں دے رہے انہیں اپنی حالت پر چھوڑ دیں فی الحال ان سے کوئی تعرض نہ کریں صحابہ کرام کا یہ خیال تھا کہ انکے اعراض کی وجہ انکا جدید الاسلام ہونا ہے جب یہ لوگ پوری طرح اسلامی تعلیمات کو سمجھ لیں گے تو خود ہی انکے دل میں ان شعائر کا احترام ہوگا اور وہ زکوۃ ادا کرنا شروع کر دیں گے

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق نے سب سے پہلے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ صالح بن کیسان کہتے ہیں جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو حضرت ابو بکر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اللہ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا

الحمد لله الذی هدی فکفی واعطی فاغنی ان الله بعث محمداﷺ والعلم شرید والاسلام غریب طرید قدرت حبله وخلق ثوبه وضل اهله منه ومقت الله اهل الکتاب فلا یعطیهم خیرا لخیر عندهم ولایصرف عنهم شرا لشر عندهم وقد غیروا کتابهم والحقوا فیه مالیس منه والعرب الآمنون یحسبون انهم فی منعة من الله لایعبدونه ولایدعونه فاجهدهم عشیا واظلمهم دینا فی ظلف الارض مع مافیه من سحاب فختمهم الله بحمده وجعلهم الامة الوسطی ونصرهم بمن اتبعهم ونصرهم علی غیرهم حتی قبض الله نبیه ﷺ فرکب منهم الشیطان مرکبه الذی انزله علیه واخذ بأیدیهم وبغی هلکتهم ومامحمد الا رسول ......الایة

ان حولكم من الاعراب قد منعوا شاتهم وبعيرهم ولم يكونوا فى دينهم وان رجعوا اليه ازهد منهم يومهم هذا ولم تكونوا فى دينكم اقوى منكم يومكم هذا على متقدم من بركة نبيكم وقد وكلكم الى المولى الكافى الذى وجده ضالا فهداه وعائلا فأغناه وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم منها...... (الاية)

والله لأدع ان اقاتل على امر الله حتى ينجز الله وعده ويوفى لنا عهده ويقتل من قتل شهيدا من اهل الجنة ويبقى منها خليفته وذريته فى ارضه قضاء الله الحق وقوله الذى لاخلف له وعد الله الذين آمنوا منكم...... فاسقون (البدايه ج٦ ص ٣١٦)

اللہ کا شکر اور اس کا احسان ہے کہ جس نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی اور وہ کافی رہا اور اس نے عطا کیا اور غنی کر دیا بلا شبہ اللہ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا جبکہ علم چھوڑا جا چکا تھا اور اسلام دھتکارا ہوا مسافر تھا اس کی رسی بوسیدہ ہو چکی تھی اور اس کا پردہ پرانا ہو چکا تھا اور اس کے اہل اس سے گم ہو گئے تھے اور اللہ تعالی اہل کتاب سے ناراض تھا اور وہ ان کی بھلائی کے لئے ان سے کوئی بھلائی نہ کرتا تھا اور ان کے شر کی وجہ سے ان سے شر کو دور نہ کرتا تھا انہوں نے اپنی کتاب کو بدل دیا تھا اور اس میں اپنی طرف سے ملاوٹ کر دی تھی اور عرب اپنے آپ کو اللہ کی حفاظت میں خیال کرتے تھے نہ اس کی عبادت کرتے تھے اور نہ اس کو پکارتے تھے پس اس نے کھانے کے بارے میں انہیں مشقت میں ڈال دیا اور دین میں انہیں ایک پتھریلی زمین میں چھوڑ دیا جہاں کوئی بادل نہ برسے سو اللہ نے ان سب کو ختم کر دیا اور اب انہیں ایک متوسط امت بنایا اور ان کے اتباع سے ان کی مدد کی اور دوسروں پر

انہیں فتح دی حتی کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو وفات دی اور شیطان نے سر اٹھایا اور اس نے ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیا اور ان کی ہلاکت چاہی۔ تمہارے آس پاس جو اعراب (دیہاتی لوگ) رہتے ہیں انہوں نے اپنے اونٹوں اور بکریوں کو روک لیا ہے اور وہ پہلے ہی اپنے دین میں نہ تھے بیشک وہ اس کی طرف آئے اس سے زیادہ بے پروائی سے جس میں وہ آج ہیں اور نہ تم اپنے دین میں آج سے زیادہ طاقت ور تھے اور یہ بات نبی کریم ﷺ کی پہلی برکت سے ہے اور انہوں نے اپنے آپ کو کفایت کرنے والے مولی کے سپرد کیا تھا جس نے آپ کی رہنمائی فرمائی اور محتاج دیکھ کر غنی بنادیا خدا کی قسم میں امر الٰہی پر جنگ کرنا نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ اپنا وعدہ پورا کرے اور وہ ہم سے اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اور جو ہم میں اس جنگ میں مارا جائے گا وہ شہید ہوگا اور اس کا خلیفہ اور اس نبی کی آل اس زمین میں باقی رہیں گے اللہ کا فیصلہ برحق ہے اور اس کے قول کے خلاف ہرگز نہ ہوگا۔ (تاریخ ابن کثیر ج ۶ ص ۳۱۶)

سو جو لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس اس غرض سے آئے کہ آپ فی الحال ان سے کوئی تعرض نہ کریں انہیں چھوڑے رکھیں پھر دیکھا جائے گا آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ

والله لاقاتلن من فرق بين الصلوة والزكوة

خدا کی قسم جو شخص نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا میں اس سے لڑوں گا

سیدنا حضرت عمر فاروق نے جب یہ بات سنی تو عرض کیا

يا خليفة رسول الله تالف الناس وارفق بهم

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ان لوگوں کے ساتھ تالیف قلب اور نرمی کا معاملہ فرمائیے

ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے عرض کی کہ حضور...... یہ لوگ کلمہ پڑھتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں سے قتال کرنے کو منع فرمایا ہے حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ ان کا معاملہ اور ہے یہ وہ لوگ ہیں جو نماز اور روزہ میں فرق کرتے ہیں کہ نماز کو تو فرض مانتے ہیں اور زکوۃ کو فرض نہیں جانتے اور ان میں کچھ ایسے ہیں جو اس حکم کی غلط تاویل کر کے قرآنی حکم سے انحراف کر رہے ہیں حالانکہ اسلام نے ان دونوں کو فرض کہا ہے اس لئے ان لوگوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ درست نہیں میں انکے ساتھ لڑوں گا خواہ کچھ ہو جائے

حضرت عمر فاورق نے پھر ایک مرتبہ آپ سے اس باب میں نظر ثانی کی درخواست کی تو آپ جلال میں آگئے اور فرمایا کہ اے عمر تو زمانہ جاہلیت میں تو بڑا بے باک اور نڈر تھا (کیا بات ہے کہ) اس وقت کمزوری دکھا رہے ہو

والله لو منعونی عقالا (وفی روایة عناقا) کانوا یؤدونه الی رسول الله صلی الله علیه وسلم لقاتلهم علی منعه (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷)

خدا کی قسم اگر یہ لوگ ایک رسی یا ایک بکری کے بچے کو بھی روکیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں (وہ زکوۃ میں) دیا کرتے تھے تو میں اس پر قتال کروں گا

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

تم الدین وانقطع الوحی أ ینقص الدین وانا حی والله لاجاهدنهم ولو منعونی عقالا (تفهیم المسلم ص ۱۶۶)

دین مکمل ہو چکا وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا کیا دین میں کتر بیونیت ہو اور میں زندہ بیٹھا رہوں (ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا) خدا کی قسم اگر انہوں نے زکوۃ کی ایک رسی بھی روکی تو میں ضرور ان سے جہاد کروں گا

مضى النبي وانقطع الوحي والله لاجاهدنهم ماستمسك السيف في يدي وان منعوني عقالا (موسوعة آثار الصحابة ج ا ص ۵۹)

حضور علیہ تشریف لے جاچکے وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا خدا کی قسم میں اس وقت تک لڑتا رہوں گا جب تک کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے اگر انہوں نے زکوۃ کی ایک رسی بھی دینے سے انکار کیا

(نوٹ) حضرت ابو بکر صدیق کے ارشاد پر غور فرمایئے أينقص کے الفاظ بتلارہے کہ دین میں کسی قسم کی کمی بیشی قابل برداشت نہیں ہے مدعیان نبوت باطلہ کی نبوت دین میں اضافہ تھی اور انکار زکوۃ شریعت میں کمی۔ دین حق نہ کمی کو برداشت کرتا ہے اور نہ زیادتی قابل برادشت ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے أينقص الدين فرما کر اس اصولی بات پر متوجہ فرمایا کہ پورے دین کو قبول کرنا ضروریات دین میں سے ہے اور اسکے کسی حصے کا انکار یا اس پر اضافہ ارتداد ہے صرف بغاوت نہیں۔ بغاوت کا لفظ طاعت کے مقابلہ میں ہے اور یہ دونوں انتظامی امور میں سے ہیں حکومتوں کی موافقت اور مخالفت ہوتی رہتی ہے مگر دین میں مداخلت زیادتی کی جہت سے ہو یا کمی کی جہت سے یہ کسی مسلمان سے برداشت نہیں ہوتی۔ حضرت صدیق اکبر کے یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ آپ نے اسے ارتداد سمجھا ہے بغاوت نہیں اور ان لوگوں پر برہنائے ارتداد لشکر کشی کی ہے آپ کے یہ الفاظ اس تفصیل پر نص صریح ہیں

(من افاضات استاذنا المحترم حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ)

امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالی نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے تاریخی جملہ ﴿أينقص الدين وانا حي﴾ سے ایک عمدہ نکتہ اٹھایا ہے آپ بھی اسے پڑھیں اور لطف اٹھائیں حضرت امام اہل سنتؒ لکھتے ہیں

راقم سطور کہتا ہے کہ میں جب حضرت ابو بکر صدیق کے اس کلام کو دیکھتا ہوں تو مجھے ایک عجیب بات اس میں نظر آتی ہے غور سے دیکھو یہ لفظ کہ میری زندگی میں دین ناقص ہو جائے کیسا کلمہ ہے اور اس کلمہ کے کہنے کا حق کس کو ہو سکتا ہے کوئی شخص فوت ہو جائے اور اسکا صرف ایک اکلوتا بیٹا ہو وہ بیشک کہہ سکتا ہے کہ میری زندگی میں اور میرے باپ کا مال لٹ جائے لیکن اگر کسی شخص کے متعدد اولاد ہوں تو ان میں سے کوئی ایک اس کلمہ کو نہیں کہہ سکتا کہ میری زندگی میں میرے باپ کا مال لٹ جائے اگر کوئی کہے گا تو یوں کہے گا کہ ہم لوگوں کی زندگی میں۔

یہ کلمہ حضرت صدیق کا بتلا رہا ہے کہ رسول خدا ﷺ کے حقیقی وارث آپ کے اکلوتے اور روحانی فرزند وہی ایک تھے اسلئے انکی زبان سے یہ لفظ نکلا کہ میری زندگی میں دین پر آفت آئے اکلوتا بیٹا موجود ہو اور اسکی نظر کے سامنے اس کے باپ کی بڑی محنت وجانفشانی سے جو باغ تیار ہوا تھا وہ کاٹ ڈالا جائے یقیناً حضرت صدیق اکبر کا ادعاء اسلام پر ایسا ہی تھا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور آپ کے بعد کام بھی ایسے ہی کئے لوگوں نے انہیں کو خلیفہ رسول اللہ کہا ان کے بعد پھر کوئی خلیفہ اس نام سے نہیں پکارا گیا بلکہ خلفائے مابعد امیر المؤمنین کہے گئے...... حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق کے اس کارنامہ یعنی قتال مرتدین وغیرہ کو انجام کار تمام صحابہ نے بڑی عزت سے دیکھا تھا (تحفہ اہل سنت ص ۱۵۵)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ان اللہ معنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت میں بھی تھا تو خدا تعالی میرے ساتھ بھی ہے اگر میں تنہا بھی جہاد کو نکل کھڑا ہونگا تو خدا میرے ساتھ ہے انشاء اللہ میں تمام دنیا پر غالب

آؤں گا۔ کیا انتہا ہے اس قوت قلب کی (ذم النسیان ص ۳۳)

آپ نے فرمایا کہ

تم میں سے اگر کوئی میرے ساتھ نہ ہوگا تو بھی میں اکیلا قتال کروں گا اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ﴿ لاتحزن ان الله معنا ﴾ حضور سرور عالم ﷺ کے ہمراہ میں ہی تھا اسلئے معنا میں ضمیر میری طرف راجع ہے جب میرے ساتھ خدا ہے میں خود سب کام کرلوں گا حق کی معیت ہوتے ہوئے مجھ کو کسی کی معیت کی حاجت نہیں ہے (حسن العزیز ج ۲ ص ۲۵۳)

بلاشک وشبہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کی اس استقامت اور تاریخ ساز فیصلہ نے دین قیم اور اس کی عظمت کو قائم رکھا حضرت صدیق اکبر کے اس تاریخی فیصلے سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ یہ لوگ کسی طرح بھی اہل قبلہ نہیں ہوسکتے یہ شریعت کے ایک حصے کا انکار کررہے ہیں آپ نے بتلایا کہ میں شریعت میں کیسے کسی تقسیم کو برداشت کرلوں ضروریات دین کا منکر کس طرح اہل قبلہ میں داخل ہوسکتا ہے نامور مؤرخ زید شلبی اس سلسلے میں رقم طراز ہیں

رسول اللہ ﷺ کے انتقال پر جب صحابہ کرام غم کے مارے دیوانے ہوچکے تھے اور حضرت عمر جیسے شخص تلوار کھینچے یہ کہہ رہے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ رسول اللہ ﷺ انتقال فرماگئے ہیں میں اس تلوار سے اسکی گردن اڑادوں گا یہ صدیق اکبر ہی کی شخصیت تھی جس نے مسلمانوں کو سنبھالا دیا اور جبکہ سارا عرب ارتداد کی بھڑکتی آگ میں جل رہا تھا آپ نے مرتدین کے مقابلے میں جو مدبرانہ کاروائی کی اور جس نے بے مثال لیاقت کے ساتھ ملک کو اس تباہ کن فتنے سے نجات دلائی اس نے روز روشن کی طرح واضح کردیا کہ اس وقت صرف آپ ہی کی ذات والا صفات خلافت کے بارگراں کو اٹھانے اور سنبھالنے کے قابل تھی (خالد سیف اللہ ص ۱۳۸)

یہاں ارتداد اور مرتدین کے الفاظ ان مؤرخین کی تحقیق کا حاصل ہیں مشہور مصری مؤرخ محمد حسین ہیکل اپنی کتاب الصدیق ابوبکر میں اس نازک موقع پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اس موقع پر ایک ایسے حکمراں کی ضرورت تھی جو حزم و تدبر کے ساتھ قطعی ارادے اور فیصلہ کن عزیمت کا مالک ہو اور اسکے علاوہ اسلام پر پختہ ایمان اور اللہ کی نصرت پر پورا یقین بھی رکھتا ہو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی خاطر رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق کی شخصیت میں ایسا ہی حکمراں مہیا کر دیا (ماخوذ از سیرت خلیفۃ الرسول ص ۱۷۴)

☆...... منکرین زکوٰۃ کی سزا

حضرت ابوبکر صدیق نے صحابہ کرام کے روبرو غیرت مندانہ اور تاریخی فیصلہ کرنے کے بعد تلوار زیب دوش کی اور منکرین زکوٰۃ سے جہاد کیلئے نکل کھڑے ہوئے صحابہ کرام دیکھ رہے تھے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کس درجہ کے صاحب عزیمت بزرگ ہیں اور آپ کی دینی استقامت کس قدر مستحکم اور پختہ ہے آپ سے گذارش کی گئی کہ آپ تشریف رکھئے ہم ان سے جا کر نمٹتے ہیں چنانچہ آپ نے ان کی درخواست کو قبول کیا اور جہاد کیلئے ایک جماعت ترتیب دی اور قتال کیلئے لشکر روانہ کر دیا آپ کے بھیجے ہوئے لشکر نے حالات کا جائزہ لے کر کوشش کی کہ یہ لوگ کسی طرح راہ راست پر آجائیں چنانچہ ان میں سے بعض راہ راست پر آگئے اور بعض منکروں کی صف میں ہی رہے چنانچہ پھر ان کے خلاف اعلان جہاد ہو گیا۔ علامہ طبری لکھتے ہیں

وقتل وحرق بالنیرانا سا ارتدوا عن الاسلام ومنعوا الزکوۃ فقاتلھم حتی اقروا بالماعون (تفسیر ابن جریر ج ا ص ۱۸۲)

جو لوگ اسلام سے مرتد اور زکوۃ کے منکر ہو گئے تھے ان میں بہت سے مارے گئے اور انکے گھروں کو آگ لگادی گئی اور انکے ساتھ قتال ہوتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ اب حقیر سے حقیر چیز بھی نہ روکیں گے

حضرت امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص ؒ (۳۰۷ھ) لکھتے ہیں

کانت الصحابة سبت زراری مانعی الزکوۃ وقتلت مقاتلھم وسموھم اھل الردة لانھم امتنعوا من التزام الزکوۃ وجوبھا فکانوا مرتدین بذلك لان من کفر بآیة من القرآن فقد کفر به کله وعلی ذلك اجری حکمھم ابوبکر الصدیق مع سائر الصحابة حین قاتلوھم (احکام القرآن ج ۳ ص ۸۲)

(ترجمہ) صحابہ کرام نے مانعین زکوۃ کی اولاد کو قید کیا اور انکے مردوں کو (جو مقابلہ کیلئے آئے تھے اور زکوۃ کی فرضیت سے منکر ہو کر مرتد ہو گئے تھے) قتل کیا اور انہیں اہل الردۃ قرار دیا کیونکہ انہوں نے التزام زکوۃ اور تسلیم وجوب سے انکار کر دیا تھا اسی بناء پر انہیں مرتد قرار دیا گیا جو شخص قرآن پاک کی ایک آیت کا انکار کرے تو اس نے تمام قرآن کا انکار کر دیا حضرت صدیق اکبر نے جس وقت مانعین زکوۃ سے جنگ کی صحابہ کرام کے اتفاق کے ساتھ ان پر ارتداد کا حکم جاری کیا

حضرت امام بخاری (۲۵۶ھ) نے بھی مانعین زکوۃ اور حضرت ابوبکر صدیق کے اس قتال کے واقعہ پر درج ذیل باب باندھ کر بتادیا کہ یہ لوگ ارتداد کی وادی میں جاگرے تھے

باب قتل من ابی قبول الفرائض و مانسبوا الی الردة (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۳)

فرائض کی قبولیت کے منکر اور مرتد ہونے کی وجہ سے کسی کو قتل کرنا

حضرت امام بخاریؒ کی بات آپ کے سامنے آگئی آپ اسے ارتداد شمار کرتے ہیں محض بغاوت نہیں اب امام بخاری کے شیخ حضرت قبیصہؒ کا فیصلہ لگے ہاتھوں دیکھ لیجئے

ھم المرتدون الذین ارتدوا علی عھد ابی بکر فقاتلھم ابوبکر
(صحیح بخاری ج ا ص ۴۹۰)

☆......اھل باطل سے لڑنا سب کی ذمہ داری ہے

حضرت صدیق اکبرؓ کے اس طرز عمل سے واضح ہو گیا کہ اہل باطل سے مقابلہ کرنا ہر اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اگر پوری قوم اسکے لئے تیار نہ ہو تو بھی اسلامی حکومت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ منکرین دین اور اہل باطل کے خلاف پوری طرح حرکت میں آئے۔اسی طرح علمائے کرام اور اہل دین کو بھی چاہیئے کہ وہ اسلامی احکامات کے خلاف برپا کی جانے والی شرارتوں کا محاسبہ کریں اس پر صدائے احتجاج بلند کریں حضرت صدیق اکبرؓ نے اس وقت یہ نہ دیکھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے اور کون نہیں؟ اعلائے کلمۃ الحق اور ایک سلامی حکم کی حفاظت جس قدر ممکن ہو سکتی تھی آپ نے اس سے کہیں زیادہ کر دکھائی فرضی اللہ تعالی عنہ۔

☆......ضروریات دین کے کسی ایک جزء کا انکار کفر ہے

دین کے وہ احکام جو یقینی اور نا قابل انکار دلیلوں سے ثابت ہیں جن کو اصطلاح میں قطعی اور متواتر کہا جاتا ہے ان میں تفریق و تاویل کرنا یا اسکے کسی ایک حکم کا انکار کرنا در حقیقت پورے دین کی عمارت کو گرا دینا ہے یاد رکھئے کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک جزء کا انکار بھی کفر ہے حضرت امام محمد بن حسن الشیبانی (۱۷۹ھ) لکھتے ہیں

من انکر شیئا من شرائع الاسلام فقد ابطل قول لاالہ الااللہ (السیر الکبیر ج ۴ ص ۳۶۵)

شرائع اسلام میں سے کسی ایک کا بھی جس نے انکار کیا تو اس نے لا الہ الا اللہ کہنے کو باطل کر دیا۔ یعنی اس شخص نے ایمان کو چھوڑ کر کفر وار تداد اپنا لیا اب اسکے بعد وہ نماز بھی پڑھے یا اسلام کا کوئی بھی عمل کرے اسکا کوئی اعتبار نہ ہوگا اسلئے کہ ایک رکن کا انکار سب کا انکار ہے اور یہ لوگ مرتدین میں شمار کئے جائیں گے شیخ الاسلام حضرت علامہ حافظ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

السلف قد سموا مانعی الزکوۃ مرتدین مع کونھم یصومون ویصلون

(فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۹۱۔عبقات ص ۲۸۳)

حضرات سلف نے زکوۃ روکنے والوں کا نام مرتد رکھا ہے حالانکہ وہ روزے بھی رکھتے تھے اور نماز بھی پڑھتے تھے

علمائے اسلام کے ہاں اسکی نظیر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا یہ تاریخی فیصلہ ہے جو آپ نے بالکل ابتداء میں فرمادیا اور پھر اس پر صحابہ کرام کا بھی اجماع ہوا۔

☆...... حضرات شیخین کریمینؓ کے اختلاف کی نوعیت

حضرت صدیق اکبرؓ کا حضرت فاورق اعظمؓ اور دوسرے صحابہ کے ساتھ اس باب میں جو اختلاف ہوا وہ اصل مسئلہ میں اختلاف نہ تھا حضرت عمر فاروقؓ اور دیگر اصحاب کا خیال تھا کہ زکوۃ نہ دینا گو ایک بڑا جرم ہے تاہم موجودہ حالات میں اتنا بڑا قدم اٹھانا مناسب نہیں ہے کیونکہ دوسری جانب کفار بھی مسلمانوں پر حملہ کیلئے تیار بیٹھے ہیں نیز مدعیان نبوت بھی کھل کر سامنے آچکے ہیں ایسے حالات میں اس مسئلہ پر اگر کچھ تاخیر ہو جائے تو بہتر ہے یہ ایک حکمت عملی اور مصلحت وقت کی بنیاد پر ایک رائے تھی اصل مسئلہ سے اختلاف نہ تھا

مگر حضرت صدیق اکبرؓ کا ارشاد تھا کہ وقت کے اس نازک موڑ پر کسی بھی قسم کی لچک پیدا کرنا

ایک خطرناک راہ ہے آپ کا اصرار تھا کہ یہ صریح طور پر دین سے انحراف ہے آج اگر یہ لوگ زکوۃ میں تاویل کررہے ہیں تو کل نماز کے بارے میں بھی کسی تاویل کا سہارا لے کر اسے ترک کردیں گے اور اس طرح اسلام کے ایک ایک رکن پر حملہ ہوگا اور اسکا حلیہ مسخ کردیا جائے گا مثلاً کچھ لوگ یہ کہیں کہ نماز بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھی اور وہ اپنے استدلال میں قرآن کی کسی آیت کا سہارا لیں اور کہیں کہ اسکے مخاطب صرف حضور ہیں ہم نہیں جب آپ ہی نہ رہے تو اب یہ بھی باقی نہیں اسی طرح دین کے باقی ارکان پر تاویل کی چھری چل جائے گی جسکا مشاہدہ ہم آج کل کررہے ہیں

سو جس طرح نماز کا حکم پوری امت کیلئے ہے اسکو صرف حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ خاص کرنے کی یہ تاویل انہیں کفر وارتداد سے نہیں بچاسکتی اسی طرح خذ من اموالھم...... الایۃ میں یہ تاویل ان کو کفر سے نہیں بچاسکے گی یہ انکار ارتداد کے تحت آئے گا اسی بناء پر حضرت ابوبکر صدیق کا یہ ارشاد جلیل

والله لاقاتلن من فرق بين الصلوة والزکوة (صحیح مسلم ج ۱ص ۳۷)

کہ نماز کا اقرار اور زکوۃ کا انکار آخر کیا معنیٰ رکھتا ہے شاہد ہے یعنی دونوں عبادتیں فرض ہیں جس طرح نماز کا انکار کفر ہے اور ایسا آدمی مرتد ہے اسی طرح زکوۃ کا انکار بھی کفر ہے اور اس کا بھی قائل مرتد ہے

حضرت ابوبکر صدیق سے جب یہ بات کہی گئی کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی کلمہ پڑھ لے تو اس کی جان ومال کو امن ہے الا بحقھا (ہاں اگر وہ اس حق سے ہی دستبردار ہوجائے تو پھر نہیں) حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ یہ اسی حق میں سے تو ہے کہ جس بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ اکٹھا کیا ہے اس میں فرق پیدا کردینا کیا اس حق کو توڑنا نہیں ہے؟ نماز کا اقرار اور زکوۃ کا انکار اسی حق کو توڑنا ہے آپ نے فرمایا

فهذا من حقها الا یفرقوا بین ماجمع الله ولو منعونی شیئا مما اقروا لرسول الله ﷺ قاتلتهم علیه (سنن سعید بن منصور ج ۲ ص ۳۴۳)
یہ اس کے حق میں سے ہے کہ وہ اس کو توڑیں جس کو اللہ نے جوڑے رکھا ہے اور اگر یہ لوگ ایک ایسی چیز بھی روکیں گے جس کا حضور ﷺ کے دور میں دینے کا اقرار کیا تھا تو میں اس پر ان سے جنگ کروں گا

حضرت ابو بکر صدیق کے اس طرز استدلال سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ قیاس کے پورے قائل تھے آپ نے زکوۃ کو نماز پر قیاس کر کے حکم لگایا اور سب صحابہ نے اسکی تائید کی۔ اگر اسلام میں قیاس کی کوئی گنجائش نہ ہوتی تو حضرت ابو بکر کبھی قیاس سے کام نہ لیتے اور نہ صحابہ کبھی اس قیاس کو قبول کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے معابعد آپ کا یہ انداز استدلال بتاتا ہے کہ اس امت میں سب سے پہلے قیاس شرعی سے کام لینے والے آپ ہی ہیں اور اس پر سب صحابہ کی تائید موجود ہے بارھویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) حضرت ابو بکر صدیق کے طرز استدلال کے متعلق فرماتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب لوگ لا الہ الا اللہ کہہ دیں تو ان کی جانیں اور مال محفوظ ہو جائیں گے الا بحقها مگر ہاں اس وقت نہیں کہ جب وہ کسی ایسی چیز کا ارتکاب کریں جس کی وجہ سے ان سے قتال کرنا ضروری ہو جائے اس حدیث کو حضرت عمرؓ جو پہلے مانعین زکوۃ کے ساتھ قتال کرنے کے حق میں نہیں تھے اپنے استدلال میں پیش کرتے تھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے استدلال کی تقریر یہ تھی کہ نماز کا الا بحقها کے ماتحت شامل ہونا مسلم ہے اور چونکہ زکوۃ بھی نماز کی ہی طرح ایک اہم فرض اور دین کی بنیاد ہے اسلئے زکوۃ کے منع کرنے والوں کا حکم بھی وہی ہوگا شاہ صاحبؒ کے آخر الفاظ یہ ہیں۔ وزکوۃ مقیس است بروے بقیاس جلی (ازالۃ الخفاء ج ۳ ص

۴۰۱۔ ماخوذ از صدیق اکبر ص ۳۸۷)

ہم اس وقت قیاس شرعی پر بحث نہیں کر رہے ہیں ہم تو صرف یہ بتلا رہے ہیں کہ حضرات شیخین کے مابین اختلاف اس بات پر نہ تھا کہ اہل الردۃ (مرتدوں) سے جہاد کیا جائے یا نہ؟ بلکہ اختلاف کی نوعیت یہ تھی کہ حضرت ابو بکر صدیق کے نزدیک وہ اہل الردۃ تھے اور دوسرے حضرات کے ہاں ابھی ان کا ارتداد ابھی اتنا واضح نہ تھا جب بحث و تمحیص کے بعد یہ بات کھلی تو حضرت عمر فاورق اور دوسرے سب صحابہ نے حضرت ابو بکر صدیق کی رائے سے کلی اتفاق کیا اور آپ کے جھنڈے تلے رہ کر ان مرتدوں کے خلاف جہاد کیا اور انہیں اپنے انجام تک پہنچا کر ہی دم لیا شیخ الاسلام حضرت علامہ حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

فعمر وافق ابابكر على قتال اهل الردة مانعى الزكوة وكذلك سائر الصحابة
(منھاج السنۃ ج ۲ ص ۲۳۴ تفہیم المسلم ص ۱۶۸)

آخر کار حضرت عمر اور تمام صحابہ ان مرتدین سے قتال کرنے کے مسئلہ پر متفق ہو گئے اور حضرت ابو بکر صدیق کی رائے اور فیصلہ کو قبول کر لیا

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ

شریعت کے قوانین میں حقائق اور مصالح واقعیہ مرعی ہوتے ہیں اور باقی جتنے قوانین ہیں وہ سب اغراض کے تابع ہیں شریعت کے قوانین اٹل ہیں اور اکثر انکا نفع جب معلوم ہوتا ہے کہ جب ان پر عمل کیا جائے .... مانعین زکوۃ کے خلاف جہاد کے جواز میں صحابہؓ کو کلام تھا لیکن صرف حضرت ابو بکر صدیقؓ کی یہ قطعی رائے تھی کہ انکے خلاف جہاد کرنا واجب ہے کیونکہ وہ تاویل کے ساتھ ایک رکن اسلام کے منکر تھے چنانچہ حضرت نے نہایت شد و مد کے ساتھ فرمایا کہ اگر کوئی شخص حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک رسی بھی زکوۃ میں نکالتا تھا اور اب دینے سے انکار کرتا ہے تو

میں اسکے خلاف جہاد کروں گا چاہے کوئی میرا ساتھ دے یا نہ دے اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اجبار فی الجاهلية وخوار فی الاسلام تم جاہلیت میں ایسے مضبوط تھے اسلام میں آکر ایسے بودے ہو گئے یہ تقریر سن کر حضرت عمرؓ کو بھی اسکے متعلق شرح صدر ہو گیا...... دیکھئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے شریعت مقدسہ پر بلالحاظ دیگر مصالح کے عمل فرمایا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کفار مرعوب و مغلوب ہو گئے جس کا پہلے سے کسی کو علم بھی نہ تھا مسلمانوں کی دھاک تمام بلاد و امصار میں بیٹھ گئی غرض اکثر شریعت مقدسہ کے مصالح اس پر عمل کرنے کے بعد معلوم ہوتے ہیں (افاضات ج۹ ص ۱۵۲)

☆...... حضرت ابو بکر صدیق مقام محبوبیت میں

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق نے جس ایمانی قوت اور دینی غیرت کے ساتھ مانعین زکوۃ سے قتال کیا اس کا ذکر قرآن نے بھی کیا ہے پھر آپ اور آپ کے ساتھ جن مقدس بزرگوں نے اس معرکہ میں حصہ لیا اللہ تعالی نے انہیں اپنی محبوبیت کا پروانہ عطا فرمایا قرآن کریم میں ہے

یا ایها الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبهم ویحبونه اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکافرین یجاهدون فی سبیل الله ولایخافون لومة لائم ذلك فضل الله یوتیه من یشاء والله واسع علیم (پ۶ المائدہ ۵۴)

(ترجمہ) اے ایمان والو جو کوئی تم میں پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ عنقریب لاوے گا ایسی قوم کو کہ اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں نرم دل ہیں مسلمانوں پر زبردست ہیں کافروں پر لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے۔ یہ

فضل ہے اللہ کا۔ دے گا جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے خبر دار۔

حضرت امام حسن بصری کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق کی شان میں اتری ہے جب عرب لوگ مرتد ہو گئے تھے تو آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے انکے خلاف جہاد کیا اور آخر کار ان کو اسلام کی طرف لوٹا دیا

یونس بن بکیر قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ انہوں نے ہی مرتدین عرب سے قتال کیا تھا (صواعق محرقہ ص ۹ لابن حجر مکی۔ ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۷ ۵)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۷۶ھ) اس آیت پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے غزوہ بدر و حدیبیہ کے بعد مرتدین کے خلاف قتال ہی کا مرتبہ ہے اور یہ قتال بھی ان مشاہد عظیمہ کا ایک نمونہ تھا (ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۱۴۱)

مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ لکھتے ہیں

یہ ان لوگوں کے ایمان واخلاص کی خبر دی گئی ہے جو حضرت ابو بکر صدیق کے حکم سے منکرین ختم نبوت اور منکرین زکوۃ کے خلاف نکلے یہ خدا کی طرف سے ان قربانیوں کی قبولیت کا اعلان ہے جو حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت میں دی گئیں یہ خلافت راشدہ کے صادق ہونے کی آسمانی شہادت ہے جسے کوئی خوش نصیب رد نہ کر سکے گا یہ فتنہ ارتداد سے پہلے کی ایک پیشگوئی ہے (خلفائے راشدین ج ۲ ص ۲۰۲)

☆...... حضرت صدیق اکبرؓ کو صحابہ کرام کا خراج تحسین

حضرت صدیق اکبرؓ نے مسئلہ کی نزاکت کو شروع دن سے بھانپ لیا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ

اپنے موقف پر پوری طرح ڈٹے رہے کسی کمزوری کا مظاہرہ نہ کیا تا آنکہ دوسرے صحابہ بھی آپ کے ساتھ ہو گئے آپ کی اس جرات وہمت اور استقلال واستقامت اور ایمانی فراست پر سب صحابہ کرام نے آپ کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا ہے حضرت عمر فاروق جیسی عبقری شخصیت جنہیں پہلے مرحلے میں کچھ تامل تھا انہوں نے بھی اعتراف کیا کہ حضرت ابوبکر کا موقف بالکل حق تھا آپ کھل کر کہتے ہیں کہ

فواللہ ماھو الا ان رایت ان قد شرح اللہ صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ الحق (صحیح بخاری ج ۲ص ۱۰۲۳ و ج ۱ص ص ۱۸۸۔ صحیح مسلم ج ۱ص ۳۷)

خدا کی قسم میں سمجھ گیا کہ ان سے جنگ کرنے کے معاملہ میں ابوبکر کو پورا پورا شرح صدر حاصل تھا بالآخر مجھے بھی یقین ہو گیا کہ حق بات یہی ہے (جو ابوبکر صدیق کہتے ہیں)

حضرت عمر فاورق اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

حضرت ابوبکر صدیق میری عمر کی تمام عبادت لے لیں اور مجھے صرف اپنی ایک رات اور ایک دن کی عبادت دے دیں (تو بھی مجھے منظور ہے) رات غار ثور کی ...... اور دن فتنہ ارتداد والا (تفہیم المسلم ص ۱۶۸)

حضرت رجاء عطاردی کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا تو میں نے لوگوں کا ایک ہجوم دیکھا قریب جانے پر دیکھا کہ ایک آدمی ایک دوسرے آدمی کے سر کو بوسہ دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں آپ پر قربان اگر آپ نہ ہوتے تو ہم تباہ ہو گئے ہوتے۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ بتائیے یہ بوسہ دینے والا کون ہے اور کسے بوسہ دے رہا ہے۔ اس نے بتایا کہ بوسہ دینے والے بزرگ حضرت عمر ہیں اور جس کے سر پر بوسہ دیا گیا وہ حضرت ابوبکر ہیں کہ یہ آپ ہی تھے جنہوں نے مانعین زکوۃ کے خلاف سخت قدم اٹھایا یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر آپ کے پاس آئے (صفوۃ الصفوۃ ج اص ۱۳۰)

علامہ جار اللہ زمخشری لکھتے ہیں کہ جس دن حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انتقال ہوا حضرت علی مرتضیٰؓ تشریف لائے اور آپ کے جسد مبارک کے قریب کھڑے ہو کر اپنے جذبات و تاثرات پیش فرمائے ان میں یہ بھی فرمایا۔

وآخر حين ضعفوا ...... كنت كالجبل لاتحركه العواصف ولاتزيل القواصف (الفائق ج ا ص ص ۲۸۴۔ رحماء بینھم ج ا ص ۳۳۳)

اور آخر دور میں بھی آپ (پیش قدم) رہے جبکہ لوگ ضعیف اور بزدل ہو رہے تھے آپ دین کے معاملات میں اس پہاڑ کی طرح مضبوط رہے جس کو سخت تر ہوائیں ہلا نہ سکیں اور توڑ ڈالنے والی آندھیاں اپنی جگہ سے زائل نہ کر سکیں (یعنی وصال نبوی کے بعد آپ فتنہ ارتداد کے موقع پر پوری طرح ثابت قدم رہے تھے)

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں۔

كرهناذالك فى الابتداء ثم حمدناه عليه فى الانتهاء (اخرجه البغوى ...... ازالۃ الخفاء ج ا ص ۱۳۹)

ہم شروع میں مانعین زکوۃ سے قتال پسند نہیں کرتے تھے (لیکن جب حقیقت حال کھلی تو) ہم آخر کار اس معاملہ میں ابو بکر صدیق کے شکر گذار ہوئے

آپ نے یہ بھی فرمایا

لقد قمنا بعد رسول الله ﷺ مقاما كدنا نهلك فيه لولا ان الله من علينا بابى بكر (تاریخ کامل دوم ص ۱۳۰)

ہم حضور ﷺ کے بعد اس مقام پر آگئے کہ اگر اللہ ہم پر حضرت ابو بکر کے ذریعہ احسان نہ فرماتے تو ہم ہلاک ہو گئے ہوتے۔

آپ نے فرمایا

لولا مافعل ابوبکر لألحد الناس فی الزکاۃ الی یوم القیامة (ریاض النضرۃ ج۱ص۱۴۸)

اور ابو بکر اس وقت جرات سے کام نہ لیتے تو لوگ ہمیشہ کے لئے زکوۃ ادا کرنے میں لیت و لعل سے کام لیتے اور کج روی پر اتر آتے

حضرت ابو ہریرہؓ ارشاد فرماتے ہیں

فراینا ذلك رشدا (مسند احمد ج۲ص۴۲۳)

جب ہم پر حقیقت کھلی تو ہم نے آپ کی رائے کو درست ہی پایا

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا

قام فی الردۃ مقام الانبیاء (تفہیم المسلم ج۱ص۱۶۸۔ تحفہ اہل سنت ص۹)

فتنہ ارتداد کی سر کوبی کیلئے حضرت ابو بکر صدیق نے وہ کارنامہ انجام دیا جو اس ثابت قدمی سے اللہ کے پیغمبر ہی دے سکتے رہے

حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ بھی فرمایا

والذی لااله الا هو لولا ابوبکر استخلف ماعبدالله (تاریخ الخلفاء ص۵۰)

اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر حضور ﷺ کے بعد ابو بکر خلیفہ نہ بنتے تو اللہ کی عبادت ہی نہ ہوتی

یعنی منافقین و مرتدین اسلام کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیتے یہ آپ کی ذات تھی جس نے اسلام کے گرد مضبوط حصار باندھا اور اس کی حفاظت کا فریضہ سر انجام دیا۔

حضرت امام بخاری کے شیخ حضرت ابو بکر عیاشؒ بھی یہی بات فرماتے ہیں

سمعت ابا حصین یقول ماولد بعد النبیین افضل من ابی بکر قام مقام نبی من الانبیاء فی قتال اهل الردۃ ......اخرجه البغوی (ازالۃ الخفاء ج۱ص۱۳۹)

میں نے حضرت ابو حصین کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ انبیاء کرام کے بعد کوئی شخص بھی حضرت ابو بکر صدیق سے افضل پیدا نہیں ہوا مرتدین سے قتال میں آپ نے وہ کام کیا ہے جو ایک نبی کرتا ہے

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) اس پر لکھتے ہیں

ایں اشارہ است بہ تحصل داعیہ الٰہیہ کہ درنفس نفیس او رضی اللہ عنہ مرتسم شد وازآنجا اہتمام بامر جہاد درخاطر مسلمانان مرسوم گشت (ایضاص ۱۳۹)

ابو حصین کا یہ قول اس ارادہ الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے جو صدیق اکبر کے نفس میں نقش ہو گیا تھا اور انہیں کے دل سے تمام مسلمانوں کے دل میں ارادہ جہاد پیدا ہوا

حضرت عبدالرحمٰن بن اسلم اس واقعہ پر حضرت ابو بکر صدیق کی فراست کو اس طرح خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ

(صدیق اکبر) کیا ہی اچھے کامل فقیہ تھے (تفسیر مواہب الرحمٰن پ ۲ ص ۷۸)

حاصل یہ کہ فتنہ ارتداد میں گو کچھ وقت ضرور صرف ہوا مگر حضرت ابو بکر صدیق کی استقامت اور آپ کی عزیمت نے انہی دنوں یہ مسئلہ ہمیشہ کیلئے ختم فرمادیا حالات کی نزاکت اپنی جگہ سہی مگر آپ اس معاملے میں کسی لچک کے لئے تیار نہ ہوئے اس مسئلہ پر کئی نئے اور نازک موڑ بھی آئے مگر وہ آپ کے پائے استقلال کو ہلا نہ سکے آپ نے ہر صورت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اگر آپ اس راہ میں عزیمت نہ دکھاتے اور استقامت کا مظاہرہ نہ فرماتے تو معلوم نہیں حالات کیا رخ اختیار کر جاتے یہ آپ ہی کی ذات تھی جس نے اسلام کی کشتی کی حفاظت فرمائی اور اسے بحفاظت ساحل مراد تک لے آئے امت مسلمہ آپ کے اس احسان کو کبھی نہیں بھول سکتی ۔

ترویج دین پاک میں سبقت وہ لے گیا　یکجا تھے اس میں نور یقین جوہر خرد

حکمت سے ارتداد کا فتنہ کیا فرو   ہر کذب اسکے نور یقین سے ہے مسترد

فجزاه الله تعالى عنا وعن سائر المسلمين احسن الجزاء

☆......ایک سوال اور اسکا جواب

سوال...... حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز ادا کریں اور زکوۃ دیں جب وہ لوگ یہ کرنے لگیں تو انہوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے بچالیا مگر اسلام کے حق سے۔ اور ان (کی دل کی باتوں) کا حساب اللہ پر ہے (صحیح بخاری)
اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جو شخص بھی شہادتین کا انکار کرے اسی طرح نماز اور زکوۃ کا منکر ہو اس سے لڑنا جائز ہے حضرت صدیق اکبر سے جب یہ کہا گیا کہ یہ لوگ کلمہ گو اور اہل قبلہ ہیں آپ ان سے نہ لڑیں تو آپ نے جواب میں اس حدیث سے استدلال کرنے کے بجائے یہ کیوں کہا کہ میں اس سے لڑوں گا جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرتا ہے حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس سے کام لینے کی کیا ضرورت تھی

﴿الجواب﴾...... حضور کی یہ حدیث اس وقت سب صحابہ کو پہنچ چکی تھی یا نہیں؟ اس کا علم نہیں تاہم اگر آپ اس حدیث سے استدلال کرتے تو یہ ایک جزئی استدلال ہوتا آپ نے اس موقعہ پر بطور مجتہد کے ایک امر کلی سے تمسک کیا کہ مسلمان پر اللہ کیلئے حق بدن اور حق مال دونوں قائم ہیں یہ شریعت محمدی کی اساس ہے ہمیں حق جان اور حق مال دونوں باب میں اس شریعت کو سنبھالنا ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے اس اصل کلی سے استدلال کرتے ہوئے اپنی

مجتہدانہ ذمہ داری پوری کی اور اس پر توجہ دلائی کہ نص کے ہوتے ہوئے بھی اس کے حق میں اجتہاد ہو سکتا ہے۔ ہاں وہ قیاس منع ہے جو نص کے مقابلہ پر ہو نہ کہ وہ جو اسکی تائید میں چلے۔

پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر نے مجتہدانہ استدلال فرمایا تو اس وقت کسی ایک صحابی نے بھی یہ نہیں کہا کہ آپ قیاس سے کیوں کام لیتے ہیں آپ حضور کی حدیث کیوں نہیں سنا دیتے تاکہ کسی کو یہ کہنے کی ضرورت باقی نہ رہے کہ آپ نے حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس سے کام لیا ہے۔ اور نہ کسی صحابی نے اپنی جانب سے یہ حدیث آپ کی تائید میں بطور استدلال پیش کر دی ہو۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اجتہاد کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور سب صحابہ آپ کی اس شان اجتہاد کے قائل تھے اور سب کو معلوم تھا آپ کس قدر علمی شان کے حامل ہیں محدثین نے آپ کے اس واقعہ سے بتایا ہے کہ آپ کس قدر علمی شان لئے ہوئے تھے شارح مسلم حضرت امام نووی (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں

> ہمارے اصحاب نے حضرت ابو بکر صدیق کی علمی عظمت کا اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو صحیحین میں ہے کہ میں خود اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوۃ میں تفریق کرے گا (صواعق محرقہ ص ۷۷ بحوالہ تہذیب الاسماء)

حضرت امام سیوطی (۹۱۱ھ) بھی لکھتے ہیں

> صحیحین کی اس حدیث سے آپ کی علمی عظمت پر استدلال کیا گیا ہے (تاریخ الخلفاء ص ۵۱)

یہ بات بھی ضرور پیش نظر رہنی چاہیئے کہ حضرت ابو بکر صدیق کا اپنے اجتہاد کی روشنی میں منکرین زکوۃ سے قتال کرنا بھی از روئے حدیث سنت ہی ہے آنحضرت ﷺ نے خلفائے راشدین کے قول و فعل کو بھی سنت فرمایا ہے اور صحابہ کرام نے بھی اسے اسی درجے میں سمجھا ہے اور اس کا احترام کیا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے دور میں ایک شرابی کو چالیس کوڑے مارے گئے حضرت ابو بکر صدیق کے دور میں بھی اسی کے مطابق عمل ہوا

کا دور آیا تو اس وقت شرابی کو اسی کوڑے کی سزا دی گئی۔ حضرت عمر فاروق کے اس فیصلہ کی حیثیت کیا ہے؟ اسے حضرت علی مرتضیٰ کی زبانی سنیں آپ فرماتے ہیں

جلد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعین وابوبکر اربعین وعمر ثمانین وکل سنة (صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۲ مسند احمد ج ۱ ص ۸۲)

حضرت علی مرتضیٰ اس فیصلہ کو بھی سنت کا نام دے رہے ہیں۔ حضرت امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان کا بھی ذکر کیا ہے

ثم اتمها عثمان ثمانین وکل سنة (معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۸۱)

پھر حضرت عثمان نے بھی اسی کوڑے کی سزا دی اور یہ سب سنت ہی ہیں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی ان تینوں بزرگوں کے اعمال کو سنت کہا ہے (دیکھئے مسند ابی عوانہ ج ۲ ص ۳۳۵ باب سنة النبی علیه السلام والخلفاء الراشدین)

محدث شہیر حضرت ملا علی القاری (۱۰۱۴ھ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

خلفائے راشدین کی جانب سنت کی نسبت یا تو اسلئے ہوئی ہے کہ انہوں نے خود آپ کی سنتوں پر عمل کیا ہے یا اسلئے کہ انہوں نے خود (قیاس واجتہاد و) استنباط سے کام لے کر اسے اپنایا ہے (بایں طور یہ سنت ٹھہری) (مرقات شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۲۴۲)

علامہ حافظ ابن رجب حنبلی نے جامع العلوم والحکم (ص ۱۹۱) میں اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات شرح مشکوۃ میں بھی اس جانب توجہ دلائی ہے کہ خلفائے راشدین اگر کسی عمل کو اجتہاد کی راہ سے اپنائیں تو وہ بھی سنت ہی کے حکم میں ہے انکے ان کاموں پر بدعت کا لیبل نہیں لگایا جا سکتا اب جو لوگ ان کے اجتہاد کی راہ سے کیے ہوئے افعال پر بدعت کا فتویٰ لگائیں وہ

راہ راست سے ہٹے ہوئے لوگ ہیں اہل سنت میں سے نہیں۔
حکیم الامت حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حضرت عرباض بن ساریہ سے مروی مشہور حدیث (جس میں فعليكم بماعرفتم من سنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين ارشاد فرمایا ہے) پر جو سرخی جمائی ہے وہ قابل دید ہے آپ لکھتے ہیں

اما وجوب اتباع سنن الخلفاء الراشدين (ازالۃ الخفاء ج ا ص ۳۴۴)

خلفائے راشدین کی سنتوں کا واجب الاتباع ہونا

پھر آپ نے اس سے اگلا باب یہ باندھا ہے

اما تصويب رأى الشيخين وان رأيهما حجة والاشارة الى خلافتهما (ایضا ص ۳۴۶)

حضرات شیخین کی رائے کا درست ہونا اور یہ کہ انکی رائے حجت ہے اور انکی خلافت کی جانب اشارہ

حضرت حکیم الامت قدس سرہ ایک اور بحث میں خلفائے راشدین کے قول کے حجت ہونے پر لکھتے ہیں

واما آنکہ قول خلیفہ حجت است چوں آں را امضا کنند و آں قول ممکن شود در مسلمین وآں بالاتر از قیاس است وایں خصلت ثابت است دریں بزرگواراں پس ثابت است بطریق بسیار قال اللہ تعالی...... (ایضا ص ۴۳۰)

خلفاء کرام کے قول کا حجت ہونا کہ جب خلفاء کوئی حکم نافذ کریں اور وہ مسلمانوں میں نافذ ہو جائے تو وہ حکم قیاس سے بالاتر ہے اسکا ثبوت بھی ان بزرگوں کیلئے باسانید بسیار ثابت ہے

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ خلفاء راشدین کے اقوال کو حجت مانتے تھے اور ان بزرگوں کے

طریقوں کو پوری عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔
اس تفصیل سے مقصود یہ بتانا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مانعین زکوۃ سے قتال کیلئے اگر اجتہاد وقیاس سے کام لیا ہے تو بھی یہ کسی طرح لائق اعتراض نہیں ہو سکتا۔

﴿ جواب دوم ﴾ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے یہ حدیث سنی ہو اور آپ کو یاد بھی ہو مگر اس نازک موڑ پر یہ حدیث آپ کو مستحضر نہ رہی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر صحابہ بالخصوص حضرت صدیق اکبر جس شدت غم میں تھے وہ اہل خبر سے مخفی نہیں حضرت عمر فاروق جیسی شخصیت کو بھی آیت کریمہ ﴿ ومامحمد الا رسول ﴾ مستحضر نہ رہی تھی اور آپ شدت غم میں یہ کہہ رہے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں گا جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ آیت پڑھی تو سب کو ایسا معلوم ہوا کہ یہ آیت گویا ابھی اتری ہے حبر الامت حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ

والله لوكان الناس لم يعلموا ان الله عزوجل انزل هذه الاية حتى تلاها ابوبكر (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۹)

جس طرح یہ آیت اس وقت سب کو مستحضر نہ رہی اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق کو بھی یہ حدیث مستحضر نہ رہی ہو اور اس طرح ہونا کوئی قابل تعجب بات نہیں ہے شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) اور بدر الاسلام حضرت علامہ بدر الدین عینی (۸۵۵ھ) اس پر لکھتے ہیں

وفي القصة دليل على ان السنة قد تخفى على بعض اكابر الصحابة ويطلع عليها احادهم (فتح الباری ج ۱ ص ۱۳۹ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۸۳)

اس قصہ میں دلیل ہے اس بات پر کہ بسا اوقات صحابہ پر کوئی سنت چھپی رہ جاتی ہے اور اس پر ان میں سے کوئی دوسرا مطلع ہو جاتا ہے

سو حضرت ابو بکر صدیق نے اجتہاد سے کام لیا اور سب صحابہ نے اس کی تائید کی۔

﴿ جواب سوم ﴾ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے استدلال میں یہ حدیث پیش کی تھی راوی نے اس جگہ اختصار سے کام لیا ہے حضرت امام بیہقیؒ نے اس کا ذکر کیا ہے نیز امام نسائی نے بھی اپنی سنن میں اسے نقل کیا ہے (دیکھئے سنن نسائی ج ۲ ص ۱۶۰) اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے نہ صرف یہ کہ اجتہاد فرمایا بلکہ اپنے موقف پر یہ حدیث بھی آپ کے سامنے تھی

حاصل یہ کہ تاریخ اسلام کے اس اہم اور نازک لمحات میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جس ہمت وجرات اور استقامت واستقلال کا مظاہرہ فرمایا اور ہر باطل کے قدم اکھاڑے یہ آپ ہی کا کام تھا آپ کے عزم وہمت نے صحابہ کرام کو سہارا دیا اور پھر وہ بھی آپ کے شانہ بشانہ چلے اور خدا کے دین کی حفاظت میں اپنا سب کچھ قربان کردیا۔

☆...... قادیانیوں کے گمراہ کن اعتراضات اور انکے جوابات...... ☆

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے تاریخ ساز فیصلہ اور علماء اسلام کی تحریرات سے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے مانعین زکوۃ کے خلاف قتال انکے ارتداد کی بناء پر کیا تھا حالانکہ وہ توحید ورسالت کے منکر نہ تھے اور نہ نماز روزہ کا وہ انکار کررہے تھے اور نہ ہی وہ اسلام کو چھوڑ کر کافروں سے جا ملے تھے ہاں زکوۃ کا انکار کرتے تھے اور اسکی تاویل کر کے زکوۃ کی فرضیت کے منکر ہو گئے تھے اس پر حضرت ابو بکر صدیق نے ان سے جنگ کا فیصلہ کیا اور صحابہ نے اجماعا اسکی تائید کی اور بتایا کہ دین کے کسی ایک رکن کا انکار کفر ہے اور اگر وہ دعوی اسلام رکھتا ہو تو پھر اس پر حکم ارتداد لگایا جائے گا۔

☆...... قادیانی استدلال۔

قادیانیوں کا کہنا ہے کہ مرتدوہ ہے جو کافروں سے جا ملے اور جو شخص ایسا نہیں کرتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس پر ارتداد کا حکم نہیں لگ سکتا قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور کبھی نہیں کہتے کہ ہم مسلمانوں سے جدا ہیں اسلئے ان پر ارتداد کا حکم غلط ہے

☆...... ﴿ الجواب ﴾

قادیانیوں کا یہ کہنا جھوٹ ہے کہ ہم مسلمانوں سے جدا نہیں ہیں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کو مسلمانوں سے جدا کہا ہے وہ کھلے عام کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے عقائد اور ہیں ہمارے اور ہیں۔ وہ دعوی کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے اعمال اور ہیں ہمارے اور ہیں مرزا طاہر کے باپ مرزا بشیر الدین نے اپنی جماعت پر واضح کر دیا تھا کہ ہمارا مسلمانوں سے اختلاف فروع کا نہیں اصول کا ہے ظاہر ہے کہ اصولی اختلاف کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمان اور قادیانی ایک ہیں۔ مرزا غلام احمد کے قریبی ساتھی اور اسکے پہلے جانشین حکیم نور الدین کا بیان ملاحظہ کیجئے۔

میں تو اپنے اور غیر احمدیوں (یعنی مسلمانوں) کے درمیان اصولی فرق سمجھتا ہوں...... کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے ہمارے مخالف مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں اب بتاؤ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا (اخبار الحکم ج ۱۵ نمبر ۷۔۸ بابت ۱۹۱۱ء)

حکیم نور الدین کے اس بیان میں یہ واضح ہے کہ مسلمانوں کا قادیانیوں کے ساتھ اختلاف اصول میں ہے فروع میں نہیں ظاہر ہے کہ اب اختلاف معمولی نہ ہو گا لیجئے مرزا بشیر الدین کا بیان دیکھئے جس میں یہ اختلاف اور کھل کر بتادیا گیا ہے اور اسے مرزا غلام احمد کا بیان بھی کہا گیا ہے مرزا طاہر کے باپ مرزا بشیر الدین کہتا ہے۔

مسیح موعود (یعنی مرزا غلام احمد) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج

رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے آپ نے کہا اللہ تعالی کی ذات رسول کریم قرآن نماز روزہ حج زکوۃ غرضیکہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان (مسلمانوں) سے اختلاف ہے (الفضل قادیان ج ۱۹ نمبر ۱۳۔ مؤرخہ ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء)

اب آپ ہی بتائیں کیا مسلمان اور قادیانیوں کا اختلاف فروع کا ہے یا اصول کا۔ اور ان بیانات کی روشنی میں کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمان اور قادیانی ایک ہیں؟

مرزا غلام احمد قادیانی نے ضروریات دین کا کھلے عام انکار کیا اسکے پیروکار اسے خدا کا نبی اور رسول مانتے ہیں مرزا غلام احمد نے جن عقائد کی دعوت دی ہے اسے یہ لوگ دل سے سچا مانتے ہیں ان میں اسکا نبی رسول ہونا بلکہ افضل الانبیاء ہونا بھی ہے مرزا غلام احمد نے حضرت عیسی علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی شان میں جو گستاخانہ زبان کھولی ہے اسے اسلام کسی صورت برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں مگر اسکے پیروکار نہ صرف یہ کہ اس پر ایمان لاتے ہیں بلکہ اس گستاخانہ لہجے کو خدائی وحی بھی بتاتے ہیں قرآن کریم کی لفظی و معنوی تحریف مرزا غلام احمد کو مسلمانوں سے جدا کر دیتی ہے اب آپ ہی بتائیں کہ قادیانیوں کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے کہ ہم مسلمانوں سے جدا نہیں۔ اب اگر یہ لوگ پہلے اسی اسلام پر تھے جو سب مسلمانوں کا ہے اور پھر انہوں نے مرزا غلام احمد کی ان کفریات کو مانا ہے تو انکے مرتد ہونے میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے؟ بیشک وہ کلمہ اسلام پڑھیں اور نماز روزہ کریں لیکن اسلام کے ایک رکن کا انکار اور اس میں کھلی تحریف و تاویل انہیں دائرہ اسلام سے خارج کرنے اور وادی ارتداد میں گرانے کیلئے کافی ہے

مسیلمہ کذاب اور اسکے پیروکار بھی توحید و رسالت کے منکر نہ تھے وہ صرف نبوت میں مسیلمہ کو شریک مانتے تھے مگر حضور ﷺ نے انہیں اسلام سے باہر قرار دیا صحابہ کرام نے انہیں اہل الردۃ میں سے سمجھا اور ان کے خلاف کاروائی کی۔ مرزا غلام احمد اور اسکے پیروکار بھی ضروریات دین

کے منکر ہیں اور اپنے آپ کو مسلمانوں سے جدا کہتے ہیں پھر وہ کیوں مرتد نہ سمجھے جائیں؟ کوئی وجہ نہیں کہ ایک فریق کو ان کے عقائد کی و□ سے اہل الردۃ کہا جائے اور دوسرا فریق ٹھیک بلکہ اس سے زیادہ ہی غلط عقائد و نظریات کا حامل ہو اور انہیں اہل اسلام میں مانا جائے۔

پیش نظر رہے کہ قادیانیوں نے ارتداد کے بارے میں یہاں جو بات کی ہے یہ صرف ان کی ایک حیلہ سازی ہے مسئلہ نہیں...... اگر یہ بات بطور مسئلہ کے ہے تو اسکی اصل قرآن کریم سے یا سنت متواترہ سے یا فقہاء صحابہ سے اس طرح سامنے لائی جائے کہ اسکی دلالت قطعی ہو اور پھر اس کا ثبوت محدثین کے ہاں یقینی طور پر ثابت ہو اگر قادیانی علماء کے پاس ایک بھی ایسی کوئی دلیل نہیں تو یقین کیجئے کہ یہ مسئلہ نہیں بلکہ حیلہ ہے۔ اگر یہ شریعت کا کوئی مسئلہ ہوتا تو اس پر یہ ضرور کوئی دلیل پیش کرتے۔

اگر مرتد کیلئے کھلم کھلا ملت کا بدلنا ضروری ہو تو پھر اسلام میں کفر انکار اور کفر الحاد کی تقسیم نہ ہوتی حالانکہ قرآن نے کفر الحاد کے مجرمین کو باقاعدہ ننگا کیا ہے اور انہیں جہنم کا مستحق گردانا ہے

پھر قادیانی علماء کو یہ بھی بتلانا پڑے گا کہ جو لوگ پہلے قادیانی گروہ میں داخل رہے اور پھر وہاں سے وہ نکل آئے جیسے ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی یا علامہ سر محمد اقبال کے والد شیخ نور محمد صاحب وغیرہم انکے متعلق یہ لوگ کیوں کہتے ہیں کہ یہ اسلام سے نکل گئے ہیں کیا قادیانیوں نے ان پر حکم ارتداد نہیں جاری کیا؟ کیا انہوں نے تبدیل ملت کا اعلان کیا تھا اور وہ ہندوؤں یا یہود و نصاری کے پاس جا ملے تھے؟

کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ قادیانیوں پر الزام ہے۔ نہیں۔ علامہ اقبال مرحوم کے والد نور محمد صاحب نے جب قادیانیت سے توبہ کرلی تو اس وقت مرزا غلام احمد کا جوش غضب دیکھئے اس نے لکھا کہ

شیخ نور محمد کو کہہ دیویں کہ وہ جماعت (قادیانی) سے ہی الگ نہیں بلکہ اسلام سے بھی الگ

ہیں (سیرۃ المھدی حصہ سوم ص ۲۴۹)

ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی بھی قادیانیوں کے ہاں بڑے اہم رکن تھے جب انہوں نے بھی قادیانیت سے توبہ کی تو مرزا غلام احمد نے کہا

ایک شخص (عبدالحکیم) ہے جو بیس برس تک میرا مرید رہا اور ہر طرح سے میری تائید کرتا رہا ہے اب مرتد ہو کر اس نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام اس نے میری طرف منسوب کر کے کانا دجال رکھا ہے (ملفوظات مرزا غلام احمد ج ۱۰ ص ۵۹)

مرزا طاہر کے باپ مرزا بشیر الدین کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد ہے اس نے لکھا

حضرت خلیفہ اول (نور الدین) کے متعلق مجھے یاد ہے کہ وہ عبدالحکیم مرتد پٹیالوی سے جب وہ احمدی تھا بہت محبت کیا کرتے تھے (تفسیر کبیر از مرزا بشیر الدین ج ۷ ص ۵۰۷)

اب یہ بات قادیانی علماء کے سوچنے کی ہے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم نے صرف قادیانیت سے توبہ کی اور شیخ نور محمد بھی قادیانی گروہ سے الگ ہوئے تھے اب وہ کیسے اسلام سے الگ ہو گئے اور ان پر ارتداد کا فتوی کس نے لگایا گیا اور کیوں کر لگایا؟

☆......قادیانیوں کا دوسرا اعتراض

کسی کو اہل قبلہ کی تکفیر کا حق نہیں وہ مسلمان ہیں قادیانی سربراہ مرزا طاہر نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ حضور کے ارشاد کے مطابق مسلمان وہ ہے جو ہماری طرح نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے (جنگ لندن)

پھر قادیانیوں کی ایک پریس کانفرنس میں بھی یہی بات دہرائی گئی کہ

حضور اکرم نے مسلمانوں کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ وہ قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھے اور حلال

کھائے تو اس تعریف کو چھوڑ کر ہم اسمبلی کی تعریف کو کس طرح مان سکتے ہیں (جنگ لندن ۳۱ جولائی ۱۹۸۶ء)

☆..... ﴿ الجواب ﴾

مرزا طاہر بتائیں کہ کیا واقعی وہ اس موقف کے حامی ہیں اگر ہیں تو انہیں بتانا پڑے گا کہ کیا شیخ نور محمد کی نماز الگ تھی ؟ کیا انکا قبلہ کہیں اور تھا ؟ کیا ڈاکٹر اقبال کے والد حلال ذبیحہ نہیں کھاتے تھے ؟ اگر شیخ نور محمد اور ڈاکٹر عبدالحکیم مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتے تھے خانہ کعبہ کی رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتے تھے تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی نے انہیں اسلام سے الگ کیوں قرار دیا کیوں ان پر حکم ارتداد جاری کیا اور مرزا بشیر الدین نے ان کو کیوں مرتد کہا؟

آیئے ہم اہل قبلہ کی اصطلاح پر بھی ایک نظر دوڑائیں اور معلوم کریں کہ اسکا معنی کیا ہے

علماء اسلام بارہا اسکی وضاحت کر چکے ہیں کہ اصطلاح میں اہل قبلہ کا مطلب اہل ایمان ہیں اور اہل ایمان وہ ہیں جو تمام قطعیات اسلام اور ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہوں اور اس میں کسی قسم کی تاویل وانکار نہ کرتے ہو حضرت علامہ ملا علی القاری لکھتے ہیں

اعلم ان المراد من اهل القبلة الذين اتفقوا على ماهو من ضروريات الدين (شرح فقہ اکبر ص ۲۳۰)

اہل قبلہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہوں

علامہ ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں

اهل القبلة فى اصطلاح المتكلمين من يصدق بضروريات الدين اى الامور التى علم ثبوتها فى الشرع واشتهر فمن انكر شئيا .... لم يكنْ من اهل القبلة ولو كان مجاهدا بالطاعات (الفصل ج ۴ ص ۵۷۴)

(ترجمہ) متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین کی تصدیق کریں یعنی وہ تمام امور جنکا شریعت میں ثبوت اس طرح ہو کہ انہیں اسلام میں شہرت کا درجہ حاصل ہو پس جو شخص ان میں سے کسی کا انکار کرے .... تو وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے خواہ وہ عبادت وطاعات میں سب سے زیادہ مجاہدہ کیوں نہ کرتا ہو۔

عمدۃ المحدثین حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ فقہاء سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے اس کی تکفیر کی جائے وہ اہل قبلہ میں شمار نہیں کیا جائے گا

فمن انکر ضروریات الدین لم یعد من اهل القبلة ویکفر

(اکفار الملحدین ص ۱۱۲)

آپ اس سے پہلے یہ بات اس طرح لکھ آئے ہیں

فمن جحد شیئا واحدا من الضروریات-فقد آمن ببعض الکتاب وکفر ببعضه وهو من الکافرین وان رکض الی بلاد الصین واوربا لنشر مازعمه دینا وراه الجاهلون خدمة للاسلام ...... وهذا الذی هو الذی دار بین الشیخین ابی بکر وعمر فقاتل ابوبکر من فرق بین الصلاة والزکوة یرید انه لیس مؤمنا من لم یؤمن بالکل فشرح الله له صدر عمر ایضا فرآی مارآه ابوبکر (اکفار الملحدین ص ۴)

جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کرتا ہے وہ کافر ہے اور ان لوگوں میں سے ہے جو کتاب اللہ کے کسی حکم کو مانتے ہیں اور کسی حکم کا انکار کرتے ہیں ظاہر ہے کہ اس قسم کے لوگ کافر ہی ہیں اگرچہ یہ لوگ اپنے ایمان دینداری

اور اسلامی خدمت کا ڈھنڈورا پیٹتے پیٹتے مشرق و مغرب کے قلابے ملادیں اور یورپ وایشیاء کو ہلادیں ...... یہی وہ نکتہ ہے جس پر آغاز عہد خلافت میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہوا چنانچہ حضرت ابوبکر نے ہر اس شخص سے جنگ کرنے کا اعلان کردیا جو نماز اور زکوۃ میں تفریق کرتا ہے حضرت ابوبکر کا مقصد یہی تھا کہ جو شخص طورے دین کو ماننے کے لئے تیار نہیں وہ مؤمن نہیں آخر کار اللہ تعالی نے حضرت عمر کو بھی شرح صدر عطا فرمادیا اور یہ حقیقت ان کی سمجھ میں آگئی اور حضرت ابوبکر کی رائے سے متفق ہو گئے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو شخص تمام ضروریات دین کی تصدیق کرے وہ اہل قبلہ کہلانے کا مستحق ہوگا یہ نہیں کہ جو شخص قبلہ رخ ہوکر نماز ادا کرے ذبیحہ مسلم کھالے اور وہ قطعیات اسلام کا منکر ہو تو اسے بھی کافر نہ کہا جائے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں وہ قطعیات اسلام کو ایک کھیل سمجھتے ہیں کہ جس طرح چاہے اسکے ساتھ کھیلا جائے آپ ہی بتائیں قادیانیوں کی مراد قبول کرلی جائے تو ایمان و کفر اور اسلام والحاد میں کیا امتیاز رہ جائے گا؟

جن لوگوں نے اہل قبلہ کی تکفیر سے منع کیا ہے وہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی مومن گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرلے تو اسے اہل قبلہ میں سے خارج نہ قرار دیا جائے گا یعنی ارتکاب کبیرہ سے مومن کافر نہیں ہوتا ہاں ضروریات دین میں سے کسی ایک جزء کا انکار کفر ہے اس کفر کے ہوتے ہوئے اب اسکی نماز کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ ایمان کا مدار ضروریات دین کی تصدیق پر ہے صرف استقبال قبلہ ذبیحہ مسلم اور اقامت صلوۃ پر نہیں۔ سنن ابو داؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ولاتکفرہ بذنب (سنن ابی داؤد کتاب الجھاد) کہ اہل قبلہ کو کسی گناہ کبیرہ کی و□ سے کافر نہ کہا جائے گا اگر وہ کوئی ایسا قول و فعل اپنالے جو ضروریات دین سے ٹکراتا ہے تو اب اس پر حکم کفر لگایا جائے گا یہ حکم محض ارتکاب کبائر سے نہیں لگتا۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ حافظ ابن تیمیہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

وقد اتفق الصحابة والائمة بعدهم على قتال مانعى الزكوة وان كانوا يصلون الخمس ويصومون شهر رمضان وهولاء لم يكن لهم شبهة سائغة فلهذا كانوا مرتدين وهم يقاتلون على منعها وان اقروا بالوجوب لما امر الله (فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۸۵ ماخوذ از اکفار الملحدین ص ۱۱۴)

تمام صحابہ اور ان کے بعد کے ائمہ کرام منکرینِ زکوۃ سے جنگ کرنے پر متفق تھے اگرچہ وہ پنجگانہ نماز بھی پڑھتے تھے رمضان کے روزے بھی رکھتے تھے مگر اس کے باوجود ان کا کوئی شبہ (یعنی تاویل) صحابہ کے نزدیک لائق قبول نہ تھا اسی لئے وہ مرتد تھے اور منع زکوۃ پر ان سے جنگ کی جاتی تھی اگرچہ وہ نفس زکوۃ کے وجوب کے اور جیسا کہ اللہ نے فرمایا اس کے فرض ہونے کے قائل تھے۔

اگر کوئی شخص استقبال قبلہ کرتا ہے ذبیحہ مسلم کھاتا ہے نماز بھی مسلمانوں جیسی پڑھتا ہے اور اسکے کسی قول وعمل سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی رکن کا منکر ہے تو اسے مسلمان سمجھا جائے گا اسکے ساتھ اہل اسلام والا معاملہ کیا جائے گا لیکن اگر ان اعمال کے ہوتے ہوئے اسکے کسی کفر کا پتہ چل جائے اور وہ خود بھی اس کو تسلیم کرے تو اب یہ کہنا کہ اسے مسلمان کہو کیونکہ وہ استقبال قبلہ کرتا ہے ذبیحہ مسلم کھاتا ہے اسلام پر ظلم ہے نحن نحكم بالظواهر کا یہی مطلب ہے یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ساتھ ملتے ہیں...... الا ان تروا كفرا بواحا (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۵ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵) یعنی جب تک تم اسکا کفر صریح نہ دیکھو وہاں تک اس پر حکم کفر نہ لگاؤ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) اور علامہ بدرالدین عینی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں

وفيه ان امر الناس محمولة على الظاهر فمن اظهر شعائر الدين اجريت عليه احكام اهله مالم يظهر منه خلاف ذلك (فتح الباری ج ۳ ص ۵۲ عمدۃ ج ۴ ص ۱۲۵)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کے ظاہری حالات پر معاملہ کیا جائے گا جو شخص دین کے شعائر کو ادا کرے اسکے ساتھ اہل دین کا سا معاملہ کیا جائے گا بشرطیکہ اس سے کوئی کام اسکے خلاف صادر نہ ہو

حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں

وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لايكفر مالم يوجد شئی من أمارات الكفر وعلاماته ولم يصدر عنه شئی من موجباته (شرح فقہ اکبر ص ۲۳۰)

یعنی اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کفر اور علامات کفر نہ پائی جاتی ہو اور نہ اس سے کوئی ایسی چیز صادر ہوئی ہو جو موجب کفر ہو

اس بیان کی روشنی میں جب ہم قادیانیوں کے عقائد و اعمال کا جائزہ لیتے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی اور انکے دوسرے زعماء کی کتابوں کا دیانت دارانہ مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس میں کفریہ عقائد کھلے کھلے نظر آتے ہیں اور وہ اتنے صریح اور واضح ہوتے ہیں کہ اسے کسی تاویل سے ختم بھی نہیں کیے جاسکتے۔ خدا کی ذات انبیاء کرام حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم اور دوسرے ضروریات دین سے کھلے عام کھلواڑ کیا گیا ہے اور پھر وہ خود بھی اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ اسلام اور قادیانیت کی راہیں جدا ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ صحیح اسلام پر ہیں تو قادیانی عقائد پر نہیں اگر وہ قادیانی عقائد پر ہیں تو پھر مسلمان نہیں اب آپ ہی بتائیں کہ انہیں پھر کس طرح اسلامی صف میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ یہ مرزا طاہر کا دھوکہ ہے جو وہ حدیث کے

نام پر عوام کو دے رہا ہے

ہمارا موقف اب بھی یہی ہے کہ ظاہر اعمال پر حکم لگایا جائے گا جب تک اسکے خلاف کوئی دلیل موجود نہ ہو اور ہمیں یہ کہنے میں ذرہ بھر تامل نہیں کہ قادیانیوں کے عقائد و اعمال کا اسلام سے کوئی لگا نہیں ہے اسلئے اب ظاہر اعمال کی رٹ لگانا سوائے دھوکہ کے اور کچھ نہیں ہے اور کفر صریح کو اسلام کا نام دینا اس سے بھی بڑا مذاق ہے اور اسلام اس مذاق کو برداشت نہیں کر سکتا۔

☆......قادیانیوں کا تیسرا اعتراض

قادیانی سربراہ مرزا طاہر کہتے ہیں کہ ایک صحابی نے جنگ کے دوران ایک ایسے آدمی کو قتل کر دیا جس نے عین قتل ہوتے وقت کلمہ پڑھ لیا تھا جب معاملہ حضور کی خدمت میں پیش ہوا تو حضور نے نہایت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ان صحابی سے کہا کہ کیا تم نے اسکا دل چیر کر دیکھا تھا پھر بار بار اس فقرے کو دہراتے رہے (جنگ لندن)

☆......﴿ الجواب ﴾

ہم یہاں پھر سے یہ سوال دہرانا چاہتے ہیں کہ جب مرزا غلام احمد نے علامہ اقبال مرحوم کے والد شیخ نور محمد کو اسلام سے خارج قرار دیا تھا تو کیا اس نے انکا دل چیر کر دیکھا تھا کہ وہ اسلام سے باہر ہو گیا ہے اور جب ڈاکٹر عبدالحکیم کو مرتد کہا جا رہا تھا تو کیا مرزا غلام احمد اور مرزا بشیر الدین نے اسکا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا کہ وہ مرتد ہو گیا ہے؟ جب وہ دونوں زبان سے کلمہ اسلام پڑھ رہے تھے تو مرزا غلام احمد نے ان دونوں کو کیوں دائرہ اسلام سے خارج بتایا اور ان کو مرتد کہا؟

قادیانیوں میں اگر کوئی پڑھا لکھا شخص موجود ہے تو وہ مرزا طاہر سے ہماری اس گذارش کا جواب حاصل کرے اور ہمیں بتائے کہ مرزا طاہر کا استدلال صحیح ہے یا اسکے باپ دادا کے فتاوی

درست تھے؟

حدیث شریف میں جس واقعہ کا ذکر ملتا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ مقتول نے عین حالت قتل میں کلمہ پڑھا اور صحابی کے ہاتھ میں اٹھی تلوار اسکا کام تمام کر گئی یہ صحیح ہے کہ صحابی کے ہاتھوں اسکی جان گئی لیکن یہ ہرگز صحیح نہیں کہ صحابی نے اس کو مسلمان جان کر پھر اسکا کام تمام کیا۔ صحابی کا گمان تھا کہ یہ شخص دل سے کلمہ اسلام نہیں پڑھ رہا ہے بلکہ اسکا مقصد اس وقت اپنی جان بچانا ہے اور اس نے صرف تلوار کے خوف سے کلمہ پڑھا ہے حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے

انما قالها خوفا من السلاح (صحیح مسلم ج ا ص ۶۸)

اس نے ہتھیار کے ڈر سے یہ کلمہ پڑھا

اس پر حضور نے فرمایا کہ کیا تو نے اسکا دل چیر کر دیکھا تھا کہ وہ دل سے قبول اسلام کر رہا ہے یا اسکا اسلام لانا ایک وقتی حیلہ ہے۔ یہ صحابی کا اجتہاد ہے اور حالات نے انہیں اسی گمان پر مجبور کیا اور اس پر ان کی تلوار بھی اٹھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرمائی اور بتایا کہ انسان کے ظاہر پر حکم لگایا جائے گا اور اسکے باطن کو اللہ کے حوالہ کر دیا جائے گا

سوال یہ ہے کہ جب کسی شخص کے کفریہ عقائد ظاہر ہو جائیں اور ان کفریہ عقائد پر اسے نہ صرف یہ کہ اصرار ہو بلکہ وہ اسے ہی صحیح سمجھ کر دوسروں کو اسی کفر کی دعوت دیتا ہو تو کیا اس وقت یہ کہنا جائز ہوگا کہ چونکہ وہ کلمہ پڑھ رہا ہے مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہے اسلئے اسے کچھ نہ کہو مسلمان سمجھو اور ظاہر پر حکم لگاؤ؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ دھوکہ ہے۔

مرزا غلام احمد اگر ظاہری طور پر ضروریات دین کا اقرار کرتا اور اپنا کفر ظاہر نہ کرتا تو اسکے ساتھ ظاہر کے مطابق معاملہ کیا جاتا مگر کون نہیں جانتا کہ اس نے اپنے کفر کا برسر عام اظہار کیا اور زندگی بھر اسکا پرچار کرتا رہا تو اب کسی ہوش مند مسلمان کیلئے یہ کیسے جائز ہوگا کہ وہ مرزا غلام احمد کو ضروریات دین کا منکر نہ جانے اور اسے کافر نہ مانے۔ مرزا طاہر نے جس حدیث سے

مرزا غلام احمد اور قادیانیوں کو بچانے کی کوشش کی ہے افسوس کہ وہ اس میں بری طرح ناکام ہوا ہے اور اسکے سب استدلال بے جان نکلے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

یاد رکھئے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت جس طرح ملت اسلامیہ کی اساس ہے اسی طرح یہ ہر باطل کا ستیاناس بھی ہے آج بھی ہم اپنی عظمت رفتہ واپس لا سکتے ہیں بشر طیکہ اسوہ صدیق سامنے رکھیں اور ہر مصلحت و غرض کو بالائے طاق رکھ کر اللہ کی رضا پانے کیلئے آگے بڑھ جائیں تو انشاء اللہ ہم سربلند رہیں گے اور آنے والی نسلیں ہمارے نقش سے اپنے چراغ روشن کرتی رہے گی

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ
الطیبین واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

صدق دے صدیق کے صدقے میں مولائے کریم
اپنے لطف خاص سے کردے عطا قلب سلیم
فضل سے اپنے دکھا مجھ کو صراط مستقیم
رب ھب لی کنز فضل انت وھاب کریم

شیعہ دلوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے والی ایک کوشش اصلاحی کوشش

شیعہ کے کئی حلقے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے پائے گئے ہیں شرح تجرید میں انہیں کافر کہنے سے احتراز کیا گیا ہے ان کا زیادہ تر بغض اور غصہ سیدنا حضرت امیر معاویہ پر نکلتا ہے ہم نے انہیں بتلایا کہ اگر تم لوگ اپنے تجرید الاعتقاد میں بیان کئے گئے عقیدہ اور موقف پر آجاؤ تو اس سے سنی شیعہ کے کئی اختلافات کمزور ہو سکتے ہیں اس پر بعض نے کہا کہ یہ صحیح لیکن حضرت ابوبکر کے بارے میں پھر بھی ہمارے دلوں میں کچھ تنگی اور بوجھ موجود ہے ہمیں ان کے بارے میں شرح صدر نہیں ہے اس کا ازالہ پہلے ہونا چاہئے ہم نے مناسب جانا کہ اس کتاب کا نام ازالۃ الضیق رکھ دیں تاکہ جن دوستوں کے دلوں میں حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں کوئی بوجھ ہے وہ اس بوجھ کو اس کے مطالعہ سے اپنے دلوں سے اتار دیں اور حضرت ابوبکر کے بارے میں تنگدلی (ضیق) کے بجائے عمل میں فراخ دلی لائیں جس کی تعلیم حضرت علی مرتضیٰ نے دی ہے اور اس طرح سنی شیعہ حلقے ایک دوسرے کے بہت قریب آسکیں گے۔

اے اللہ شیعہ دوستوں کے گلے میں پھنسی تنگدلی کی یہ ہڈی نکل جائے جو ان کے دلوں کا بوجھ بنی ہوئی ہے اے اللہ ہم تیرے حضور درخواست کرتے ہیں کہ تو ہی ان کے دلوں کا بوجھ اور ان کی ضیق دور فرما اور ان کے دلوں میں صحابہ کرام بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں اعتراف حقیقت اتار دے اور دلوں میں بوجھ لئے مارے مارے پھرنے والوں کو صف حقیت میں بٹھادے ...... آمین

اور اگر ہماری اس مخلصانہ دعوت اور کوشش کے باوجود بھی یہ لوگ اپنے دلوں سے اس تنگی کو دور نہ کرنا چاہیں تو ہم انہیں قرآن کریم کی اس آیت پر غور کرنے دعوت دیتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے

فمن يرد الله ان يهديه يشرح صدره للأسلام ومن يرد ان يضله يجعل صدره ضيقا حرجا كانما يصعد فى السماء كذلك يجعل الله الرجس على الذين لايؤمنون

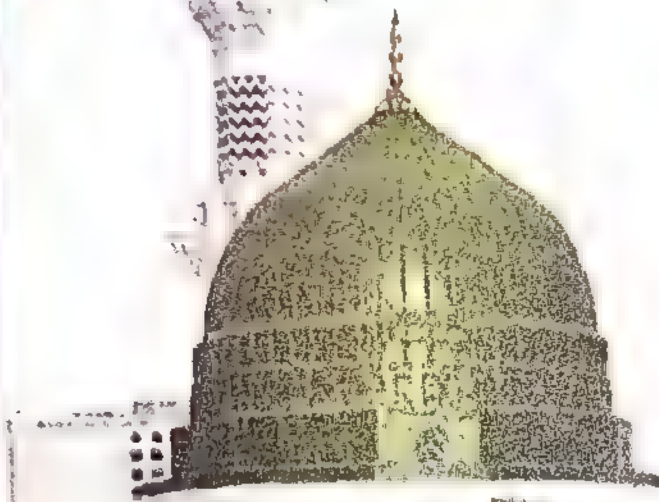
(ترجمہ) جس شخص کو اللہ تعالی سیدھے راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے دل کو تنگ بہت تنگ کر دیتے ہیں جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہو (یعنی اس سے چڑھا نہیں جاتا) اسی طرح اللہ تعالی ایمان نہ لانے والوں پھٹکار ڈالتا ہے۔

اے اللہ ہم میں سے کسی کو بوجھ میں نہ رکھ۔ ﴿ مؤلف ﴾

یارِ غارِ مصطفیٰ ﷺ

انیس غار ہیں اور ثانی اثنین صفت ان کی
نہیں ثانی کوئی جن کا ہوا صدیق اکبرؓ ہیں
وہ ثانی ایسے لاثانی نہیں ان کا کوئی ثانی
وہی تو یارِ غارِ مصطفیٰؐ صدیق اکبرؓ ہیں
نہیں ہے اول وثانی میں کوئی فاصلہ ممکن
خلیفہ اولیں بے فاصلہ صدیق اکبرؓ ہیں
یہاں پر اتحادی نسبت علیا ہے جلوہ گر
نبی کے ہو بہو جلوہ نما صدیق اکبرؓ ہیں

رازدارِ مجتبیٰ ﷺ



ہیں ابوبکر معظمؓ کے فیوضؒ لازوال
شرق سے تا غرب از فیض رسول ذو الجلال
یار غار مصطفیٰ وہ راز دار مجتبیٰ
دہر میں نایاب ہے جس کی رفاقت کی مثال
سب سے پہلا وہ امیر المؤمنین وہ پیشوا
جس کے آغاز میں مضمر تھا اک زریں مآل

حضرت مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب مدظلھم کی

دیگر تالیفات

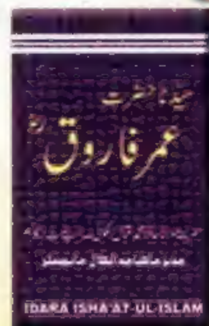


OTHER PUBLICATIONS













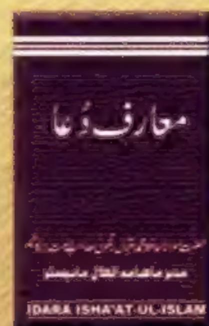


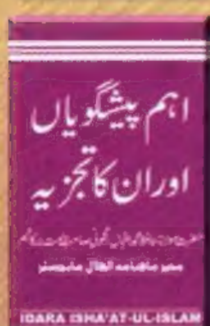


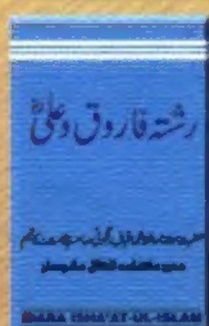




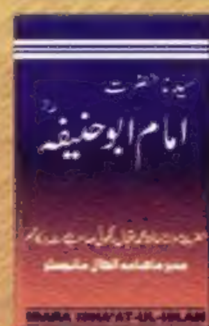


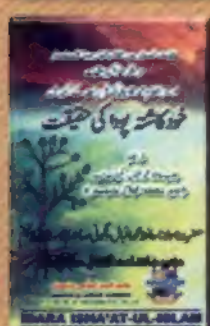




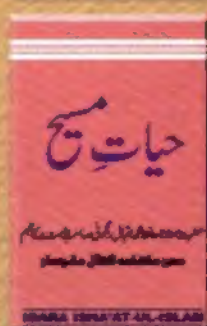


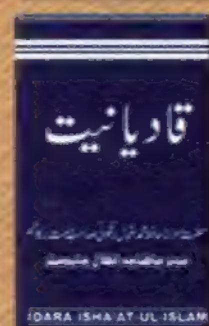












IDARA ISHA'AT-UL-ISLAM

منتخب 112 استنباطی مضامین قرآن (بحوالہ آیات، سورۃ)

میں سے چند اہم عنوانات کی جھلکیاں

اسلام کا نظامِ اعتقادات ☆ اسلام کا نظام عبادات ☆ اسلام کا نظامِ نظافت ☆ اسلام میں سنت رسول اللہ ﷺ کی تشریعی حیثیت وعظمت ☆ اسلام میں نظریہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حقیقت آمیز تجزیہ ☆ اسلام کا نظامِ امن ☆ قرآنی حقائق کا تاریخ سے موازنہ چہ معنی دارد؟ ☆ اسلام، عقل اور سائنس ☆ اسلام میں نظریہ رویتِ ہلال اور سائنسی استدلالات ☆ وحی رسالت اور وحی بمعنی الہام والقاء کے متعلق شرعی حقیقت ☆ اسلام کا نظامِ محنت ☆ اسلام کا نظامِ معیشت اور طبقاتی نظام (موازنہ) ☆ نظریاتی وتہذیبی اختلاف کے فکری نتائج ☆ اسلام میں حقوق نسواں ☆ عالمی معاشی وباء (سودی نظام) ☆ معاملات کے لین دین کا قانونی نظام ☆ بین المذاہب مکالمہ ☆ فرقہ واریت کی اُصولی بحث ☆ اسلام کا نظامِ عفت وپاکدامنی ☆ اسلام کا نظامِ میراث ☆ اسلام کا نظامِ تجارت اور اس کے رہنما اُصول ☆ احکام دین کا عملی وقانونی نفاذ ☆ عزیمت اور رخصت کا حکیمانہ اُسلوب ☆ وکالت باطلہ وصحیحہ ☆ اسلام میں نظامِ عدل وانصاف مع نظامِ شہادت ☆ حلال وحرام اور نظریہ شریعت ☆ مشروط امن معاہدے اور اسلام کی دفاعی وخارجہ پالیسی ☆ فلسفہ انقلابِ احوال ☆ جامعیت قرآن کی ہمہ جہتی حقیقت ☆ حکمت اور موعظہ حسنہ ☆ اسلام کا اخلاقی نظام ☆ اسلام کا نظامِ حکومت ☆ اختلاف رائے او رآزادی رائے ☆ نظریہ جہاد اور اس کی حکمت مع حدود وقیود ☆ عورت کی حکمرانی کے خلاف پہلی احتجاجی آواز ☆ قواعد واُصول وقتی نہیں ہوتے ☆ اسلام اور تربیت اولاد ☆ اسلام اور نظریہ تعلیم وفن ☆ ناموس رسالت، آداب، محبت وعشق رسول ﷺ ☆ اسلام کا نظامِ طلاق ☆ اسلام اور سماجی خدمات ☆ اسلام اور حقوق العباد ☆ بیعت، تزکیہ نفس اور اصلاحی حقائق ☆ شریعت وطریقت ☆ کونسی جماعت برحق ہے؟ ☆ آدابِ معاشرہ کے اخلاقیاتی پہلو ☆ تحقیق حالات کا شرعی نظام ☆ تقلیدِ محمود کی آسان فہم حقیقت ☆ اسلام اور باقی مذاہب کا تقابلی جائزہ ☆ باطنی اعتبار سے عذابِ الٰہی کی بدترین قسم ☆ نظامِ حدود وتعزیرات ☆ نظامِ فطرت کے خدائی اُصول اور عقلیات کے بے لگام گھوڑے ☆ بحر وبر میں سبب فساد کا تجزیہ برحق ☆ فلسفہ عزت وذلت وغیرہ